

UnEven Page Numbers Within The
Book Only

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226014

UNIVERSAL
LIBRARY

مَصْبَاحُ الْكَلَامِ

طريقا يقال لاسلاف

تالیف شریف جناب معالی القاب

مولانا المولوی محمد عبد الغفور صاحب فاروقی

رئیس محمد آبا، ضلع عظم گڑھ

عَمْرُو بْنُ حَنْتَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كُ

نامی نرسین کلان پیر میں

فہرست مضامین مصباحِ احکام فی طریق الاسلام

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۵۴	بعثت انبیاء کے وجہ	۲	تمہید جستجو
۵۵	سب قوموں کی طرف انبیاء بھیجے گئے۔	۵	منافع عناصر اربعہ
۶۰	فرقہ ہندو کا تذکرہ	۱۰	شانِ رزاقی
۷۵	مخلوق کی پرستش اگرچہ وہ منظر	۱۲	خلقتِ انسانی
	صفات الہی ہوں نا جائز ہے	۱۷	قوتِ عقلی
۷۶	بت پرستی کے وجہ محرک	۲۳	اسلامی عقاید
۸۳	التصوف	۲۴	بیانِ جلالت
۹۳	الاسلام	۲۹	بیانِ وحدت
۹۸	اُس زمانہ کی حالت جبکہ اسلام نے	۳۱	خدا شناسی کی استدلالی حالت
	ابتداءً ظہور کیا	۳۲	عناصر اور کواکب میں تخلیق کی
۱۰۷	اسلامی تعلیم کی خوبیاں	۳۸	لیاقت نہیں
۱۱۱	خدا کی راہ میں جس سے مخلوق کو		مؤثر حقیقی کا تعدد عقل کے خلاف
	فائدہ ہو خرچ کرنا۔		ہے۔
۱۲۲	برہمن کے معاوضہ سے دگر کرنا	۵۳	خلاق عالم جسمانی شکل میں ظہور
			نہیں کر سکتا

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۱۸۵	پڑوسیوں کے ساتھ محبت	۱۲۶	معاملات قتل میں دیت کے
۱۸۸	محاسن اخلاق کی تعلیم		فوائد
۱۹۱	دل کی تنگی دینی اور غریبی	۱۲۹	مقدمات زنا کیوں ناجائز ہے
۱۹۵	حسب		راضی نامہ ہیں
۱۹۶	راستی بازی اور دل کی		ازدواج اور زوجین کا باہمی
	پاکی	۱۳۲	سلوک
۱۹۹	رحم دلی	۱۴۰	طلاق کی حقیقت
۲۰۱	صلح جوئی	۱۴۷	تعداد ازدواج کی مضرتیں و منافع
۲۰۳	مطلوبی بوجہ راستبازی		اور فیصلہ عقلی
۲۰۷	اشاعت اسلام کے ذرائع	۱۵۲	تذکرہ ازواج نبوی
۲۱۱	صحابہ اور حواریوں کی وفاداری کا	۱۵۵	پیغمبر علیہ السلام کو جو وسعت بخصوص
	مقابلہ		ازدواج دیکھی تھی اسکے فوائد
۲۲۰	اشاعت مذہب میں شاہی	۱۵۸	خمر کی حرمت
	اقدار کی شرکت	۱۶۳	کبر اور نخوت کی ممانعت
۲۲۳	دوسروں کے ہم مذہب بنانیکا	۱۶۷	غلامی اور غلاموں کے ساتھ
	شوق		سلوک
۲۲۶	ترکان تاتار کا تذکرہ	۱۸۰	زبان کا بڑی باتوں سے روکنا
۲۳۴	بجہ اسلام کا قبول کرنا ممنوع ہے	۱۸۳	تیمون کی سرپرستی اور ان کے
۲۳۵	پیغمبر اسلام اور حکومت		حقوق کی حفاظت

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲۸۵	علم حق	۲۳۷	حکایات مظالم مشرکین
۲۸۹	ارادۃ الہی	۲۴۲	الحجزیہ
۲۹۳	ارادۃ انسانی	۲۴۸	مسلمانوں کے مذہبی اختلافات
۲۹۵	فصل	۲۵۷	اصلی عقائد اسلامی کا بامراد عقل
۲۹۸	خیالات اہل سنت اور معتزلہ کی		امتیاز کرنا
	بنیاد مسئلہ تقدیر میں	۲۶۲	قرآن کے مخلوق وغیر مخلوق ہونیکا
۳۰۰	خلق مراد		جھگڑا اور بعض عباسی خلفاء کے
۳۰۳	فضل خدا		مظالم
۳۰۶	لفظ اضلال کی تفسیر معنوی	۲۶۶	اسلام پر زوال و دل اسلامیہ
۳۰۷	التقدیر		کی بے اثری
۳۱۱	اثر دعا و صدقات	۲۶۷	انگلش گورنمنٹ کی بے تقبسی
۳۱۲	القرآن	۲۶۹	عقل کی آویزش ساتھ ا وہام اور
۳۱۷	الفاظ قرآن		تقصب کے
۳۲۶	معانی قرآن	۲۷۰	حسنات دنیوی کی طلب
۳۳۰	اخبار بالغیب	۲۷۳	انگلش گورنمنٹ اور مسلمان رعیت
۳۵۱	مزید شبہات کے جواب جو قرآن پر	۲۷۶	اسلام کا آخر انجام دنیا میں
	وارد کیے جاتے ہیں	۲۷۸	مجموعۃ احادیث
۳۶۰	تذکرہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ	۲۸۰	معاملات دنیا اور بعض احکام شرعی
	وآلہ وسلم	۲۸۲	مباحث متعلقہ مسئلہ تقدیر

صفحہ ابتدائی	مضمون	صفحہ ابتدائی	مضمون
۴۰۳	حجت مسیحی	۳۶۴	معاملہ تبلیغ میں مختلف تدبیروں کی
۴۰۶	اسلامی حجت		آزمائش۔
۴۳۴	خوارق عادات	۳۶۸	مال غنیمت اور خراج کا تذکرہ
۴۵۰	معراج	۳۷۳	تاخت زید بن حارثہ
۴۵۲	رحمت پروردگار	۳۷۵	بنو نضیر کا اخراج اور ان کے
۴۵۶	کہ عشق آسان نہو، اولیٰ افتاد مشکلہا		دوسروں کا قتل
۴۷۸	حکایت	۳۷۹	صداقت رسالت کے قرائن
۴۸۵	عقیدہ	۳۸۰	تعلیم محمدی
۴۹۰	خاتمہ الکتاب	۴۰۱	اگلے صحائف کی پیشین گوئی

مصباحُ الکلام
فی

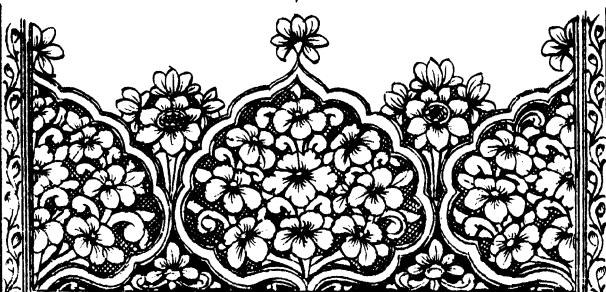
طریق الاسلام

تالیف شریف جناب معلی القاب
مولانا المولوی محمد عبدالغفور الفتاروقی
رئیس محمد آباد ضلع اعظم گڑھ

محمد رحمت اللہ علیہ کے

نامی پریس کرائیو پرنٹرز چھپا

۱۳۲۳ھ



یام اور ایانیا بم جستجوی می نم حاصل آید یانیا پد آرزوئی می نم
رازهای دل بیان سازم پیش از خود بشنود و باشنود من گفتگوی می نم



بسم الله الرحمن الرحیم

یہ خاک کا پتلا جسکو انسان کہتے ہیں گنجینہ اسرار قدرت ہے اُسکے کالبد میں
بڑے بڑے گران بہا جو اسرار و ولایت رکھے گئے ہیں جن میں ایک جو ہر شریف عقل کا بھی
ہے۔ اسی عقل کی بدولت اُس نے مدارج علیہ پر صعود کیا اور دقائق حکمیہ حل کیے لیکن
سچ یوں ہے کہ دریائے ناپید اکنار علم سے اُسکو اتنا حصہ بھی نہیں ملا ہے کہ خود اپنی پیاس
کو بجھا سکے اور زیادہ نہیں تو اُن اسرار کو دریافت کر لے جو اُسکی ابدی زندگی سے
تعلق رکھتی ہیں اور جن پر اُسکی اخروی آسائش کا دار و مدار ہے۔ وہ زمین پر بٹھیا ہوا
آسمان کی باتیں استملا لایا کرتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ خود اُسکے وجود کی کیا حقیقت ہے

بسم الله الرحمن الرحیم

اپنے ابنائے جنس کو مرتے دیکھتا ہے اور باور کرتا ہے کہ موت اُسکی تاک میں لگی ہوئی ہے اور جلد یادیر میں اُسکو بھی سکرات موت کا تلخ ذائقہ چکھنا اور حسرت و افسوس کے ساتھ اس سرے فانی کو چھوڑنا پڑے گا وہ ایسا ناعاقبت اندیش تو ہے نہیں کہ اُس مردی سفر اور اُسکے منازل و مراحل کے استدراک حال میں اپنی کوششوں کا کوئی دقیقہ اٹھا لے کھے مگر میدان سخت تاریک ہے عقل کی مشعل اُسکے گرد و غبار میں کچھ کام نہیں دے سکتی۔ بٹے بٹے دانشمندان نے قیاس کے گھوٹے دوڑائے جو چند قدم چلے اور پھر ٹھٹھک کر رہ گئے مشہور دقیقہ سنجون نے سخت عرق ریزیان کیں اور ان گروہوں کو کھولنا چاہا مگر کھلنا اور کھولنا کیسا اُسکے ہوئے سلسلہ میں کوئی سُلجھا ہوا دھاگا بھی اُنکے ہاتھ نہیں آیا۔ یورپ اور ایشیا کے دانشمندان مثل افریقی وحشیوں کے لاعلم مرے اور اب بھی اگرچہ ہر ایک فی شعور اپنی قوت فکر پر زور دیتا اور پتہ لگانے کی کوشش کرتا رہتا ہے مگر حسبِ طرح اگلوں کو نا کامی ہوئی پچھلون کو بھی امید کامیابی نہیں ہے جو کچھ ہونا ہے وہ یہی ہے کہ تفتیش کی کشمکش میں ایک دن کوچ کی گھنٹی بجادیجائے اور غیر معلوم الحقیقت راستہ پر چلنا پڑے۔

موت کا ساکن بعینہ حر فی لفظ تلفظ میں کڑایا کر دوا معلوم نہیں ہوتا مگر اُسکے معنی میں کوہ ہمالیہ سے زیادہ سنگینی موجود ہے خدا کو علم ہے کہ مسافر ان عدم اس بارگران کو کیونکر اٹھاتے ہیں اور صبر و سکوت کے ساتھ قدم بقدم یکے بعد دیگرے چلے جاتے ہیں۔ یہ تیز رو جانے والے ایسے بخیر سوہتے ہیں کہ کتنا ہی چیخو چلاؤ

ہاتھ پاؤں کپڑے جنہیں ڈوبوا کر ان سے سر نہیں اٹھاتے اور ستم تو یہ ہے کہ اشاروں سے
 بھی نہیں بتا دیتے کہ جان کنی کا سخت مرحلہ کیونکر طے ہوا۔ وہ دم نکلتے ہی عزیزوں کی
 محبت آشناؤں کی مودت کو بھول جاتے ہیں اور شائد ان میں کوئی ایسی تعاطیل قیامت
 پیدا ہو جاتی ہے جو زندوں کے جوش محبت کو بھی سلب کر لیتی ہے تب ہی تو ایسے عزیز جو
 جان سے زیادہ پیائے تھے بارگروں ہو جاتے ہیں اپنے دوستوں کے ہاتھوں اور
 نرم بچھونوں سے اٹھائے جاتے اور فرش خاک پر تنگنا سے لحد میں لٹا دیے جاتے
 ہیں۔ سامان راحت سے اس قدر بے پروائی کی جاتی ہے کہ ہوا دار کمروں میں جن کو
 بے مروجہ چین نہیں آتا تھا ان کی آسائش کے لیے ایک ایسا سوراخ بھی نہیں چھوڑا
 جاتا جو گرد و غبار کے ساتھ سہمی مگر کوئی جھونکا ہوا کا اُن تک پہنچائے۔ آدمی کتنا ہی
 خوش نصیب ہو اور کامیابی کا کیا ہی زرین چتر اُس کے سر پر پھر رہا ہو مگر فطرتاً انسانی
 امیدوں کا سلسلہ ایسا دراز ہے کہ کبھی ختم نہیں ہوتا دنیا دار اور خدا پرست دونوں بستر مرگ
 پر شاکِ پائے جاتے ہیں کہ عمر نے کوتاہی کی اور ناگاہ وہ وقت آگیا کہ ضروری تئنائیں
 پیوند خاک ہوا چاہتی ہیں۔ اس خیال کے ساتھ ایک طرف بیماری کی تکلیف جاگڑا
 اور دوسری طرف املاکِ دنیوی کی بے تعلقی روح فرسا ہوتی ہے پھر سکرانِ موت کی شدت
 مفارقتِ احباب کا خیال اور زیادہ تر آئندہ زندگی کی تاریک حالت انہیں ہر ایک
 جگہ خود ایسی درد انگیز اور حسرت خیز مصیبت ہے کہ محض اُس کے تصور سے رونگٹے
 کھڑے ہوتے ہیں اور کلیجہ منہ کو چلا آتا ہے۔

اجل ایسے مبتلائے بلا کو دوستوں نے چھوڑا عزیزوں نے اُس سے مُنہ موڑا اب جس دے روح تنہا ہو اور خود روح معلوم نہیں کہ کس وادی میں چکر کاٹ رہی ہو تمام حقوق مالی و ملی ساقط ہو چکے شاید کچھ کھونے دینا ردِ مہربان اعمال میں پچھے چھپا ساتھ لے ہوں مگر وہ قدر کے لائق نہیں اور اُنکو کسی موقع پر پیش کرتے ہوئے خود اپنے تئیں شرم آتی ہو۔ آہ یہ غم آگین نظارہ حسرت ناک سماں آنکھوں سے خون وہاں لا ہو اور اُسکا اندازہ وہی دل و دماغ کر سکتا ہو جو ایسی مصیبت میں پڑ گیا ہو۔

دنیا کے بے دردم شہزاد شاہ اپنے سرکش کا فر نعمت غلام کو اگر ایسی حالت میں گرفتار دیکھیں تو شک نہیں کہ اُنکو بھی رحم آجائے اور اُن آنکھوں سے جنھیں قتل و غارت کا تماشا مرغوب ہو آسو ٹپکتی ہیں۔ اچھا دیکھو تو سہی کہ اس غریب الیاء بے بار و مددگار کا بھی کوئی ذی اقتدار آقا ہو کیا اُسکو اس درد انگیز واقعات کی خبر نہیں ہو یا وہ ایسا سنگدل ہو کہ مصیبت زدوں کی گرمی آہ سے نہیں پیچتا ؟

عناصرِ رابعہ جب کو تم جانتے اور پہچانتے ہو اس عالم کے بہت بڑے ارکان ہیں وہ سب ہر چند مختلف المامیت ہیں مگر انہیں ایک کا دوسرے کے ساتھ منقلب و مایاؤں کہو کہ اپنی صورت بدل کے دوسرے کے ساتھ گھل مل جانا اور ہر پھر کے اپنی اصلی صورت پر آ جانا بقاے عالم کا بہت بڑا راز ہو۔

پانی کا ایک قطرہ جو دیکھنے میں بے حقیقت نظر آتا ہو حقیقت معلوم نہیں کہ ابتدا خلقت عالم سے اُس نے کتنی سکین بدلیں کیا کیا رنگ دکھائے ہرے ہرے سبز

اگائے نئے نئے درخت جمائے ذی روح اجسام کی پرورش کی خاک میں مل گیا
 بخار بنا ہوا کے سر پر چڑھ گیا اور پھر اپنے حیرت کو شکل اصلی واپس آیا ہو۔ یہ انقلابی نظام
 اگر رک جائے تو شیرازہ عالم کھرجائے ارزاق کا دروازہ بند ہوا انسانی تدبیر میں بیکار
 رہیں اور ہر ایک جان ار اپنی جگہ پر دم توڑے۔ علم طبعیات کے جاننے والے مکو
 مطمئن کر سکتے ہیں کہ اس طرح کے انقلاب سکوت کے ساتھ ہر لحظہ اور ہر ساعت ہوتے
 رہتے ہیں اور اُنکا تماشادیدہ بصیرت کے لیے حیرت خیز و عبرت انگیز ہو۔

پانی کی خلقت حیوانات اور نباتات کے لیے مایہ زندگانی ہے، مکی بولت پیاس
 بجھتی ہے غذا کے ہضم میں مدد ملتی ہے نباتات کی روئیدگی اور شادابی کا مدار پانی پر ہے
 پانی نہ تو آفتاب کی گرمی تمام جانداروں کو ہرے بھرے باغوں سرسبز جنگلوں کو جلا دے
 کشتیاں اور جہاز بیکار رہ جائیں اور یہ عمدہ اور لذیذ غذائیں جنکا لطف انسانی ذائقہ
 اٹھا رہا ہے میسر نہوں بھری وبری جانور مرثین غسل کی جگہ خاک میں لوٹنا پڑے کہ پڑوں
 کی اور غول اپنے بدن کی گندگی قوت شامہ کا دم ناک میں کرے۔

ہمنے سرسری طور پر چند عام فہم فائے تحریر کیے ہیں اور دریا سے ایک پیالہ
 بھر کے تمھارے روبرو پیش کر دیا ہے جہاں تک فکر کو وسعت دو فائے کے بعد فائدہ
 اور نکتہ کے اندر نکلتے اس ایجاد میں نظر آئیں گے۔ یہ لائق قدر چیز دنیا میں قدر و قیمت
 نہیں رکھتی فقیر و امیر دونوں کیساں طور پائے ہو مستفید ہوتے ہیں عالم بالا کی فیاضی اُنس نعمت
 کو زمین کے سر پر برساتی ہے روزمرہ خرچ اور ضروری فوائد کے لیے ایک حصہ اُنکا

سطح زمین پر رہ جاتا ہے اور بہت بڑا حصہ یہ زمین اپنے دامن کے نیچے چھپا لیتی ہے
خاص ضرورتوں کے وقت قدرت اُنکو اُچھال دیتی ہے یا انسان اپنی محنت و تہذیب سے
دولت مخزون کا کوئی جزو برآمد کر لیتا ہے۔

اب آگ کو دیکھیے کہ فائدہ رسانی کے میدان میں اُسکی لپک پانی کی روانی سے
کم نہیں ہے اور اندھیرے گھر میں وہ روشن چراغ ہے بزم عالم میں اُسکی چمک و دمک سے
روشنی ہے غذا کا پکا ناکہ و رتوں کو دور کرنا اُسکی منصبی خدمات ہیں۔ دنیا کی بڑی بڑی مشینیں
اُسکی قوت سے چلتی ہیں عجیب و غریب آلات جن سے انسان اپنی حفاظت کرے اور
قوی دست و دشمنوں کو خاک میں ملائے اسی آگ کی بدولت بنائے گئے ہیں اُسکی مدد سے
طرح طرح کے ظروف بنے سامان امارت مہیا ہوا ٹیلی گراف آفس قائم ہوا ریلوے کا صیغہ
ظہور میں آیا۔ اب طائران تیز پرواز سے زیادہ تیزی کے ساتھ خبریں آتی جاتی ہیں
سر پریلیان ایک ہی تھا اور آج کل ہزاروں ٹرینیں اطراف عالم میں بنی نوع انسان کو
شہر بشہر قریہ بقریہ اُٹائے لیے پھرتی ہیں۔ آگ نہوتی تو علمی اصول پر جو طاقین انسان
نے پیدا کیں اور اُن سے کام لے رہا ہے کیونکر پیدا ہو سکتیں اور غبارِ ابناء کے پرندے کے مانند آدمی
ہوا پر کس طرح اُڑتا ہے تاہم غرض یہ سستی اور شائستگی شوکت کے سامان تمدن کے ذرائع
جو آج بحشم حیرت دیکھے جاتے ہیں اسی آتشی مادہ کے طفیل سے عالم ظہور میں آئے۔
روز افزون ترقیات ایجاد کو دیکھ کے آئندہ ترقیوں کا ہر متوسط الفہم کو علم یقین ہے لیکن
دورانِ تیش سے زیادہ دورانِ تیش عقلمند بھی اندازہ نہیں کر سکتا کہ زمانہ کما ناک ترقی

کر گیا اور اس پچھلے نواسے مادہ کی بدولت کیا کیا ایجادیں انسان کی تو کیا بساط ہی
فرشتوں کو حیرت میں ڈال دینگی۔

ہوا کا جو ہر لطیف دکھائی نہیں دیتا لیکن اُسکے جھونکے قوت لاسہ کو تھپکتے
اور اپنے وجود سے مطلع کرتے سہتے ہیں۔ خشکی میں درخت جھومتے ہیں دریا میں پانی
لہریں لیتا ہے یہ سب ہوا کے جلوے ہیں جنکو ہماری آنکھیں بھی دیکھتی اور ٹھنڈک حاصل کرتی
ہیں۔ اگلے حکما جو ہر ہوا کو عنصر (بسیط) خیال کرتے تھے مگر اٹھارھویں صدی عیسوی میں
ایک فریچ عالم نے یہ رائے قائم کی اور ثابت کر کے دکھا بھی دیا کہ ہوا درحقیقت دو طرح
کی گیسوں سے مرکب ہے جن میں ایک کو اُسے نائٹروجن اور دوسرے کو اوكسیجن نامزد
کیا ہے تنہا نائٹروجن قاطع رشتہ حیات ہے مگر اوكسیجن کے ساتھ مل کے وہ حیوانی و نباتی
موجودات کے لیے رکن زندگانی بن جاتا ہے۔ ہم اس موقع میں مصنوعات کی حالت
دیکھتے اور اُنکے صانع کو ڈھونڈھ رہے ہیں اس لیے یہ کو فراموشی عالم کا بہت ممنون ہونا
چاہیے کہ اُسے ہوائی مادہ میں یہ عجیب کرشمہ صنعت دکھایا ہے کہ مفرد مملک اور مرکب
اُسکا یہ حیات حیوانات و ذریعہ نباتات ہے۔ ہوا کا کرہ زمین و آسمان کے بیچ میں
حجاب ہو کے کفیل ہے کہ ضرورت کے موافق حرارت کا فائدہ سطح زمین پہنچتا رہے
اور افراط حرارت سے ارضی موجودات فنا نہوجائیں۔ ہوا بخارات کو اُٹھاتی ہے جسکے
بدولت پانی برستا ہے یہی بخارات ضروری حرارت کو ہماری منفعت کے لیے آفتاب ملتاتا
کی غیر حاضری میں روکے ہوئے سہتے ہیں کاش ایسی روک نہو تو وہ حرارت جسکا

ان واقعات پر جب غامض نظر کیجائے تو کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ مسبب الاسباب بتایج
کا پیدا کرنے والا تدبیروں کا کامیاب اور ناکام کرنے والا کوئی دوسرا ہر اور ہمارے ہی نگاہی
کی نشین و حقیقت کسی دوسری قوت کی تحریک سے چل رہی ہے۔ وہ قوت کون ہے اس
سوال کا معقول جواب سوائے اسکے اور کچھ نہیں دیا جاسکتا کہ یہ سب کرشمے اُسی قوت کے
ہیں جو ہم کو جلوہ گاہ ظہور میں لائی جس نے ہم کو بحر و بر کی حکومت عطا کی اور جس نے ہم کو قوی
و دشمنوں سے صرف محفوظ نہیں کیا بلکہ بہتوں کو طوعاً و کرہاً ہمارا بندہ فرمان پذیر بنا دیا ہے۔
اپنے منعم حقیقی کو پہچانتا اُس کے فیض انعام کا شکر ادا کرنا شریفانہ اخلاق کا سب
سے بڑا فرض ہے اور ہر گاہ خلاق عالم نے انسان کو واسطے ادا سے دیگر الفضل کے
کافی قوتیں عطا فرمائی ہیں تو غیر ممکن ہے کہ اُس نے اپنے پیچانے کی قوت خلیفہ ارضی کے
کا لب بدین نہ رکھی ہو۔

ہر ایک ذی ہوش اقرار کرے گا کہ ایسے عمدہ فرض کی ادا کرنے والی وہی عقلی قوت ہے
جسکی بدولت انسان نیک و بد میں امتیاز کرتا اور بن دیکھی حقیقت کو ثابت کر دکھاتا ہے
ہر چند اس عقدہ کے حل کرنے میں ہادیان ملت کی ذات ستودہ صفات سے بہت
بڑی مدد مل سکتی ہے لیکن آخر ان بزرگواروں کی صداقت کا امتیاز کرنا اور اُن کے
اصول ہدایت کو سمجھنا بھی تو اسی عقلی قوت کا کام ہے۔ الغرض مدار کلیف قوت عقلی پر ہے
جو ہر انسان میں مختلف پائی جاتی ہے اور اس لیے ظاہر ہے کہ ہر آدمی بدرجہ متفاوت ذمہ دار
ہے کہ اپنے خالق کی ذات اور صفات کو پہچانے اور اسکی عظمت اور جلال کے سامنے

گردن عبودیت خم کرے۔ متعصب خیال کے آدمی جو کچھ کمین گرد واقعی امر یہ کہ ہر انسان
بسکو کسی خالق کے وجود سے اقرار ہو وہ اُس خالق کے ساتھ عاجزانہ نیاز مندی کھتا
ہو اور اُسکی ہرگز یہ خواہش نہیں ہوتی کہ جان بوجھ کے کفرانِ نعمت کرے اور بے تحقیق
ذات کو خالق سمجھے یا اُسکو اپنا معبود بنالے لیکن اُسی کے ساتھ یہ بھی سمجھ کر بسا اوقات
کہ ورت تقلیدی روح کو مکدر اور عقل کو بے نور کر دیتی ہو یا کہ سہل انکار ڈھونڈنے والے
سنگریزوں کو جو اہرے بہا اور اپنے لیے مایہ افتخار سمجھ لیتے ہیں۔ تجربہ شاہرہ کی انسان
پر صحبت کا قومی اثر فطرتاً پر تا ہو وہ جس خاندان میں پیدا ہوا یا جن لوگوں میں رہا سہا
اُنکے خیالات سے متاثر ہو کے اپنا اعتقاد اس طرح مستحکم کر لیتا ہو کہ عقل کی قوت اُسکو ماسانی
ہلا نہیں سکتی۔ ایسے مقلد یا سہل انکار ہر خد پنے خیال میں نیاز مند بارگاہِ اذلی ہوں
لیکن اُنکی نیاز مندیوں پر یہ سنگین الزام ہو کہ کوشش کر کے قید و بند تقلید سے نکلنا اور
آزادانہ تفتیش کرنا نہیں چاہتے حالانکہ اُنکو جو ہر عقل اسی لیے عطا ہوا ہو کہ آزادی کے
ساتھ اُسکو کام میں لائیں اور اقل درجہ اس تقدس ذاتی اور صفاتی کا اقرار کریں جسکے
ساتھ خلاق عالم کا موصوف ہونا متوسط عقل اور متوسط ادراک کا آزاد آدمی تسلیم کر سکتا
ہو۔ کسمند تفتیش غیر کافی ہے سمجھی کی نیاز مندی ایک قسم کی بے نیازی ہے ایسے انسان
کا فرض ہو کہ اپنے ہجمنوں میں شایستہ مذاکرہ کرے عقل کو کام میں لائے اور بے اندیشہ
ملاست اعزہ اور احباب کے وہ راستہ اختیار کرے جو قرین صواب اور مقصد سے عقل
ہو۔ الحاصل مخلوق اپنے خالق کی ذات اور اُسکی صفات کے پہچاننے میں اتنا ہی مایوس

اور اگر کُسنے حقیقت اپنی یہ ذمہ داری پوری کی ہو تو اُسپر کوئی وجہ الزام کی پائی نہیں جاتی اور میں باور کرتا ہوں کہ اگر اس طور پر قوت عقلیہ کام میں لائی جائے تو وہ راستہ مل سکتا ہے جو منزل مقصود تک یا اُسکے قریب پہنچائے اور چلنے والے کے لیے ایک حد تک ذریعہ نجات ہو۔

یہ شبہ دلائل کھٹکتا ہے کہ اگر کسی قادرِ قدیر حکیم باتدبیر نے اپنے قصد اور اختیار سے اس عالم کو بنایا ہے تو پھر اپنی ذات و صفات کو اُس نے ایسے حجاب میں کیوں چھپایا کہ اُنکا علم اجمالی بدشواری حاصل ہو سکتا ہے اور تحصیل علم تفصیلی تو قوت بشری سے خارج ہے۔ دینا میں سرگرم عقیدہ مند بہت گزے ہیں اور اب بھی زبانی اصرار کرنے والے بکثرت پائے جاتے ہیں لیکن شک نہیں کہ محدودے چند بزرگوں کو یہ رتبہ حاصل ہوا ہے کہ سچائی کے ساتھ دعویٰ لَوْ کَشِفَتْ الْغِطَاءُ لَمَّا اُنْزِلَتْ بِقِيَّتِنَا کر سکتے۔ آنکھ بند کر کے تقلید کرنے والوں یا اُن لوگوں کو جو قوت فکر یہ کو مستعدی کام میں نہیں لاتے پھوڑ پھوڑتے تو بھی بشمار افراد انسانی ایسے بھی گزے ہیں جنکو تحقیقاً خالقِ اکبر کی ذات اور صفات کے استدراک سے دلچسپی تھی لیکن پھر بھی کوئی ایسی واضح دلیل ہاتھ نہیں آئی جسپر خاص و عام اتفاق کرتے اور یہ اختلاف جو موجب نفاق جماعت انسانی ہے اور جو بسا اوقات مضر آسودگیِ خلاقیت ثابت ہوا ہے پیدا نہوتا۔ ابتدائے خلقت بشری سے کتنے نبی یا ریفاء جلوہ گاہِ ظہور میں تشریف لائے اُنکی ہدایتوں نے حق پرستی کے ولولوں کو

اگرچہ اُنھارے جائیں تو بھی یہ یقین زیادہ نہو۔ یعنی وہ اس جہ کمال کو پہنچ گیا ہے کہ ترقی کی گنجائش باقی نہیں رہی

اُبھارا اور انکی کوششوں سے ایک حد تک عقائد انسانی موزون سا پنچے میں چل گئے
لیکن پھر بھی اختلاف نہ مٹا بلکہ ارباب شریعت کے جھگڑے زیادہ تر سنگین ہو گئے۔ ہم سنتے
ہیں کہ سب سے پچھلی شریعت (اسلامی) کے مقلدون نے باہم اس قدر اختلاف کر رکھا
ہے کہ اصولاً انکے تھتر فرقے موجود ہیں اور پھر ان بڑی بڑی شاخوں سے جو ٹہنیاں
نکلین اگر وہ بھی داخل شمار کیجائیں تو سیکڑوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

انہیں ہر فرقہ اپنے رنگ میں ڈوبا ہوا دوسروں کو گم کردہ راہ سمجھتا ہے مگر
معلوم نشد کہ یا صرف وہ کہیت ہر کس بخیال خویش خطیہ دارد

ایسے باختیار صاحب حکومت کے لیے جس نے قصر عالم کو برپا اور بزم وجود کو آراستہ
کیا ہے آسان تھا کہ اپنے بندوں کو کوئی ایسا جلوہ دکھا دیتا کہ سب کے سب سیدھے راستہ
پر پڑ لیتے سچے معبود کی عبادت کرتے مخلوق پرستی کا الزام اولادِ آدم پر قائم ہی نہوتا اور
چھوٹے بڑے بیوقوف اور دشمنِ سُبحانِ ساری دنیا کی کتے ہوئے منزل مقصود
تک پہنچ جاتے مگر یہ شبہ اس طور پر رفع ہو جاتا ہے کہ خلاق عالم نے اس کا نگاہ کو

دارالاستحسان بنایا ہے اور وہ تماشا دیکھتا ہے کہ اُس کے بندے جو ہر عقل کی کیونکر آزمائش کرتے
اور اپنے کائنات کو کسطح کام میں لاتے ہیں اگر اُسکی آیاتِ قاهرہ اور حججِ ساطعہ ادہام
باطلہ و عقائدِ فاسدہ کی جڑ کاٹ دیتین تو اُسکی جبروت سے دیگر معاصی کا بھی سد باب ہوتا
اور شکل کسی فرد بشر کو ترک عبادات کی جُرات ہوتی ایسی حالت میں معیارِ ثواب و

عقاب کیسا رجھاتا ہدایت و ضلالت کا تفرقہ کیونکر کیا جاتا تو فیق باری کسی حمایت کرتی اور
شانِ آمد و گاری کا ظہور کس پیڑا میں ہوتا۔

اب یہ سوال کہ خالق عالم کو ایسے تماشے سے کیا فائدہ تھا جو اُسے اپنے بندوں
کو مشکلات میں ڈالا اور ایسی ذمہ داری میں پھنسا دیا جو بہتوں کی نقدیب نفس کا نتیجہ پیدا
کر نیوالی ہو اسی رتبہ کا سوال ہے کہ جانداروں کو موت کا تلخ ذائقہ کیون چکھا یا جاہل اصول
ارزاق کے لیے دوا و دوش پر کیوں مجبور ہیں کپڑوں کی بلبیان کھانوں کے خوان آسمان
سے کیوں اُٹاسے نہیں جاتے۔ ان سب کا یہی جواب ہے کہ انسان بندہ ہے اور بندہ کو
اپنے خداوند نعمت پر اسطرح کی فرمائشوں کا منصب نہیں ہے اور نہ کسی خداوند نعمت پر
لازم ہے کہ وہ اپنی آزادی کو ایسے دائرہ میں محدود کرے جو سہولت پسند بندوں
کے لائق پسند تصور ہو۔

عموماً عقل سلیم وجود صانع با کمال کی معترف ہے مگر اُسکے تعین میں اختلاف
ہے اور سچ یہ ہے کہ صفات کی تحقیق میں اس اختلاف کو زیادہ تر موقع وسعت کامل گیا ہے
الحاصل تجسس کی وادی میں افکار انسانی نے جدا گانہ راستے اختیار کیے اور ہر گروہ
اپنے تئیں صراطِ مستقیم پر چلنے والا بنا کر رہا ہے کُل حُجُبِ بَیِّنَاتٍ لِّہُمْ فَرِیْقَتٌ لِّیْکِن
بِاتِّفَاقٍ جَمْعُہُمْ خِلَافٌ اَتَبٰکَیْسَ لَہٗ طَرِیْقَتٌ نِّہِیْمَا کَہٗ سَیِّدَہَا رَاسَتَہٗ کَسَ لَہٗ اَخِیَارٌ کِیَاہٗ تَوَفِیْقٌ
ازلی کسی مددگار ہے اور کون خوش نصیب قافلہ سلامت با کرامت منزل مقصود تک
پہنچنے والا ہے۔ اس خصوص میں دانشمندوں نے پر زور تقریریں کیں بڑی کتابیں

لکھی گئیں حوصلہ مندوں نے چاہا کہ تمام عالم کو اپنے حلقہ اثر میں لیلین مگر یہ حوصلہ مندی
اب تک کامیاب نہیں ہوئیں اور عالم کون و فساد کے دارالامتحان میں یہ امید کہ اختلاف
عقائد دور ہو ایک ایسی امید ہی جو شاید پوری نہوگی۔

تجربہ سے ظاہر ہے کہ دنیا کی عمر حسیقہ و بڑھتی ہے اُسی قدر مذہبی عقیدوں کا اختلاف
ترقی کرتا جاتا ہے اور خدا ہی جانتا ہے کہ آخر کار قاضی محشر کی عدالت میں کتنے فریق حاضر
کیے جائیں گے واقعات متعلقہ اور تحقیق پر کس طرح بحث ہوگی کس قسم کے عذرات کامیاب
ہوں گے اور پھر عادل و بعید بل منعم جلیل غافر الذنوب سائر العیوب کے حضور سے کیا فیصلہ صادر
ہوگا۔ **دوستو** مرحلہ سخت ہے بہت بٹے باعزت و جلال اجلاس میں ایک دن حاضر
ہونا اور نامہ عقائد اور دفتر اعمال کا دکھانا ہر دم کی دم میں تمام عمر کے خیالات کا واپس آنا
ہونے والا ہے اُسی پر ابدی زندگی کی بھلائی اور بُرائی کا ماہر بھی وقت باقی ہے غلطیوں
کی اصلاح کرو اپنی رویداد کو دیکھ بھال کے اچھی طرح مرتب کر لو۔ یہ سب کچھ کرو لیکن
میری تو یہ صلاح ہے کہ رویداد پر اطمینان عذرات پر بھروسہ کرنا بڑی خطرناک کارروائی ہے
اپنے تئیں خدا کے رحم پر چھوڑ دو اور جب حاضری کا وقت آئے تو سر غیبت کی نظر
یہ کہتے بڑھ چلو **اللّٰهُمَّ عَلِّمْنَا بِفَضْلِكَ وَكَالِثًا مِّنَّا بِعَدْلِكَ**۔ اب تک
تو سلسلہ تقریر عام تھا مگر اب میں اپنے فرقہ اسلامی کے حدود عقائد کے اندر گفتگو کروں گا
کیونکہ میرا کاشف اس کا معتقد ہے اور تقلید انہیں بلکہ اپنی بضاعت کے موافق تحقیق بھی

لے پروردگار رہا ہے ساتھ بخشش کا برتاؤ کر انصاف کا برتاؤ مت کر ۱۱

میں اسی کو ذریعہ نجات اور بہودی آخرت سمجھ رہا ہوں۔

اُس مقدس کتاب میں جسکی سچائی کا باور کرنا ہمارے ایمان کا جزو جزوات ہے اور اُسکی صفات کمالیہ کی پوری تشریح ہوئی ہے اور میں اُس کتاب سے چند آیات بنات کا اس موقع میں اقتباس کرتا ہوں۔

لَوْ اَنزَلْنَاهُ الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَدِيمُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْغَنِيُّ الْخَبِيرُ الْحَبِيبُ ۝ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (پارہ ۲۸ آخر سورہ البحر)

کلام الملوک الملوک کلام ایک مشہور مقولہ ہے مگر یہ کلام تو ملک الملوک کا کلام ہے اُسکی سادگی میں عظمت عظمت میں شکوہ شکوہ میں بندہ پروری کے جلوے نمایاں ہیں عسے بھی ہیں

لے اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو وہ خدا کے ڈر سے جھک جاتا اور پھٹ پڑتا اور یہاں تک کہ اسے کتبے میں کہہ سمجھیں۔ اے اللہ ایسا ہے کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ کھلی اور پوشیدہ باتوں کو جاننا ہی بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ وہ شہر ایسا ہے کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں جہاں کا بادشاہ ہے پاک ذات جو عیوب سے بری ہے امن دینے والا ہے کہیں ہے بڑا داد باؤ والا ہے بڑی عظمت رکھتا ہے۔ لوگ جیسے شرک کرتے ہیں اُس سے پاک ہے۔ وہی امثال ہے جو معبود مخلوقات ہے اُسکے اچھے اچھے نام ہیں آسمان اور زمین میں جتنی مخلوقات ہے وہ سب اسکی تقدس کرتی ہے۔ وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے ۱۲

و عید بھی بین طرزیان کی چتون ہر چند شملین ہے گزنگا ہون میں شفقت بھری ہے۔ جلالی اور
جمالی طاقتوں کا اظہار ہر اس اظہار کے ساتھ بہ انشا رہ بھی موجود ہے کہ دریا سے رحمت
سوج زن ہے اور دامان عمل سے چرک عصیان کی شست و شوار باب توحید کے لیے دشوار
نہیں ہے۔ کسی امید و مغفرت نے کیا خوب کہا ہے۔

۲
الہی رحمت دریا عالم است ۲ اگر آلائش چرک گنگار ۵ نگر دتیرہ آن دریا زمانی
از ان یک قطرہ اتمام است ۲ از آن دریا فرو شوئی بیکبار ۶ و ز روشن شود کار جهانی
ان آیتوں میں اُن صفات کا ذکر ہے جن سے خالق الہی کی ذات پاک متصف ہے اور عقل
بھی شہادت دیتی ہے کہ اتنا بڑا ذمی اقتدار جس نے عظیم الشان عناصر کی تخلیق کی اور
گنبد گردون کو قنادیل کو اکب سے سجایا زمین پر فرش زمردین بچھایا بشمار پھول تھرت
کے کھلائے ہر ایک میں عجیب و غریب کرشمے صنعت کے دکھائے ہیں وہ خود بالضرور اعلیٰ
درجہ کے اوصاف کمالیہ سے موصوف ہوگا۔ اس کلام معجز نظام میں پر زور لفظیں جلال گہرائی
اُسکی ذاتی وحدت اور فیاضانہ رحمت کا اظہار کرتی ہیں اس لیے ہم اُن اوصاف ثلثہ کی
کسی قدر تشریح بھی کر دینا مناسب جانتے ہیں۔

بیان جلال

دنیا کے سلاطین کا نظام سلطنت اُنکے جلال سے قائم ہے جسکی حمایت میں عالم کا
کروہ ضوابط قانونی کا پابند رہتا ہے ورنہ دست زبردست کوستانہیں سکے اور اُن افعال کا

اسناد ہوتا ہے جو مخرّب اخلاق ہوں دیا یہ کہ عامہ خلّاق کی آسودگی میں اُسے خلل پڑنے کا
 احتمال ہو۔ خداوند عالم ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے جسمانی و روحانی اخلاق کا نگران ہے
 لہذا اُسکو اپنے مجبورہ نظام کے قیام کے لیے بہت بڑی شان جبروتی دکھانے کی ضرورت
 ہے۔ دنیا کے بادشاہ وقوع جرم کے ساتھ کارروائی تحقیقات شروع کر دیتے ہیں اور مجبور کو
 جلد پاداش عمل بلجاتی ہے مگر بادشاہوں کا بادشاہ جلد باز سخت گیر نہیں ہے اُسکو اپنے حکومت
 کے زوال کا خوف ہے اور نہ یہ اندیشہ ہے کہ امتداد ایام کے سبب سے روئداد موجودہ پر
 پردہ پڑ جائیگا اسلئے جہاں تک عاجلانہ کارروائی کی دنیاوی انتظام میں ضرورت ہے
 اُسکو دنیا کے بادشاہ انجام دیتے ہیں اور بہ تعلق اسی خدمت کے نفل الٰہی کئے جاتے
 ہیں اور باقی جرائم اور بالخصوص اُن جرائم کی سماعت کے لیے جبکہ تعلق عقائد و وحانی
 اور فرائض عبودیت سے ہے ایک خاص وقت مقرر کیا گیا ہے جبکہ احکام مناسب صادر
 ہوں گے اور جو لوگ شاہانہ عنایت دادار خالقانہ رحمت کردگار سے بہرہ مند نہوں لنگو
 اپنے اپنے کردار کے مناسب حال سزائیں بھگتنی پڑیں گی۔ شاذ و نادر کسی گنہگار
 کو یا گنہگاروں کی کسی جماعت کو دنیا میں بھی مہد رتی جھڑکی بلجاتی ہے تاکہ متنبہ ہو کے اپنے
 اعمال کو قبل از مرگ سدھار لے یا یہی دنیاوی جھڑکی اُسکے لیے کفارہ سیئات ہو جائے
 علاوہ برین اسطرح کے عاجلانہ مواخذہ میں ممکن ہے کہ کچھ اور حکیمانہ مصالح ہوں جبکہ احاطہ
 کرنا ہمارے قاصر عقل اور ناقص بیان کے لیے دشوار ہے مگر ایسی خاص خاص نظیروں سے
 نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ عالم موجودہ وارا بھڑا ہے اور جو لوگ مانو نہیں یہ کہے جاتے وہ گنہگار

نہیں ہیں یا ان کے گناہوں سے رگدڑ کر لی گئی ہے۔ یہ عالم غالباً دو دو ہوں سے عام طور کا دارالبحر بنایا نہیں گیا (۱) گناہ کرنے والے شاید آئندہ متنبہ ہوں اور قبل اسکے کہ دست موت پر دہ اٹھائے تو بہ کر لیں یا حقوق عباد کا معاوضہ کافی دیدین (۲) قدرتی سزائوں سے دنیا کی آنکھیں کھل جائیں اور عاجلانہ پاداش کی ہیبت سے امتحانی کارروائی میں خلل پڑتا۔

ہر انسان بد و شہور سے عقلاً جانتا ہے کہ نیک کام کی جزا اچھی اور بُرے فعل کی بُری ہوگی مگر تعزیرات کی تفصیل محتاج بیان تھی جسکو خدا کے نبیوں نے بتا دیا آسمانی صحائف میں اسی تشریح کر دی گئی اجمال عقلاً و نقلاً جحمتیں تمام ہو چکیں اب تعمیل احکام انسان کا کام ہے لیکن اگر توفیق الہی مددگار نہ ہو تو درحقیقت اکثریوں کا کام تمام ہے۔

مفسروں کی رائے ہے کہ مسوق الذکر آیت میں منکروں کی قلبی حالت بیان کی گئی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ مومنوں کے دل خدا کی ہیبت سے کب پھٹے اور انکا کلیجہ کب ٹڑے گا ہو گیا ایسے صحیح تعبیر یہ ہے کہ نوع انسان کی ترکیب اسی طرح کی ہوئی ہے کہ ظاہر میں ملائم اور باطن میں سخت ہے۔ وہ نتیجہ کار کو سوچتا اور سمجھتا ہے لیکن نفسانی قوتیں اس پر اس طرح مستولی ہیں کہ باوجود اقرار عظمت اور جلال کبریائی کے طریق صواب سے بھٹک جاتا اور وادی عصیان میں ٹھوکرین کھاتا ہے۔

عظیم الشان قصر عالم کے بنانے والے کا قہر ایسا ہی ہمیشہ ہوگا جیسا کہ اُسکی قدرت کے تمامی مصنوعات بے نظیر ہیں ایسے کیا شک ہے کہ اگر صاحبِ دراک اور محلِ خطاب ہوں

تو اُسکی شانِ جلالت کو سُن کے پتھر کا کلیجہ بارہ بارہ ہوزمین دھس جائے پانی ہوا ہو
اور ہوا کا کرہ سمٹ کے کسی تنگ و تاریک غار میں جا چھپے آسمان کو غش آئے اور کوکب
ٹوٹ پھوٹ کے زمین پر گر پڑیں مگر یہ تو انسان ہی کا جگر ہے کہ اُسنے بارِ امانت کو اٹھا لیا
اور یومِ حساب کی سختیان اُٹھانے کے لیے سر تسلیم خم کیے ہوئے حاضر ہے۔

آسمان بارِ امانت تو انست کشید قرعہ سال بنام من یوانہ زندہ

دنیا کے خستہ ناک بادشاہ جو سزائیں دے سکتے ہیں انھیں کا برداشت کرنا شکل ہے اور اُن
سے بہت بڑا قوی دستِ حاکم علی الاطلاق اگر اپنی قوتِ قہر کو کام میں لائے تو پھر
نہی سی جان کو کسی مقہور کی کب طاقتِ صبر اور تابِ تحمل ہو سکتی ہے لیکن وہ کرے
تو کیا کرے موت کو بلاتا ہے نہین آئی فرار کا موقع نہین اگر فرشتوں کی آنکھ چوک بھی
جائے تو یہ بیچارہ بھاگ کے کہاں جائے سارا ملک اُسی قہار کا ہے اور جس طرف
نظر اُٹھا کے دیکھتا ہے اُسکی بادشاہی نظر آتی ہے۔ چھپ چھپا کے شاید کوئی شکل
حفاظت کی نکل آتی مگر یہ بدیر ایسے بیکار ہے کہ قہر کر نیا لا عالم الغیب والشہادہ ہے ایک ذرہ
اُس سے چھپ نہین سکتا انسان تو پھر بھی ایک درجہ کا جیم ہے وہ اپنے خالق کی قہر لود نگاہ
سے کہاں چھپ سکتا ہے ہاں اگر وہ ان رحمتِ موقع سے تو اُسکے سایہ میں پناہ مل سکتی
ہے نہین تو نار ہے حجیم ہے مبتلا ہے الم ہے اور عذاب الیم ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ
عَذَابِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَفُوُّ الرَّحِيْمُ

۱۲ لے اندہ بچا بھکو دنیا اور آخرت کے عذاب سے تو ہی بخشنے والا بڑا مہربان ہے

اس دنیا میں نئے نئے ابرار متقی اور پرہیزگار گزرتے ہیں انہیں میں بعض مذاہب حقہ کے پیشوا اور خدا کے بھیجے ہوئے نبی تھے لیکن انہیں ایک بھی مثل ہم کم نصیب دنیا داروں کے خدا کے قہر سے مطمئن نہ تھا بلکہ جنگو بارگاہ صمدیت میں خاص قرب تھا وہ اُسکی جلالت سے زیادہ خائف اور اُسکی شان بے نیازی سے زیادہ ترہرا سان تھے خوف سے اُنکے چہرے زرد تھے لب خشک تھے ندن کو چین تھا اور نہ شب میں بستر خواب پر راحت نصیب تھی فاقے کرتے جفا میں سہتے مگر اُنکی طبیعتیں جلال کبریائی سے حیرتہ ہو رہی تھیں ایسے آسائش ذاتی کی پروا نہ تھی اور تلخی جفاے خلق کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ یوں تو ہر لحظہ اور ہر ساعت خدا کی جلالت اُن کے پیش نظر تھی لیکن جب کوئی تذکرہ سُلتگی ہوئی لکڑی کو پھونکتا تو خیالِ اخشیت بھر دک اُٹھتے جسم نحیف مگر عام روحوں سے زیادہ لطیف اسطرح کا پتا جیسا کہ صرصر کے جھونکے سے بید کی شاخیں ہلتی ہیں اور چتر پہ چشم سے اسطرح آنسو روان ہو جاتے جیسا کہ بھاڑی جھرنوں سے پانی بہتا ہو یا کبھی برسات میں بارش کی جھڑی لگ جاتی ہو۔ ہم لوگوں کے دل دنیاوی تعلقات سے بخت کر دیے ہیں یا سنتے سنتے باقتضائے عادت طبیعتوں کو قرار آ گیا ہو ورنہ ظہور اسلام کی پہلی صدی میں بہت بزرگوار اس صفت کے موجود تھے کہ جلال کبریائی کا قرآنی بیان سُکر اُنکے ہوش اُڑ جاتے جسمانی تندرستی پر اثر مضر پڑتا یہاں تک کہ جو زیادہ قوی قلب تھے وہ بار تفکر کو اُٹھانہ سکے اور تڑپ تڑپ کے مر گئے۔ ان واقعات کی یہی بنیاد تھی کہ یہ لوگ روشن ضمیر تھے اسرار جلالت و پایہ عظمت سے واقف تھے آیات عید کا

اُن پر قومی اثر پڑتا اور خوفِ الہی سے ان خود رفتہ ہو جاتے۔ شیر و زندہ سانے ہوا گزرتا
 قد مون تک پہنچ گیا ہو مگر جنگی آنکھیں نہیں ہن یا بند ہن اُنکے اطمینان میں خطرناک
 حالتیں کیوں تغیر پیدا کرنے لگیں ہاں جنگی آنکھیں کھلی ہوں اور عقل سے بھی بہرہ مند
 وہ البتہ سامانِ ہلاکت پر مطلع ہو کے اضطراب کریں گے اور حفاظت کی حاجلانہ تدبیریں
 عمل میں لائیں گے اسی طرح وہ بزرگوار جنکے دل و دماغ اسرارِ عالمِ قدس سے آگاہ ہن
 فرصت کو غنیمت جانتے اور بقیاری کے ساتھ وہ تدبیریں عمل میں لاتے ہن جو ابدی
 زندگی میں کام آئیں اور خدا کے عذاب یا اُسکے عتاب سے جسکو حاشیہ بوسان
 بساطِ تقرب بدر از عذاب جانتے ہن بچائیں۔ یہ بھی ایک نظامِ قدرت ہے کہ دنیا داروں
 کے دل سخت ہو جاتے ہن ورنہ اگر وہ اپنے معاملات اور عبادات پر غائر نظر کرتے
 اور پھر بیاناتِ جلالت کو گوشِ دل سے سنتے تو شک نہیں کہ شکلِ طاووسِ وحشی اُنکے
 ہوش و حواسِ قفسِ جسمانی سے بھاگ پڑتے کلیجہ پھٹ جاتا اور پھر دنیاوی کام
 کے قابل نہ رہ جاتے۔

بیان وحدت

بیان وحدت

خالقِ عالم اور موثرِ حقیقی کے شعلِ بنی نوع انسان کے عجیب و غریب
 خیالات میں تفصیلی تذکرہ تو بہت طویل ہے لیکن میں اس موقع پر چند فرقوں کے
 خیالات کا اسیلے اجمالاً تذکرہ کرتا ہوں کہ ناظرین اُن کا باہمی مقابلہ کریں اور بمقتضا

تُعرف الاشياء باضدادها صواب وخطا کا امتیاز کر لین۔

ایک فرقہ تو خداے عظیم کے وجود ہی سے منکر ہی اُسکا یہ پندار ہی کہ غنا صر و کو اکب بالذات قدیم ہیں انھین کے اثر سے سلسلہ وجود و عدم موالید نلشہ کا قائم ہی یہ سلسلہ بھی بنفسہ قدیم ہی اور اسی طرح ہمیشہ چلا جائے گا۔

دوسرا فرقہ دوساوی القوت خالقون کا قائل ہی مگر ایک کو خالق خیر اور دوسے کو خالق شر قرار دیتا ہی اسیلے اگر ہم اس فرقہ کو مشرک حقیقی کا لقب دین تو کچھ بجا نہیں ہی۔
تیسرا فرقہ مختلف درجہ کے متعدد خالقون کا معتقد ہی اُن سب کو مؤثر حقیقی سمجھتا ہی اور اُن میں ایک کو سبھون کا سرگروہ یعنی خالق اکبر کہتا ہی۔

چوتھے فرقہ کی یہ رائے ہی کہ خالق اکبر ایک ہی مگر اُسنے صرف کو اکب کو پیدا کیا اور پھر اختیارات تخلیق و تدبیر عالم انھین کے حوالہ کر کے خود سبک دوش ہو گیا اسیلے اہل عالم کے معبود ہونے کا استحقاق مرج انھین کو اکب کو حاصل ہی۔

پانچواں فرقہ ہر چند وحدت ذات باری کا مقرر ہی مگر ساتھ اس اقرار کے اُسکا خیال ہی کہ تکمیل مصالح عالم کے لیے وہ خود یا اُسکا کوئی حصہ کا لبد خاکی میں آیا کچھ دنوں انسانی رنگ میں ناجنسوں کے ساتھ تمدن کرتا رہا اور پھر عالم بالا کی طرف صعود کر گیا۔ اس خیال کے آدمی انسان پرستی میں خدا پرستی کا دعویٰ اسیلے کرتے ہیں کہ خدا نے انسان کے حلیہ میں تکلیف ظہور اختیار کی تھی۔ اسی فرقہ میں ایک شاخ کا یہ بھی عقائد ہی

کہ انسان پر منحصر نہیں بلکہ حیوانات کی شکل میں بھی خلاق عالم نے ظہور کیا اور اہل عالم کو اپنی قدرت کے تماشے دکھائے ہیں۔

چھٹا فرقہ وحدت ذات اور علو صفات کا معترف ہے مگر بعض عظیم القدر مخلوقات کو اس جہت سے پوجتا ہے کہ وہ منظر صفات جلالی و جمالی خالق بے نیاز کے ہیں۔

ساتواں فرقہ خدا کی یکتائی پر ایمان لایا ہے خدا ہی کو خالق گیتی اور مدبر عالم باور کرتا ہے اُس کا یہ اعتقاد ہے کہ خداوند عالم کی یہ شان نہیں ہے کہ مخلوق کے بھیس میں اپنی مقدس ذات کو معائب حدود سے آلودہ کرے۔ یہ فرقہ مخلوق پرستی کو قطعاً ناجائز کہتا ہے اور شرک خفی و جلی و دولہن کا سخت مخالف ہے۔ ہر گاہ میں بھی اسی ساتویں فرقہ کا ممبر ہونے کیلئے میرا فرض ہے کہ سیکندر وضاحت کے ساتھ اُن وجوہ عقلی کو بیان کروں جنکی تحریک سے اس فرقہ نے اپنی رائے خلاف اُسے اپنے دیگر برادران نوعی کے قائم کی ہے۔

اس موقع پر مجھ کو پہلے گزارش کر دینا چاہیے کہ میں نے قبل اسکے کہین لکھا ہے کہ خداوند عالم نے بغرض از مالیش افکار انسانی اپنے تئیں انظار ضلالت پر اسطرح ظاہر نہیں کیا ہے کہ اُسکی ذات اور صفات کے تعین میں شبہ کی گنجائش نہ ہے اسلئے اُسکی پسلی کے خلاف مجھ میں یہ قوت کہان ہے کہ مثل برہان ہندی ایسی جہتیں پیش کروں جن میں شبہ کا موقع و محل باقی نہ بچاے ہاں جو بیان حیز تحریر میں آئیگا امید ہے کہ اُس میں الجھاؤ نہ ہو اور ذوق سلیم کو اپنے صداقت کی طرف مائل کرے۔ جو گتھیاں تعین ذات باری میں پڑی ہوئی ہیں اُنکے انحلال میں ہر فرقہ کا آدمی اہل غرض ہے اسلئے ہر فرد بشر کا حق ہے

خدا شائسی کی استلائی حالت

اگر اپنے خیال کو شایستہ الفاظ میں ظاہر کرے اور سننے والوں کا فرض ہے کہ مخلصانہ بحث کو چھوڑ دیں۔ معاندانہ شبہات پر نفرتیں کریں۔ منصفانہ طرز پر اپنے قیاس سلیم کو کام میں لائیں اور جو بیان اقرب بالصواب ہوا اسکو قبول کریں۔

کسی خطرناک جنگل کے حاشیہ پر جہان ٹھہرنا خطرناک ہے چند مسافر اٹھتے ہوئے جنگل کا مقصود سفر یہ ہے کہ ایک ہی منزل پر جا پہنچیں ان میں کسی کو راہ کی اور سمت کی اور خطرات راہ کی ذاتی واقفیت نہیں ہے اسوقت عاقلانہ کارروائی یہی ہوگی کہ ہر ایک شریک جماعت اپنے قیاس کو دوڑائے اور مسافروں کی جماعت اس قیاس کو جو اقرب بالصواب ہو قبول کر کے چل کھڑی ہو۔ ایسی صورت میں ہندسی بڑبان ڈھونڈھا نہیں جاتا اور نہ پیچیدہ اور کمزور شبہوں کو یہ موقع دیا جاتا کہ وقت کو ضائع کریں پس جو بحث اسوقت پیش ہو اگر اس کے ساتھ یہ موزون تمثیل چسپان ہو تو میں پوچھتا ہوں کہ خدا کے ڈھونڈھنے والے وہ امتیازی راستہ کیوں اختیار نہیں کرتے جس کا موقع تمثیل پر اختیار کرنا دنیا میں معمولاً دانشمندی کی کارروائی سمجھی جاتی ہے۔

عناصر اور کواکب میں تخلیق کی لیاقت نہیں ہے

الحجۃ الاولی

عناصر اور کواکب میں تخلیق کی
لیاقت نہیں ہے

فیضان آفتاب کے پچھلے جرم سے ہوا تھا عالم بالا کی طرف ایک لحنت صعود کرائے اور شدت برودت سے موجودات ارضی کی شمع حیات گل ہو۔ صبا اور نسیم جنکے نام ایشیا کے شاعر دل آویزی کے ساتھ لیتے ہیں ہوا کے اقسام سے ہیں اور چہستان نیچر کی گلکاری ٹھہین کے دم اور قدم سے ہے۔ صرصر کے جھونکے اگرچہ ٹکٹو ناگوار ہوں مگر بخارات کی خلقت اور مفسد ارضی کی اصلاح میں انکی کارگزاریاں بھی بہت کچھ لائق قدر ہیں۔ کرہ ہوا بہت بڑی بڑی خدمتون کو جو اس عالم میں اُسکے سپرد ہیں انجام دیتا ہے اور پھر اُس کو چھوٹی خدمتون کے انجام دینے میں بھی عار نہیں ہے۔ ہم کیا ہیں اور ہمارے وجود کی کیا حقیقت ہے مگر وہ خود اپنی فیاضی یا کسی دوسرے مہربان حال کے اُگسانے سے مثل ایک تلی کے مروجہ جنبانی کرتا ہے گرمی کے دنوں میں جب تھوڑی دیر کے لیے وہ اپنا ہاتھ روک لیتا ہے تو تمامی ذمی روح پلپلا اُٹھتے ہیں اور بنی نوع انسان کو کسی کروٹ چین نہیں آتا۔

کرہ ارض ساکن ہویا متحرک مگر وہ مؤالید ثلاثہ کا آشیانہ اور تمامی جانداروں کا میدان بازی ہے دیگر عناصر اور چھوٹے بڑے کو اکب اپنی برکتوں کو اُسکی سطح پر نازل کرتے ہیں اور وہ ان برکتوں سے متاثر ہو کے ہمارے لیے ذخیرہ رزق اور سامان عیش ہیا کرتا ہے۔ جو ہر خاک ہمارے خلقت کا جزو اعظم ہے ایام زندگانی اُسکے دامن شفقت پر بسر ہوتے ہیں مرنے کے بعد بھی وہ حیوانی کالبد کو اپنے آغوش میں چھپاتا اور اجزائے عناصر دیگر کو جو اس کالبد میں ودیعت تھے بڑی دیانت کے ساتھ حوالہ عناصر متعلقہ کر دیتا ہے۔

۱۰ حیوان و شجر و حجر و مخلوقات کو مؤالید ثلاثہ ایسے کہتے ہیں کہ انکی خلقت عناصر اربعہ کی ترکیب سے ہوئی ہے ۱۱

اُسکے مادہ کا معتدل توام اپنی جگہ پر انمول خاکہ نقوش حکمت کا ہر اگر وہ دھیلنا بیاجا
تو حیوانات کے تمدن میں دقیقین عارض ہوتے ہیں چلنے والوں کے پائوں ہستے مسافروں
کا طر کرنا مشکل پر جاتا دخت سیدھے کھڑے ہوتے اور یہ بلند عمارتیں جو انسانی ہنرمندی
کی یادگار ہیں کسی طرح قائم نہ ہو سکتیں اور اگر سخت کیا جاتا تو پانی جذب نہوتا سبزے نہ اُگتے
انسانی اور حیوانی ضرورتوں کے لیے زمین کا کھودنا دشوار ہو جاتا باجیل سطح زمین تاشا گاہ
قدرت ہر اور ہر گاہ ہم سب اُسکے ساتھ گھرے تعلقات رکھتے ہیں ایسے زیادہ تشریح
کی کیا ضرورت ہے جس گوشہ کو دیکھو اور جس سمت پر نظر ڈالو حکمت کے سبزے اُگے
اور صنعت کے پھول کھلے دکھائی دیں گے۔ پڑھنے والا چاہیے نہیں تو اس بڑی
کتاب کا ہر ورق ہر صفحہ اور سچ پوچھو تو ہر سطر کا ایک ایک نقطہ داستان معرفت ہر
ابو نواس عرب کے مشہور شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تَأْمَلْ فِي نَبَاتِ الْأَرْضِ وَانْظُرْ إِلَى أَيْتَامِ صَنِيعِ الْمَلِكِ
عَلَى قَصَبِ الزَّرْبَجَدِ شَاهِدَاتُ بَانَ اللَّهُ لَيْسَ لَهُ شَيْءٌ يَلِكُ
یون تو احجار و اشجار قدرت کے بشمار نمونے اپنے سر پر دھرے کھڑے ہیں لیکن اب
داستان مختصر کرو اور اُنکو اپنی جگہ پر چھوڑ کے آگے بڑھو تو عالم کوئی فساد کو اندر صرف نذران
کے اتنے قیام اولاد موجود ہیں جیسا شمار طاقت بشری سے باہر ہو مگر قیاس کیا جاتا ہو کہ
بقابلہ انسان کے حیوانات بڑی اور بقابلہ جمادات بری کے طیور اور بقابلہ طیور کے

زمین کی گھاس دیکھو اور خداوند کی صنعتوں کا تماشا کرو ۱۲

شأن انسانی

حیوانات بحری کی قسمیں اور اُمکا شمار بڑا تب بڑھا ہوا ہے۔ یہ تو زمین کے وہ پہنے والے
ہیں جنکو ہم دیکھ سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ سطح زمین پر انکے علاوہ ایسے جاندار بھی موجود ہوں
جنکا نظارہ بوجہ انکی جسمانی لطافت کے ہمارا احاسہ بضرر کر سکتا ہو اور وہ بھی اُسی سرکار
کے وظیفہ خوار ہوں جسکے خوانِ کرم سے ہم سب روزانہ بہرہ مند ہوتے ہیں۔ جہاں
جو جاندار ہم سے پردہ نہیں کرتے انکی مختلف ترکیبیں جدا گانہ طرزِ زندگی کی طرح طبع کی
رنگتین انزوں کی کھال اور پروں کی خوشنمایل اور بوٹے دیدہ بصیرت کو متحیر کر دیتا
ہیں اور بڑے تعجب کی قویہ بات ہے کہ یہ سب روزانہ رزق کے محتاج ہیں اور باستثنا
چند بے نصیبوں کے اپنے اپنے مذاق کے موافق ہر ایک کو صبح سے شام تک
وہ سامان مل جاتا ہے جس سے زیادہ نہیں تو بقدر ضرورت اپنا پیٹ بھر لیتا ہے۔

بی گسں ہر گز نہ عینکبوت رزقِ راز وری رسان پر مید ہر

اس کا رگاہ عالم کی رنگینی اور اُسکے ذخیرہٴ اذواق کی افزونی دیکھ کے یہ خیال کیونکر
پیدا ہو کہ اتنے جانداروں کو کسے بنایا ہر ایک کی جسمانی ترکیب اسکے مناسب حال
کس حکیم کے دستِ قدرت نے کی ہے اور اتنے بھوکون کے اذواق کا کون ایسا
فیاضِ کفیل ہے جسکے فائدہ کی نہ ہم کوئی خدمت کرتے ہیں اور نہ اُسکی صورت اب تک
کسی نے دیکھی ہے۔

ون میں نیرِ عظمِ خاک تیرہ پر مشعل دکھاتا ہے اور رات کو بشیارتاے ہمارے پر
جلمگاتے ہیں یہ اتنے چھوٹے نہیں ہیں کہ تمھاری انگوٹھیوں کے نگ بن سکیں

یائنین کسی کو تم اپنے رائیڈنگ ٹیل کا سپروٹ بنا سکو اُنہیں چھوٹے سے چھوٹا اور
سیکڑوں میل لمبا وچوڑا ہے اُنہیں مین ایک مہجین نورانی صورت معتدل الکفیت
وہ بھی ہر جسکو تم کہتے ہیں اور جسکی وسعت ہمارے کرہ ارض کی وسعت سے بہت
زیادہ ہے۔ سمجھئے یا ہمارے مہجندوں نے سطح کو اکب پر سیر نہیں کی مگر قیاس انسانی بڑا
تیز پرواز اور دروم اس کو وہ کہتا ہے کہ یہ اجرام علوی محض ویرانہ نہیں ہیں غالباً اُنہیں
بڑی بڑی شان دار بستیاں اور بڑے بڑے عالیشان قہر موجود ہیں وہاں کے
بائے ڈالے اور بسائے والے بہ مناسبت اپنے مساکن کے نورانی صورت فرشتوں
کی سی سیرت رکھتے ہیں اور اُنکا طریق تمدن ہم خاک نشینوں سے زیادہ پھر چھا اور پاکیزہ
ہے۔ کاش ہم لوگوں کو موقع ملتا کہ علوی مخلوق سے ملتے اُن سے مل کے اپنے
محدود معلومات کو وسعت دیتے اور مین تو اول ملاقات مین اُن بزرگوں سے یہی
پوچھنا کہ صانع با کمال کی ذات و صفات کے نسبت اُنکی تحقیقات کس قدر وسیع ہے بہر حال
اس پردہ نگاری کے اوٹ مین کچھ ہے کچھ نہیں بہت کچھ ہے۔

ہر دم بہ تماشا دل نا شا د بجنبد تا کیست دین پر وہ کہ بے با بجنبد

اکثر حیوانات کے مقابلہ مین انسان ضعیف البنیان ہے اُسکے اعضا اور اعضا کی بندش
مکمل ہے اور فطرۃً کسی الجبارہ سے مسلح پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ اُسکے ہاتھ مین ناخن ہیں
جنکی تیزی اسقدر ہے کہ خود اپنا بدن کھالے مٹھ مین دانت بھی ہیں جن سے چند لقمے
چبالیتا ہے مگر وہ حدت کہان جو چوہوں کے دانت کا بھی مقابلہ کر سکے سر پر

فقت الناف

چھوٹے خواہ بڑے سینگ نہیں ہیں کہ مدافعت کے کام آئیں بازو پر اڑانے والے پر نہیں ہیں اور نہ بدن پر ایسے بال ہیں کہ چھوٹے سے چھوٹے جانور کی نیش خیزی سے جلد کو محفوظ رکھیں۔ بے حقیقت پشتہ نیش سے مسلح ہو اور حضرت آدمؑ کے نور چشم اُس سے بھی محروم ہیں۔ پانوں کا تلو ایسا ملامت ہے کہ صحرا میں کانٹے چبھتے اور ریگستان میں چھا اٹھ آتے ہیں گرمی اور سردی دونوں کا قوی اثر اُس کے نازک بدن اور ملامت جلد پر پڑتا ہے ان سب پر طرہ یہ ہے کہ دیگر حیوانات کی ضرورتیں محدود ہیں وہ دن میں قدرتی پیداوار سے اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں رات میں فرش خاک پر آسائش کے ساتھ سوتے ہیں مگر انسانی ضرورتیں غیر محدود ہیں اور سخت کل یہ آن پڑی ہے کہ محض قدرتی پیداوار ان ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتی پس ظاہر ہے کہ بطا ہر نوع انسان اپنے بھجنوں میں سب سے زیادہ بیسرو سامان اور سب سے زیادہ محتاج مخلوق ہوئی لیکن حقیقت قدرت کی خاص نظر عنایت اُس پر مبذول تھی اُس کو قوت دماغی کی ایک ایسی دولت عطا کی گئی کہ جملہ نقائص پر پردہ پڑ گیا وہ اس قوت کی حمایت میں موالید ثلثہ پر غالب آیا اور آج اُسکی شاہی سطوت کا سکہ بحر و بر دونوں کی سطح پر بیٹھا ہوا ہے۔ اُس نے اپنی صائب فکر سے خارا شکاف آلات بنائے جن سے پہاڑوں کا سینہ چھیدتا اور خزینہ ہوا ہر کو جو ان سنگ لوتے پیٹ میں مخزون ہے نصرت کرتا رہتا ہے۔ بڑے بڑے تناور درخت کا ٹھکانا جنگلوں کو صاف کر دیا بے آب وادی میں دریا بہائے دریا سے چشمے نکالے اور ان چشموں پر اسطرح فرمان روائی کر رہا ہے کہ گویا اُس کے زرخیز اطاعت شعار غلام ہیں

خشکی پر تو اُس نے آسانی اپنی شاندار سواریوں کا راستہ نکالا تھا مگر اب بڑے بڑے عمیق سمندرون کے جسم حیوانات غرق لُجہ حیرت میں کہ ننھا سا پتلا اپنے جہازوں کو بے تکلف پانی کی سطح پر دوڑاتا پھرتا ہے اُسکی ہیبت سے ایسے بھری جانور جو انسان کو اپنے منہ کا لقمہ تر خیال کیے ہوئے تھے سر نہیں اٹھا سکتے سر اٹھانا کیسا اُن میں اتنی جرأت بھی نہیں ہے کہ بے اندیشہ اُسکے سامنے آئیں اور آنکھیں ملائیں۔ یہ انسان ہر چند بڑے بڑے دریائی جانورون کو شکار کرتا اور اُن کے بدن کی چربی نکالتا ہے خشکی میں شیرزبان کی کھال کھینچتا اور ہاتھیوں کے لمبے لمبے دانت اُکھینچتا ہے با اینہم وہ کوتاہ اندیش غارت گر نہیں کہ محض موجودات ارض کی بربادی سے سروکار رکھتا ہو بلکہ اُسکی شاہانہ توجہ سے ہزارون حیوانات کی تربیت لاکھون مخلوق کی نگہداشت ہوتی ہے وہ دوسروں سے بہت کچھ مستفید ہوتا ہے لیکن دوسروں کے ساتھ بڑی کسادہ دلی سے فیاضیان بھی کرتا ہے اس لیے وہ کسی کا زیر بار احسان یا یون کہو کہ بلا معاوضہ ممنون منت نہیں ہے۔ انسان کی خلقت سر سے پاؤں تک داستان حکمت ہے اُسکے اعضا کی جو ترتیب اختیار کی گئی ہے اور سطح اُسکے جو بٹھائے گئے اُس سے بنانیوالے کا اقتدار اور اُسکی دوراندیشی ظاہر ہوتی ہے اور اس ترتیب اور بندش پر غور کرنے والا اگر روشن ضمیر بھی ہو تو میا خستہ کہ اٹھتا ہے **فَقِي كُلُّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ** عناصر اربعہ موالید ثلاثہ پر انسان کی حکومت جاری ہے اور اُسکی خلقت ضعیف میں

لے ہر شے میں اُسکی نشانی موجود ہے جو ظاہر کرتی ہے کہ وہ ایک ہے ۱۲

اس نکتہ شکر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ صنایع عالم قادر توانا اپنی حکومت میں ہر طرح آواز
 ہے چھوٹے اور بڑے پر منحصر نہیں وہ جسکے سر پر چاہتا ہے تاج رفعت رکھتا ہے اور جسکو
 چاہتا ہے طوق ذلت پہنا دیتا ہے چنانچہ اپنی اسی شان کے ثبوت میں اُسے عالم کو نفا
 کی حکومت انسان کو عطا کی ہے جو اپنے سے بڑے بڑے قوی بالادست مخلوق کا فرمان روا
 ہے اور اُسکو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے کہ ایجادوں اور صناعتوں کے ذخیرے مہیا کرے
 اور اپنے ہمجنسوں میں صنایع غیر حقیقی کے لقب سے ممتاز ہو۔

انسان کی خلقت میں اور بھی کمزوریاں ہیں جن پر نظر کر کے سمجھنے والا سمجھ سکتا ہے
 کہ باوجود قوت دماغی کے وہ کسی قدرتی تربیت کا محتاج تھا اور اُس تربیت کے بعد
 اُسے پر پُرے نکالے اور ہمجنسوں سے بڑھ چلا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ دیگر
 حیوانات کے نوزائیدہ بچے انسان کے بچوں سے زیادہ با امتیاز ہوتے ہیں مرغی کا
 بچہ کھلتے ہی اندام دشمنوں کو پہچانتا ہے بلی کو دیکھ کے بھاگتا ہے اور مان کے بانٹھے شفقت
 میں پناہ لیتا ہے آگ اُسکے سامنے دھری ہوا سپر جو پچ نہ ماریگا۔ انسان کے معصوم فرزند
 گموارہ میں لیٹے کھلے ہوئے دشمنوں کی شناخت نہیں کر سکتے آگ کا انگارہ سامنے
 رکھ دو چٹ اُسکی طرف ہاتھ پھیلے گا اور جب ہاتھ جلے گا تو اسوقت منہ جلانے کا کام
 کر کے دوسرا ثبوت اپنی بے امتیازی کا پیش کریں گے۔ حیوان کے بچے ابتدائی ایامِ ولادت
 میں یہ امتیاز پیدا کر لیتے ہیں کہ کس قدر غذا کے ہضم پر انکی قوت ہاضمہ قادر ہے اور اُسی مقدار
 مناسب پر اکتفا کرتے ہیں مگر حضرت انسان کو جو آگے چل کے بقراط بن جاتے ہیں تو

ایسا امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔ مواشی کو اپنے اپنے طور پر رفتار کی قوت چلنے کا سلیقہ اُس دن حاصل ہوتا ہے جس دن وہ بزم شہود کے شریک فی الجماعت ہوتے ہیں انسان کو نہ جلد یہ سلیقہ آتا اور نہ جلد رفتار کی قوت حاصل ہوتی آپ ہمینوں کے بعد کھسکتے ہیں پھر اُٹھتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں شفیق مان الدود آمین کہے جاتی ہو اور خدا خدا کر کے مدتوں کے بعد چند قدم چلنا پھر ناسیکھ لیتے ہیں۔ کیا یہ واقعات ایسے نہیں ہیں جن پر انسان غور کر کے اپنی فطری نالائقی کا اقرار کرے اور پھر اُس لیاقت و عزت کا شکر گزار ہو جو محض قدرتی فیوض سے نصیب ہوئی ہے۔

انسانی مصنوعات کو دیکھ کے ہم سمجھ لیتے ہیں کہ اُسکا کوئی صانع ہو اور صنعت کی باریکیوں پر غور کر کے کسی چیز کے بنانے والے کے اقتدار اور اُسکی ہنرمندی کا اندازہ کرتے ہیں۔ پس کیا ان مصنوعات قدرت پر جن کا مختصر تذکرہ کیا گیا نظر کر کے کوئی بعقل صاحب شعور کہہ سکتا ہو کہ وہ سب بلا کسی صانع کے موجود اور بغیر توجہ کسی مدبر کے بے ہتھا مصالح اور منافع کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہوئے ہیں ؟ (نہیں ہرگز نہیں) دور کیون جائیے اپنی حقیقت انسانی پر نظر کیجئے کہ انسان مراحل زندگانی کو کس طرح طے کر رہا ہے وہ تدریجاً کھڑا ہو کر تہجد و سرائکتا ہے متحد تدریجاً مختلف اثر پیدا کرتی ہیں بے فکر اسباب موجود ہو جاتے ہیں اور اُنکے آثار بسا اوقات خلاف توقع اُسکو سرور و محزون کرتے رہتے ہیں۔ ممتد زمانہ عموماً ہر انسان کو بکثرت ایسے اتفاقات پیش آتے ہیں کہ حصول مطلوب کا سامان کافی موجود تھا و فقاً بلکہ گیا اور کبھی بگڑے دم کے دم میں نہ بھل گیا

چارون عناصر دولت اور اک سے مسلماً محروم ہیں کو اکث کی نسبت بھی قیاس کیا گیا ہے کہ وہ اس دولت سے بہرہ مند نہیں ہیں ایسی صورت میں کیونکر بار آور کیا جائے کہ ان غیر مرکون میں یہ سلیقہ موجود ہے یا کبھی موجود تھا کہ انسان کا سادھی ہوش دشمن پیدا کریں۔ دنیا میں ہمیشہ عاقلوں کو بے عقلوں پر عاقلوں کو جاہلوں پر ذاتی ترجیح دیجاتی ہے پس حیرت ہے کہ الہیات کی بحث میں عاقلوں اور عاقلوں پر ان موجودات کو خالقانہ ترجیح دیجائے جو محل اور اک بھی نہیں ہیں۔

الحجۃ الثانیۃ

تنہا انسان ہی نہیں بلکہ تمامی موجودات عالم کی خلقت حکیمانہ اصول پر ہوئی ہے۔ کیا ایسے موجودات کے نسبت جنگو حس اور سن نہیں ہوئے گمان ہو سکتا ہے کہ وہ کتم عدم سے ایسے مخلوقات کو ساخت وجود میں لائے جن میں ہر ایک نمونہ صنعت ہے اور جنکے کالبد میں بشمار اسرار حکمت بھرے ہیں ؟ — کہا جاتا ہے کہ ان عناصر اور کو اکب کے اثر سے لاکھوں مخلوق عالم ظہور میں آئے اُن میں جنکی خلقت ناتمام تھی وہ مرے اور جنکی خلقتیں اسلئے کافی تھیں کہ اپنے تئیں سنبھال سکیں زندہ رہے اور انکی نسلوں نے ترقیان کیں یعنی جن موجودات میں صنائع و بدائع نظر آتے ہیں حقیقت

۱۔ کو اکب کی نسبت قرآن میں الفاظ یسجون اور ساجدین کے آئے ہیں اور اسطرح کے صیغہ سے جمع عقلا کے لیے مخصوص ہیں لیکن بات یہ کہ تیرنا اور سجدہ کرا اور حقیقت افعال عقلا کے ہیں اور ہر گاہ حرکات کو اکب شافع عقلا کے نظر میں اسلئے تشبیہ اُن حرکات کی بغیر ساتھ ساحت اور سجدہ کے ہوئی اور صیغہ سے جمع بھی جو عقلا کے ساتھ مخصوص صفت عایت ہے گئے

دوسرے بوجھ کے بنائے نہیں گئے بلکہ بے بصیر اندازوں کی کمان سے بشمار تیر نکلے
 بہتوں نے خطا کی اُنکا وجود مٹ گیا اتفاقاً کچھ نشانہ پر بھی پہونچے جنکو دیکھ کے تم خیال
 کرتے ہو کہ یہ کسی قدر انداز کی کارگزاری ہو۔ میں پمیا بحث کو مختصر کر کے صرف نوع انسانکو
 پیش کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ہزاروں خیالی نقائص جسمانی ایسے نہیں ہیں کہ اُن کی
 موجودگی کے ساتھ انسان اپنے وجود کو برقرار نہ رکھ سکے مگر اس نوع کے کسی گروہ
 میں شکل عام ایسے نقائص موجود نہیں ملتے اسلیے واجبی طور پر ہم پوچھ سکتے ہیں
 کہ ایسی ناقص تشکیل کیوں عالم ظہور میں نہیں آئیں اور اگر آئیں تو کیا ہوئیں اور کمان
 گئیں۔ مثلاً انسان کے ہاتھ میں پانچ انگلیاں غیر مساوی موجود نہ بھی جاتی ہیں اس
 عدم تساوی کا یہ اثر ہے کہ مٹھی پوری طور پر بند ہتی ہے اور گرفت اشیا کی تکمیل بوجہ حسن
 ہوتی رہتی ہے اگر یہ انگلیاں برابر ہوں تو بھی انسان کی زندگی میں خلل نہ پڑے گا
 لیکن ہم نے کسی جماعت کو نہ دیکھا اور نہ سنا کہ اُنکے ہاتھ کی انگلیاں قدیم برابر ہوں
 اسلیے یہ خیال غلط ہے کہ ہر قسم کے ناقص الخلقہ ان غیر مکون کے اثر سے پیدا
 ہوئے اور خود اپنی ناقابلیت تمدن سے فنا ہو گئے۔ اس سے زیادہ واضح برینا
 یہ ہے کہ خالق حکیم نے بشمار آدمی پیدا کیے مگر صنعت یہ رکھی کہ ایک دوسرے کا ایسا
 ہم شکل نہیں ہے کہ امتیاز شکل ہو۔ یہ امتیاز صوری اگر رکھنا نہ جاتا تو انتظام عالم میں سخت
 مشکلات پیش آتیں باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو پہچان نہ سکتا منصور کی گڑی ناصر پر
 سر پر رکھ کے منصور بن جاتا اب بھی دو کلون میں شاذ و نادر اگر کچھ تشابہ ہوتا ہے تو نسلی

وجہ سے بعض وقت سچیدہ جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اور دقیقہ سنج حاکمون کو فیصلہ نزاع میں دشواری پڑتی ہو لیکن خیریت یہ ہے کہ ایسی صورتیں نساؤ نادیدہ بھی جاتی ہیں اور پھر تلاش سے انہیں کچھ نہ کچھ تفرقہ نکل ہی آتا ہے۔ پس اب میں عرض کرتا ہوں کہ اگر تخلیق عالم بخیری کے ساتھ کیف مالتفق ہوئی ہوتی تو اقل درجہ کوئی جماعت ایسی بھی موجود پائی جاتی جنکے افراد میں مابہ الفرات موجود نہو تا کیونکہ ایسی تخلیق سے ہر چند صلاح عالم میں کچھ خلل پڑتا لیکن باوجود اُسکے یہ نسلیں پردہ دنیا سے معدوم نہو جاتیں اور ہر گاہ ایسی جماعت موجود نہیہں ہو تو اُسی کے ساتھ وہ خیال بھی غلط ہے جو تردید آظاہر کیا گیا ہے۔

الحجۃ الثالثہ

عناصر کے کُرسے اپنی جگہ پر ہیں اسطرح سکون کو اکب کے مقون سے یا یون کیسے کہ ازل سے ایک حالت ہو اور اُن کے حرکتوں کی بھی ایک ہی روش چلی آتی ہے اب اگر فرض کیا جائے کہ انھیں کے اثر سے عالم کون و فساد ظہور میں آیا تو کیا وجہ ہے کہ جو افراد انسانی اس صدی میں پیدا ہوئے وہ اُسکے قبل سطح ظہور پر نہ آسکے اگر کہا جائے کہ لحاظ دیگر علل حادثہ کے اُنکا ظہور پہلے نہیں ہوا تو اُن علل کے بابت بھی ایسا ہی سوال ہوگا کہ قبل اپنے وجود کے کیوں موجود نہیہں ہو گئیں شوق فخر الحاصل تقدم و تاخر لائق انکار کے نہیں ہے اور جو لوگ ایسے خالق کے مرید ہیں۔

جسمین قوت ازادی مفقود ہو اُنکے لیے سخت دشوار ہے کہ ایسے تقدم و تاخر کی کوئی معقول وجہ بیان کریں اور ترجیح بلامرجح کے الزام سے محفوظ رہیں۔

الحجۃ الرابعۃ

یہ عناصر و کواکب صاحب اجزا ہیں جنکے اجتماع سے اُنکی ہیئت موجودہ کا ڈھانچا کھڑا ہوا ہے اُنہیں بعض چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ایک کسی صفت سے اگر جہند ہے اور دوسرا دوسری صفت سے بہرہ مند ہے کسی میں حرارت غالب ہے کسی میں برودت کوئی یا بس المزاج ہے اور کوئی مرطوب الخاصیت۔ اُنہیں جسکو دیکھیے اسکی حالت کم و بیش تغیر پذیر ہے سب سے زیادہ مستقر اور جسامت میں بڑا آفتاب عالم تاب ہے اور حال کے حکما کی یہ رائے ہے کہ اسکی بھی حرارت طبعی روز بروز گھٹتی جاتی ہے اور اندیشہ ہے کہ گھٹتے گھٹتے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ نظام موجودہ میں خلل پڑے۔ جو کچھ بیان کی گئیں وہ امکان کی علامتیں اور حدوث کی نشانیاں ہیں جو دیگر موجودات ارضی میں بھی موجود پائی جاتی ہیں پس عقل سلیم ان عناصر و کواکب کو کیوں قدیم بالذات کہے اور خالق دیگر موجودات باور کرے۔ یہ سچ ہے کہ ہمنے اُنہیں کسی کو پیدا ہوتے اور فنا ہوتے نہیں دیکھا اور دنیا کو بہت بڑے بڑے فائدے بذریعہ ان موجودات عظیم کے حاصل ہوتے رہتے ہیں جنکی کچھ تشریح قبل اسکے ہو بھی چکی ہے لیکن کیا یہ بات خلاف قیاس ہے کہ انکی عمریں ہنسے زیادہ ہیں اور وہی مدبر عالم جس نے ان موجودات کو مختلف اجزائے

مرب اور مختلف صفات سے بہرہ مند کیا ہو انکی وساطت سے اپنی برکتیں زمین پر نازل کرتا ہے۔ سلف الکنک مشین کا دشمن دیکھنے والا سمجھ لیتا ہے کہ وہ انسانی ہنرمندی سے متاثر ہو کے یہ کارگزارِ اربان دکھا رہی ہے خدا کے عظیم الشان کارخانہ کی قدرتی مشینوں کو دیکھ کے اگر دیکھنے والا کسی ایک کو یا سبھوں کو اپنی ہی طبیعت سے کارگزارِ اربان دکھانے والا باور کر لے تو ہم کیوں اسکو سادہ دل نہ کہیں ضعیف الاعتقاد نہ سمجھیں۔ اس موقع پر ایک معنی خیز حکایت لائقِ تذکرہ ہے۔

حکایت

اس فرقہ کے کسی مجتہد نے اپنے اعتقادات پر اصرار اور اعتقاد الوہیت اور بعث بعد الموت سے انکار کیا ایک بزرگ کی تقریر کو سنتے ہے اور آخر کار فرمایا کہ تمھارا بیان اگر صحیح ٹھہرا تو ہم اور تم دونوں بعد از فنا برابر ہیں ہاں وقت صوم و صلوة جس کو ہم لوگ اٹھا ہے ہین رائیگان جائیگی مگر اُسپر زیادہ افسوس کی وجہ نہیں ہے کیونکہ اللعیم نہ سی مگر عذابِ جحیم میں تو مبتلا ہونا نہ پڑیگا لیکن اگر ہمارے فرقہ کی سچ صحیح کلی اور جزا و سزا کے لیے ہم اور تم خوابِ عدم سے جگائے گئے تو میں سناچاہتا ہوں کہ اُس معرکہ کے لیے کون سی تدبیر حفاظت تنے سوچی ہے۔ یہ تقریر دلپذیر اثر کر گئی کان سے گزری سو یہ قلب تک لگ گئی منکر نے اقرار الوہیت کیا اور اقرار کے ساتھ پابندِ اعمال بھی ہو گیا۔ مذہب کے قید و بند کو توڑ کے جو لوگ دنیا سے فانی بین آزادی کے مزے

اُڑا ہے مین اُنکو اس حکایت پر غور کرنا چاہیے اور اگر اُس مین درحقیقت احتیاطی
مگر عاقلانہ دوراندیشی موجود ہو تو سخت تعجب ہو کہ اُس سے استفادہ نہ کریں اور حیات
قانی کے لہو و لعب میں حیات ابدی کی تدبیروں سے قاصر رہیں۔

موتِ حقیقی کا تعدد عقل کے خلاف ہے

حامیان تعدد میں کئی فرقے شامل ہیں جن میں مجوسوں کے فرقہ کا یہ خیال ہے
کہ دنیا میں جو چیزیں اچھی اور مصالح عالم کی مؤید ہیں اُنکو یزدان نے پیدا کیا اور تمام
عمدہ عمدہ افعال اُسی مقدس ذات سے صادر ہوتے ہیں مین اہم ترین خدا دشمن
اور پورا حریف ہے وہ شر کا خالق بالاستقلال ہے جسکو یہی روش بھاتی ہے کہ ضلایق کو
گمراہ کرے اور یزدان پرستی میں ہار ج ہو۔ اس فرقہ کا یہ خیال ہے کہ یزدان خالق خیر کی
شان رحمت سے بعید ہے کہ شر کو پیدا کر کے اپنے بندوں کو سرکشی کی رغبت دلائے
لیکن درحقیقت اس فرقہ کو ترتیب دلیل میں غلطی پڑی ہے۔ داورداد اہی جیسا کہ مین
بحث تقدیر میں مفصل بیان کروں گا۔ خالق شر یا اُسکا علیہ العلیل ہے اگر اُس نے شر کو اسیلے
پیدا کیا ہے کہ اپنے بندوں کا امتحان کرے اور دیکھے کہ تماشگاہ عالم میں کون سعادت مند
ہدایت کا اور کون برگشتہ بخت ضلالت کا راستہ اختیار کرتا ہے اگر شر کا وجود نہ تو کار خیر
کی کیون قدر ہوتی اور اُس پر عمل کرنے والے کس حُسن خدمت کے صلہ میں انعام الہی
کے مستحق ہوتے۔ شر کا اس غرض سے مہیا کرنا کہ ذریعہ بدامنی ہو مہیا کر نیولے کے لیے

موتِ حقیقی کا تعدد عقل کے خلاف ہے

شرمناک ہو لیکن کسی مصلحت سے اُسکا ہم پہنچانا منقصد سے پاک اور دائرہ حکمت
میں داخل ہے۔ نیک نیت لوہار نے ایک تلوار بنائی اور اُس تلوار سے کسی بیدار دے
اپنے بھائی کا گلا کاٹ دیا کسی قانون دان سے پوچھ دیکھو کہ کیا ایسی صورت میں لوہار
پر اعانت قتل کا الزام قائم ہو سکتا ہے؟ تمکو وہ جواب دے گا کہ ہرگز نہیں اور سلسلہ دلیل
میں سمجھائے گا کہ لوہار کی یہ نیت تھی کہ یہ تلوار ارتکاب جرم کے کام میں لائی جائے اس طرح
بوجہ خلق شر صنائع عالم پر تہمت لگانا انصاف کی بات نہیں ہے بلکہ لائق الزام وہ ہے کہ جو احکام
الہی سے سرتابی کرے اور شر کو کام میں لائے۔

اسلامی فرقہ بھی ایک ذات خسیس کے وجود کا قائل ہے جو ابلیس کے نام سے
موسوم ہے مگر اُسکو صرف محرک شر ظاہر کرتا ہے اور محرک اور خالق میں جو کچھ فرق ہے وہ محتاج
بیان نہیں ہے۔ مسلمان اس ذات خسیس کو جن کمین یا کچھ اور سمجھ لیں مگر اُسکا کینڈا ہے
بہت عجیب اور غریب۔ عموماً ہر جگہ اُسپر نفرین کی بوچھاڑ اور خصوصاً مذہبی مجالس میں
لعنت کی مار پڑتی رہتی ہے لیکن پھر بھی عبادت گاہ میں تماشا گاہ میں خلوت میں جلوت میں
وہ خود یا اُسکا کوئی ایجنٹ موجود اور اعمال انسانی میں دخل در معقولات کرنے کے لیے
آمادہ رہتا ہے۔ سنتے ہیں کہ ہم لوگوں کے جدِ اعلیٰ سے کچھ چشمک ہو گئی تھی وہی کینڈہ دیر
ابتک کا نون سینہ میں اس آتشی مزاج کے شعلہ زن ہے۔ جانتا ہے کہ مدتوں سے جہنم
اُسکے اور اُسکی ذریات کے انتظار میں اپنا ہیبت ناک منہ کھولے ہوئے ہے مگر اس
خیر و چشمی کو تو دیکھیے کہ اپنے انجام کی پروا نہیں دن رات یہی فکر ہے کہ اپنا گروہ بڑھائے

جہنم میں خود جائیں اور دوسروں کو بھی ساتھ لیتے جائیں۔ انسان کا یہ موروثی دشمن دوستوں کے پیراہہ میں اپنا کام کرتا ہے اور انسان کو خبر تک نہیں ہوتی۔ فریب و دغا بھی کر نیکی بدیا ہے اسی شغل میں نیکی کا بڑا حصہ گزر گیا اب اس فن میں اسکی مشاقی حد کمال کو پہنچ گئی ہے پہلے اگر ارات میں چوری کرتا تھا تو اب دن دہاڑے رہزنی کرتا ہے سیدھی سے یہ اچھا خاصہ جگ کلچر ہو گیا اور جب تک قیامت آئے اور دنیا کا خاتمہ ہو نہ ہی جانتا ہے کہ کیا کر لے گا۔ عرصہ محشر شک نہیں کہ حیرت خیز اور درد انگیز مقام ہو لیکن اُس عرصہ میں ایسے قومی دشمن کا ماخوذ ہونا اور اُسکو دوزخ میں جلتے بھٹتے دیکھنا لطف سے خالی نہ ہوگا۔

عالم کون و فساد کا خالق جبکی حکیمانہ صنعتوں کے کچھ تذکرے قبل ازین تحریر کیے گئے اُسکے نسبت عقل سلیم باور کرتی ہے کہ قادر بے نیاز عالم اسرار اور جملہ نقائص سے پاک ہوگا اور یہ ایک ایسی سلسلے ہے جسکو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور درحقیقت وہ اسی لائق ہے کہ بلا حجت و تکرار شکل اصول مسلمہ تسلیم کیجائے۔ اب میں اسی مسلمہ اصول کو پیش نظر رکھتے ہر بقابلہ عام حامیان تعدد کے ثابت کرتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور اُسکا کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔

ابحۃ الاولیٰ

دنیا کے والا شکوہ بادشاہوں کو دیکھو کہ وہ اپنے ملک میں دوسرے کی شرکت گوارا نہیں کرتے اپنی معذوری سے مجبور رہنا اور بات ہے ورنہ ہر اُلوال العزم فرمانروا کی

یہی خواہش ہے کہ تمام بحر و بر اُس کے زیرِ زمین ہوں اور تنہا وہی سارے زمین پر فرمان روائی کرے پس قادرِ مطلق بادشاہوں کا بادشاہ کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ اُس کا کوئی شریک فی الملک اور مد مقابل ہو۔ اب اگر دو خالق فرض کیے جائیں تو ہر ایک کا یہ منشا ہوگا کہ دوسرا مرے اور میں تنہا تمام جہان کی خدائی کروں لیکن دوسرا بھی واجب الوجود و ازلی اور ابدی ہے وہ اپنی جگہ سے کب ہٹ سکتا ہے اسلئے تسلیم کرنا ہوگا کہ دونوں تحصیلِ مراد میں معذور ہیں اور جب وہ اپنی مراد کو حاصل نہیں کر سکتے ہیں تو خدائی کیا کریں گے اور قادرِ مطلق کے لقب کے کب سزاوار ہوں گے۔

الحجۃ الثانیۃ

اگر دو خدا کا وجود ہوتا تو تدبیرِ عالم کی کارروائیوں میں اختلاف کرتے اور اس مدت و راز کے اندر قصرِ عالم کبھی کا گر گیا ہوتا یا بلکہ سلسلہٴ نظام جیسا کہ چل رہا ہے نہ چلتا بادشاہوں کے جھگڑوں میں تو امنِ خلّاق اُٹھ جاتا ہے خدائی جنگ میں معلوم نہیں کہ مخلوقات کا کیا انجام ہوتا بلکہ زیادہ تر قرینِ قیاس یہ ہے کہ باہمی فساد کی بدولت عالم کون و فساد وجود ہی میں نہ آتا۔ اس تقریر پر کچھ شبہ عائد ہوتے ہیں جنکو میں شکلِ سوال ظاہر اور شکلِ جواب اُن شبہوں کو رفع کروں گا اور آئندہ بھی رفعِ شبہات کے لیے ایسی ہی روش اختیار کی جائے گی۔ (س) شائد ان دونوں میں اتفاق ہو اور بالاشتراك بلا کسی اختلاف کے کام چلا ہے ہوں (رج) اولاً ایسے

دو ذی اقتداروں سے بمشکل امید ہو سکتی ہو کہ اس طرح کا اتفاق کر لین۔ تاہنا ایک خالق کو (الف) دوسرے کو (ب) اور خود کسی مخلوق کو (ج) نامزد کر لو اور ہر گاہ **الف** و **ب** ہر ایک قادر مطلق فرض کیے گئے ایسے **ج** اپنے وجود میں ہر ایک بلا لحاظ دوسرے کے محتاج ہوگا اور اُس کے وجود کے لیے ہر ایک کی جدا گانہ قدرت قادرانہ کافی ہوگی لیکن ہم کہیں گے کہ **ج** **الف** کا محتاج نہیں ہو کیونکہ **ب** اسکو وجود میں لا سکتا تھا اور پھر **ب** کے نسبت بھی ایسی ہی تقریر کریں گے کہ **ج** **ب** کا محتاج نہ تھا کیونکہ **الف** اسکو وجود میں لا سکتا تھا۔ اجمال اس شکش میں **ج** کو ہر ایک کی وحدانی قوت کا محتاج بھی اور غیر محتاج بھی ماننا پڑیگا لیکن اجتماع ضدین عقلاً محال ہے ایسے دو خداؤں کا وجود بھی جو مستلزم اجتماع ضدین ہو لامحالہ عقلاً محال ہوگا (س) شاید ایک کی تنہا قوت ایجاد ممکن کے لیے کافی نہ ہو اور مشترک قوتوں سے ایجاد کی کارروائی چلتی ہو (ج) پھر دونوں خدا سے مفروض میں ایک بھی درحقیقت خدا نہیں بلکہ ظاہر ہو کہ کوئی حقیقت جو دونوں میں مشترک ہو خدا کی قوت رکھتی ہو۔ اب اگر یہ حقیقت جو ہر ہوتو اُسی کو خدے واحد مان لو ہاں اگر عرض کہ تو عرض قائم بالذات نہیں ہوتا اور غیر قائم بالذات کے نسبت گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ موجودات قائم بالذات کا خالق ہو کیونکہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ غیر کامل کامل کو اور ناقص غیر ناقص کو بنانہیں سکتا ہے (س) واحد العین نقاش تو ایسی صورت بنا سکتا ہے جسکی دونوں آنکھیں کھل ہوں (ج) تصویر کی تو ایک آنکھ بھی نہیں ہے جسکو آنکھ کہہ سکیں

ہاں یہ کہو کہ آنکھوں کی بے بصیرت کلین نبی ہین گراں کی وقعت نفاس کی ایک آنکھ کے برابر نہیں ہر (س) کبھی ناقص الخلق باپ کا بیٹا کامل الخلق اپنے باپ سے زیادہ خوبصورت اور ہوشمند پیدا ہوتا ہے۔ ایسے یہ سارے غلط ہر کہ ناقص غیر ناقص کو پیدا نہیں کر سکتا (ج) باپ بیٹے کا خالق نہیں ہر بلکہ اُسکی تولید میں ایک علت ناقصہ ہر اور ایسی علت ناقصہ پر قیاس خالق کا اور وہ بھی خالق مختار کا صریح قیاس مع الفارق ہر (س) شاید دونوں نے بالاتفاق کام تقسیم کر لیا ہو اور ہر ایک اپنے اپنے صیغہ کا بے تعلق دیگرے کا فرما ہو (ج) جب دونوں مساوی القوت قادرین تو ایک کی تاثیر سے ممکن کا موجود ہونا ترجیح بلا مرجح ہر (س) آپس کا اتفاق یا باہمی معاہدہ مرجح ہر (ج) اگر یہ وجہ ترجیح ہو سکے تاہم وہ ممکن جو ایک کے حلقہ اختیار میں موجود ہوا ہو اپنے وجود میں دوسرے سے مستغنی ہو گا اور یہ نقص قدرت باری کا ہر کہ دنیا کی کوئی شے اپنے وجود میں اُس سے مستغنی ہو۔

الحجۃ الثالثہ

اگر ایک خدا واسطے تخلیق کے کافی ہر تو دوسرے کی کیا ضرورت باقی رہی اور اگر کافی نہیں ہر تو وہ بوجہ معذوری خدائی کے قابل نہیں ہر (س) ایک کام کے انجام کے لائق متعدد اشخاص دنیا میں موجود پائے جاتے ہیں ایسے

اگر متعدد واجب الوجود قوت تخلیق رکھتے ہوں تو کیا مضائقہ کی بات ہے (ج) مخلوق سے خالق کی شان بلند ہے اور یہ تو خدا کی بے وقعتی ہے کہ وہ بیکار اور اُسکا وجود معطل ہو

الحجۃ الرابعۃ

ہم تو کہتے ہیں کہ ایک قادر مختار واسطہ تخلیق عالم کے کافی ہے قائلین تعدد بھی خالقون کی تعداد محدود ظاہر کرتے ہیں لیکن جو تعداد وہ لوگ ظاہر کرتے ہیں اُس سے زیادہ تعداد میں کیا مضائقہ ہے اور ہر ایک مخلوق کے لیے اگر ایک جداگانہ خالق قرار دیا جائے تو کیا ہرج ہے۔ غالباً قائلین تعدد ایسی کثرت کی تردید میں کوئی حجت پیش کریں گے اور جو حجت اُن کی طرف سے پیش ہو وہی واسطہ تردید اقل مقدار تعدد کے بھی استعمال کیجاسکے گی۔

الحجۃ الخامسۃ

اپنے راز کو دوسروں سے چھپانا ایک معمولی مصلحت و اہمیت کی ہے اور جب دو خدا فرض کیے گئے تو ہم پوچھتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے کے راز پر مطلع ہے یا نہیں اگر مطلع نہیں ہے تو اُسکا علم ناقص ہے اور اگر مطلع ہے تو دوسرا خفا سے راز سے قاصر ہے اور ایک مخلوق سے بھی زیادہ تر معذور ہے جو اپنے راز اپنے سمجھن سے چھپا سکتا ہے۔ الغرض ناقص العلم و معذور عن تکمیل المصلحتہ دونوں خدائی کے

لائق نہیں ہیں۔

الحجۃ السادسة

دو خداؤں کی مجموعی طاقت لامحالہ زیادہ اور ہر ایک کی جداگانہ طاقت اُسے کم ہوگی لیکن خدا کی یہ شان نہیں ہے کہ اُسکی طاقت سے زیادہ کوئی طاقت قیاس کی جائے یا موجود ہو۔

الحجۃ السابعة

حسب عقیدہ فرقہ مجوس کے اگر خالق خیر و شر دو ہوں تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ خالق خیر شر کو اور خالق شر خیر کو روک سکتا ہے یا نہیں اگر یہ دونوں اپنے حریف کو روک نہیں سکتے تو دونوں مجبور و قاصر اس لائق نہیں ہیں کہ عالم کی خدائی کریں۔ اور اگر ایک دوسرے کو روک سکتا ہو تو ذات مغلوب خدائی کی مستحق نہیں ہے۔ اسی دلیل میں میں اس قدر اور بھی اضافہ کرتا ہوں کہ اگر خالق خیر شر کو روک سکتا ہے اور نہیں روکتا تو موافق خیال فرقہ مذکور کے اسپر الزام تائید شر کا عالم ہوگا اور اُسی منقصت میں مبتلا ثابت ہوگا جسکے بچانے کے لیے خالقوں کا تعدد گوارا کیا گیا تھا۔

الحجۃ الثامنة

اگر وہ خدا فرض کیے جائیں تو دونوں ایک دوسرے سے مستغنی ہوں گے
یا دونوں میں ہر ایک دوسرے کا محتاج ہوگا یا صورت حال یہ ہوگی کہ ایک دوسرے کا
محتاج ہو مگر دوسرا اُس سے مستغنی ہو لیکن خدا کی شان نہیں ہو کہ کوئی اُس سے مستغنی ہو
یا یہ کہ کسی کا محتاج ہو اسلئے تسلیم کرنا ہوگا کہ ان دونوں میں ایک بھی یا وہ جو دوسرے کا
محتاج ہو اس لائق نہیں ہو کہ خلاق عالم سمجھا جائے۔ (س) خدا کی یہ شان ضرور ہو کہ
تمامی ملکات اپنے وجود میں اسکے محتاج ہوں لیکن اگر اُس کا مساوی القوت دوسرا واجب
الوجود اُس سے مستغنی ہو تو کیا مضائقہ ہو (ج) ملکات کا واجب الوجود سے مستغنی ہونا
کچھ شک نہیں کہ زیادہ منقصت کی دلیل ہو لیکن ایک واجب الوجود سے دوسرے کا (اگرچہ وہ خود
بھی واجب الوجود ہو) مستغنی ہونا منقصت سے خالی نہیں ہو۔ گھر کی مالکانہ حکومت میں
خدام شریک نہیں ہوتے لیکن کیا ایک گھر میں دو مساوی الاستحقاق مالکون کا وجود نہیں
ایک دوسرے کا تابع فرمان نہو خانہ داری کی حکومت اور اُس کے مصالح کے خلاف نہیں
ہو؟ ۹۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہر انصاف پسند ذی عقل اس سوال کا جواب انبات میں
دیگا پس تعجب ہو کہ عایشان قصر عالم میں دو مستقل مالکون کا موجود ہونا ان دونوں کی
شان حکومت کے خلاف نہ سمجھا جائے۔

الحجۃ التاسعة

ہم فرض کرتے ہیں کہ زید کا وجود ممکن ہو مگر وہ اب تک وجود میں نہیں آیا ہے پس

اگر ان دونوں میں ایک بھی سبکی ایجاد پر قادر نہیں ہے تو انہیں کوئی خدائی کے لائق نہیں ہے۔ اور اگر ایک قادر ہے اور دوسرا نہیں تو غیر قادر بیوقار ساقط الاعتبار ہے اور اگر دونوں بالاشتراك اس شرط سے قادر ہیں کہ ایک دوسرے کی مدد کرے تو دونوں محتاج ٹھہرے اور جب خود محتاج ہیں تو حاجت کے لئے خلایق نہیں سمجھے جاسکتے اور اگر دونوں بالاستقلال اور منفرداً ایجاد پر قادر ہیں اور ایک کو ایجاد کا موقع مل گیا ہو تو پھر ہم سوال کریں گے کہ اب دوسرا زید کے ایجاد پر قادر ہے یا نہیں پس اگر جواب ملے کہ قادر ہے تو یہ جواب غلط ہوگا کیونکہ موجود کا موجود کرنا محال اور عقل کے خلاف ہے اور اگر کہا جائے کہ ایک نے ایجاد کر لیا ایسے دوسرا قادر علی الايجاد نہیں ہے تو دوسرے الفاظ میں محال جواب یہ ہوگا کہ ایک خدا نے دوسرے خدا کی قدرت تکوین کو زائل کر دیا ہے لیکن جسکی قدرت کو دوسرا زائل کر سکتا ہو وہ مستحق نہیں ہے کہ خدا سمجھا جائے (س) اگر خدا ایک ہو اور اُس نے زید کو موجود کر دیا ہو تو بھی ہم سوال کریں گے کہ وہ اب زید کو موجود کر سکتا ہے یا نہیں اگر تمہارا جواب اثبات میں ہو تو ہم کہیں گے کہ موجود کا موجود کرنا محال ہے اور اگر نفی میں ہو تو خدا کا عجز ثابت ہوگا۔ فَمَا كَانَ فِي التَّعَدُّدِ فَهَوَ وَاَسْرُءُ عَلَى الْوَحْدَةِ (رج) ایسی صورت میں بھی موجود کا موجود کرنا دائرہ میں محال عقلی کے داخل ہے لیکن چونکہ یہ استحالہ بوجہ خدا سے واحد یعنی بسببِ سبکی قدرت کے پیدا ہوا ہے ایسے وہ کسی منقصت کا موجب نہیں ہے۔ مگر تقریر دلیل میں یہی استحالہ

باعث منقصت ایسے قرار دیا گیا کہ دوسرے کے فعل ایجادی کے بدولت خدا کا چہر
عن الایجاد ہونا لازم آتا ہے۔

جس فرقہ نے خالقون کی جماعت قائم کی اور ایک کو اُنکا سرگروہ ٹھہرایا اُسکے
خیالات اُوہیت کے حقیقت تک پہنچ گئے تھے لیکن افسوس ہے کہ جماعت ماتحت کے
اعتقاد نے اس فرقہ کو خدا شناسی کے پایہ بلند سے گرا دیا۔ کاش یہ لوگ اس جماعت
کو مخلوق الہی و ذریعہ برکات باری قرار دیتے تو یہ خیال اُنکا غلط بھی ہوتا تاہم سرشت توحید
ہاتھ سے چھوٹ نہ جاتا۔ ایک عالم موحد نے بہت ٹھیک کہا ہے کوکبا الکسباب
لما سرتاب من ناب۔ اس دارالاستحان میں تمامی برکات کی تقسیم وسائل ذرائع
کے ساتھ ہوتی ہے اور نوع انسان کو اگر وہ بلند خیالی کو کام میں نہ لائے دھوکا ہوتا ہے کہ
یہی ذرائع و وسائل بالذات منعم عطا یا منزل البرکات ہیں۔ تجربہ کتا ہے کہ اسی جگہ چلنے
والوں کے پانوں پھسلتے ہیں اور نوفیق الہی جنکی و سنگیری نہیں کرتی وہ شرک کے پُرخطر
غار میں جا پڑتے ہیں۔ زیادہ حیرت یہ ہے کہ بعض مدعیان توحید بھی اس مغالطہ عامۃ اللورڈ
سے متاثر ہو کے گمراہی کے عمیق گڈھے میں گر گئے یا اب گر چاہتے ہیں مگر انکو امتیاز
نہیں ہے کہ اپنے گروہ پُر شکوہ کو چھوڑ کے کہاں جا پڑے یا کس طرف بھٹکے چل جاتے
ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس فرقہ کے ممبروں نے اسباب و مسبب الاسباب میں فرق نہیں کیا
اور اسی بنیاد پر انھیں یہ رغبت پیدا ہوئی کہ ذی روح یا غیر ذی روح مخلوق کو جن سے

لے اگر اسباب نہ ہوتے تو کوئی شبہ کرنے والا (خدا کی خدائی میں) شبہ نہ کرتا۔

کم و بیش دوسروں کو فائدے پہنچتے تھے درجہ دوم کا خالق سمجھ لیں اور بعض ضعیف
 الاعتقادوں نے محض اپنے واہمہ کو وسعت دی اور برکات عالم کے لیے فرضی سائل
 تسلیم کر کے غیر موجود اشیاء کو واجب الوجود کہنے لگے لیکن جسے انصاف پسندی کے
 ساتھ دلائل تسعہ متذکرہ بالا کو بغور پڑھا ہو وہ بالضرور اس فرقہ کے سلسلہ معتقدات کو
 مثل تار عنکبوت کے کمزور خیال کرے گا لیکن کیا مضائقہ ہے کہ میں چند تازہ دلیلوں کو اس
 موقع پر جگہ دوں اور اپنے برادرانِ نوعی کو سیدھے راستہ پر لانے کی دوبارہ کوشش
 کروں اچھا سینے۔ **دلیل اول** ماتحت ممبرانِ جماعت کا رروائی تخلیق میں تابع
 اور مرنوا ہی خالق کبریا نہیں یا نہیں اگر اس کے تابع ہوں تو وہی خالق اکبر اثر حقیقی
 ہے اور اگر تابع نہ ہوں تو پھر اصغر و اکبر کی تفریق بے معنی ہے اور درحقیقت ایسے چند
 خالقوں کا اعتقاد کیا گیا ہے جو صدور افعال میں آزاد ہیں اور خود سری کے ساتھ جوچا
 ہیں کر گزرتے ہیں اس لیے اب یہ موقع آگیا کہ دلائل تسعہ پر نظر کر کے حق و باطل کا تفرقہ
 کیا جائے (س) ممکن ہے کہ خالق اکبر نے اپنے ماتحتوں کو جداگانہ خدمات پر مامور
 کر دیا ہو اور خود انکی کارروائیوں کا نگران ہو بوجہ انصرام خدمت متعلقہ ممبرانِ جماعت
 دوسرے درجہ کے اور بوجہ عطاے اختیار یا نگرانی عام کے انکا پریزیڈنٹ خالق اکبر
 کہا جاتا ہو (ج) بصیغہ نگرانی خالق اکبر ارادہ ممبرانِ ماتحت کے خلاف اپنے اختیار
 کو عمل میں لاسکتا ہے یا نہیں اگر جواب اثبات میں ہو تو ممبرانِ ماتحت عاجز ہیں اور اگر
 نہ ہو تو یہ کہ مستقل خالقوں کا تعدد ممنوع ہے اگرچہ کہنے کے لیے انکے مراتب میں تفاوت ہو

جواب نفی میں ہو تو انکا پرزیدنٹ غیر قادر ہر اور عاجز اور غیر قادر خلاق عالم نہیں ہو سکتے۔
 (س) ممبران جماعت معصوم عن الخطا ہیں اور اپنے پرزیدنٹ کے ارادہ سے واقف ہو کے اسکی مرضی کے موافق کام کرتے ہیں ایسے پرزیدنٹ کو انکے ارادہ سے اختلاف ہوتا اور نہ انکے کسی فعل میں دست انداز کا موقع ملتا (ج)
 اب حاصل تقریر یہ ہوا کہ یہ جماعت مرضیات خالق اکبر کے تابع ہر ایسے میں کمونگا کہ ایسی حالت میں اُس بے اقتدار جماعت کو مؤثر حقیقی کہنا صریح غلطی ہر

دلیل ثانی یہ جماعت اور اُسکا پرزیدنٹ سب کے سب بالذات واجب الوجود ہیں یا نہیں اگر اس سوال کا جواب اثبات میں دیا جائے تو پھر ایک کو دوسروں پر کیوں تفوق ہو اور اگر جواب نفی ہو تو جو ممبر جماعت بالذات واجب الوجود نہیں ہیں وہ ممکن بالذات اور خود اپنے وجود میں دوسرے کے محتاج ہوں گے اور جبکا وجود محتاج غیر ہو وہ کب خالق حقیقی ہو سکتے ہیں **دلیل ثالث** امکان ذاتی اور شان خلاقی میں نسبت تضاد کی ہر اور ضدین کا اجتماع عقلاً محال ہر پس اس جماعت کے جو ممبر صفت امکان سے متصف ہوں وہ حقیقت خالق حقیقی نہیں ہیں اور جو واجب الوجود ہوں وہ بالضرور کسی دوسری صفت سے موصوف ہوں گے کیونکہ ایسا نہ تو انہیں باہمی امتیاز باقی نہ ہے اور تعدد کا خیال باطل ہو۔ یہ دوسری صفت اگر درجہ حقیقت ذاتی ہو تو بوجہ ترکیب کل کو جزو کی احتیاج ہر اور اگر جزو حقیقت نہ ہو تو واجب الوجود اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہر ان خیالات کو ذہن نشین کر کے انصاف کیجیے

کہ جو اپنے وجود میں محتاج جزو خواہ ذاتی تعین میں محتاج غیر ہو وہ کب اس قابل ہو کہ
 خدایا کسی درجہ میں اسکا شریک سمجھا جائے (س) ارباب وحدت اگرچہ اپنے خدا
 کو بالذات محتاج غیر نہیں کہتے لیکن ذات عاری عن الصفات بیکار ہو اسیلے تماشکا
 قدرت دکھانے میں خدا کی ذات اپنے صفات کمالیہ کی ضرورت محتاج ہوگی اور جو الزام
 وہ دوسروں پر لگاتی تھی خود انکے مقدمات پر بھی لوٹ پڑیگا (ج) قرآن وحدیث میں
 تو ان مباحث فلسفیانہ کی چھپر چھاڑ نہیں ہوئی لیکن جب یونانی فلسفہ خلفا عباسیہ
 کے عہد میں مسلمانوں تک پہنچا اسوقت علمائے اسلام نے اسی رنگ میں طبع آزمائی
 شروع کیں چنانچہ صفات اکی کے بابت بعضوں نے اپنے دلائل کا یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ
 سب ذات سے جدا اور اس سے رتباً مؤخر ہیں لیکن فی الخارج ذات باری کو لازم
 اور مثل اسی کے قدیم بھی ہیں۔ یہ گروہ تمھارے سوال کا یوں جواب دے گا کہ
 صدور افعال میں ذات کا محتاج صفات لازمہ ہونا موجب منقصت نہیں ہے لیکن
 ذات کا خود اپنے تعین میں محتاج غیر ہونا شان الوہیت کے خلاف ہے مگر میرے
 خیال میں وہی رائے مستحکم اور لائق تسلیم کے ہے جسکو محققین علمائے اسلام نے ظاہر
 کیا ہے یعنی یہ کہ جملہ صفات کمالیہ عین ذات باری ہیں اور جو افعال دوسروں سے
 بعد و صفات صادر ہو سکتے ہیں ان سے اعلیٰ و اکمل محض اسی ذات سے شرف صدور
 پاتے ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب سوم بہ عوارف المعارف میں لکھتے ہیں
 کہ جملہ اہل تصوف کا اتفاق ہے کہ ہر ایک صفت اکی بحیثیت صفت کے حقیقت ثابت

اور دوسری صفت سے متمیز رکھتی ہے لیکن من حیث الذات وہ عین باری تعالیٰ ہے
اسی لیے جو سوال کیا گیا اس لیے پروردگار نہیں ہوتا۔

جو فرقہ کہتا ہے کہ خالق اکبر نے کواکب کو پیدا کیا اور خدمت تخلیق اُن کے حوالہ
کردی اُسے بھی وحقیقت بہت بڑی جماعت خالقان درجہ دوم کی کھڑی کی ہے
اور اُس کے خیالات کی تردید بعض دلائل سے ہوتی ہے جو بذیل اس عنوان کے بیان
کی گئیں عناصر اور کواکب میں لیاقت تخلیق کی نہیں ہے۔ با اینہم سلسلہ دلائل میں ایک
دلیل کا اور بھی اضافہ کرنا میں مناسب جانتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

دلیل

دنیا کے بادشاہوں میں راحت طلبی اور عیش پسندی شاہانہ اُلوا العز می کے خلف
سمجھی جاتی ہے اور اُن کے وزرائے کیسے ہی باتدبیر ہوں لیکن اپنے شاہی اختیار کا اُن کے
ہاتھ میں دینا بطبع اُنکی نشان فرمان روائی گوارا نہیں کرتی۔ خالق اکبر کی مقدس ذات
کہ درت جسمانی سے بری اور عوارض کسل و در ماندگی سے پاک ہے اُسکی نسبت
یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ اُس نے اپنے اختیارات کو غیر مددک جماعت کے حوالہ کر دیا اور
خود بکل حاکم معزول حالت تعطل میں زندگانی کر رہا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ کارگاہ
عالم پران کواکب کے بڑے بڑے اثر پڑتے بہتے ہیں لیکن اکثر مخلوقات عالم کو غیر
جملہ ہر کہ دوسروں پر اُنکا کم و بیش اثر پڑتا ہے پس اگر ان تاثیرات سے خدائی کا ثبوت

ماتا ہو تو پھر دیگر مخلوقات کو بھی کسی درجہ کا خدا نہ سمجھنا بے انصافی کی بات ہے۔ خود اپنی نوع کے افراد کو دیکھئے کہ اُس نے کیسے کیسے کرشمہ حکمت کے دکھائے اور آئے دن انکی نازک خیالی ایسی ایسی حیرت انگیز ایجادیں کر رہی ہے کہ بغرض ادراک انکو دیکھ کے چشم کو اکب خیرہ ہوا اور فلک پر ایجاد کرنے والوں کے روبرو دالوں سے سبق خوانی نہ کرے پس معتقدین کو اکب اتنی دور کیوں جاتے ہیں اور اپنی نوع کو دوسرے درجہ کا خالق مختار نہیں کہتے۔

اے تماشگاہ عالم اے تو کجا بہر تماشای مری

خلاق عالم جسمانی شکل میں ظہور نہیں کر سکتا

مقتضائے رحمت باری تھا کہ بعض افراد انسانی کے دل و دماغ اور روح میں خاص قوتیں عطا فرمائے تاکہ وہ اپنے ہجمنوں کی غلط فہمیاں حرف غلط کی طرح مٹا دیں اور انکو ایسی لغزشوں سے بچانے کی کوشش کریں جو مغلوب قوای نفسانی سے عموماً ہوتی رہتی ہیں یہ کارروائی ایسے زیادہ ضروری تھی کہ خداوند عالم نے اپنی ذات اقدس کو پردہ عظمت میں مستور کیا ہے اور آیات قاہرہ کا نازل کرنا اسکی امتحانی پالیسی کے خلاف ہے۔ یہ سچ ہے کہ انسان کو خدا شناسی کے لیے عقل عطا کی گئی ہے اس لیے ممکن تھا کہ ہم لوگ صرف بقدر اپنے عقول کے ذمہ دار خدا شناسی کیے جاتے اور ہر شخص یہ بیانہ اپنی عقل و ادراک کے مستوجب عقاب اور مستحق ثواب ہوتا لیکن بوجہ ذیل اس اعتراض کا

خلاق عالم جسمانی شکل میں ظہور نہیں کر سکتا

معقول جواب مل جاتا ہے۔

اولاً۔ صلاح مملکت خویش خسروان دانند * بہکمہ منصب نہیں ہو کہ جو معقول تدبیر عالم پناہی کی خلاق عالم نے پسند کی ہو اس کی نسبت یہ کہیں کہ وہ کیوں اختیار کی گئی اور اسکی جگہ دوسری تدبیر کیوں عمل میں لائی نہیں گئی۔

ثانیاً۔ ایسی کارروائی سے یہ مقصود تھا کہ ہم مین ایک تعداد ایسے بزرگوں کی شامل کر دی جائے جن کو ملانک پر بھی شرف ہوا اور اس پیرایہ مین ہماری نوعی نعمت ہر ایک درجہ کی مخلوقات ارضی و سماوی سے بڑھ جائے۔

ثالثاً۔ اکثر جزئیات عظمت و جلالت و دقائق صنعت و حکمت ایسے تھے جن کا دارک بغیر کسی مدد کے انسانی عقل نہیں کر سکتی تھی ایسے کچھ لوگ جن کو نبی کمویا رفاہر پیدا کیے گئے کہ ہلوگون کو ایسے دقائق و جزئیات پر مطلع کریں۔

رابعاً۔ انسان عقلاً مددوار ہو کہ خدا کو پہچانے اور دیگر مخلوقات کے ساتھ اور خود اپنے ہمجنسوں سے وہ سلوک کرے جو اخلاقاً پسندیدہ ہوں لیکن انسانی فطرت اسطرح کی ہو کہ ایک گروہ کسی فعل کو مقتضائے اخلاق حسن سمجھتا ہو اور دوسرا اسی کو ذلخ اخلاقی قرار دیتا ہو ایسے بغرض نظام عالم ضرورت داعی ہوئی کہ اخلاقی طریقہ اسطرح معین کر دیے جائیں جو عام طور پر ہر درجہ کے مناسب حال اور قرین مصلحت ہوں اور یہ ضرورت انھیں مقدس نفوس کی تخلیق سے رفع کی گئی۔

خامساً۔ اس دارالامتحان مین مقصود حضرت رب العزت یہ بھی تھا کہ علاوہ کجکٹ

خدا شناسی کے انسانی عقل کی ایک اور بھی آزمائش کیجیے یعنی دیکھا جائے کہ یہ لوگ خدا کے بھیجے ہوئے نبیوں کا امتیاز ان جھوٹے مدعیان نبوت سے کس طرح کرتے ہیں جنکو شیطان نے بیجا دعویٰ پر صرف ایسے آمادہ کیا ہو کہ دوستوں کی شکل میں رہنمائی کے حیلہ سے قرآنی و رہزنی کا ارتکاب کریں پس جیسا کہ جلسہ امتحان میں کسی امیدوار کو یہ حق نہیں ہو کہ سبکدوش کی نوعیت اور اُسکے شمار پر بحث کرے اسی طرح مراحم باری کے امیدواروں کو یہ حق نہیں ہو کہ انبیاءؑ کی تخلیق اور انکی شناخت کی ذمہ داری پر اعتراض کریں۔

سادسا۔ خدا شناسی و اعمال اخلاقی اصلی قانون الہی کے احکام ہیں انکے ضوابط کا معقول شکل میں قرار دینا انسان کی قوت فکریہ کے لیے دشوار تھا ایسے ہادیان ملت مبعوث ہوئے کہ وہ ان ضوابط کو معین کر دیں۔ دنیا میں قانونِ صلی کی حفاظت کے لیے بڑے بڑے مجموعہ ضوابط ترتیب دیے جاتے ہیں پس تمام عالم کے بادشاہ نے اپنے قانون اصلی کی حفاظت کے واسطے جو طریقہ ترتیب ضابطہ کا اختیار کیا اُسپر کوئی کیون اعتراض کرے۔ ایشیا کے مغربی حصہ میں بہت نبی پیدا ہوئے اور باستثناء محدود چند ب کی شریعتیں یا ہدایتیں ایک قوم کے ساتھ مخصوص تھیں انکے عہد سعادت ہمد میں دیگر اقوام کا بھی وجود تھا اور جہان تک روایتوں سے اور قیاس سے پتہ چلتا ہو بعض قوموں کے افراد بنی اسرائیل سے براتب زیادہ تھے۔ خداوند عالم تمام دنیا کا مالک اور ہر ایک چھوٹے بڑے کا خاوند حقیقی ہوا اُسکی رحمت پر اور

سب قوموں کی طرف خدا کے انبیاء بھیجے گئے

اُسکی معدلت پر یہ تہمت لگانا کہ اُسنے دوسری قوموں کے لیے ہادی اور رہنما نہیں
 بھیجے محض نافہمی نہیں ہے بلکہ سخت بے ادبی بھی ہے۔ ہننے تسلیم کیا کہ بنی اسرائیل
 کے جدا علی مقبول بارگاہِ صمدیت تھے انکو حضرت جلیل سے خلیل کا معزز خطاب ملا تھا
 ایسے اُنکی اولاد پر خاص توجہ مبذول تھی لیکن آخر دوسری قوموں کی امید گاہ بھی اُسی
 خلاقِ عالم کی ذات ہے اُسکی شان بندہ نوازی کب گوارا کرتی کہ بنی اسرائیل کی طرف اس
 کثرت سے ہادیاں ملت نہ بھیجے اور دوسری قوموں کو شیطان کے شکار گاہ میں غیر محفوظ
 چھوڑے۔ دنیا کے عادل بادشاہ ہر گروہ رعایا کی نگہداشت اور تربیت یکساں طور پر
 پر کرتے ہیں خداوندِ عالم کی صفات کمالیہ میں معدلت کی صفت بھی شامل ہے عقلِ باور
 نہیں کرتی کہ اُسنے ایسے اہم معاملہ میں دوسروں کے ساتھ اس قدر بے نیازی اور
 بے پروائی برتی ہو (س) خدا نے کسی کو فقیر اور کسی کو امیر بنایا ہے کوئی صحیح البدن
 ہے کوئی جسمانی امراض میں مبتلا ہے مشاہدہ شاہد ہے کہ اکثر نفا سے اسی کی تقسیم غیر مساوی
 ہوئی ہے اس سطح ممکن ہے کہ بعض اقوام کی طرف ہادیاں ملت نہ بھیجے گئے ہوں اور دیگر
 تو میں صرف شریعتِ عقلی کے تابع رکھی گئی ہوں (ج) عام نعمتوں کی کمی و بیشی
 نظامِ عالم میں مؤثر ہے جن لوگوں کو اس عالم میں کسی نعمت کا حصہ کم ملا یا کلیتاً نہیں
 ملا اُسکا معاوضہ دوسری نعمت سے اسی عالم میں کر دیا گیا یا بشرطِ استحقاق دوسرے
 عالم میں ہو سکے گا مگر ہدایت کی نعمت خاص قسم کی نعمت ہے اور اتمامِ حجت کے لیے
 تمام قوموں کو سامانِ ہدایت سے بہرہ مند کرنا استحقاقاً نہیں تو اخلاقاً ضروری تھا۔

(س) آخر عقول انسانی جو ذمہ دار خدا شناسی ہیں ان کے مراتب مختلف پائے جاتے ہیں اور یہ جو ہر عقل عطا یا باری تعالیٰ سے ہے انسان ان کی کمی و بیشی میں کچھ اختیار نہیں رکھتا ایسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن لوگوں کو عقل نہیں دی گئی یا کم کمزور مادہ عطا ہوا ان کے حق میں نا انصافی کی گئی ہو اور اس خصوص میں جو عذر کیا جائے وہی عذر مسئلہ زیر بحث میں بھی پیش ہو سکے گا (ج) جن لوگوں کو کچھ بھی باری عقل نہیں دیا گیا وہ غیر مکلف ہیں ہاں جو لوگ اس دولت سے بہرہ مند ہیں وہ بقدر اپنی عقل اور اپنی ادراک کے ہر ایک معاملہ اعتقاد دی و علی میں ذمہ دار ہیں اس طرح بعض ہدایت تعلیمی ممکن ہے کہ خدا نے کسی مصلحت سے یا محض بنفاذ اپنے ارادہ اختیار کے کسی قوم کی طرف عالی قدر نبی یا زیادہ تعداد کے رہنما بھیجے ہوں لیکن جس طرح اُس نے مایہ ادراک سے کسی قوم کو کلینتاً محروم نہیں کیا ہے اس طرح عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی کہ کوئی قوم بالخصوص وہ قوم جس کے افراد کثیر تھے ہدایت تعلیمی سے قطعاً و کلینتاً محروم رکھی گئی ہو۔ اور قومیں تو اولاد ابراہیم کے تفوق کو تسلیم نہیں کرتیں اور نہ ان کو اس اعتقاد کی رغبت ہو سکتی ہے کہ خداوند عالم نے ان کو یا ان کے آباؤ کسی لائق قدر نعمت سے کلاً محروم رکھا ہے۔ ورنہ انجیل اسرائیلی نبیوں پر نازل ہوئے مگر انہیں کوئی ایسا تذکرہ پایا نہیں جاتا ہے کہ دوسری قوموں کو خدا نے ہدایت تعلیمی سے حقیقت محروم رکھا تھا۔ یعنی قبل از ولادت مسیح انہیں راہ دکھانے والا کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا ایسے اگر کوئی شخص فرقہ یہود و نصاریٰ کا اصرار کرے کہ رحمت الہی کی یہ بدلی دوسروں کی

کشت زار امید پر نہیں برسی تو اسکا اصرار بلا دلیل ہوگا اور خود غرضی پر نبی سمجھا جائیگا
ایسی حالت میں انسب طریقہ یہ ہو کہ ہم اسلامی کتاب کی طرف توجہ کریں جو افراط و تفریط
سے پاک ہو اور جسکے بیانات میں نہ تنگ ملی ہو اور نہ ایسے خیالات کا وجود ہو جو صحت
قیاس و خلاف عقل سمجھے جائیں۔ اُس مقدس کتاب میں ذیل کی آیتیں موجود ہیں۔
وَكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُولٌ ۚ فَاِذَا جَاءَ رَسُوْلُهَا فَخَيَّرْنَا بَيْنَهُمَا الْاِقْسَاطَ وَهُمْ لَا يُقْلَمُوْنَ ۝
(پارہ ۱۱ سورہ یونس رکوع ۵)

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَلَا كُنَّا لَكُمْ عَلٰى اَيْهٍ مِّنْ رَّسُوْلٍ ۚ اِنَّمَا اَنْتَ مُنذِرٌ لِّقَوْمٍ هَادٍ
(پارہ ۱۳ سورہ رعد رکوع ۱)

اِنَّا ارْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا ۚ وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝
(پارہ ۲۲ سورہ فاطر رکوع ۳)

وَلَقَدْ ارْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِّنْهُمْ مَّنْ قَعَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ يَنْقُصْ
عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَاءَ
اَهْلُ السَّاعَةِ فَخَيَّرْنَا لَكَ الْمُبْتَطِلُوْنَ ۝

۱ اور ہر ایک قوم کا رسول ہوا جو میں جب چاہوں تو ان کا رسول حاضر ہوگا تو ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا
کیا جائیگا اور کوئی نقصان نہ پہنچے گا ظلم ہوگا ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰
۱۱ اور ہر ایک قوم کا رسول ہوا جو میں جب چاہوں تو ان کا رسول حاضر ہوگا تو ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا
کیا جائیگا اور کوئی نقصان نہ پہنچے گا ظلم ہوگا ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰
۱۱ اور ہر ایک قوم کا رسول ہوا جو میں جب چاہوں تو ان کا رسول حاضر ہوگا تو ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا
کیا جائیگا اور کوئی نقصان نہ پہنچے گا ظلم ہوگا ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰
۱۱ اور ہر ایک قوم کا رسول ہوا جو میں جب چاہوں تو ان کا رسول حاضر ہوگا تو ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا
کیا جائیگا اور کوئی نقصان نہ پہنچے گا ظلم ہوگا ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

(پارہ ۲۴ سورہ المؤمن رکوع ۸)

ان آیات بنیات سے تاریخی خبر ملتی ہے کہ خدا نے ہر قوم کی طرف ہدایت کرنے والے بھیجے اور اپنی حجتیں نام کین پھر بھی جو لوگ راہ راست پر نہیں آئے وہ بطور واجب عذاب دنیوی یا اخروی میں مبتلا کیے گئے (س) اگر ایسا تھا تو دیگر قوم کے چند انبیاءؑ کے نام قرآن میں کیوں بیان نہیں کیے گئے (ج) نزول قرآن اُس ملک میں اہماں مشرکان عرب ساتھ یہودیوں و عیسائیوں کے آباد تھے ایسے اُنھیں انبیاءؑ کے تذکرہ کی خاص ضرورت تھی جبکہ یہ لوگ غفلت کرتے تھے یا جھکے نام نامی سے اُنکو وہایت تھی (س) اسلام ایک تبلیغی دین ہے دنیا کی تمام قوموں پر وہ حکومت روحانی کا دعویٰ رکھتا ہے اس لیے ہر چند اسکا ظہور ملک عرب میں ہوا تھا لیکن بلحاظ وسعت دعویٰ دیگر قوم کے انبیاءؑ کا بھی کچھ ذکر خیر ساتھ تصریح نام کے مناسب تھا (ج) اس مصلحت سے کہ کرہ ارض کے ایک حصہ میں اسلام کا پورا اجر بکڑے خاص ضرورت تھی کہ موافق مذاق اُن لوگوں کے جنکے حلقہ اثر میں اسکا ظہور ہوا تھا حجتیں لائی جائیں اگر تفصیل ایسے تاریخی تذکروں کو جگہ دیجانی جسے اُنکے کان نا آشنا تھے تو دائرہ بحث بڑھ جاتا اور شکروں کو یہ خیال پیدا ہوتا کہ وقعت بڑھانے کے لیے انبیاءؑ کے فرضی نام تراشے اور خیالی تذکرے گڑھے جاتے ہیں۔ علاوہ برین انبیاءؑ کی تعداد بہت زیادہ تھی ہر قوم کے

لے قرآن پاک میں صرف اٹھائیس نبیوں کے نام بیان کیے گئے ہیں۔ معالم التنزیل میں تحریر ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار خدا کے نبی دنیا میں گزرے ہیں جن میں تین سو تیرہ درجہ رسالت پر فائز تھے۔ اور بیایچ میں بروایت کعب الاجار نبیوں کی تعداد بائیس لاکھ پچیس ہزار اظہار کی گئی ہے ۱۲

دو ایک نبی کا کیسا ہی تذکرہ کیا جاتا تاہم کتاب کا حجم بڑھ جاتا۔ آج ہزاروں جانات قرآن موجود ہیں اور مسلمانوں کو اس کیتائی پر فخر ہے کہ جو کتاب اُنکے نبی پر نازل ہوئی ہو اسکو اُنکی ایک جماعت اپنے سینہ میں محفوظ رکھتی ہے اور اُنکے سوائے کسی قوم میں ایسی ہی جماعت بلکہ چند افراد بھی موجود نہیں ہیں جنکے صفحہ دل پر وہ کتاب جسکو منزل من اللہ کہتے ہیں منقوش ہو پس اگر قرآن کا حجم بہت بڑھ جاتا تو مشکل تھا کہ ایسی حفاظت مصنف و مبین میں کی جاتی اور مسلمانوں کو اس مقدس کتاب کے ساتھ اس طرح اظہار نیاز کا موقع ملتا ہر گاہ انبیائے اقوام دیگر کے نام سے کہو بتائے نہیں گئے ایسے قطعاً و یقیناً یہ کہنا کہ انہیں کون بزرگوار ہادی برحق و مرسل من اللہ تھے ہمارے لیے غیر ممکن ہے لیکن اُسکے ساتھ پر خطر یہودی ہے کہ ہم کسی شخص پر جسے دوسری قومیں ہادی اور رہنما باور کرتی ہیں بدگمانی کریں یا اُنکی شان میں ناشایستہ کلمات زبان پر لائیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ بھی نبجلہ انھیں کے ہو جنکے نام پیچہ آخر الزمان کو نہیں منائے گئے۔ کسی امر کا یقیناً عقلاً باور کرنا اور بات ہے اور قیاساً اسکا گمان کرنا دوسری چیز ہے ایسے قیاساً یہ کہنا کچھ بیجا نہیں ہے کہ ناموران غیر قوم میں بلکہ ان غالب کن بزرگوں کو درجہ رہنمائی منجانب اللہ عطا ہوا تھا۔ ہر گاہ ممبران قوم ہندو صرف نوعی نہیں بلکہ ہمارے ملکی بھائی بھی ہیں لہذا مناسب ہے کہ اس فرقہ کے حالات کی طرف ایک غامض نظر کیجائے۔

مرزا مظہر جانجاناں ستاخرین مسلمانان ہند میں عالم باعمل اور صوفی الکمل گذرے ہیں اور اسوقت بھی ہزار ہا مرید اُنکے سلسلہ کے عرب و عجم میں موجود ہیں

فرقہ ہندو کا تذکرہ

انکے نامور جانشین شاہ غلام علی نے اپنے مرشد کی لائف تحریر کی ہر اور اُس میں چند
خطوط بھی انکے نقل کیے ہیں۔ اُن خطوں میں مکتوب چہارم دہم عقائد ہنود
سے متعلق ہر جمین جناب مرزا صاحب انصاف پسندی کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں
کہ ہندوؤں کا دین قواعد و ضوابط سے منظم اور سجل ہر اُن قواعد و ضوابط کے دیکھنے سے
پایا جاتا ہے کہ سرزمین ہند پر خدا کے نبی الگے زمانہ میں آئے اور شریعت کو قائم کیا۔ اُسی
مکتوب میں اُس بت پرستی کی جو ہندوؤں میں شائع ہو یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ جس طرح
اسلامی صوفیوں میں معمول ہے کہ اپنے مرشد کا تصور کرتے اور قائلے اُٹھاتے ہیں
اُسی طرح ہندوؤں نے بھی بعض ملائکہ یا کالمین کی صورتیں بنائی ہیں اور انکی طرف
بغرض حصول نسبت حسب کو اصطلاح صوفیہ میں رابطہ کہتے ہیں توجہ کرتے ہیں برکت
بعد صاحب صورت کے ساتھ توجہ کرنے والی کو ربط پیدا ہو جاتا ہے اور حاجت الٰہی کی سکین
ظاہر ہوتی ہیں۔ اس بے تعصب و رخصتیر مسلمان کی یہ رائے ہے کہ ہندوان بتوں کو سجدہ عبودیت
نہیں کرتے بلکہ انکی دُندوت و حقیقت سجدہ تحیت ہے جسکو وہ عموماً اپنے بزرگوں اور مرشدوں
کے روبرو کرتے ہیں۔ غالباً مرزا صاحب کی یہ رائے عقلائے ہنود سے متعلق ہے ورنہ علوم دوسری اُم
اور سرکشین کو درجہ اُلوہیت پر فائز جانستے اور اُن بتوں کو جو اُن ہند کی طرف منسوب ہیں گے
عبودیت کا سجدہ کرتے ہیں۔

انتخاب مکتوب چہارم دہم مرزا مظہر جانجاناں

” وجميع فرق ایشان در توحید باری تعالی اتفاق دارند و عالم را مخلوق می دانند و اقرار
 بفنای عالم و جزای اعمال نیک بد و حشر و حساب دارند و در علوم عقلی و نقلی ریاضات و
 مجاهدات و تحقیق و معارف و مکاشفات اینها را بطولی است و عقلای اینها فرصت علم کردی
 را چهار حصه قرار داده حصه اول در تحصیل علوم و دوم در تحصیل معاش و اولاد و سوم در تصحیح
 اعمال و ترویض نفس و چهارم در شوق انقطاع و تجرد که غایت کمال انسانیت و نجات کبری
 که مہماکت بر آن موقوف است صرف می نمایند و قواعد و ضوابط دین اینها نظم و نسق تمام
 دارد پس معلوم شد که دین مربی بوده است و منسوخ شده و از ادیان منسوخ غیر از دین
 یهود و نصاری نسخ دینی دیگر در شرع مذکور نیست حالانکه نسخ بسیار در معرض محو و ثبات آمده
 حقیقت پرستی اینها آنست که بعضی ملائکه با مرآتیی در عالم کون و فساد تصرفی دارند یا بعضی
 ارواح کالمان بعد ترک تعلق اجساد آنها را درین نشاء تصرفی باقی است یا بعضی افراد اعیان که
 بر عزم اینها مثل حضرت خضر زنده جاوید اند صورت آنها ساخته متوجہ بآن می شوند و بسبب این
 توجه بعد مدتی بصاحب آن صورت مناسبت بهم میرسانند و بنا بر آن مناسبت حوائج معاشی
 و معاشی خود را رومی سازند و این عمل مشابهتی بذکر را بطه دارد که معمول صوفیاست که صورت
 پیر را تصور می کنند و فیضها بر میدارند اینقدر فرق است که صورت شیخ نمی باشند - و سجده اینها
 سجده تحیت است نه سجده عبودیت که در آئین اینها با در و پر و سپرد استاد بجای سلام بین
 سجده مرسوم و معمول است و آن را مذمت می گویند و اعتقاد تا نسخ مستلزم کفر نیست -
 خدا کی طرف سے جو نیک بندے واسطے خدمت رسالت کے منتخب ہوے

وہ سب کے سب محاسن اخلاق سے بہرہ مند تھے اور انکی ذات بابرکات سے شان
 کبریائی کا اظہار ہوتا تھا صورتیں انسان کی سی تھیں اور طریق تمدن بھی ہم شکل انسانی تمدن
 کے تھا مگر سیرتیں ملکوتی تھیں روحانی قوتیں فرشتوں سے بھی گویا سبقت لگیتی تھیں
 سنگ سرخ اور یاقوت احمر حقیقت میں ایک جنس ہیں کوربے بصر کیا جائے مگر کچھ شریک
 سے پوچھ دیکھو کہ انکے مراتب میں کیا تفاوت ہے اسطرح جاننے والے جانتے ہیں کہ ہدایت
 ہر چند بنی نوع سے تھے مگر انکے دل اور دماغ اور تھے اور جو ہر تقدس نے انکو ایسا ممتاز
 کیا تھا کہ انھیں عام افراد انسانی کا شریک فی تحقیقت سمجھنا الجھاؤ سے خالی نہ تھا۔ یہ
 ستودہ خصال بزرگوار بلحاظ ضرورت وقت مبعوث ہوئے اور اُسی ضرورت کے مناسبت
 حال انکو معجز نامی کی قوت خوارق عادات دکھانے کی طاقت عطا کی گئی مگر ہر ایک نبی کا
 یہ پہلا فرض تھا کہ قوم کو نجات کی راہ دکھائے وصول الی الہ کی تدبیریں سوچ جائے خوش
 نصیب سعادت مند انبیاءؑ کی ہدایت سے مستفید ہوئے اور منزل مقصود تک پہنچے
 بدبختوں نے معاندانہ سرکشی کی اور نقد امید کو کھو بیٹھے۔ اگلے زمانہ میں بنی نوع انسان کی
 طبعیتیں سخت اور خیالات و دشت ہوتے تھے عوام کا کیا ذکر ہے نبی زادوں کی یہ حالت
 سُنی جاتی ہے کہ ایک خفیف ٹکرا پر قابیل نے اپنے برادر عینی ہابیل کو مار ڈالا۔ حضرت نوح کے
 فرزند کو خانہ نہوت میں پرورش کا موقع ملا تھا مگر طغیان عصیان میں وہ بھی مبتلا ہوا اور
 کسی موجب طوفان میں ڈوب مرا۔ حکیم علی الاطلاق نے بھی اُس زمانہ میں مناسبت طابع
 عباد کے سخت تدبیریں عبرت انگیز اختیار کیں بانی کا طوفان آیا آگ سی قحط پڑا طحطکی

و بالوں نے بڑی بڑی آباد بستیاں پھونک دیں۔ اعلیٰ کلمۃ اللہ اور آسودگی ضعف اسے
عام کے لیے کبھی کبھی خود نبیوں نے ہتیا راٹھائے اور اپنے بڑے توانا سے جلا کر لے کر
کی شان دوست اور دشمن کو دکھا دی۔ مرورد ہوئی بدولت واقعات کا کم و بیش ہو جانا
ایک معمولی بات ہے لیکن بعد حذف شاعرانہ مبالغہ کے کیا عجب ہے کہ راجپوتوں کے قتل و غارت
کے قصص جو ہندوستان میں مشہور ہیں اصلیت اور واقعیت رکھتے ہوں اور ان معرکوں
میں جنگا نشان دیا جاتا ہے سچے ہادیان ملت کی معجزناہمت نے ظالموں کو پامال کیا ہو۔ آپ
ہوئے ملک کے اثر سے عام طبیعتیں اطاعت کیش تھیں جو ش عقیدت کا ان پر قومی اثر
پڑا **اَوْتار** کا لفظ پہلے بمعنی منظر کے استعمال ہوتا رہا پھر اس کے حقیقی معنی لگائے گئے
انبیاءوں کی ہدایتیں فراموش کی گئیں تو حید سکھانے والی کتاب بالاسے طاق دھری ہی
وا غلطوں نے اراکین مجلس کو عجائب پسند دیکھا خود غرضوں کو اپنا رنگ بھانا ضروری تھا
ایسے انکی طبع آزمائیوں نے وہ وہ خیالی مضمون تراشے جو عقل کے خلاف اور مرد قیاس
سے کوسوں دور تھے۔ الحاصل رفتہ رفتہ دنیا کی وہ نامور قوم جس نے قدیم الایام میں لغزہ توحید
بلند کیا تھا اور اپنے فلسفہ کے اطراف عالم میں دھوم مچا دی تھی اوہام کے پھندے میں
اُبھ گئی اور چمنستان تحقیق میں اسکی مشہور شایستگی پھیک پڑ گئی۔ اب بھی ایسے
خوش خیال دقیقہ رس ہندوؤں سے سرزمین ہند خالی نہیں ہے جو **جوئی سرپ**
نرنگا ر کے وجود باجود کے معتقد ہیں الفاظ دوسرے ہیں طرز بیان دوسرا ہے
لیکن بجاالہ وید کے حامل وہی ہے جو قرآن پاک کی مختصر سورہ اخلاص میں ظاہر کیا گیا ہے

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَكَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا

اَحَدٌ ۝ مجلس اسلامیہ میں یہ چار آیتیں ثلث قرآن کے برابر سمجھی جاتی ہیں اور شارع اسلام نے اُنکے پڑھنے والوں کو اجر جزیل کا امیدوار کیا ہے خاص بنیاد ان خیالات کی یہ ہے کہ سورہ اخلاص شکل مختصر جامع مسائل توحید ہے اور اسلام کا بڑا مقصد یہی تھا کہ وحدت الہی کا سبق جسکو دنیا نے فراموش کیا تھا اہل عالم کو پڑھائے صرف پڑھائے نہیں بلکہ زبانی یاد کر لے۔ زبانی روایتوں تحریری شہادتوں سے ظاہر ہے کہ وقت اُسکے ظہور کے کرہ ارض پر شرک کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور اپنے خالق کا حق معرفت ادا کرنے والے باقی نہیں رہے تھے۔ مطلع عرب پر آفتاب عالمتاب نے صبح صادق کی جھلک دکھائی پھر ظاہر ہو کے رفتہ رفتہ بلند ہوا اور ہدایت کی روشنی تمام حصص دنیا میں پھیل گئی۔ توحید کا غلغلہ سُن کے غیر قوم کے آدمی جو بنیخبر سوئے تھے جاگ اُٹھے انھوں نے اگرچہ اپنا گھر نہیں چھوڑا لیکن عقلمند متنبہ ہوئے اور حس و خاشاک شرک سے اپنے صحن خانہ کی صفائی شروع کر دی۔ معاندانہ انکار کا تو کوئی جواب نہیں ہے لیکن بعد ظہور اسلام کے جو کچھ رفاہ دوسرے مذہبوں میں مخصوص توحید ہوا ہے وہ عمدہ ثبوت اس را کا ہے کہ اسلام ہی نے دوسروں کو حوصلہ دلایا اور سطح کی بلند پروازی کا راستہ دکھایا ہے چنانچہ زمانہ حال میں جو گروہ ہندوؤں کا بحوالہ وید مسلاک توحید کی ہستنائی

لے پیغمبر بھادو کا اندلیک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اُس سے کوئی پہلہ ہوا اور نہ کسی سے پہلہ ہوا اور نہ کوئی اُس کے برابر ہے

کر رہا ہے اسکو بھی خواب غفلت سے اسلام ہی نے بیدار کیا ہے (س) یقیناً نہ ہی
مگر قیاساً خلاصہ تقریر یہ ہے کہ بعض ناموران ہندو مسل من الدتھے مگر ہندوؤں کی
روایتیں ظاہر کرتی ہیں کہ یہ لوگ خود خدائی کے دعویدار تھے ایسے تمھاری یہ
راے کہ اہل مذہب نے ہدایت تعلیمی کو اسطرح فراموش کیا کہ خدا اور خدا کے
رسول میں امتیاز نہ باخلاف قیاس ہے۔ (ج) ہنسنے اپنی تقریر میں بنیاد مغلطہ
ظاہر کر دی ہے لیکن مزید اطمینان کے لیے کچھ اور بھی توضیح کر دیتے ہیں۔ تمامی
با اصول مذاہب میں ہندوؤں کا مذہب پُرانا ہے اُسکے ظہور کو ہزار ہا سال گذر
گئے اس عرصہ دراز میں کتنے انقلاب ہوئے مختلف خیالات کی آمیزشیں ہوئیں
خود غرضوں نے طبعی ایجاد سے فائدہ اٹھایا اور گروہ بندیان کین جاہلونکی
دسترس نے علم و کمال کے اوراق پریشان کر دیے۔ تمثیلاً ملاحظہ کیجیے کہ سنسکرت
ہندوستان کی ملکی خواہ مذہبی زبان تھی کسی وقت میں عام و خاص اسکا استعمال و مژ
کار روایوں میں کرتے رہے ہوں گے اور آج بڑی جستجو سے چند پٹت مل سکتے
ہیں جو اس زبان سے پوری واقفیت رکھتے ہوں اور ہر گاہ زمانہ کے تغیر نے ایسا
قوی اثر والا کہ ملک کی زبان اُسکے منہ سے نکل پڑی تو اعتقاد ہی تغیر کے بابت
تعجب کی کیا وجہ ہے۔

اسلام کا مذہب جدید العہد ہے اور اُسکے ظہور کو صرف تیرہ صدیان گذری
ہیں۔ دنیاوی حکومت میں اقبال ہندی ہمیشہ اُسکے ہم کاب ہے اب اگرچہ اگلی سطوت

جاتی رہی لیکن اسلامی سلطنتوں کا وجود کسی نہ کسی شکل میں ابھی باقی ہے اور مقدس خطوں
 میں مسلمان بادشاہ فرمان روائی کر رہے ہیں۔ اہل مذہب کو سلسلہ دار مذہبی تصنیف
 کا شوق رہا اور بغایت اتنی اب تک وہی سلسلہ جاری ہے۔ یہ بھی اسلام کی بڑی
 خوش نصیبی تھی کہ اُسکے ظہور کو چند صدیاں گزری تھیں کہ دنیا نے پٹا کھایا حکومت
 کے طرز اور اُسکے انداز بدل گئے آمد و رفت کے ذریعے آسان ہوئے عقلی جستجو
 نے اوہام کی بدلی کو اُفق خاطر سے ہٹا دیا تعصب کا شیرازہ ڈھیل پڑا چھاپہ کی ایجاد
 نے علم کی اشاعت کی افراد بنی نوع انسان کو موقع ملا کہ ایک دوسرے کے خیالات پر
 مطلع ہوں اور اپنے عقائد کا اُسے مقابلہ کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ ان خوش نصیبوں نے
 مسلمانوں میں شرک جلی کی عام وبا پھیلنے نہیں دی لیکن پھر بھی بعض فرقے اس بلا
 میں مبتلا ہوئے دائرہ اسلام سے باہر نکل گئے اور افسوس ہے کہ موحدون کی جماعت
 اب تک شرک خفی کے حملوں سے محفوظ نہیں ہے۔ الغرض جب ایک فوجوان مذہب
 کی یہ حالت ہے تو بوٹھے کی لغزشوں کو کوئی دور اندیش کیوں خلاف قیاس سمجھے۔
 (س) کیا یعیان اسلام کا بھی کوئی فرقہ کہتا ہے کہ خلاق عالم انسانی صورت اختیار
 کر سکتا ہے اور اُسے اختیار بھی کیا ہے (ج) مصنف دبستان المذہب کا حاصل
 کلام یہ ہے کہ کوہستان شرق میں ختم کے قریب ایک خطہ ہے جسکو **رمال** کہتے ہیں
 وہاں کا حاکم **باب** کے لقب سے ملقب ہے وہاں سے وہ اپنے تئیں مسلمان کہتے
 ہیں اور علی اللہی کے نام سے موسوم ہیں۔ اُن کا اعتقاد یہ ہے کہ محمد کو خدا نے واسطے

ہدایت خلق کے منتخب کیا مگر تنہا اُسے انجام خدمت کی امید نہ تھی اسیلئے ابن ابی طالب بنا اور علی کی شکل میں خود بغرض امداد آیا اور اسی طرح انکی اولاد کے قالب میں مدتوں تعلیم عقائد کثرت رہا۔ اصلی کتاب جسکو علیؑ نے محمد پر نازل کی تھی وہ تو علیؑ کے ساتھ گئی اور اب جو کتاب نامزد قرآن موجود ہے اسکو دشمنان علیؑ (ابوبکرؓ - عمرؓ - عثمانؓ) نے بنالیا کہ جو عمل کے لائق نہیں ہے وغیر ذلک من الہفوات شاہ کجکلاہ ناصر الدین شاہ ایران کو چند سال ہوئے ایک بیدرد بابی نے شہید کیا اور چونکہ اس فرقہ کا بے بنیاد اعتقاد یہ بھی ہے کہ کلمہ علیؑ اللہ کا ورد جب بصدق دل و خلوص نیت کیا جائے تو ورد کرنے والے کو تیغ تیز کے زخم سے بچا لیتا ہے اسیلئے اس کو رباطن عقل کے دشمن نے شاید امید کی تھی کہ اسکا ورد رنگ لائے گا اور نیک دل بادشاہ اسلام کے قصاص میں مارا نہ جاسکے گا۔

ابن ابی الحدید مدائنی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ: اعتقاد الوہیت کا فقدان خود حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں (وفات کو پیغمبر علیہ السلام کے ابھی پورے تیس برس نہیں گزرے تھے) برپا ہوا۔ جناب مدوح نے چند احمقوں کو اپنی فطرت خدائی کا اشارہ کرتے دیکھا گھوٹے سے اتر پڑے اور جبین نیاز کو فرس خاک پر رکھ کے فرمایا کہ اے بد بختو میں تو خدا کا بندہ ہوں اپنے فاسد عقیدے سے توبہ کرو۔ وہ ان نصائح دلپذیر کو کب سنتے تھے اسیلئے دھکیان دی گئیں اور پھر آگ میں جلا دیے گئے۔ اس عبرت دلانے والی کارروائی کا یہ اثر ضرور ہوا کہ کچھ دنوں

کے لیے شعلہ فساد بگیا لیکن آخر کار وہ آگ جو سُلگ چکی تھی بھڑک اُٹھی اور محمد بن
نصیر الثمیری نے جو امام حسن عسکری (امام یازدہم کے لقب سے ملقب ہیں اور
سنہ ہجری میں بمراتیس سال اُنکی وفات ہوئی ہے) کے مصاحبوں میں تھا اس
عقیدہ کو پھر چمکایا اور نصیری فرقہ کی جماعت اُسوقت سے کھڑی ہوئی۔

پس جب بموجودگی علی ولی اللہ خلیفہ رسول اللہ کے اور باوجود اُنکے اس قدر
تشدد کے اعتقاد حلول باری نے جڑ پکڑ لیا تو کیا بعید ہے کہ رہنمایان ہند کے خلاف مرضی
اُنھیں کے عصر میں یا کچھ روز اُنکے بعد اعتقاد حلول نے عجائب پسند ہندوستانیوں
میں نشوونما حاصل کر لی ہو۔

مذہبی اعتقاد کا بازو بہت قوی ہے اور اُسکی منطق ہر ایک اعتراض کا کچھ نہ کچھ
جواب دی ہی دیتی ہے مثلاً شاہ ایران کے قاتل کی گردن تیغ قصاص نے کیوں کاٹی
اُسکا جواب سُنئے کہ قاتل نے کلمہ علی اللہ کا ورد صدق دل خلوص نیت سے نہیں کیا
تھایا یہ کہ علی اللہ اس کا رگداری سے آشنا خوش ہوئے کہ قاتل کو خاکِ قالب سے
نجات دلائی اور زمرہ مصاحبان سماوی میں بھرتی کر لیا۔ حضرت علیؑ نے جن لوگوں
کے جدا دینے کا حکم صادر فرمایا وہ خیال کرتے تھے کہ اپنی حقیقت چھپانے کی
مصلحت سے خدا اپنی خدائی سے انکار کرتا ہے ایسے ایسی حالت میں کہ ایک طرف
امیر المؤمنین خشنماک کھڑے تھے اور دوسری طرف دکھتی آگ اپنی گرما گرمی دکھا
رہی تھی مگر بانِ طریقت غل مچاتے تھے کہ اب اُنکا اعتقاد مرتبہ علم الیقین کو پہنچ گیا

کیونکہ آپ کے رسول (محمد) نے پہلے ہی بتا دیا ہے کہ لا یُنبغیٰ ان یُعذاب
 بالذی ارب الناس اب میں اُن دلائل عقلی کو بیان کرتا ہوں جن سے ظاہر
 ہوتا ہے کہ خلاق عالم جسمانی شکل میں ظہور نہیں کر سکتا۔

الحجۃ الاولیٰ

ذات باری کا اگر یہ افتضا ہو کہ دورت جسمانی سے پاک ہے تو وہ خلاف اپنے
 اقتضا سے ذاتی کے قالب جسمانی کو قبول نہیں کر سکتا اور اگر اُس کا اقتضا ایسا ہو تو یہ
 ذات اپنے وجود میں یا کسی قالب کی محتاج ہوگی یا حالت یہ ہوگی کہ جب چاہے مجرد
 ہے اور جب خواہش ہو کوئی جسمانی صورت اختیار کرے۔ غیر (جسم) کا محتاج ہونا
 خلاف شان باری ہوا سیلے دوسری شکل متعین ہوئی اور معتقدین حلول حقیقتِ سُبحی
 حمایت کرتے ہیں لیکن جب یہ حقیقت دو طرز پر اپنے وجود کو قائم رکھ سکتی ہے تو خلاصہ
 اعتقاد یہ ہوگا کہ اُس کا وجود تغیر پذیر ہے اور وجود کا تغیر پذیر ہونا حادث کی نشانی ہے۔

الحجۃ الثانیہ

اکثر معتقدین حلول کا یہ خیال ہے کہ ایک یا چند حصہ ذات باری کا کسی قالب
 میں آیا تھا اور باقی حصہ حالت تجرید پر قائم رہا یا اُسکے بھی ٹکڑے ہوئے عقل شاہد ہے

۱۔ اگ میں جلائے کی سزا سوئے پیدا کرنے والے آگ کے سزاوار نہیں ہے کہ دوسرا دیوے ۱۲

کے کل اپنے ہر جزو سے زیادہ با وقعت ہوتا ہے اور جب کسی مجموعہ کے اجزاء علیحدہ کر دیں تو کل میں حیث الکل باقی نہیں رہ جاتا۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک خوشنما بنگلہ کی آسنی سقف چار سنگی ستون پر قائم ہے ہر بھر سقف کو علیحدہ کرو اور چاروں ستون کو اٹھیر دو ایسی حالت میں کیا کوئی با امتیاز کہیگا کہ بنگلہ موجود ہے یا یہ کہ آسنی سقف اور سنگی ستون کی وہی قدر قیمت ہے جو بنگلہ مذکور رکھتا تھا ؟ (نہیں ہرگز نہیں) بعد سمجھ لینے ان مقدمات کے دیکھو کہ اعتقاد حلول نے چغتستان الوہیت میں کیسے کیسے گل کھلائے ہیں۔

اولاً۔ خدا کی ذات کچھ عرصہ کے لیے فنا ہوئی یعنی کتاب وجود کا شیرازہ ٹوٹا اور اُسکے اوراق پریشان ہو گئے۔

ثانیاً۔ مافوق الاجزاء ہر گاہ دنیا ایک قوی تر مجموعہ دیکھ چکی ہے اسیلے عقل ان اجزاء ضعیف کو کیوں خدا سمجھنے لگی۔

ثالثاً۔ ذات صاحب الاجزاء اپنی ترکیب خود نہیں کر سکتی اسیلے ترکیب دینے والا لامحالہ کوئی دوسرا ہوگا اور خدا کا پیدا کرنے والا ایک دوسرا خدا ڈھونڈھنا پڑیگا۔

رابعاً۔ یہ اجزاء لذا تھا ممکن الوجود ہیں یا واجب الوجود اگر لذا تھا ممکن الوجود ہوں تو انکے اجتماع سے مجموعہ واجب الوجود تیار نہیں ہو سکتا اور اگر لذا تھا واجب الوجود ہوں تو ترکیب غیر ممکن ہے کیونکہ ترکیب بوقت ہو سکتی ہے کہ اجزاء کسی قوت کے تابع ہوں اور واجب الوجود لذاتہ کی شان ہے کہ وہ کسی حکومت کا تابع نہ ہو۔

الحجۃ الثالثہ

زیادہ نہیں تو خدا کا ایک مذہب خود دار انسان سے کم رتبہ ہونا چاہیے اب کسی مذہب ذی علم سے کہو کہ وہ جابلون کی وضع میں برسرِ باز آئے اور گفتار و رفتار میں انھیں کا طرز و انداز دکھائے اگر یہ شخص بالطبع تمھاری درخواست کو قبول کرے تو وہ ہرگز مذہب نہیں ہے اور اگر انکار کرے تو پھر خالقِ عالم کی نسبت کیون اقرار کیا جاتا ہے کہ اُسے مجردانہ مقدس وضع کو چھوڑا اور بلا ضرورت اپنے تئیں کم رتبہ مخلوق کی شکل میں نمایان ہونا گوارا کیا۔

الحجۃ الرابعۃ

خداوندِ عالم سمیع و بصیر بالکِ زمین و آسمان ہے۔ مبتلائے کدورت جسمانی اپنے اعمال میں اعضا سے کام لیتا ہے مگر قادرِ مطلق تو جسمیت سے فی حد ذاتہ پاک ہے اور محض اُسکا ارادہ یا حکم واسطے تخلیق اور جملہ نظامی کارروائیوں کے کافی اور وافی ہے۔ یقول کن فیکون فرض کیا جائے کہ اُس نے باوجود ان صفات کمالیہ کے حیوانی شکل اختیار کی تو اُسکی کوئی غرض منجملہ اغراضِ فیہی ہوگی (۱) عالمِ حوادث کا تماشا کرے (۲) دو ستون کو برکت دے دشمنوں کو مبتلائے بلا کرے (۳) نظامِ عالم و تخلیق ممکنات کی کوئی کارروائی عمل میں لائے مگر یہ سب کام تو یوں بھی وہ بدرجہ اتم کر سکتا تھا پھر کیا وجہ داعی ہوئی کہ اُس نے دوسرا روپ بھرا اور شانِ کبرائی کو خاک میں

۱۔ کسی شے کو کہتا ہے کہ موجود ہو جا پس وہ موجود ہو جاتی ہے ۱۲

ملادیا (س) شاید بنفس نفیس مصائب انسانی کا اندازہ کرنا یا لداؤ جسمانی کا لطفت اٹھانا مقصود تھا چنانچہ متقدمین حلول کی روایتوں سے ظاہر ہے کہ خالق کائنات نے عالم کائنات میں مصیبتیں جھیلین اور عیش و سرور کے بڑے بڑے مزے اڑائے ہیں۔

(ج) **اولاً**۔ جو ذات عیب جسمانی سے پاک ہو اس کو ایسا شوق پیدا نہیں ہو سکتا **ثانیاً**۔ وہ عالم الغیب والشہادۃ خود جانتا تھا کہ مصیبت کی تلخی عیش کی شگھاس مخلوق کے ذائقہ پر کیا اثر ڈالتی ہے اس لیے اُس کے استدراک میں کوئی دوسری کوشش کرنی درحقیقت تحصیل حاصل کی کارروائی تھی جو حکیمانہ شان کے خلاف ہے۔

(س) شاید تعلیم اخلاق مراد رہی ہو یا یہ مقصود رہا ہو کہ اُس کے بندے اپنے معبود کی زیارت سے سعادت حاصل کریں (ج) تعلیم اخلاق کی کارروائی انبیاء کی وساطت سے ممکن تھی جو درحقیقت انسان تھے مگر ملکوتی صفات کے جلوے اُنکی ذات سے عیان تھے۔ دنیا کے دارالامتحان میں حصول سعادت کا عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ انسان خدا کو نہ دیکھے اور محض قوت ادراک سے اپنے خالق کو پہچان لے اور جب خدا خود ہی تماشائے قدرت دکھاتا ہو اس بزم میں پہنچ گیا تو امتحانی پالیسی کی قوت گھٹ گئی اور عمدہ ذریعہ حصول سعادت کا مفقود ہو گیا (س) جب خدا اپنے افعال ارشے میں آزاد ہو تو وہ جو چاہے کر سکتا ہے انسان کی کیا مجال ہے کہ اپنے خالق پرستی کی آزادانہ کارروائیوں کے متعلق اعتراض کرے۔

رگن را چه مجال ست که بر سز کلال از بہرہ سازی و چرا می شکنی

(ج) یہ عامۃ الورد و عذرو حقیقت شکلات میں اہل مذہب کی بڑی مدد کرتا ہے لیکن ذوق سلیم چاہیے کہ موقع مناسب پر اسکو کام میں لائے۔ اس جگہ اگر یہ عذر معقول ہو تو راون کا گروہ بھی اپنے سرگروہ کی نسبت کہہ سکتا ہے کہ جو افعال ناشائستہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں وہ سب بنفاد آزادانہ اختیار جائز کے صادر ہوئے تھے کسی عورت کو لے بھاگنا بے گناہوں کو مارنا ایک مخلوق کے تیرون سے مجروح ہونے کا بلبہ خاکی کو چھوڑ دینا خالقانہ مذاق کے کرشمے تھے یہ نہ پوچھو کہ اُس نے ایسا بھونڈا مذاق کیوں کیا کیونکہ وہ خود مختار تھا کرتار باجو اسکو بھاتا تھا۔ سچ یوں ہے کہ اگر یہ عذر خلاف شان کارروائیوں میں بھی لائق قبول ہو تو ہر خذف ریزہ سے جو فرش خاک پر پامال ہو رہا ہے اندیشہ کرنا چاہیے کہ کمین خدا نہواور مذاقا ساکت و صامت بعالم ظاہر نہ بنا ہو۔ اب اُس خذف ریزہ کو توڑ دو اور پوچھو کہ اگر وہ قادر توانا کا اوتار تھا تو کیوں مغلوب قوت انسانی ہو گیا اسکا جواب دیا جائے گا کہ یہ بھی ایک خداوندی مذاق تھا اور جنگاں خدا اسپر مکملہ جینی کرنے کو مجاز نہیں ہیں۔ الحاصل ثمرہ ایسے عذر کا یہ ہوگا کہ شان الہی سلسلہ مذاق میں الجھ جاسے اور کار خائن عظمت درہم و برہم ہو۔

الحجۃ الخامسة

ہم لوگ فطرت سے مجبور ہیں ورنہ غذا کو حلق سے ایک بالشکے فاصلہ پر سڑانا اور فضلہ کو کشکول معہ میں دیر تک لیے رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں

لطافت اور پاکیزگی سے منزوں و درہن اور میرا تو یہ خیال ہو کہ اگر انسانی روح کو اختیار
 دیا گیا ہوتا تو ایسے دل و دماغ میں سمانا گوارا نہ کرتی جس سے اتنا قریب وعدہ کا سند اس
 قائم کیا گیا تھا و **تو** انسانی ضرورتوں کو تم خوب جانتے ہو خدا کے لیے ذری نصیب
 کرو کہ پاک ذات پاک صفات نے ایسے قالب میں آنا کب گوارا کیا ہوگا (س) یہ سب
 ایک ظاہری تماشا تھا لیکن حقیقت نہ وہ ذات پاک جسمانی قالب میں آئی اور نہ جسمانی
 معائب سے متاثر ہوئی (ج) پھر دیکھنے والوں نے پریشان خواب دیکھا سننے والوں
 نے فرضی قصے سنے عقلی مجالس میں اُٹکا تذکرہ فضول ہے۔ جو لوگ آنکھیں پھاٹکے ایک
 چیز دیکھتے اور کانون سے ایک آواز سنتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ درحقیقت کسی چیز کا اور
 کسی آواز کا وجود نہیں ہے اُن لوگوں کی قوت باصرہ و سامعہ میں کوئی نقص ہو گیا یا انکار
 بہت پر کمزور ہے ہو گی پس اب کوئی کہے تو کیا کہے اور سمجھائے تو کیا سمجھائے۔

مخلوق کی پریش اگرچہ وہ منظر صفات الہی ہوں نا جا رہی

دنیا کے سب مذہبوں سے پُرانا بت پرستوں کا مذہب ہو شاخیں اعتقاد کی بدلتی
 رہی ہوں لیکن شعار بت پرستی جو ان کے سب فرقوں کا مشترک اصول ہے مدتوں سے یکساں
 چلا آتا ہے۔ اس اصول سے اختلاف کرنے والے فرقوں میں مسلمانوں کا فرقہ زیادہ سخت
 مخالف ہے مگر ان کی کتاب آسمانی میں جن انبیاءوں کے تذکرے تبلیغ کے تحریر ہیں اُن میں
 سب سے پہلے نوح علیہ السلام ہیں اور اُن کے عہد میں یا اُن کے عہد سے پہلے بھی

مخلوق کی پریش اگرچہ وہ منظر صفات الہی ہوں نا جا رہی

و دوسرے غیر بتوں کا وجود تھا اور طوفان میں ڈوبنے والی قوم سرگرمی کے ساتھ
 اُن بتوں کی پرستش کرتی تھی **قَالَ لِلَّهِ تَعَالٰی وَكَالَؤُلَآئِكَ دُنتُ الْهِنْدَ وَلَا تَذَلُّنَّ**
وَاَوْ لَا سَوَاعَا وَلَا يَغُوْتُ وَبِعُوْنِي وَشَكْرًا (پارہ ۲۹ سورہ نوح رکوع ۴)۔ اس
 قدامت کو دیکھ کے جستجو پیدا ہوتی ہے کہ بنی آدم نے اس روش کو کیوں اختیار کیا اور اسمین کیا
 دلاویزی ہے کہ باوجود مرد و دھور کے اور باوجود قومی مخالفتوں کے اب تک بہت بڑی جماعت
 انسانی جو دشمنوں سے خالی نہیں ہے اُسی پرانی لکیر پر چلی جاتی ہے۔ مخصوصانہ جنس میں
 دوسروں کو بے سمجھ کہدینا آسان ہے لیکن ہندو شہنشاہ کا فرض ہے کہ بنیاد رواج کو تلاش
 کرے اور پھر بیل ثابت کرے کہ یہ رواج ہر چند پرانا ہے لیکن **عَفَا** واجب الزکر
 ہے۔ چنانچہ اب میں اس رواج کی بنیادوں کو فقرات ذیل میں ظاہر کرتا ہوں۔ (۱) اگلے
 زمانہ میں عقلی شائستگی کی ابتدا تھی اور انسان میں اتنی قوت نہیں آئی تھی کہ حیات کا سہارا
 چھوڑ کے میدان تصور میں بلند پروازی کر سکے زمانہ نے رفتہ رفتہ ترقیاں کیں اور اُس
 اوج پر پہنچ گیا کہ اباب زمانہ محض عقلیات سے استفادہ کریں اور جو کیفیتیں تصویری
 متعین با مداحیات حاصل کرتے تھے انکو صرف اپنی قوت اور اکیہ سے حاصل کر لیں۔
 اُسی اگلے زمانہ میں انسان کو ولولہ خدا پرستی کا پیدا ہوا اُسکی صورت تو کسی نے دیکھی تھی
 اسلئے ہنرمندوں نے طبع آزمائیاں کیں اور ابھی سی ابھی صورتیں جو اُنکے خیال
 میں آئیں اور جن پر اُسوقت کی ہنرمندی دسترس رکھتی تھی خلاق عالم کے ایسے

بت پرستی کے وجود کا ذکر

۷ (ایک دوسرے کو ہجایا کہ) اپنے معبودوں کو ہرگز بھڑکانا اور نہ دکانا اور نہ سوا کا اور نہ لیغوث و یعوق و نسر (بھڑکانا) ۱۲

تجزیہ کر کے بنائی گئیں لیکن متوسط درجہ کا دانشمند بھی باور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ شکلیں واقعی خلاق عالم کی ہیں یا یہ کہ ذات باری اُس مصنوعی قالب میں جلوہ افروز ہو۔ پس اس درجہ کے سمجھ والوں نے اگر ایسی شکلیں تراشی ہوں تو ان کا مقصد غالباً یہی رہا ہوگا کہ خالق تمثیل کی ایک مثال گھر میں رہے اور اس کو دیکھ کے اُس ذات پاک کی یاد ہر دم تازہ ہوا کرے اس دیدار مثالی سے ولولہ شوق کی رفتار تیز ہوئی مثل اور مثال کا امتیاز باقی نہ رہا عوام نے غرض اصلی کو فراموش کیا اور برکتوں کے نزول اور بلاؤں کے صدور میں ان فرضی صورتوں کو مؤثر حقیقی سمجھنے لگے۔ (۲) فطرت انسانی میں بشرطیکہ وہ اخلاق حسن سے بہرہ مند بھی ہو بڑوں کی عظمت کرنا اور نعمتوں کا شکر کرنا اور یاد رکھنا داخل ہے اسیلے جیسا کہ اب بھی اکثر قوموں کا معمول ہے قدیم زمانہ میں یاد و گاری اکابر یا بغرض یاد دہانی کسی واقعہ کے جسمیں کسی انسان خواہ حیوان سے واقعی یا خیالی فائدے حاصل ہوئے تھے کچھ صورتیں تراشی گئیں اور ان کا اعزاز باظہار عظمت نیاز مندی کے ساتھ ہوتا رہا شدہ شدہ ضعیف الاعتقادوں نے خود باور کیا اور دوسروں کو باور کرایا کہ ان صورتوں کو نظام عالم میں دخل ہے اسیلے وہ پرستش کے مستحق ہیں۔ غرض اس طور پر بھی بے استحقاق معبودوں کی ایک جماعت کھڑی ہو گئی (۳) عالم اسباب میں برکات الہی کا نزول پڑے اسباب میں

الحجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے رسالہ المنہن علی غیرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔
 فالتمثال فی حق اللہ تعالیٰ جائز والمثال باطل فان الممثال ما یوضحہ التمثال والمثال ما یشا بہ التمثال
 پس مثال اللہ تعالیٰ کے حق میں جائز ہے اور مثل باطل ہے کیونکہ حقیقت مثال ہے کہ شے کو ظاہر کرے اور مثل ہے کہ شے کو شایع

ہوا کرتا ہے بعض انسانی خیال نے دون ہمتی کا اظہار کیا سبب کو سبب سمجھے اور بغرض اظہار نیاز کے خیالی شکلوں کو اس سبب کی طرف منسوب کر کے پوچھنے لگے۔ (۴) لغت عربی میں سجدہ کے معنی انقیاد اور حضور کے ہین اور عزت میں اس لفظ سے ایک ہیئت خاص مراد ہے جو باظہار عجز اور انقیاد کے اختیار کی جاتی ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ جبکی تعظیم مقصود ہو اس کے روبرو تعظیم کرنے والا پیشانی زمین پر رکھ کے اپنی حقارت اور اسکی جلالت کا اظہار کرے۔ یہ ہیئت اگر باظہار عبودیت اختیار کی جائے تو سجدہ کو سجدہ عبودیت کہیں گے ورنہ وہ محض سجدہ تحیت سمجھا جائے گا۔ زمانہ سابق میں سجدہ تحیت کا جائز رواج تھا خداوند عالم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں یہ سجدہ وہی سجدہ تحیت تھا ورنہ سجدہ عبودیت کے حضرت آدم مستحق نہ تھے اور نہ خداوند عالم ایسا حکم دے سکتا تھا کہ مقدس روح میں ایک مخلوق کی عبادت کر کے مشرک بن جائیں۔ یوسفؑ کو جو سجدہ ان کے بھائیوں نے کیا تھا وہ بھی تحیت کا سجدہ تھا۔ چونکہ سجدہ درمیان اغراض تحیت عبادت کے مشترک تھا اس لیے عقلا کے سجدہ تحیت کو بعض مواقع میں نامہمون نے سجدہ عبودیت

۱ قال الله تعالى واذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم فصجدوا الا ابليس طابى والسلكه

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اوجہ ہنسنے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے شیطان کے سبھوں نے سجدہ کیا مگر شیطان

(پارہ اول سورۃ البقرہ کو ص ۱۲)

کان من الکفرین

۲ قال الله تعالى واذ قلنا لآدم اسجدوا لآدم فصجدوا الا ابليس طابى والسلكه

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور انچا بھایا اپنے مان باپ کو پر تھکے اور دربار دان یوسفؑ کے سجدہ میں گر پڑے ۱۲

سمجھا اور مسجود بالتحیۃ کو کسی درجہ کا مؤثر حقیقی سمجھنے لگے۔ یہ واقعہ کہ اب بھی باوجود روشن ضمیری کے طریقہ بہت پرستی چھوڑا نہیں جاتا لائق تعجب نہیں ہے کیونکہ مدتوں کی مارت نے طبیعتوں میں معتقدانہ استقلال پیدا کر دیا ہے اور اتنے دنوں کا جما ہوا رنگ عقلی ترشح سے زائل نہیں ہوتا اور نہ پھیکا پڑتا۔ بہر حال جو تفصیل بیان کی گئی اُس سے ظاہر ہے کہ بعض افعال ابتداءً جائز طور پر نیک نیتی سے ہوتے رہے لیکن آگے چل کے خرابیاں پیدا ہوئیں اور شرک باسد کا نتیجہ ظاہر ہوا۔ واضعاً ان قانون دنیاوی وقت ترتیب مجموعہ قوانین اُن نتائج کا پورا الحاظ کرتے ہیں جو فی نفسہ مضر و فہ خلائق ہیں اور کسی جائز فعل سے اُنکے پیدا ہونے کا احتمال غالب ہو اور اسی بنیاد پر وہ فعل قانوناً ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ دنیا کے ساتھ ہم لوگوں کا تعلق چند روزہ ہے اور یہ کالبد جسکو جسم کہتے ہیں تھوڑے ہی دنوں کے لیے روح کا خیمہ گاہ ہے۔ روح ابدی ہے اور دوسرے عالم کا قیام اُسکے لیے سرمدی ہے لہذا دانشمندی کی بات نہیں ہے کہ ہم حیات دائمی کے سامان سے غفلت کریں اور بے ضابطگی سے وہ روش اختیار کریں جو ہمارے لیے یا ہمارے ہمجنسوں کے لیے خطرناک ہو۔ اسلام نے اسی اہم ضرورت کو پیش نظر رکھ کے سخت تاکید کی ہے کہ صورتیں نہ تراشی جائیں اور بطور تحیت بھی غیر خدا کو سجدہ نہ کیا جائے اسطرح جملہ ایسے امور جن سے احتمال شرک باسد کا تھا شرعاً ناجائز قرار پائے ہیں اور اگر طبیعت انصاف پسند ہو تو کوئی دورانہش نہیں کہہ سکتا کہ اسلام کی یہ دور بینی بے محل

یا غیر ضروری تھی۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ سجدہ تحیت فی نفسہ شرک بالسد نہیں ہے اور
 یادگار سی صورتوں کے بنانے میں بھی عاقلوں کا یہ مقصود نہیں ہوتا کہ وہ موثر فی العالم
 خیال کی جائیں لیکن آخر ہماری سوسائٹی میں عقلمند بے عقل عالم و جاہل ہر طرح کے
 افراد شامل ہیں اور جیسا کہ تجربہ سے ثابت بھی ہو گیا اندیشہ صریح موجود ہے کہ آئندہ عوام
 افعال خواص کی غلط تعبیر کریں اور ورطہ شرک میں اُلکھوڑ و بنے کی رغبت پیدا ہو
 لہذا ہمدردی جنسی کے خلاف ہے کہ ہم عوام کی پروا نہ کریں اور ایسے افعال غیر ضروری
 کے مرکب ہوں جو ہمارے لیے نہ سہی مگر دوسروں کے لیے ذریعہ ہلاک ہو سکتے ہیں
 پسندی کہ شہری لبوز و بنار اگرچہ سرائیت بود برکنار

سر ولیم میور صاحب جو ہندوستان میں لفٹنٹ گورنر بھی رہ گئے ہیں
 بڑے ذی علم عیسائی تھے انھوں نے ایک کتاب موسوم بہ **لائف آف محمد**
 تحریر کی ہے ہر چند اپنے مذہب کی پاسداری انکی تصنیف سے عیاں ہے لیکن بعض مقامات
 پر انکو انصاف پسندی نے یا اسلام کی روحانی قوت نے اقرار حق پر مجبور کر دیا ہے چنانچہ
 ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں ”وہ پہلا رکن توحید جسکی بنیاد عقل اور وحی پر ہے محمد کی
 شہادت سے استحکام کو پہنچا چنانچہ انکے پیرو ہندوستان سے مراکو تک ارباب توحید
 کے لقب سے ملقب ہیں اور تصویرون کی ممانعت سے (اُن لوگوں میں) بہت بڑی
 کا خطرہ مٹ گیا ہے“

اہل یورپ تصویرون کے بڑے شائق ہیں لیکن باوجود اس شوق کے صاحب مروج کا

اقرار مصلحت امتناع سے ایک عمدہ سند ہے کہ تصویرون کے روکنے میں اسلام نے بڑی دوراندیشی برتی ہے۔ کسی جلیل القدر عظیم الشان مخلوق کو دیکھنا اور اُس کے بنانے والے کی عظمت کا خیال کر کے جبین عقیدت کو خاک نیاز پر رگڑنا، حقیقت شرک نہیں ہے بلکہ یہ بھی خدا شناسی کی ایک نشانی ہے کسی شاعر نے کہا ہے۔

جی چاہتا ہے صنعتِ صالحہ پہ ہونِ ثناء
بُت کو بٹھا کے سامنے یادِ خدا کر دین

لیکن چونکہ یہ ایسی دیوانہ نیاز مندی ہے جس سے خدا شناسی کا عالم نورانی مگر رہو سکتا ہے اس لیے اس طریقہ کو عقل پسند کرتی اور نہ حکیم علی الاطلاق کی ذات پاک سے امید ہو سکتی کہ اُس کو عزت قبول عطا فرمائے گا۔ (س) مسلمان بھی کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں مگر اُسی طرح اگر کسی مخلوق کی طرف سجدہ کیا جائے اور اُس سے مقصود خالق کی عظمت ہو تو کیا مضائقہ ہے (ج) مانعیت کی ضرورت بلحاظ خیالات انسانی داعی ہوئی ہے اور جہاں تک معلوم ہے اتنا تک کسی با وقعت گروہ کو یہ لغزش نہیں ہوئی کہ وہ کسی مکان کو خدا یا مؤثر حقیقی قرار دے بخلاف دیگر مخلوقات کے کہ اُن کو بڑی بڑی جماعت نے مؤثر سمجھا اور اس طرح اُن کی روحانی عزت مٹ گئی۔ مشرکین عرب زمانہ جاہلیت میں کعبہ کو مؤثر نہیں جانتے تھے اور تیرہ سو برس سے زیادہ عرصہ ظہور اسلام کو گدرا اور مسلمانوں کے بہت سے فرقے اس عرصہ ممتد میں بلحاظ اختلاف عقائد بن گئے لیکن اُس گھر کو جب کاشرفِ مسلم تھا کسی نے مؤثر حقیقی خیال نہیں کیا اس لیے کعبہ پر دیگر مخلوق کا قیاس کرنا غلط ہے اور اُس کی غلطی تجربہ سے بھی ثابت ہو چکی ہے (س) صوفیوں کے

تقدس کو بہت بڑا گروہ مسلمانوں کا تسلیم کرتا ہے اور اس صوفیانہ حلقہ کی عظمت ہے کہ جب تک امام غزالی رحمہ اللہ اُس میں داخل نہیں ہوئے اُن پر اسرار حقیقت نہیں کھلے (دیکھیے اُنکا رسالہ موسوم بمبقد من الضلال) لیکن اکثر شاخ کے روبرو اُن کے معتقدین سجدہ کرنا ذریعہ کسبِ سعادت جانتے ہیں اگر وہ سجدہ محمود ہو تو پھر دوسری قومیں جو سجدہ کرتی ہیں وہ کیوں غیر محمود کہا جاتا ہے۔ (رج) صوفیہ کرام کا گروہ پرشکوہ بے شبہ منتخب ہندگان الہی سے ہے لیکن دانشمندی کا فرض ہے کہ قبل تسلیم تقدس کے جانچ کر لیجائے کہ دعویٰ کرنے والا حقیقت اسلامی صوفی ہے یا یہ کہ دوستوں کے بھیس میں اُس مجموعہ اخلاق کا شیرازہ توڑ رہا ہے جسکی ترتیب مجتہدان صوفیہ نے کی تھی اور اُس کیمیاے سعادت کی مٹی پیدا کر رہا ہے جسکو ان بزرگوں کے دستِ حق پرست نے بڑی محنتوں سے تیار کیا تھا۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کی رفعت شان اُنکی تصنیفات سے ظاہر ہے اور آج اسلام کو فخر ہے کہ پیروان مذاہب دیگر میں ایک بھی مثل اس اسلامی فلسفی کے دقیقہ رس متقی بلند خیال موحد نشان نہیں دیا جاتا عیسائیوں کو اُن خطوط پر بڑا ناز ہے جسکی نسبت حواریوں کی طرف کی جاتی ہے لیکن سچ یوں ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ کی تصنیفوں نے اُن سب کا وزن ہلکا اور رنگت بھیکا کر دیا ہے یہ قدسی نفس کبھی گوارا نہیں فرماتے تھے نہ صوفیان با صفا گوارا کرتے کہ اُنکا کوئی معتقد غیر خدا کو سجدہ کرے اور گناہ کبیرہ خواہ شرک فی العبادۃ کا مجرم بن جائے۔ فناء عالمگیری

ایک مستند کتاب فقہ کی ہر جس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر خدا کو تعظیماً سجدہ کرنا حرام ہے اور اگر یہ سجدہ بغرض عبادت خواہ بلا کسی نیت کے کیا جائے تو وہ منجر بکفر ہوتا ہے۔
ہر گاہ سلسلہ بیان یہاں تک پہنچ گیا اسلئے میں ایک مختصر کیفیت تصوف کی گزارش کرتا ہوں۔

التَّصَوُّف

التَّصَوُّف

یہ لفظ صفا سے بنایا گیا ہوا تصوف سے مگر صوفی وہ ہے جس کا دل دنیاوی کدورتوں سے پاک اور خدا کی محبت سے معمور ہو سید الطائفة جنید بغدادی نے فرمایا ہے **التَّصَوُّفُ أَنْ تَكُونَ مَعَ اللَّهِ لَا عِلَاقَاتٍ** اور رویم کہتے ہیں **التَّصَوُّفُ اسْتِزْسَالُ النَّفْسِ مَعَ الْحَقِّ عَلَى مَا يُرِيدُ** اور ب سے بہتر تصوف کے

۱۔ **نوائے عالمگیری** میں تحریر ہے **التواضع لغیر اللہ حرام** کذا فی الملتقط من سجد السلطان **تواضع** (غیر شرعی) واسطے غلبہ کے حرام ہے ایسا ہی لکھا ہے فقط میں سجد کرے بادشاہ علی وجہ التعمیۃ او قبل الارض بین یدیه لا یکفر ولا کن یا شہ لا رتکاب ۱۱
بطور تحجیم کے یا زمین بوس بول کے سامنے تو کا فر ہو گا لیکن گنہگار ہو گا بوجہ ارتکاب سخت گنہ الکبیرۃ **هو المختار** وقال الفقیہ ابو جعفر وان سجد السلطان بذیۃ العبادۃ کے یہ قول مختار ہے اور کما فقیہ ابو جعفر نے لکھ رکھا ہے سجدہ کرے بادشاہ کو بہ نیت عبادت کے یا کوئی اولہم یحضرہ النبیہ فقد کف کذا فی جواہر الاخلاص ۱۲
نیت نہ ہو تو کا فر ہو گا ایسا ہی لکھا ہے جو اہرا خلاصی میں ۱۲ **تصوف** یہ ہے کہ یہ ترک تعلقات خدا کے ہو رہو ۱۲ **تصوف** نام ہے اپنے نفس کے چھوڑ دینے کا خدا کے ارادہ پر ۱۲

اصطلاحی معنی ابو محمد جریری نے یوں بیان کیے ہیں **التَّصَوُّفُ الدُّخُولُ فِي**
كُلِّ خَلْقٍ سَنِيٍّ وَآخِرٍ وَبَرْ مِنْ كُلِّ خَلْقٍ دینی مسلک تصوف کا بڑا رکن زہد ہوا و ر
 امام محمد غزالی نے اپنی تصنیفات میں لکھ دیا ہے کہ زاہد کا کمال یہی ہے کہ وہ خدا کی محبت
 میں سطح مستغرق ہو کہ نعیمِ جنت کی تمنا اور عذابِ دوزخ کا اندیشہ باقی نہ رہ جائے۔
 ایسے ہی زاہدوں کو ولی بھی کہتے ہیں جبکہ تعریفِ ابوعلی گورکانی نے ان الفاظ میں
 کی ہے **الْوَلِيُّ هُوَ الْفَانِي فِي حَالِهِ وَالْبَاقِي فِي مَشَا هَذِهِ الْحَقِّ كَمَا يُمْكِنُ لَهُ**
عَنْ نَفْسِهِ اخْبَارًا وَلَا مَعَ غَيْرِ اللَّهِ قَرَارًا ایمنہ یہ خیال کرنا کہ فنا فی حبِ اس
 ہو جانے والے ضوابطِ شرعی سے آزاد ہیں ایک نفسانی وسوسہ و شیطانی سفسط
 ہے کیونکہ خدا نے تو خود اپنی دوستی کا معیار رسولِ اس کی تبعیت کو قرار دیا ہے۔ **قَالَ اللَّهُ**
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (بارہ ۳ سورہ آل عمران
 رکوع ۴) سعدی علیہ الرحمہ اسی معیار کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

خلافتِ پیمبر کے رہ گزیدہ کہ ہرگز بمنزلِ نخواستہ نہ رسید
 رسالہ شیریہ میں تحریر ہے **مَنْ شَرِطَ الْوَلِيَّ أَنْ يَكُونَ مَحْفُوظًا كَمَا أَنْ مِّنْ شَرِطٍ**

تصوف اختیار کرنا ہے تمام اخلاقِ بلند کا اور نکلنا ہے اخلاقِ پست سے ۱۲
 ولی وہ ہے کہ اپنے خیال میں فانی اور بشاہد حق (اسرار الہی) باقی ہوا اسکے لیے غیر ممکن ہے کہ اپنے
 حال سے خبر ہے یا غیر خدا کے ساتھ قرار پکڑے ۱۲
 لیے پیغمبر لوگوں سے کہو کہ اگر تم اس کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اس کو دوست نہ رکھو گا ۱۳
 ولی کی شرط یہ ہے کہ (گناہوں سے) محفوظ ہو جیسا کہ نبی کے لیے شرط ہے کہ معصوم ہو پس جس شخص پر
 شرعاً اعتراض وارد ہوا اُسے فریب لکھا ہوا اور دھوکے میں نہ لگایا ۱۲

نہیں کیے جاسکتے مگر ہم سنتے ہیں کہ اُن پر عرصہ تک سکر بخود طاری رہا اور اُس حالت میں بھی خدا پرست بندہ صالح نے نہ اوامر شرعی کو ترک کیا اور نہ منہیات کے مرتکب ہوئے۔

نقل ہے کہ بایزید بسطامی ایک شخص کی ملاقات کو تشریف لے گئے جسکی نسبت اُن دنوں مشہور تھا کہ درجہ ولایت پر فائز ہے لیکن یہ دیکھ کے کہ وہ شخص قبلہ کی طرف تھوکتا ہوا اتنے منتظر ہوئے کہ سلام تک نہیں کیا اور یہ کہتے ہوئے واپس چلے آئے کہ جو بے ادب ضوابط شرعی کا پابند نہیں ہے وہ کب امین اسرار الہی ہوگا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر کے علوئے مرتبہ سے اسلامی دنیا واقف ہے اُنکی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا مگر وقت داخلہ مسجد بایان پاؤں آگے بڑھایا حضرت شیخ ترک سنت پر ایسے برہم ہوئے کہ آنے والے کو ٹکوا دیا اور فرمایا کہ جو شخص دوست کے گھر میں باادب آنا نہیں جانتا وہ اس قابل نہیں ہے کہ صوفیوں کے حلقہ میں بیٹھے۔

ان اسناد سے ظاہر ہے کہ صوفیان باصفا کی کیا سیرت اور کیا روش تھی۔ خدا رسیدہ ہونا تو بڑی بات ہے شیخ ابوسعید کے طرز عمل سے یہ پتا چلتا ہے کہ مستحبات کا تارک بھی یہ قابلیت نہیں رکھتا کہ صوفیوں کا شریک حلیہ ہو سکے۔ قدام صوفیہ کے عموماً ویسے ہی خیالات تھے جنکا نمونہ ہم نے دکھا دیا۔ وہ بزرگوار مستحبات شرعیہ کو بطور فرض واجب الادا جانتے تھے اطوار پاکیزہ تھے اخلاق ستودہ تھے لیکن فتنہ دائرہ سعادت مٹ گیا حکماء اسلام کی فرشتہ خصال جماعت اُٹھ گئی خانقاہوں میں جاہل شعبہ باز دم مدار کہتے ہوئے کو دھڑے بساط شرع کو کوٹنا شروع کر دیا اُن کے

غوغائے بے معنی سے عقل کا دماغ پریشان ہو گیا اور غیر قوموں کو جو اس راز سے ناواقف
ہیں موقع ملا کہ ناقصوں کے ناقص افعال کی سند لائیں اور اسلام کی مہذب روش پر
الزام لگائیں۔ اچھون میں بُکے بُرون میں اچھے ہمیشہ سے ہتے آئے ہیں لیکن اگلے
زمانہ میں سچے صوفیوں کی معقول جماعت برقرار تھی جسکو تغیرات زمانہ نے توڑ دیا
اور صوفیوں کے بھیس میں اس قدر خود غرض دنیا دار پھیل گئے ہیں کہ بچوں کا چھوٹا
سے امتیاز کر لینا دشوار ہو گیا ہے۔ اب بھی دنیا قدسی صفات بزرگوں سے خالی نہیں
ہو لیکن باستثناے چند جو امور بالہدایت ہیں غالباً عام عارفان طریقت کو اہل جلسہ
کی بدتمیزیوں نے شرم دلائی اور غیر مندوں نے اپنا نورانی چہرہ بالقصد نقاب
نخا میں چھپا لیا ہے۔

تنویر قلبی کی کیفیتیں قلب انسانی میں جو گنجینہ اسرار الہی ہر تین طریقہ سے پیدا
ہوتی ہیں اور کبھی متعدد طریقے ایک ہی شخص میں اپنا جلوہ دکھاتے ہیں۔
پہلا طریقہ وہی ہے اور خدا نے چند مقبول بندوں کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ اگر
شوق سے خود بخود جہل اُٹھے اور اپنے نور ہدایت سے دوسروں کو بھی بہرہ مند
سعادت کر دیا۔ ایسے برگزیدگان خدا کے دل و دماغ دوسرے ہوتے ہیں
اور بوجہ فطرتی مناسبتوں کے وہ مبداء فیاض سے تربیت پاتے ہیں اور بے رحمت
طلب روحانی برکتیں انکی بلا گردان رہتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اسی طریقے سے
فیضیاب ہوئے چند صادق الایمان پیروان ملت کو بھی اس طرح کے فیض سے

بہرہ مندی ہو چکی ہو اور ممکن ہو کہ اب بھی ہوتی ہو۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دنیا کے تعلقات کم ہوں زہد و تقویٰ و اتباع سنت کے ساتھ خاص دل آویزی ہے تلاوت قرآن اور فکر معانی سے خوف و خشیت کی کیفیت صدق و محبت کا جوش و ملین پیدا کیا جاوے یہ طریقہ بالذات خدا پرستی اور حق شناسی کا ہے لیکن آئینہ دل بھی ضمنتا صاف ہو جاتا ہے۔ اسرار الہی کے جلوے نمایاں ہوتے ہیں اور اشراق قلبی کی کیفیت کا لبد خاکی کو بقعہ نور بنا دیتی ہے۔ صحابہ کرام اور صالحین سلف نے یہی روش اختیار کی تھی اور بخیر منزل مقصود کو پہنچ گئے اور اب بھی جس بلند حوصلہ کو وصول الی اللہ کی تمنا ہو حتیٰ الوسع اسی شاہ راہ پر چل کھڑا ہو جس میں نہ کسی راز خفی کا پیچ ہو اور نہ اُسکے مسافروں کو شیطانی رہزنی کا زیادہ خطرہ ہو۔

تیسرا طریقہ ذکر و شغل کا ہے اس طریقہ میں کم کھانا کم سونا ترک و تجرید ذرائع استفادہ ہیں۔ ذکر الہی کے کچھ ضوابط مقرر ہیں اور تصورات کے قوی کرنے کی چند تدبیریں بتائی گئی ہیں جو نفسانی قوتوں کو کمزور کر کے موجب تقویت روح انسانی ہوتی ہیں اس راستہ پر چلنے والوں کا قلب صنوبری جلد روشن ہو جاتا ہے اور کم و بیش واقعات غائب از نظر اُس پر منکشف ہو چلتے ہیں۔ متوسط درجہ کے عالموں کی توجہ میں بھی اثر آجاتا ہے کہ دوسروں کے قلوب کو مغلوب کر کے بخود ہی کی حالت طاری کر دیں۔ یہ طریقہ بالذات واسطے صفائی قلب کے ایجاد کیا گیا ہے لیکن جب قلب صاف ہوا

اور روح کو کہد ورت جسمانی سے آزادی ہو گئی تو پھر لوح دل پر جو نقش مطلوب ہو گا سانی لکھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ بہر وہان طریقہ ذکر میں خوش نصیب ارادتمند باتباع شریعہ و باستمداد اخلاق حسنہ خدا کی محبت کو اپنے سینہ میں بھر لیتے ہیں اور انکا آئینہ دل منظر انوار تجلی ہو جاتا ہے لیکن کوتاہ اندیش پست خیال طالب اسی قلبی صفائی کو منزل مرادات سمجھ کے قناعت کر لیتے ہیں اور سمریزم کے ہمشکل تماشے دکھا کے مسلمانوں کو طریقہ سنیہ محمدیہ سے بہکاتے ہیں۔ اکثر عوام اور بعض پکے دل والے خواص جنکو درحقیقت رضاے اسی کی جستجو ہوتی ہے یہ کرشمے دیکھ کے کرامت کا یقین کر لیتے ہیں اور انکا نیک نیت قافلہ رہزنوں کے ہاتھ لٹ جاتا ہے۔ یہ طریقہ اسلام کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں رکھتا یونانی حکماء اشراق اس فن کے بڑے ماہر تھے جو گیون نے بھی اُسکی مشق میں بڑا کمال حاصل کیا تھا۔ صفائی قلب بیشک ایسی صفت ہے جو ہر مذہب و ملت میں مدوح ہے کیونکہ اسکو ہر خیال کا آدمی اپنے مذاق کے موافق کام میں لاسکتا ہے لیکن میں باصرار رکھتا ہوں کہ محض اسی اشراق کو اسلامی تصوف سمجھنا اور صاحبان اشراق کی پیروی میں طریقہ سنت کو چھوڑ دینا اعتقاد کی مستی اور عقل کی تیرگی ہے۔

ماہران فن حدیث فرماتے ہیں کہ اس طریقہ کی تعلیم پیغمبر علیہ السلام سے مروی نہیں ہے لیکن صوفیوں کا گروہ جسکا تقدس لائق تسلیم ہے ظاہر کرتا ہے کہ بطور راز اس کے اصول و دقائق بعض صحابہ کو بتائے گئے تھے۔ بہر حال چونکہ ضوابط مقررہ کے ساتھ

خدا ہی کا ذکر کیا جاتا ہو اور صاحبین سلف رحمہم اللہ نے اُنکو قبول کر لیا ہو اسیلئے اُس پر جرح و قبح کرنا داخلِ نافہمی ہے لیکن درمیانِ اشراق اور اسلامی تصوف کے فرق نہ کرنا تو اُس سے بھی زیادہ بے امتیازی ہے۔ ہیولاے اشراق کو حکماء اسلام نے ہر چند بصورتِ مغرب نایا کر دکھایا لیکن پھر بھی اُسین چند نقائص باقی رہ گئے ہیں۔
اولاً۔ یہ رنگ اپنے طرز میں خوشنما اور کسی قدر شوخ ضرور ہو مگر ہر حقیقت خام یعنی جیسا کہ جلد چڑھ جاتا ہو ویسا ہی سریع الزوال بھی ہے۔

ثانیاً۔ ہر چند اس طریقہ پر چل کے طالب منزل مقصود تک تھوڑے دنوں میں پہنچ جاتا ہو لیکن راستہ ہفت خوانِ رستم کا سا خطرناک اور دشوار گزار ہے۔ دیو نفس مختلف کمال میں برسرِ مقابلہ آتا ہو اور روح شیطانی دوست و دشمن کے پیرایہ میں کوششیں کرتی ہے کہ راہ رو کو قعرِ گراہی میں ڈھکیل دے اور یہی وجہ ہے کہ تھوڑے افراد منزلِ سعادت پر پہنچتے ہیں۔

ثالثاً۔ اکثر ضعیف القلب حرارتِ ریاضت کو برداشت نہیں کر سکتے اور کم و بیش عوارضِ دماغی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ خیالات کو ساتھ لے کے یہ لوگ تنہائی میں یا وحشت ناک ویرانوں میں اسماءِ اکسی کا ذکر کرتے ہیں اور کمزور طبیعتیں مغلوب و اہمہ ہو کے متاعِ عقل و ہوش کھو دیتی ہیں۔ ایسی صورت میں کہا جاتا ہو کہ وردِ اسماءِ جلالی کی ترکیب بگڑ گئی اور اُسی نے یہ اثر دکھایا ہو حالانکہ خدا کا ذکر کسی حال میں باعثِ وحشت نہیں ہو بلکہ اُس سے توجہ

ہمیشہ اطمینان قلبی حاصل ہوتی ہے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الْإِنْسَانُ لِرَبِّهِ**

تَطْمَئِنَّ الْقُلُوبُ (پارہ ۱۳ سورہ الرعد رکوع ۴)

دو پچھلے نقص زیادہ سنگین ہیں اور انکی آفتوں سے بچنے کے لیے ضرور
ہے کہ دانشمند استاد یعنی پیر روشن ضمیر کا ساتھ ہو تاکہ وہ طالب کے مناسب حال
ریاضتوں کی تجویز کرے اور قوت طبعی کا اندازہ کر کے وظیفہ خوانی کا موقع و محل
بتائے اسکی نگرانی میں بے سمجھ نوا موز شیطانی و سوسون میں پڑنے کے اشراقی حالت
پر قناعت نہ کرے اور وصول الی اللہ کی طلب چھوڑے ایجاد فی الشرع کی جراثیم
کا مرکب نہ پچھے۔ اگر معلم ناقص ہے تو پھر متعلم جس حالت زار کو پہنچ جائے اُسپر
تعجب کی کیا وجہ ہے۔

فَمَنْ يَكُنِ الْغُرَابُ لَهُ دَلِيلًا يَمُرَّ بِهِ عَلَى جُنُوجِ الْكَلَابِ

نقل ہے کہ شیخ احمد جامی نے جب مودود حشری کو سجادہ مشیخت پر بجائے انکے
عالمی قدر بزرگوں کے بٹھایا تو جانشینی کو قید علم کے ساتھ مشروط کر دیا تھا اور یہ
بزرگانہ نصیحت کی تھی کہ آپ بفعل سجادہ کو طاق پر رکھ دین اور تحصیل علم کی کوشش
کرین کیونکہ زاہد بے علم شیطان کا مسخرہ ہوا کرتا ہے۔ (نفحات الانس) عام زاہدوں
سے قطع نظر اگر صدر نشینان بزم ہدایت یعنی پیران طریقت خدا انخواستہ بے علم ہوں

۱۱ مومن کو خدا کی یاد سے دلون کو سنگین ہوتی ہے۔ ۱۲

۱۲ جسکا رہنما کو آجھو اسکی رہنمائی راہ رو کو بوسیدہ نقش سگ کی طرٹ لیجا یگی۔ ۱۳

اور خود انھیں کے ساتھ شیطان کو ٹھٹھول کی جرأت حاصل ہو تو غور کرنا چاہیے کہ انکے
 متقیدین کی کیا گت ہوگی۔ وہ علمائے ظاہر جنکو صوفیانہ چاشنی سے بہرہ مند نہیں
 ہر عابدان بے علم سے برتر ہیں چنانچہ ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے حضور میں ایک عابد اور ایک عالم کا تذکرہ ہوا حضور نے فرمایا کہ عالم کا
 درجہ عابد سے اتنا بڑھا ہوا ہے جتنا کہ میرا درجہ اُس شخص سے عالی ہو جو تم میں سب سے
 ادنیٰ ہو پس حیف ہے کہ کارفرمایان طریقت جنگی زیارت ذریعہ سعادت دارین خیال کیجائی
 ہر اُس پایہ پر بھی فائز نہ ہوں جو علمائے ظاہر کو حاصل ہر اسیلے پر طریقت کو عالم زاہد
 ہونا چاہیے نہ زاہد بے علم اکثر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع زہد اور علم تھے
 اگر واسطے تحصیل علم کے انکو کسی درس گاہ میں جانے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ لوگ
 دریائے علم کے فیض صحبت سے سیراب تھے۔ اب بھی مدعیان شجاعت اپنی بہرہ مند
 تربیت الہی سے ظاہر کرتے ہیں لیکن ایسے بہرہ یاب امام محمد غزالی کے عہد میں کیاب
 تھے اور ہمارے زمانہ میں تو حق یوں ہے کہ نہایاب ہیں۔

کیمیائے سعادت میں بعد تردید دعویٰ ایسے مدعیان کے تحریر ہے ”بلکہ فضل بر علمائے
 کسی (زاہد) را بود کہ دران حال چنان کامل شدہ باشد کہ ہر علم کہ بدین تعلق دارد
 و دیگران را بہ تعلم بودا و خود بے تعلم بداند و این سخت نادر بود“ زمانہ کی ضرورت میں اُسکی
 حالتوں کے موافق تغیر پذیر ہوتی ہیں اور دانشمند سمجھ سکتے ہیں کہ اس دور میں
 ملت کے ہر سرگروہ کو جو دین متین کے انصار ہیں علاوہ علم تفسیر و حدیث تفقہ فی الدین کے

علم کلام سے بھی بہرہ مند ہونا چاہیے کہ مخالفوں کے حملوں کا برجستہ جواب میں اور اپنے معتقدوں کے اعتقادی شبہوں کو استدلالاً دفع کر سکیں۔ صوفی کامل کی نسبت مشکل ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ صفات ذیل سے پہچانا جاسکتا ہے۔

اولاً۔ متقی پرہیزگار اخلاق حسن سے پیوستہ اور احکام شرعی کا پابند ہو۔
ثانیاً۔ بقدر معتد بہ علوم دینی سے واقفیت رکھتا ہو۔

ثالثاً۔ اُسکی دلپذیر نصیحتیں دل پر اثر ڈالتی ہوں اور اُسکی صحبت میں قلب کو رجوع الی اللہ کا ولولہ پیدا ہو طالبان حقیقت کو مولانا کے روم کا یہ شعر اور اس کا مضمون پیش نظر رکھنا چاہیے۔

لے بسا ابلیس آدم سے ہست پس بہرے تباہ داد دست

چھ فرقوں کے معتقدات کے نسبت میں منہ اپنے خیالات کا اظہار کر دیا اب ساتواں فرقہ باقی رہا جو وحدت کا قائل اور شرک فی الذات و فی الصفات و نیز شرک فی العبادات کا سخت مخالف ہے۔ اس فرقہ میں بہت بڑا اور نامور گروہ اسلام کا ہے اور میں اُسی گروہ میں شامل ہوں اسلئے مجھ پر فرض ہے کہ حقیقت اسلام کو تحریر کروں اور کچھ تذکرہ بانی اسلام اور اُس کتاب کا بھی لکھوں جسکی تعلیم دیگر کتب سادہ کی تعلیم سے اکمل کی جاتی ہے۔

الاسلام

لغت میں اس لفظ کے معنی انقیاد اور فرمان پذیری کے ہیں اور اگر اس کا

استعمال سادہ سادہ معنی لغوی کیا جائے تو وہ اس اطاعت پر بھی حاوی ہے جو خادماً و اوسطے اپنے آقا کے کرتا ہے اور جسکو رعیت بحضور بادشاہ وقت عمل میں لاتی ہے لیکن عرف شرع میں معنی لغوی کا دائرہ تنگ کر دیا گیا اور شرعاً مسلم اُسی شخص کو کہتے ہیں جو منقاد اور فرمان پذیر شریعت الہی کا ہو۔ یہ فرمان پذیری واقعی اور ظاہری دونوں طرح ہو سکتی ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ کمال اطاعت یہی ہے کہ باطن میں خالص نیاز مندی موجود ہو اور ظاہر میں ایسی کارروائیاں کی جائیں جو مقتضائے اطاعت و فرمان برداری متصور ہوں بغیر علیہ السلام نے اسلام کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے

اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
وَتَقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُوْنِىَ الزَّكٰوةَ وَ
تَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتُحْجَّ الْبَيْتَ اِنْ
اَسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (رواہ مسلم
عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے۔)

بعض حدیثوں میں منجملہ اعمال کے صرف روزہ و نماز کا تذکرہ تعریف اسلام میں ہوا ہے اور بعض میں زکوٰۃ کا اضافہ ہوا مگر حج کعبہ کا تذکرہ متروک رہا اس لیے ان سب پر نظر کر کے یہ اے صحیح پائی جاتی ہے کہ حدیثوں میں تعریف اسلام بحوالہ ان خصوصیات و علامات انقیاد کی ہوئی ہے اور مناسب حال استفسار کرنے والوں کی وہی علامتیں

بیان کی گئیں جنکی ضرورت بھی گئی **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَالَتْ الْأَنْعَامُ ابْ آمَنَّا**
قُلْ لَكُمْ تَوْفِيقُؤُا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْمُنَا كَمَا يَدْخُلُ الْإِيْمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ
 (پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات رکوع ۲)

بادیہ نشینان عرب زبانی اقرار کلمہ توحید اور شہادت کا کرتے تھے کم و بیش احکام شرعی
 کو بھی طوعاً و کرہاً بجا لاتے تھے لہذا وہ مسلمان کے گروہ میں شامل سمجھے گئے اور
 انکے ساتھ مومنوں کا سا برتاؤ ہوا کیا لیکن اس دنیاوی برتاؤ سے انکو کوئی فائدہ
 اخروی ممکن الحصول نہ تھا کیونکہ خدا کی نگاہ قلب پر ہر اور جب تک وہ فرمان پذیر نہ ہو
 ظاہری اطاعت کی عالم الغیب کے سرکار میں کیا قدر ہو سکتی اور کیا قیمت مل سکتی ہے۔
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ کہ اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں
وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ دیکھتا ہے ان وہ تمہارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے
 (رواہ مسلم) روایت کیا مسلم نے۔

ہاں وہ فرمان پذیر ہی جو قلبی نیاز مندی کے ساتھ ہو سبحان اللہ اُسکا کیا کہنا وہ تو
 عین ایمان ہوا و حصول برکات اخروی کا اُسی پر دار و مدار ہے۔ حجۃ الاسلام نام غزالی
 نے احیاء العلوم میں اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں بسیط تقریریں کی ہیں اور اسلام

لہ بادیہ نشینان عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہے پیغمبرؐ ان لوگوں سے کہہ دو کہ ایمان نہیں لائے ہاں یہ کہو
 کہ مسلمان ہونگے ہوا و ایمان کا تو اب تک تمہارے دلوں میں گذر بھی نہیں ہوا ہے ۱۲

وایمان کا فرق دکھایا ہوا اور دوسرے عالموں نے بھی اس خصوص میں بہت ہی کچھ طبع آزمائی کی ہیں لیکن اصل بات اسی قدر ہے کہ اظہار اطاعت عملی و اعتقادی کا نام اسلام اور خلوص عقیدت کا نام ایمان ہے۔ جناب لٹ بٹ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ان کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

اَن تُوْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَاهُ وَكَتَبُوْا رُسُلًا
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُوْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرٍ
وَشِرَاءٍ (رواہ مسلم عن عمر بن الخطاب)

ایمان یہ ہے کہ تو یقین کرے اللہ پر اور اس کے فرشتوں
و کتابوں و رسولوں اور قیامت کے دن پر اور اچھی
برسی تقدیر آئی پر۔ (روایت کیا مسلم نے عمر بن الخطابؓ)

اسلام اپنی خوبیوں میں ترقی کر کے ایمان بن جاتا ہے اور ایمان عملی حسنات سے ہموش ہو کے انسان کو فرشتوں کا ہم پائے بنا دیتا ہے۔ ایمان کی آب و تاب ہر چند گناہوں سے گھٹ جاتی ہے لیکن جب تک اعتقاد میں لغزش نہوا اعتقاد کرنے والا مومن ہے اور بتفاوت مراتب ان حقوق کے استفادہ کا اسکو حق حاصل ہے جسے قدرت نے مومن کو عطا کیے ہیں۔ قرآن و حدیث میں اسلام اور ایمان کا استعمال معانی مختلفہ میں ہوا ہے بعض مواقع میں انکی سادہ حقیقتیں مقصود بیان ہیں اور بعض مقامات پر اسلام کامل مراد ایمان و ایمان کامل محلی بہ محاسن اعمال مراد ہے سمجھنے والے بقرائن حالات ان معانی میں معنی مقصود کا تعین کر سکتے ہیں لیکن جہاں محض ایمان کی بنیاد پر مراحم جان فزا کے وعدے خدا نے کیے ہیں وہاں ایمان مع الاعمال مراد لینا اور مرکبان گناہ کو ان وعدوں سے محروم بتانا مفسرین کی تنگ ملی ہے۔

تنبیہ

مومنوں کے لیے ایک طرف بڑے بڑے وعدے الفام و مرحمت کے منصوص ہیں اور دوسری طرف تارکانِ عمل خیر و مرتکبانِ معاصی کو بلا تفریق مومن و مشرک کے روح فرسا عذابِ آخروی کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ واسطے تطبیق وعدہ و نذر وعید کے عالمانہ خیالات میں جنبش پیدا ہوئی اور دقیقہ سخنوں نے اپنے اپنے مذاق کے موافق تاویلین کیں بعضوں نے اعتقادِ عمل و نون کو جزوِ ایمان قرار دیا اور بعضوں نے اعمالِ شرعی کو عینِ ایمان بتایا لیکن یہ دونوں اُسے ایسے ناقابلِ قبول ہیں کہ قرآن میں بہت جگہ ایمان اور عمل کا بشکلِ عطف بیان ہوا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اور عمل دو مختلف الحقیقت چیزیں ہیں۔ اکثر علماء سندِ حدیث متذکرہ بالا فرماتے ہیں کہ ایمان نامِ اعتقاداتِ اسلامی کا ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے غلو فی النار سے محفوظ ہیں اور ایک نہ ایک دن اُنکو نعمائے جنت سے بہرہ مندی حاصل ہوگی اُن میں جو لوگ مرکبِ گناہ کبیرہ ہوئے ہوں ممکن ہے کہ اپنے کیے کی چند روز سزا پائیں اور پھر جنت میں جائیں یا یہ کہ فیضِ باری اُنکی دستگیری کرے اور عفوِ الہی چند روزہ عذاب سے بھی بچالے۔ یہ اُسے معقول ہے اور کچھ شک نہیں کہ اگر ایسا عقائدِ شیطان کے دستِ برد سے محفوظ رہ گیا تو انشاء اللہ جماعتِ کثیرہ کو دامنِ رحمتِ الہی اپنے ظلِ عاطفت میں لیگا اور تھوڑے کم نصیب جو پیاداشِ عملِ قبلائے عذاب

(نغوذ بالمدمنہ) ہو جائیں انکو بہت جلد غیرت الہی قہر بلا سے نکال لائے گی۔

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ
النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى اخْرُجُوا
مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ
خَرَدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَيُخْرِجُونَ مِنْهَا
قَدْ اسْوَدَّوْا فَيُلْقُونَ فِي نَهْرِ الْحَيَاءِ
وَالْحِيَامَاتِ شَكَّ مَالِكٌ فِيهِ فَيَنْتَوْنَ
كَمَا يَنْبَتُ الْحَبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ الْمِ
تَرَانَهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءُ مُلْتَوِيَةً
(رواہ البخاری)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل
ہون گے اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ
دوزخ میں تب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا اگر تم لوگوں
شخص کو جسکے دل میں دانہ خردل کی برابری ایمان
ہو پس وہ لوگ آگ سے ایسی حالت میں نکالے جائیں گے
کسیا ہ ہو گئے ہوں گے پھر وہ نہراں یا نہریات
میں (شک کیا مالک رہنے) ڈالے جائیں گے اور سرسبز
ہو جائیں گے جیسا کہ جنتا ہر شگونہ انکو رکھنے سے سیل
کے کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ نکلتا ہو زرد پیچیدہ۔
(روایت کیا بخاری نے)

ظہور اسلام کے زمانہ میں عرب اور عراق عرب میں مختلف حکومتیں جنکے ضوابط و احکامات
تھے اور جن میں اکثروں کا مذہب ایک دوسرے سے مناسبت نہیں رکھتا تھا
فران روا تھیں۔ اُسکا ایک حصہ جو شام سے ملا تھا عیسائی سلاطین قسطنطنیہ کے
ذیرنگین تھا اور اُسکے سرسبز حصہ پر جو دجلہ اور فرات سے سیراب ہوتے تھے

اس ماضی حالت جبکہ اسلام نے ابتدا نظر کیا

یاجو ساحل پر خلیج فارس کے واقع تھے آتش پرست شاہان فارس کی حکومت روان تھی۔ بحر قلزم کے کنارے پر عیسائی بادشاہان حبش نے اپنی حکومت جمالی تھی لیکن وسط عرب حسین مقدس شہر مکہ بھی واقع ہوا آزادی اور خود مختاری کا دم بھرتا تھا اور وہاں قبیلوں کے سردار حدود و معینہ کے اندر اپنے اپنے قبیلہ پر بزرگ حکومت کرتے تھے۔ نزاعات قبائل کا تصفیہ کمتر سرداران قبائل کے کونسل کرتے تھے اور زیادہ تر ایسے جھگڑوں کا تصفیہ خون ریز ہتھیاروں سے ہو جاتا تھا۔ ملک بے آب اور پہاڑوں سے بھرا تھا وہاں کے رہنے والے اکثر خانہ بدوش اور عموماً جنگ جمتے تھے ایسے سرحدی حکومتوں کو اسپر قبضہ لینے کا زیادہ لاچ لپی نہیں ہوا اور اگر وہ کبھی لچا لیں بھی تو قبائل عرب نے باہم متفق ہو کے ان کے حوصلے پست کر دیے۔

خاص عرب کے آزاد قبائل بڑے سخت مزاج تھے اسلام نے ان کے طبائع میں کافی سہولتیں پیدا کر دیں۔ عمر بن الخطاب کے عہد تک تو عام عرب کے اخلاق حد تقوائے تک پہنچے ہوئے تھے لیکن ان کے بعد خود غرضی کے شعلے خطہ عرب میں اٹھنے شروع ہوئے۔ اور بنی امیہ کی زوال حکومت کے ساتھ دولت عرب کا بھی شیرازہ ٹوٹ گیا اور رفتہ رفتہ بے علمی اور افلاس نے چھیلے اُفق کو تاریک کر دیا۔ خدا پرستی اور عقیدہ توحید نے تو سرزمین حجاز پر اس طرح قدم جمائے ہیں کہ سگو اب تک تغیرات زمانہ جنبش نہ دیکھے مگر دیگر معاملات میں شہریوں کی ہمت پست ہو گئی

اور اہل بادیہ نے رہزنی کو اپنا شعار کر لیا چنانچہ اب یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ یہ بددی اُردو کے قافلے میدردی سے لوٹتے ہیں اور اس معاملہ میں نہ تو خدا سے ڈرتے اور نہ سلطان وقت کی تعزیر اُن پر اثر ڈالتی ہے۔ ان لوگوں کی موجودہ سخت مزاجی دیکھ کے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ قبل از اسلام جبکہ اُنکے اجداد معاد کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اعراب کی قساوت قلبی کی کیا حالت رہی ہوگی۔ یہ وہی قوم ہے جس پر عیسائیت نے بھی وِزائی کی تھی مگر اُسکی کوششوں کی ناکامی **قطامی** کے کلام سے جو اعراب متصرہ کا ایک شاعر تھا ظاہر ہے۔ وہ فخریہ کہتا ہے۔

وَاحِيَانَا عَلَى بَكْرٍ اخِيْنَا اِذَا مَا لَمْ يَجِدْ اِلَّا اَخَانَا

ظہور اسلام سے پہلے جو کچھ قوم عرب کا طرز زندگی تھا اُسکا فوٹو زمانہ جاہلیت کے اشعار (جو مدون ہو گئے ہیں) ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور کچھ شک باقی نہیں رہ جاتا کہ اُن لوگوں نے قتل و غارت کو اپنا تفریحی شغل بنا لیا تھا قمار بازی اُنکے خیال میں فیاضی کی نشانی اور بڑے فخر کی چیز تھی۔ امر القیس ایک شاہی خاندان میں پیدا ہوا اور شعرے عرب میں وہ اول درجہ کا شاعر مانا جاتا ہے اُسکا قصیدہ اُن سات قصائد میں جو دیوار کعبہ پر لٹکائے گئے تھے ممتاز تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے اس قصیدہ میں زنا کاری پر فخر کرتا ہے اور جو غیر مذہب سلوک اُس نے زنان قبائل اور خود اپنے رشتہ دار عورت سے کیا تھا اُسکے اظہار میں شرم نہیں کرتا۔

لے اور کبھی قبیلہ بکر کو ہمارا بھائی ہی ٹھہرتے ہیں۔ جبکہ ہم سوائے اپنے بھائی کے دوسرے کو بھائی نہیں مانتے۔

اگر ان دنوں دنیا کا ری زیادہ معیوب ہوتی تو غیر ممکن تھا کہ ایسا شرمناک قصیدہ بے کسی اختلاف کے اُس جگہ رکھ دیا جاتا جو بہت پاک اور محل نزول برکات تسلیم کجائی تھی۔ قلبی قساوت اس درجہ پر ترقی کر گئی تھی کہ بچوں کو جنہیں لایعقل حیوان بھی سپار کرتے ہیں بے تکلف اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرتے تھے اور خدا ہی جانتا ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے ان وحشیوں نے کتنی لڑکیاں پیوند خاک کر دیں۔ مذہب کی یہ حالت تھی کہ اکثر عرب بت پرست تھے اور وہ گھر جسے ابراہیم نے بیت اللہ بنایا تھا بیت الصنم بن کے شرک کا مرکز ہو گیا تھا اور فرزند ان اسمعیل بتوں کے پوجاری بن بیٹھے تھے جو جابلانہ عقیدت کے ساتھ خود انکو پوجتے تھے اور دوسروں کو انکی پوجا کراتے تھے۔ یہ وحشی عرب تو کھلے کھلے بت پرست اور منکرِ محاد تھے لیکن عیسائیوں اور یہودیوں کو اہل کتاب ہونے کا دعویٰ تھا حیرت ہے کہ انکی حالت بھی بت پرستان عرب سے زیادہ اچھی نہیں تھی چنانچہ **مسٹر جان ڈون پورٹ** اپنی کتاب موسومہ **اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن** میں یوں تحریر کرتے ہیں ”ایسی ایسی خرابیاں ان عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہب اور اخلاق میں بھی واقع ہوئی تھیں جو مدتہائے مدید سے عرب میں قیام پذیر تھے اور اُس ملک میں اقتدار اور اختیار رکھتے تھے یہودیوں نے رومیوں کے ظلم سے اُس ملک محفوظ میں پناہ لی تھی اور عیسائی بھی **سٹورین** فرقہ کے ظلم اور قتل اور ایرانیوں کے مباحثہ اور مناقشہ سے محفوظ رہنے کے لیے اُس ملک میں بھاگ آئے تھے۔

اُس زمانہ میں دین مسیحی ایسا خراب اور اتر ہو گیا تھا کہ قابل بیان نہیں ہے۔ جو ضوابط مذہب عیسوی کے ایشیا اور افریقہ میں رائج تھے وہ سب آپس میں مخالفت اور مباہلت رکھتے تھے انہیں اسد کفر و زندہ اور عقائد فاسدہ مروج تھے اور ہمیشہ باہم بحث و مناقشہ کیا کرتے تھے **ایرین۔ سٹورین۔ بیلین۔ یوہنین۔** ان سب فرق عیسائی میں نہایت تشدد اور اختلاف پڑ گیا تھا علما عیسوی نے ایسی عادات قبیحہ مثل شہوت پرستی اور کج خلقی اور جہالت اختیار کی تھیں کہ اُن سے دین مسیحی بدنام ہو گیا تھا اور عام عیسائیوں کے اطوار و اخلاق خراب ہو گئے تھے عرب میں صحرا کے صحرا راہبوں سے بھرے ہوئے تھے یہ راہب کم عقل اور محض جاہل تھے اور انھوں نے اپنی عمر میں یہودہ اور بے سود خیالات اور تصورات میں ضائع کی تھیں اکثر مسلح ہو کے شہروں میں گھس جاتے تھے اور اپنے عقائد فاسدہ کو بزدل شمشیر قبول کراتے تھے۔ جو طریقہ عبادت جناب مسیح نے مقدر فرمایا تھا وہ بالکل محو ہو گیا تھا اور اُسکی جگہ بت پرستی نے غصب کر لی تھی مثل یونانیوں اور رومیوں کے اُن لوگوں نے بھی ایک کوہ **ولمپس** قائم کیا تھا اور اُس میں اپنے مذہب کے ولیوں شہیدوں اور فرشتوں کو آباد خیال کرتے تھے جیسا کہ بت پرست اپنے دیوتاؤں سے **ولمپس** کو آباد سمجھتے تھے اُس زمانہ میں بعض عیسائی زوجہ یوسف (مریم) کو صفات اُلوہیت سے متصف کہتے تھے اور جن لوگوں کو حضرت عیسیٰ نے حکم دیا تھا کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو

انھوں نے ترشی ہوئی اور چھپی ہوئی صورتوں کی پرستش خلوص عقیدے کے ساتھ اختیار کی تھی۔ اسکندریہ حلب اور دمشق میں بھی مذہب عیسوی کا یہی حال ہو رہا تھا جب محمدؐ مبعوث ہوئے اُس زمانہ میں ان تمام لوگوں نے مذہبی اصول کو ترک کر دیا تھا اور مباحثات اور مناقشات لاطالکہ میں مشغول ہوتے تھے آخر الامر وہ لوگ بھی آگاہ ہو گئے کہ جس امر ضروری پر کل عقائد مذہبی کا مدار ہے یعنی جناب باری کی عبادت بصدق و خلوص نیت وہ امر اُنکے مذہب سے بالکل معدوم ہو گیا اور انہیں اور کفار میں جو اُنکے ہم عصر تھے کوئی فرق و امتیاز باقی نہ رہا کیونکہ جو عقائد باطلہ اور اوہام فاسدہ کفاروں میں رائج تھے وہی اُن لوگوں نے بھی اختیار کر لیے تھے۔

یورپ کے عیسائی بھی وحدانیت کا مقدس دامن چھوڑ کے خود مسیح کو خدایا خدا کا بیٹا کہنے پر تھے ہوئے تھے اور مسئلہ تثلیث اُنکی منطق کا جولا نگاہ بن گیا تھا مسٹر کین تاریخ زوال سلطنت روم میں لکھتے ہیں۔

”دبت پرستی کے فنا ہو جانے کے بعد عیسائی لوگ تقویٰ کو اپنا شعار گردان کے رہبانیت پر قناعت کرتے مگر انہیں تخم نفاق بو گیا تھا اور اُنکو یہی فکر رہتی تھی کہ اپنے پیغمبر کی ماہیت کو دریافت کریں نہ یہ کہ اُسکے احکام پر عمل کریں“ ملت مسیحی بمقابلہ دیگر مذاہب مشہورہ کے جدید العہد تھا اور جب اُسکی یہ حالت ہو رہی تھی تو دیگر اہل مذاہب کی نسبت کب قیاس قائم ہو سکتا ہو کہ کسی نبیؐ جو

مِنَ اللّٰہِ۔ کی ہدایتوں پر قائم رہے ہوں اور عقیدہ وحدت الہی کو محفوظ رکھا ہو۔ دنیا پر جب اسطرح کی تاریکی چھا رہی تھی تو ہم پہلے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا خدا کی رحمت کا اقتضا نہ تھا کہ اپنے بندوں کی خبر لے اور توحید کا بھولا ہوا سبق انکو یاد دلانے میں امید کرتا ہوں کہ ہر ذی عقل اس سوال کا جواب اثبات میں دینگا۔ شریعت موسوی میں احکام ظاہری کی پابندی پر زیادہ زور دیا گیا تھا اور انجیل کی تعلیم روحانی و اخلاقی مسئلہ تک محدود تھی۔ ان دونوں طرچ کی تعلیم کے نقائص دنیا پر طنہا ہر ہو چکے تھے پس اب دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں کیا ضرورت وقت آئی نہ تھی کہ نیا مذہب درمیان دونوں مذہبوں کے بین میں اور خیر الامور واسطہ کا مصداق ہو؟۔ اس سوال کا جواب بھی بالیقین کوئی انصاف پسند نفی میں نہیں دیکھتا پس اب ہم کو صرف یہ دیکھنا باقی رہا کہ اسلام کی تعلیم نے ان ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے یا نہیں اور اگر پورا کر دیا ہو تو پھر اسکی خوبی یا اسکی اطاعت سے انکار کرنا خوب سمجھ لو کہ خدا کی خدائی اور اسلام کی حقیقت پر اضراراً موثر نہیں ہو بلکہ ایسے منکر کی آسائش معاویہ میں خلل انداز ہو رہا تھا کہ **وَاللّٰہُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ**۔

یہ دنیا عالم اسباب ہو اور اسکا نظام خدا کی طرف سے بھی موافق مذاق انسانی ہوتا ہے جس طرح دنیا کے دشمنند بادشاہ اپنی رعایا کی نافرمانی سے چشم پوشی

۱۰ اور اللہ جسکو چاہتا ہے سیدھے راستگی راہ دکھاتا ہے ۱۲

بدین امید کرتے ہیں کہ شاید وہ سنبھل جائیں اور اپنی نافرمانی سے باز آئیں اُسی طرح
 خداوند عالم بھی باوجود علم کائنات کا ایک کونٹا تمام حجت کے لیے انسان کو مہلت
 دیتا ہوتا کہ وہ خود اپنی عقل سے نتیجہ کار کو سوچیں اور وہ راستہ اختیار کر لیں جو اپنے لیے
 ذریعہ نجات ہو لیکن جب سرکشی حد سے گزر جاتی ہے تب وہ کوئی ریفارمر مومن اللہ
 پیدا کرتا ہے جو اپنے مواعظ و پند سے انسانی اخلاق کے سدھانے کی تدبیریں برو
 کار لاتا ہے۔ یہ انتظام حکیمانہ ہی اطباے حاذق ابتداءے مرض میں طبیعت کو موقع
 زور آزمائی دیتے ہیں اور جب کوئی تدبیر و ن سے عاجز دیکھتے ہیں تو اُس وقت قوت طبعی
 کو دوائوں سے بقدر مناسب مدد پہنچاتے ہیں۔ کوئی مہربان طبیب ایسی ضرورت
 کے وقت تدبیر علاج سے پہلو ہتی نہیں کرتا اور نہ دنیا کے عقل مند بادشاہ بحالت
 شائع ہونے عام بہ اطواریوں کے تدابیر اصلاح سے غفلت کرتے پس جب توحید کا
 مطلع یوں تاریک ہو گیا تھا اور دنیا میں بد اخلاقیوں نے اندھیر مچا دی تھی تو ایسے
 وقت میں خلاق عالم کی رحمت کا یہی اقتضا تھا اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کہ مذہب
 اسلام کو جلوہ گاہ ظہور میں لائے اور اہل عالم کو مستنبہ کرے کہ وہ ورطہ گمراہی میں پڑنے کے
 روحانی زندگی کو برباد کر رہے ہیں چنانچہ اُسے **فاران** (واقع سرزمین کم) پر اپنی
 نورانی برکتیں نازل کیں جیسا کہ وہ طور پر قبل اسکے نازل کر چکا تھا۔

عرب کے بت پرستوں نے کوششیں کیں کہ شمع ہدایت کو ٹھجا دین اہل کتاب
 اور زرتشتیوں کو مختلف وجوہ سے اُسکے گل کرنے کی رغبت پیدا ہوئی مگر خدا کے ارادہ کو

کون روک سکتا تھا طوفان مخالفت کی کچھ نہ چلی اور بہت جلد نور ہدایت نے اطراف عالم کو گھیر لیا اور خدا کا یہ وعدہ پورا ہوا **قَالَ لِلَّهِ تَعَالٰی یُرِیدُونَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ یَا قَوْمِ اَھِمُّمْ وَاَبَ اللّٰھُ اَلَا اَنْ یُّتَبَّرَ نُوْرٌ وَّ لَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ ۝ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِنُظْمِرَہٗ عَنِ الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَاَوْکِرَہُ لِلشِّرْکُوْنَ** (پارہ ۱۰ سورہ التوبہ رکوع ۵)

حق پسند مسٹر باسور تھا اسمتھ اپنی کتاب لاجواب محمد اینڈ محمد بن ارمین تحریر فرماتے ہیں وہ عرب کی زمین پر دو ہزار برس پہلے ایک شخص (موسیٰ) کو جو جنگل میں اپنے باپ (فادران لا) کی بکریاں چرا رہا تھا یہ سادہ مگر چونکا دینے والا پیغام آیا تھا میں وہ ہوں جو میں ہوں سُن لے اسرائیل مالک خدا ایک ہی ہے پس جا میں تیری زبان کے ساتھ ہوں گا اور سکھاؤں گا سچھے جو تمھیں کوکنا چاہیے ان الفاظ کو سُن کے یہ برگزیدہ قوم (بنی اسرائیل) افریقہ سے ایشیا میں چلی گئی غلام آزاد ہوئے اور ایک خاندان ایک قوم بن گیا اسی عرب کی زمین پر اب پھر وہی آواز ایک دوسرے بکری چرانے والے (محمد) کو آئی اور ایسے اثر کے ساتھ آئی جو پہلی آواز سے کچھ کم یا عام طور پر دنیا کو فائدہ پہونچانے میں ہرگز اُس سے کم نہ تھی یعنی **اَللّٰھُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰھُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰھِ** رسالت قبول کی گئی خدا کے پیغام کے لئے وہ لوگ چاہتے ہیں کہ خدا کی شیعہ ہدایت کو بھونک کے بھٹا دیں اور اللہ کو منظور ہو کر اپنی روشنی پورا کرے اگرچہ کافروں کو ناگوار گزے۔ اسی اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین اسیلے دیکھے بھیجا ہو کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ یہ بات مشرکوں کو ناگوار ہو ۱۲

اعلان کیا گیا اور ایک ہی صدی کے اندر اس آواز کی گونج عدسہ انگلیتیک اور سی ویل سے ستر فذ تک پھیل گئی اور اس تمام ملک نے اُسکی حقیقت کو مان لیا۔

مذہب اسلام جو اس مناسب وقت پر ظاہر ہوا تھا اُسکی اصل بنیاد قرآن پر ہے جس کا زیادہ حصہ توحید باری تعالیٰ پر مشتمل ہے اور اُس میں جو قصص اہم سابقہ کے بیان کیے گئے ہیں اُن کے بیان کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسئلہ توحید سننے والوں کے لوح دل پر مضبوطی کے ساتھ نقش ہو جائے اسلئے آیات توحید کا قرآن سے چُننا اور اس مختصر میں اُنکا حوالہ دینا دشوار ہے۔ حق کے ڈھونڈھنے والے قرآن پاک کو دیکھ لیں اُسکے ہر ایک جزو میں بہت سی آیتیں ذات اور صفات باری تعالیٰ کے متعلق پائی جائیں گی اور اگر قلب میں مادہ قابل موجود ہے تو کچھ شک نہیں کہ خدا کے شاندار کلام معجز نظام کا اُس پر قوی اثر پڑے گا۔ بیان توحید میں اس قدر اہتمام کیوں ہوا اور ایسی فصیح و بلیغ کتاب میں تکرارِ مضمون کی کیوں پروا نہیں کی گئی اُسکا معقول اور واجب جواب یہ ہے کہ ظہور اسلام کی اہم ضرورت یہی تھی کہ وہ شرک کو مٹائے اور میدانِ توحید کو سطح صاف و مستحکم کرے کہ جس و خاشاک و ہم اُسکے گرد بھی پھٹکنے نہ پائیں۔ چنانچہ اسلام نے اعتقادی ضرورتوں کو ٹٹے اہتمام سے پورا کیا اور تعلیمات کی تعلیم میں بھی اُسکی جدت صحائفِ قدیمہ سے بڑھ گئی۔

اسلامی تعلیم کی خوبیاں

خدا نے انسانی قالب میں فطرۃً بہت سے طبعی جذبات پیدا کیے ہیں اور دینِ و دنیاوی تعلیم کا بڑا نقص ہے کہ اُن جذبات کے مٹانے کی ہدایت کرے کیونکہ ایسی تعلیم اولاً عام طور پر کامیاب نہ ہوگی ثانیاً حکیم علی الاطلاق نے اُنکو کسی مصلحت سے

قالب انسانی میں جگہ دی ہو ایسے اُن جذبات کے کھودینے کی کوشش کرنا درحقیقت قدرت کے مصالِح پر نکتہ چینی کرنا ہی پس عمدہ تعلیم جسکی نسبت خالق جذبات کی طرف ہو سکتی ہو صرف یہ ہے کہ وہ جذبات برقرار رہیں لیکن اُنکا استعمال اس شکل سے نہو کہ اخلاق خراب ہوں اور دوسروں کی آسودگی میں خلل پڑے۔ مثلاً انسان فطرتاً طلب مال پر جو اُسکی ضرورتوں کو رفع کرے اور اپنا بے جنس میں اُسکو ممتاز رکھے مجبور ہو اور ایسی طلب کا جذبہ خلقت انسانی میں اُسی قدرت نے ودیعت رکھا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے پس اگر کوئی بتانے والا ہم لوگوں سے یہ کہے کہ حُب مال کو قطعاً ترک کر دو تو اُسکے موافق کا ر بند ہونا عام طور پر غیر ممکن ہے اور اگر ایک لمحہ کے لیے اُسکا امکان فرض کر لیا جائے تو شک نہیں کہ اس قناعت کا یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ نظام عالم بگڑ جائے اور جلد ہی ترقیات کا سد باب ہو۔ اعلیٰ درجہ کی تعلیم جو عقل و درایت کے موافق ہو یہی ہے کہ فطری جذبات ساتھ جائز ذریعوں کے محدود کر دیے جائیں اور تمام تر کوشش اور اسناد ناجائز ذرائع کے صرف کچھ اُلے چنانچہ اسلام نے بحفاظت فطری جذبات کے انسان کو سیدھے راستہ پر چلایا ہے اور یہ طرز اُسکی تعلیم کا کہہ دیتا ہے کہ وہ سچا مذہب ہے اور خدا کے حکم سے اُسکی عالیشان اور بہت مضبوط عمارت قائم ہوئی ہے۔ انجیل متی میں جھوٹے اور سچے نبیوں کی علامتیں بیان کی گئی ہیں اور اسلامی تعلیم کی آدائش جب ہم ارشادِ مسیحی کی کوئی پکارتے ہیں تو اُس سے عمدہ شہادت حقیقت اسلام کی حاصل ہوتی ہے۔

”پر جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمھارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے

پیر باطن میں پھاٹنے والے بھیڑیے ہیں + تم انھیں اُنکے پھلون سے بچاؤ گے + کیا کانٹوں سے انگور یا اُنٹگٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں ؟ اُسی طرح ہر ایک اچھا درخت لچھے پھل لاتا اور بُرا درخت بُرے پھل لاتا ہے + اچھا درخت بُرے پھل نہیں لاسکتا نہ بُرا درخت اچھے پھل لاسکتا + ہر ایک درخت جو اچھے پھل نہیں لاتا کانٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے + پس اُنکے پھلون سے تم انھیں بچاؤ گے (نتی باب ۷ ورس ۱۵ الغایت ۲۰)

(س) پھر اگلی مقدس کتابوں میں جو ہدایتیں جذبات انسانی کی مثالیں والی خیال کیجاتی ہیں کیا وہ الہامی نہیں ہیں ؟ (ج) یا اُنکے بیان میں کچھ تحریف ہوئی یا یہ کہ اِدیان سابق زمانہ خاص کے لیے وجود میں لائے گئے تھے عام مصلح پر زیادہ توجہ نہ تھی چنانچہ بنی اسرائیل میں جب ظاہر داری اور مساوت قلبی اور جلال کا ولولہ بہت بڑھ گیا تب تعالیم عیسوی نے اُنکی اصلاح مزاج کے لیے ظہور کیا اور صوفیانہ رنگ میں دنیا سے قطع کلی کی ہدایتیں کین حرف بحرف اُسکی تعمیل تو عام طور سے غیر ممکن تھی لیکن کچھ افراد تارک الدنیا فراہم ہو گئے اُنکی دیکھا دیکھی دوسروں کی بد اخلاقیان زیادہ نہیں تو کسی قدر کم ہوئیں لیکن اسلام کا مسلک خاتم النبیین کی ہدایت سے برپا ہوا اسیلے اُسکی تعلیم ایسی اختیار کی گئی جو آئندہ تا قیام عالم طبائع اہل عالم کے موافق ہو اور ہر زمانہ کی ضرورت پر اُسکا یکسان اثر پڑے۔ (س) مسیح نے بنی اسرائیل کو کیون ایسی تعلیم دی جسکی تقلید عام طبعیتیں نہیں کر سکتی تھیں۔ (ج) بنی اسرائیل کی موجودہ سختیوں پر توجہ کر کے جناب مہرُج نے اولیائوں اور انبیائوں کے اصول اخلاق کو ارشاد فرمایا اور غرض نہی کہ گھٹنے گھٹانے

پر بھی ایسی تعلیم کا کچھ اثر باقی ہے گا اور پھر وہ عالیست درجہ نبی جس کا دین ابدی ہو اور
 جو جلد آنے والا ہے اپنی برگزیدہ تعلیم سے اہل عالم کو بہرہ مند کرنے کا چنانچہ اسلام
 نے اعمال کی تقسیم مختلف درجوں میں کی ہو ایک درجہ عمل کا وہ ہو جس کا ترک کرنے والا
 مستوجب عذاب ہو دوسرا درجہ یہ ہو کہ تارک عمل کو صرف چشم نمائی کیجائے گی
 اور تیسرا درجہ عمل کا وہ ہو جس کے ترک پر کسی قسم کا مواخذہ خدا کی طرف سے نہ ہو لیکن
 جو لوگ اپنے جذبات کے ترک پر قدرت حاصل کر کے اُن اعمال کو برتیں گے وہ قریب
 لای اللہ کے درجہ پر فائز ہوں گے اور اُن کے مراتب دوسروں سے ممتاز ہوں گے
 یہ درجہ اولیا اور صدیقین کا ہے اور مسلک اسلامی صوفیان باصفا کا لیکن بغیر توفیق الہی
 انسان کی مجال نہیں ہو کہ اُس درجہ پر پہنچ سکے۔ (س) پھر سچی تعلیم اسلامی
 تعلیم سے کیون اعلیٰ درجہ کی نہ سمجھی جائے۔ (ج) ایسے کہ اُس میں عام طبائع اور
 عام ضرورتوں پر لحاظ نہیں کیا گیا ہو اور اُن کو شن کے حوصلہ پست اور ہمتیں
 سست ہو جاتی ہیں۔ اسلام نے اعلیٰ درجے کی تعلیم کو ہر چند متروک نہیں کیا ہے
 اگر اُسی کے ساتھ متوسط اعمال پر ایسے زیادہ زور دیا ہو کہ عامۃً خلایق اُس پر
 کار بند ہو سکیں اور کسی درجے میں نجات اخروی کا فائدہ اُن کو حاصل ہو۔ اب
 میں چند اسلامی تعلیموں کو بطور نمونہ از خروائے اس لیے دکھاتا ہوں تاکہ
 ظاہر ہو جائے کہ اُس مذہب کے ہاتھوں کیسی کیسی حکیمانہ ہدایتیں اُس کے
 معتقدین کو ملی ہیں۔

خدا کی راہ میں جس سے مخلوق کو فائدہ ہو خرچ کرنا

خدا کی راہ میں جس سے مخلوق کو فائدہ ہو خرچ کرنا

واسطے امداد مساکین اور بعض دیگر مصارف خیر کے ایک معین رقم جگانام زکوٰۃ ہوا لدار مسلمانوں کے ذمہ کی گئی جو مویشی اور جملہ مال تجارتی و نیز سیم و طلا سے نکالی جاتی ہے اور اُس کے وجوب اور ادا کے ضوابط شرع اسلام میں مقرر ہیں۔ زکوٰۃ مویشی کے تو مختلف درجے ہیں لیکن سیم و طلا اور تجارتی مال میں وہ بقدر چالیسویں حصہ کے سالانہ واجب الادا ہوتی ہے۔ یہ ایک معقول اور مستقل خیراتی رقم ہے اور قرآن میں اُس کے اولے کے متعلق سخت تاکیدیں کی گئی ہیں اور خود پیغمبر علیہ السلام نے جو تعریف اسلام کی ارشاد فرمائی ہے اُس کا ایک ٹکُن زکوٰۃ بھی ہے۔ علاوہ زکوٰۃ کے ایسے عام صدقوں کے دینے کی جسکو صدقہ نفل کہتے ہیں اور جس کے عدم ادا سے کوئی شخص مستوجب عقاب و عتاب نہیں ہوتا نہایت مؤثر طریقہ سے رغبت دلائی گئی ہے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ ذَلِكُمْ يَفْرَضُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَعْفُهُ لَهُ وَكَهْ أَجْرُ كَرِيمٍ** (پارہ ۲۷)

سورۃ الاحدیث (کو ع ۲)

بندوں کے پاس جو کچھ ہے وہ دیا ہوا اسی قادم طلق کا ہے جو یوں ارشاد کرتا اور خود قرض دینے کے سود و بہبود کے لیے دین کی ذمہ داری قبول فرماتا ہے۔ ایسے منفعت خیر معاملہ کی خبر

لے ایسا کون ہے جو اسکو خوش حالی سے اُدھارے اور وہ اُسکا دنا قرض نیٹنے لے کر عطا کرے

اور مزید برآں قرض دہندہ کو عمدہ اجر بھی ملے ۱۲

پاکے کون صادق الایمان ہو چاہنا جب نہ ٹھوٹے اور اسکی بدولت ارباب احتیاج کی دستگیری نہ ہو۔

انسان کو معمولاً ہمیشہ یہ رغبت ہوتی ہو کہ اچھی چیز اپنے لیے روک رکھے اور کم درجہ کی چیزیں دوسروں کو دے لیکن جب المضاعف معاوضہ ملنے کی امید دلائی گئی ہو تو جو لوگ خداوند صادق الوعد کے اقرار پر اعتماد کرتے ہیں وہ ضرور ہو کہ اچھی چیزوں کا المضاعف کرنا زیادہ پسند کریں بائینہم اسلام نے دوسرے طور پر بھی کوشش واسطے رفع کرنے ایسی تنگی کے کیا ہو **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۖ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَبْذُرُهُ** (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۰)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ ط وَالْعَلْمُونَ أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ (پارہ ۳ سورہ البقرہ رکوع ۳۷)

اس ہدایت کا اثر بہت اچھا پڑا چنانچہ ابتدائی زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی مالی حالت بہت خراب تھی وقت نزول آیہ مسبق الذکر ابطلیم الضاری نے اپنا عمدہ باغ جو انکے عزیز ترین

۱۷ جب تک تم خدا کی راہ میں ان چیزوں میں سے نہ خرچ کرو گے جو تمکو عزیز ہیں انکی کے درجہ تک ہرگز نہ پہنچ سکو گے اور جو چیز تم خرچ کرو امداد سکو جاتا ہو۔ ۱۲

۱۸ مسلمان تو خدا کی راہ میں عمدہ چیزوں میں سے خرچ کرو جنکو تم نے کمایا ہو یا ہننے زمین سے اُگایا ہو اور ایسے خرچ کے لینے کا راہ چیز چھوٹے کا ارادہ نہ کرو کہ اگر چشم پوشی نہ کرو تو خدا ایسی ناکارہ چیز اپنے واسطے نہ لوگے اور جان لو کہ پروردگار بے نیاز و سزاوار حمد ہو۔ ۱۲

الماک سے مدینہ میں واقع تھا صدقہ کر دیا اس طرح دوسروں نے بھی تقرباً بالی اللہ محبوبین
اشیا کو صدقہ دیکے نیاز مندیان ظاہر کیں۔ بعض آدمی صرف ناموری کے لیے خیرات دیتے
ہیں اور جنکی مدد کیجاسے اُن پر اپنا تفوق اور اپنا احسان جتانے ہیں جسکی وجہ سے مدد حاصل
کرنے والے کو روحانی تکلیف ہوتی ہر اس طرح کی بد اخلاقیوں کی بھی ممانعت پر زور الفاظ میں
ہوئی ہر **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَمِّ**
كَالَّذِي يُفْقِي مَالَهُ زَكَاةً النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ
صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا
كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (پارہ ۳ سورہ البقرہ رکوع ۳۶)

دنیا میں معمولاً ایک کو دیکھ کے دوسرے کو حوصلہ کام کا پیدا ہوتا ہر اس مصلحت اسلام نے
اعلان صدقہ کی (بشرطیکہ وہ خالصاً لوجہ اللہ ہو) ممانعت نہیں کی ہر لیکن اس خیال
سے کہ گیرندہ صدقہ امانت سے محفوظ ہے اخفاے صدقہ کو زیادہ پسندیدہ قرار دیا ہر
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِن تَبَدَّلُوا الصَّدَقَاتِ فَيَعْمَا هِيَ وَأَنْ تَخْفَوْهَا وَتَوَعُّوهَا الْفُقَرَاءُ
فَهُوَ لَكُمْ وَلَا يَكْفُرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

مسلمانو! بنی خیرات کو احسان جتانے اور سائل کو ایذا دیکے اُس شخص کو طبع ضائع مت کرو جو تائیش کے لیے خرچ
کر تا ہر اور مال کا اور روز قیامت کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ ایسی خیرات کی مثال ایک چٹان کی سی ہے جسپر کچھ مٹی پڑی پھر
اُسپر زور کا سینہ برسا اور اُس چٹان کو سپاٹ کر کے چھوڑ دیا ہوا سی طرح ریاکاروں کو اپنی خیرات کا کوئی فائدہ حاصل ہوگا
پر درگاہِ اُن لوگوں کو جو ناشکری کرتے ہیں سیدھی راہ نہیں دکھاتا ۱۲

اگر خیرات کو ظاہر بین دو تو بھی اچھی بات ہے لیکن اگر چھپا کے حاجت مند دن کو دیا کر تو وہ زیادہ بہتر ہے۔ ایسا دنیا
تھامے حق میں زیادہ بہتر ہے اور تمھارے لئے ناپسندیدہ نہ ہوگا۔ اور تم کچھ کرتے ہو اسکا سکو جانا ہے ۱۲

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَنْ نَسْأَلَنَكَ مَا أَذْيَبِقُونَ طُفْلَ مَا أَنْفَعَكُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلَوْلَا إِلَهٌ
لَا قَرِيبِينَ وَالْيَسْمَى وَالسَّالِكِينَ بِالنِّسْبِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ
(پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۲۶)

اور ایک دوسری آیہ میں اسی سورہ کے بعد ابن اسبیل کے سائلوں کو دینا اور
بامداد مال غلاموں کو آزاد کرنا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ سائل سؤل الیہ کی حالت کو نہیں جانتے
اور اکثر اوقات عطاے صدقہ کے لیے ایسا اصرار کرتے ہیں کہ حلیم آدمی کو بھی غصہ آجاتا
ہو مگر بے سمجھ بھوکون پر غصہ کرنا انسانی رحم دلی سے بعید ہے۔ ایسے مواقع میں کیا کرنا
چاہیے ؟ اسکی تعلیم یوں ہوئی ہے قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَامَّا السَّائِلُ فَصَلِّ عَنْهُمْ اَبْتِغَاءَ
رَحْمَةٍ مِنْ رَبِّكَ تَرْجُو مَا تُفْعَلُ لَيْسَ قَوْلًا يُسْمَعُ ۙ (پارہ ۱۵ سورۃ نبی اہل
رکوع ۳)

اور اسطرح سورہ واضحی میں سائلوں سے بہ خشونت پیش آنے کی ممانعت ہوئی ہے
وَامَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَكْ ۙ یعنی سائل کو جھڑکی نہ دو۔

یہ سلسلہ تعلیم جسکا ذکر سچا القرآن پاک کیا گیا مکمل اور حکمت و اخلاق سے منور ہے۔ اُس میں
جذبات انسانی پر پوری توجہ رکھی گئی ہے اور ایسی کوئی بات بتائی نہیں گئی ہے جسپر شکل عام

۱۔ تیسے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کونسا خرچ کریں انکو تباد و کنخیرات کے طور پر جو کچھ دعوہ تمھارا
مان باپ اور رشتہ داران قریب اور محتاجون اور مسافروں کا حق ہے اور نسیکی کا جو کام تم کر دے
۲۔ اگر بھلا جاننے والا ہو ۱۲

۳۔ اگر بے انشمار افضال الہی جنکے تم امید دار ہو سائلوں سے سُنہ پھینا انکو یہ ہو تو بھی نرمی کے ساتھ انکو سمجھاؤ

عمل کرنا دشوار ہو یا اسپر عمل کرنے سے شایستہ طرز تمدن کی رفتار رک جائے۔ قرآن میں بہت آیتیں ایسی موجود ہیں جنہیں امداد مساکین اور انفاق فی سبیل اللہ کی تحریک و بچسپ پیرایہ اور موثر انداز میں کی گئی ہے اور خود پیغمبر علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے تو اس معاملہ میں جو کچھ قولاً کہا اور عملاً کر دکھایا اس کے بیان کے لیے دفتر چاہیے لیکن جس قدر لکھا گیا اس کو دیکھ کے ہر دانشمند اندازہ کر سکتا ہے کہ اسلام نے دینی اور دنیوی مصالح پر کتنی گہری نظر ڈالی اور کیسے مستقیم راستہ پر چلنے کی ہدایت کی ہے۔

حضرت مسیح نے جو عام تعلیم اس مخصوص مین دی ہو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خیرات کا اعلان صرف غیر مستحسن نہیں بلکہ قطعاً ناجائز ہے۔ آدمی کے پاس جو ہو وہ دوسروں کو دیدے اور خدا پر توکل کر کے مثل حیوانات و نباتات کے کھانے اور کپڑے کی فکر سے بھی بے پروا زندگی کرے۔ (دیکھیے انجیل متی کا باب ۶) یہ تعلیم کہنے کے لیے میٹھی اور سننے کے لیے خوشگوار ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ دنیا میں عملاً سرسبز ہو سکتی ہے اور اگر سرسبز ہو تو کیا اُس کے ساتھ شایستہ تمدن بھی برقرار رہ سکتا ہے؟ مین امید کرتا ہوں کہ ہر انصاف پسند ذی ہوش و بجا اب اس سوال کے یہی کہے گا کہ سچی تعلیم میں خیالی بلند پروازی بہت ہے لیکن اگر اُس طرح کی بے پروا زندگی اہل عالم کر سکتے ہوں اور کریں بھی تو دنیا جو گیون کا اکھاڑا بن جائے اور یہ ہر ابھر باغ جس کو قدرت نے لگایا اور مدتوں مین عقل کے ہاتھوں نے اُسکی روشنی اور پوری درست کی ہے تاراج خزان ہو کے چٹیل میدان یا کانٹوں کا جنگل رہ جائے۔

یون تو ہر ایک مذہب اور ہر ایک ملت نے امداد مساکین کی سفارش کی اور
اسکو ذریعہ حصول سعادت قرار دیا ہو تو ریت (کتاب اجبار) میں مختلف ذریعے ارباب احتیاج
کی پرورش کے واسطے پیدا کیے گئے ہیں اور دھرم شاستر نے بھی اپنے توابع کو ایثار
اور انفاق پر بہت کچھ مائل کیا ہو لیکن یہ فخر صرف اسلام کو حاصل ہو کہ اس کی تعلیم افراط اور
تفریط سے پاک اور اس کے مواعظ سادگی کے ساتھ حکیمانہ ہیں۔

اسلام نے رقم زکوٰۃ کو مسلمان مساکین کی پرورش کے لیے علیحدہ رکھا ہو مگر نقد
نفل کا دروازہ خویش و بیگانہ بلکہ تمامی جانداروں کے لیے کھول دیا ہو تو ریت میں کاہنوں
کے لیے چند فائے اور دھرم شاستر میں برہمنوں کے واسطے بڑے بڑے فوائد مخصوص
کیے گئے ہیں لیکن اسلام کی فیاضی نے کسی قسم کی نسبی ترجیح عام صدقات میں نہیں
رکھی اور ارباب احتیاق کے وہی مباح معین کر دیے جنکی سفارش حسن اخلاق کرنا ہو اور
جنکی واجبیت سے کوئی اہل دل انکار نہیں کر سکتا۔ (س) اگر اسلام کی فیاضی تنگدلی
سے پاک تھی تو اس نے رقم زکوٰۃ کو ان مساکین کے واسطے کیوں خاص کر رکھا ہو جو اس کے
تابع ہیں۔ (ج) زکوٰۃ ایسی رقم ہو جسکے ادا پر متمول مسلمان مجبور کیے گئے ہیں اس لیے
مقتضائے انصاف تھا کہ جن لوگوں سے وہ رقم لی گئی وہ انھیں کی قومی اغراض میں
صرف کجائے اور پھر اپنے گروہ کے ارباب احتیاج پر خاص توجہ مبذول نہ کرنا ایک
طرح کی بے حیثی تھی۔ پس رقم زکوٰۃ کی تخصیص منصفانہ ہو اور برادر نوازی کا پسو بھی
لیے ہوئے ہو اس لیے بحوالہ اس معقول تخصیص کے اسلام کی فیاضی پر تنگ دلی کا الزم

لگاتا سجا ہوا۔ (س) شریعت موسوی میں پیداوار اراضی میں دسواں حصہ خدا کی نذر قرار پایا ہوا اسلامی شریعت نے ایسی پیداوار کو بار زکوٰۃ سے کیون محفوظ رکھا ہے۔ (ج) اگر زمین خراجی نہ ہو تو اسکی پیداوار سے موافق شریعت اسلامیہ بھی دسواں حصہ واجب الوجود ہوتا اور مصارف خیر میں لایا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ رقم محصول اراضی کی منظور ہوا اسی لیے اُن شرائط کی پابندی نہیں ہے جو دیگر اموال کی زکوٰۃ سے متعلق ہیں۔ اصطلاح شرع میں ایسے محصول کو عشر کہتے ہیں اور کبھی لفظ زکوٰۃ سے بھی اسکی تعبیر کجاتی ہے بہر حال اس محصول کو عشر نام ذکر و یا زکوٰۃ کہو لیکن وہ بھی ایک ذریعہ زفاہ عام کا قرار پایا ہے اور اس خصوص میں شریعت موسوی و شریعت محمدی دونوں کے احکام یکجہ ہیں۔ (س) معاملہ خیرات میں عیسائیت کا جو اثر پڑا ہے وہ خیالی نہیں ہے بلکہ آج تم خود دیکھ سکتے ہو کہ کتنے شفاخانے اور کتنی درسگاہیں عیسائیوں نے قائم کی ہیں یتیموں اور مسکینوں کی پرورش کس شوق کے ساتھ کر رہے ہیں لاکھوں لوے لنگر طے پایا ہے بندگان خدا کو اُنکے ہاتھوں سے روٹیاں ملتی ہیں ان سب کاموں کے لیے کیسے ستھرے ضوابط مقرر ہیں اور اُن پر کس خوبی کے ساتھ عمل ہو رہا ہے۔ (ج) ہر قوم کو خدا نے جدا گانہ دل اور جدا گانہ دماغ عطا کیے ہیں وہ قوم خود اپنی امتیاز سے بہ تبعیت قانون عقلی بہت کچھ اخلاقی اور تمدنی کارروائیاں کرتی ہے جگہ نہ یہی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً یورپ کی قوموں نے جو عیسائی کہی جاتی ہیں طرح طرح کے آتش فشان شرربا رالات جنگ بنائے جنگی ضوابط کی ترتیب دی اور آج اُنھیں ضوابط اور ایجادوں کی حمایت میں اُنکی حکومت کا پھر براہِ نشانی و شکوہ

کے ساتھ تمام دنیا میں لہریں لے رہا ہے۔ اکثر ایشیائی اور افریقی حکومتوں کو ان کی جنگی تدبیروں نے پامال کر دیا اور جو باقی ہیں وہ بھی ان اقبال مندوں کے چین چین کو اپنی بد قسمتی سمجھ رہی ہیں پس کیا یہ ملک گیری کے اصول ان لوگوں نے اناجیل اربعہ سے سیکھیں ہیں یا لوہا ڈھالنے اور بلا انگیز آلات بنانے کی ترکیبیں ان لوگوں کو کسی حواری نے بتائی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ مسیح علیہ السلام کی تعلیم تو ایسی کارروائیوں کے بالکل خلاف تھی وہ اپنے حقوق کی حفاظت میں بھی خون کا ایک قطرہ زمین پر گرا ناپسند نہیں فرماتے تھے واسطے ضبطی حقوق غیر کے خون کا دیا بنانا انکی تعلیم کی طرف کب منسوب کیا جا سکتا ہے۔ ریل ٹیلی گراف ٹیلیفون وغیرہ ہزاروں تعجب خیز صنائع کا ظہور فلسفہ یورپ کی بدولت اور اس کے فرزندوں کی قوت عقلیہ کے سبب ہوا ہے اور اسی فلسفہ اور اسی قوت عقلی نے انکو اپنے معذور ہجمنوں کی دستگیری پر آمادہ کیا اور حسن انتظام کا سلیقہ سکھایا ہے۔ یہ لوگ اگر بت پرست ہوتے یا اور کوئی مذہب رکھتے تو بھی انکی ترقیات اور اخلاق کی ایسی ہی رفتار ہوتی۔ بڑی عمدہ دلیل ہماری اس لئے کی یہ کہ یورپ کے اکثر بڑے بڑے عالم اور ہنرمند لاد مذہب ہیں یہاں تک کہ خدا کے وجود کا بھی عقیدہ نہیں رکھتے ہا این ہمہ دولت و اقبال انکے ہم کاب ہو اور دیگر اخلاق بھی ایسے ہی شالیتہ ہیں جیسے کہ یورپ میں عیسائیوں کے ہیں۔ ہندوستانی کریمین دن رات ابوت اور بھوت کا صیغہ گزرتے رہتے ہیں گرائے اخلاق ہندوؤں اور مسلمانوں سے اچھے دیکھ نہیں جاتے اسلئے اب کیا شک ہے کہ جن کمالات اور حسن اخلاق کو سیدھے سامنے مشنری عیسائی

کی طرف کھینچتے ہیں وہ مذہبی تعلیم کے نتائج نہیں ہیں بلکہ یہ خدا کی اُس وہبی تعلیم کے
 آثار ہیں جب کا فیضان کبھی کسی قوم پر اور کبھی دوسری قوم کے دل اور دماغ پر ہوتا
 رہتا ہے۔ کبھی ایشیا یورپ کی اُستاد تھی اب یورپ نے ایشیا کی اُستادی کا درجہ حاصل
 کیا ہے اور کیا عجب ہے کہ کسی وقت بین وحشی افریقہ ان دونوں کا اُستاد بن بیٹھے۔
 قدرت اُسی کے نزدیک ہر ممکن الوجود کا موجود کر دینا آسان ہے۔ ابھی کتنے دن ہوئے
 کہ لا معلوم الاسم امریکہ وحشیوں کا رہنما تھا اور اب امریکہ کے رہنے والے ترقیات کے میدان
 میں یورپ کے دانشمندوں سے اگر بٹھے نہیں تو پیچھے بھی نہیں ہیں۔ جاپان کیا تھا
 اور کتنی تیزی سے کیا ہو گیا ترقیات کے اس درجے پر بھی پہنچ کے اُسکی رفتار ترقی
 تیز ہوتی چلی جاتی ہے۔ چین کی قدیم سلطنت اب بھی اس قدر وسیع ہے کہ اُسکی کاٹ و چھٹ
 سے کتنے خطے جاپان کے برابر نکل سکتے ہیں مگر ادا بار اور اقبال کے کرشموں کو
 دیکھیے کہ یہ بوڑھا غریب ہر قدم پر ٹھوکرین کھاتا ہے اور کل کا بچہ صرف اُسکی آنکھیں
 نہیں دکھاتا بلکہ یورپ کے سلاطین عظام بھی اُسکے گہوارہ کی عظمت کرتے ہیں
قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاؤُهُمْ بَيْنَ النَّاسِ ۝
 (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۴)

ش
 بیک بظہ بیک ساعت بیک دم
 دگرگون می شود احوال عالم

۱۲ یہ اتفاقات زمانہ ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت سب لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں ۱۲

دنیا کی تاریخیں ہکوٹے بٹے فسانے انقلاب کے سناتی ہیں جن سے دولت و اقبال کی بے ثباتی ظاہر و خداوند عالم کی بے نیازی آشکارا ہوتی ہے۔ **رومن امپائر** کیا تھی اور کیا ہو گئی اسلامی اقبال کا سیلابِ یگستان عرب سے اٹھا اور اطرافِ عالم میں پھیل کے کہاں سوکھ گیا اسی طرح بے شمار قومیں اقبال کے عروج پر پہنچیں اور پھر خاکِ ادا پر گر کر ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ اپنے اقبال کے زمانہ میں ہر ایک قوم ہنرمندی میں طرزِ معاشرت میں طریقِ تمدن میں مسکین نوازی میں ممتاز تھی لیکن جب نئے دن آئے تو سب اچھی خصلتیں بگڑ گئیں اور فضل و کمال کا سرہ دوسروں کے سر پر باندھا گیا۔ الغرض خیرات و مہربانی کی افزونی نظم و انتظام کی خوبی یہ سب دلوں پر مین فطرت کے ہیں جنکو انکے فلسفہ نے ابھارا اور اقبال مندی نے اُسکی آب و تاب کو چمکا دیا ہے۔ کبھی مسلمان بھی اقبال مند تھے اور دنیا میں انکے فضل و کمال کی نوبت بھتی تھی مگر اب تو ادا کے دن ہیں اور تمام قوم کے دماغ قوتِ عقلیہ اور انتظامیہ سے خالی ہو گئے ہیں مگر اس حالِ زار میں بھی مذہبی تعلیم اپنا کام کیے جاتی ہے اور ہر ایک مسلمان اُسی کی تحریک سے بقدر استطاعت کچھ نہ کچھ ایثار و اتفاق کرتا ہی رہتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اگر مسلمانوں کی خیرات اُسی طرح یک جا کی جائے جیسا کہ اس زمانہ کی اقبال مند قوموں کا معمول ہے تو انکا مشن بھی وہی سب کام کر دکھائے جو یورپین و امریکن کر رہے ہیں مگر افسوس اور سخت افسوس یہ کہ خود غرض و اعطا اور لالچی پیر اور پیرزائے مسلمانوں کی جیب سے بڑی بڑی رقمیں اینٹھ لے جاتے ہیں اور مسکینوں کے حقوق ان بچاؤنک

پونچھ نہیں پاتے بہر حال مذہبی تعلیم کا مذہبی تعلیم سے اگر مقابلہ کرتے ہو تو قومی اور فطری خصائل کو بحث سے علیحدہ رکھو کیونکہ وہ تو درحقیقت دوسری چیز ہوا اور ہر مذہب اور ملت کے ساتھ میل جول رکھ سکتی ہے۔

بدی کے معاوضہ سے درگزر کرنا

بُڑے سلوک کے معاوضہ میں ویسا ہی سلوک کرنا تو انصاف کی معمولی کارروائی ہے لیکن بلند خیالی اور کریم النفسی کا یہ اقتضا ہے کہ اپنے ہمجنسوں کی خطائیں معاف کی جائیں بلکہ بُرائی کرنے والوں کے ساتھ کچھ اچھا سلوک بھی عمل میں آئے۔

بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی منی آسا

لیکن زمانہ موجودہ میں ایسے بلند خیال کہاں ہیں اور بلحاظ فطرت انسانی قیاس کیا جاتا ہے کہ اگلے زمانہ میں بھی اس طرح کے کریم النفس معدوٹے چند ہے ہوں گے۔ دنیا میں نیک و بد کا قدیم الایام سے ساتھ ہے حضرت آدمؑ کے صُلبی فرزندوں میں بھی اعلیٰ درجہ کے امر پسند اور پرلے درجہ کے جنگ جوموجود تھے پس ایسے دارالفساد سے اگر پاداشِ عمل کا خوف جاتا ہے تو بد معاشوں کے حوصلے بلند ہوں اور جو لوگ چھپ کے اندھیری رات میں چوری کرتے ہیں وہ روز روشن میں علانیہ غارتگری شروع کر دیں۔ عقلمندوں نے کہا ہے کہ بدوں کے ساتھ نیکی کرنا درحقیقت نیکوں کے ساتھ بدی کرنا ہے۔

نکوئی با بدان کردن چنان ست کہ بد کردن بجای نیک مردان

بدی کے معاوضہ سے درگزر کرنا

کیونکہ اندیشہ ہے کہ بہ خصال فتنہ انگیز چشم پوشی سے زیادہ دلبر ہون اور نیک خیمہ فرشتہ سیر
 بزرگوں کے سر سے دستار بن اُتار لین اسی دور اندیشی سے یورپ کی شایستہ گونڈنٹون
 نے معافی خطا کا دائرہ تنگ کر دیا ہے۔ دنیا کی موجودہ طاقتوں میں انگریزی گونڈنٹ زیادہ
 رحم دل اور رعایا پرور ہے لیکن وہ بھی پسند نہیں کرتی کہ ملزمان جرائم سنگین سزا سے بچ جائیں
 اسی خیال سے اُس نے اپنے ضوابط قانونی میں ایسے جرائم کو ناقابلِ راضی نامہ لکھ دیا
 ہو اور معافی سزا کے اختیارات صرف بڑے بڑے عالیقدر حکام کو دیے ہیں جو ان
 اختیارات کو مصلحت کے موقع پر شاؤ و نادرا فدا کرتے ہیں۔ اسلامی شریعت سلاطین عصر
 کے قانون سے زیادہ ملائم اور حق پسند ہے اُس نے قاضیوں اور بادشاہوں کو ایسے
 اختیارات نہیں دیے کہ اپنی مرضی سے اُن مجرموں کی خطائیں معاف کرین جنہوں نے
 کسی دوسرے بندہ خدا کو ناجائز ضرر پہنچایا ہو لیکن شخص متضرر یا اُس کے وارثوں کو مجاز
 کر دیا ہو کہ باخذ معاوضہ مالی یا محض خدا کی خوشنودی کے لیے بعض مجرموں کو سزائے قانونی
 سے بچالیں یعنی شرعاً اکثر جرائم سنگین بھی راضی نامہ کے لائق قرار دیے گئے ہیں۔
 (س) جب معافی خطا جرم کا حوصلہ دلانے والی متصور ہو تو اسلام نے اُسکو
 کیون جائز رکھا ہے۔ (ج) اسلام نے معافی کو لازم نہیں کیا ہے اسیلئے جو شخص از کباب
 جرم کا ارادہ رکھتا ہو اُسکو اطمینان نہیں ہو سکتا کہ بالفور اُسکو معافی ملے گی یا صرف فدیہ
 دیکے سزا سے بچ سکے گا اور ہر گاہ معافی اور فدیہ لینے کا اختیار شخص متضرر کو حاصل
 ہو اسیلئے قرین قیاس یہی ہے کہ وہ اُس شخص کو موقع سہولت نہ دیگا جو جرائم کا عادی ہے

یا جسکی ذات سے آئندہ اعادہ جرم کا اندیشہ غالب پایا جاتا ہے۔

جو کچھ بیان کیا گیا وہ عدالتِ کارروائی کا ضابطہ تھا اور اخلاقی تعلیم یوں ہوئی ہے کہ پیروانِ اسلام ہمیشہ عفو و درگم کو کام میں لائیں اور خطا کاروں کی خطا سے حسبِ اللہ درگزر کرتے رہیں لیکن اگر انکا نفس معافی خطا کا تحمل نہ کر سکے تو بھی پاداش میں دھرم مساوات سے آگے نہ بڑھیں چنانچہ خداوندِ عالم نبی کریم کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتا ہے۔
 خُلِ الْعَفْوَ وَأَمْرِ الْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۵ (بارہ ۹)

سورۃ الاعراف (رکوع ۲۴)

اِذْفَعِ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ السِّيَئَةِ طَخْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ۵ (بارہ ۱۸)

سورۃ المؤمنون (رکوع ۶)

لیکن عام آدمی اُن محاسنِ اخلاق سے بہرہ مند پیدا نہیں کیے گئے جسے قدرت نے اپنے انبیاء کو آراستہ و پیراستہ کیا تھا اور خداوندِ عالم کی یہ شانِ محدث ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ایسا حکم جسکا تحمل انکی طاقت سے باہر ہو نہیں دیتا ایسے اُن لوگوں کو فروتر درجہ کے اصولِ اخلاق سکھائے گئے ہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَمَنْ اَعْتَدَ عَلَيْكُمْ فَاَنْتَدُوا عَلَيْهِمْ مَّا اَعْتَدَى عَلَيْكُمْ ۝

۱۔ درگزر کروا پناشیہ کرو اور نیک کام کرنے کی ہدایت کرو اور جاہلون سے کناہہ کش رہو ۱۲
 ۲۔ اگر کوئی تمھارے ساتھ بری کرتے تو تم اسکا دفعیہ ایسے سلوک سے کہ جو بہت اچھا ہو اور یہ لوگ جو کچھ تم کو کہتے ہیں اس سے تم قہر میں آ
 ۳۔ جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اُس پر ویسی ہی زیادتی کرو اور ایسے معاوضہ بخش میں خدا سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ
 اعداؤں کو لوگوں کا ساتھی ہو جو اُس سے ڈرتے ہیں ۱۲

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۲۴)
وَلَنْ عَاقِبَتُهُمْ عَذَابٌ مِثْلُ مَا عَذَبْتُم بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ
لِّلصَّابِرِينَ ۝ (پارہ ۴ سورۃ النحل رکوع ۱۶)

پھر اسی رکوع میں ارشاد ہوا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ
مُحْسِنُوْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالَّذِيْنَ يَحْتَبِئُوْنَ ۝ كَبُرَ الْاَثْمُ
وَالْفَوَاحِشُ اِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ (پارہ ۲۵ سورۃ الشوریٰ رکوع ۴)
دو آیتوں کے بعد ارشاد ہوا ہے وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۝ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ
فَاجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ پھر آخرین میں اسی رکوع کے فرمایا ہے
وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ لَآ ذٰلِكَ لَمَنْ عَزَا ۝ الْاُمُورُ ۝

دنیا کے تاریک کرہ پر قدرت نے دو قسم کے دائرے ہدایت کے بنائے ہیں جنکی روشنی
سے تمام عالم اقتباس نور کر رہا ہے بڑا دائرہ ہدایت عقلی کا ہے اور اُسی کے اندر چھوٹا مگر

۱۔ اگر تم لوگ سختی کرو تو بھی ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی اور اگر صبر کرو تو یہ صبر ان لوگوں
کے حق میں جو صبر کریں بہتر ہے ۱۲

۲۔ اللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو بہر ہیز گاری کرتے ہیں اور دُشمنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں ۱۲
۳۔ اور خدا کا اجر ان لوگوں کے لیے ہے جو بڑی بڑی گناہوں سے بچتے اور بیانی کی باتوں سے کنارہ کرتے

ہیں اور جب انکو غصہ آجائے تو بھی دُشمنوں کی خطا سے درگزر کرتے ہیں ۱۲
۴۔ بُرائی کا بدلہ ویسی ہی بُرائی ہے پھر جو معاف کرے اور صلح کرے تو اسکا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور

بیشک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۱۲

۵۔ البتہ جو صبر کرے اور خطا کو بخشے تو بیشک یہ بہت کے کاموں سے ایک کام ہے ۱۲

زیادہ چمکیلا دائرہ ہدایت تعلیمی کا کھینچا گیا ہے جسکی تعبیر شریعت الہی کے ساتھ کجانی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ ہدایت تعلیمی کا دائرہ یا اسکا کوئی جزو عقلی دائرہ سے باہر ہے وہ حقیقت اخلاق عقول پر تمت لگاتے ہیں کہ اپنے بندوں کو بے عقلی کی باتیں سکھاتا ہے **تَعَالَى اللَّهُ** عَنْ ذَلِكَ **عُلُوًّا كَبِيرًا** ہدایت تعلیمی کے دائرے پر ایک کھینچے گئے ہیں انہیں بعض زیادہ وسیع ہیں بعض چھوٹے اور بعض متوسط اسطرح انکی تنویر کی شعاعیں رنگین اور اکرصاف نظون میں کہا جائے تو انکی برکتیں مختلف درجہ کی ہیں۔ مذہب مشہور میں سب سے پیچھے شریعت اسلامی کا دائرہ کھینچا گیا ہے اور جو تعلیم دربارہ عفو اور درگزر کی گئی ہے اُس میں برسی خوبی یہ ہے کہ ساتھ حفاظت ولولہ طبعی کے محاسن اخلاق کو صاف صاف الفاظ میں سکھاتی ہے اور مصالح دین و دنیا اُسکے احاطہ میں گھرے ہوئے ہیں دنیا میں قتل کا جرم بہت سنگین ہے اور اُسکی پوری پاداش یہی ہے کہ قاتل کی جان لیجاے لیکن اُسی کے ساتھ یہ خیال بھی ناگزیر ہے کہ اس طرح کی پاداش ہر چند انتظام عالم میں مؤثر ہے لیکن اُسکی وجہ سے آملات نفس انسانی کی تعداد بڑھ جاتی ہے چنانچہ اسی خیال سے حال میں یورپ کی بعض گورنمنٹوں نے اپنے قانون سے ایسی سزا کو جس سے مجرموں کی جان لی جاتی تھی خارج کر دیا ہے۔ اسلام نے دونوں پہلو پر نظر کر کے جو روش اختیار کی وہ بہت عاقلانہ ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ

۱۲۶ ایسی تمت سے اسدبت پاک ہے ۱۲

معاملات قتل میں دین کے قواعد

فِي الْقَتْلِ أَوْ مَرْبَا الْحَرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأَنْثَى بِالْأَنْثَى ط فَمَنْ عَفِيَ لَهُ
مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَأَتْبَاهُمْ بِالْعُرُوفِ وَأَدَّاءُ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ط ذَلِكَ تَخْفِيفٌ
مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ط فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ
أَلِيمٌ ط وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ط
(پارہ ۲- سورۃ البقرہ رکوع ۲۲)

چند الفاظ میں کتبہ حکمت اور شان رحمت کا ساتھ احکام کے بتا دینا حق یہ ہے کہ بلاغت قرآنی
کا حصہ ہے۔ قصاص بظاہر اہل تلاف نفس کا اثر رکھتا ہے لیکن لفظ حیات کی تعبیر سلئے فرمائی ہے
کہ یہ سلسلہ قیام امن وہ مدحیات انسانی ہے۔ دشمنانہ معاوضہ جان کا جان ہے لیکن
امت محمدیہ پر خدا کی مہربانی تھی کہ اُس نے ورثائے مقتول کو اختیار دیا کہ خونہائے کے
قاتل کی جان بچائیں پھر دیکھیے کہ اسراف فی القتل کی روک متعدد طریقوں سے بضمن
احکام ہوئی ہے۔

اولاً قصاص اُس صورت میں لیا جاسکتا ہے جبکہ قاتل اور مقتول دونوں ایک جنس
اور ایک ہی حیثیت مَصْرُوحَةٍ فِي الْقُرْآنِ کے ہوں اور بصورت دیگر صرف معاوضہ
مالی جسکو **دیت** کہتے ہیں شرعاً دلا یا جاتا ہے۔ یہ تو موٹی بات ہے کہ عورت اور مرد آزاد

۱۔ مسلمانوں قتل کے معاملہ میں مکمل جان کے بدلے جان کا حکم دیا جاتا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام
اور عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس قاتل کو اُس کا بھائی کچھ معاف کرے تو وارث مقتول دستوں کے موافق خونہا چاہے اور
قاتل خوش معاملگی کے ساتھ دیوے یہ آسانی اور مہربانی تھا ہے پروردگار کی طرف سے ہے پھر اس کے بعد جو زیادتی کرے
اُس کے لیے عذاب دردناک ہے عقلمند و قصاص میں تمھاری زندگی ہو اور مسکا کا فائدہ یہ ہے کہ تم لوگ غور و تامل سے باز رہو

اور غلام ہر ایک کو اپنی جان بدرجہ مساوی عزیز ہے لیکن اس شرط کے لگانے میں مصلحت یہ رکھی گئی ہے کہ کچھ تعداد اہلکدہ کی نفیس کی گھٹ جائے اور کہنے کے لیے یہ حجت بھی موجود ہے کہ معاوضہ ادا کی کے اعلیٰ کا ہلاک کر دینا غیر واجب ہے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کی تفریق موافق خیال اُس زمانہ کے کی گئی جس میں اسلام نے ظہور کیا تھا اور قانون کی خوبی یہ بھی ہے کہ جہاں تک مقتضائے مصلحت ہوا احکام میں خیالات توابع کی رعایت کرے۔ زمانہ جاہلیت کے عرب امیرون کو یہ معاوضہ غزا اور شریفیوں کو بمقابلہ ارزال ہلاک نہیں کرتے تھے اور اگر معاملہ بالعکس ہوتا تو ایک کے بدلے قاتل اور اُسکے گھرانے کے اور لوگوں کو بھی مار ڈالتے مگر اسلامی معاشرت نے ایسی بے انصافیوں کو روک دیا اور دولت مند ہی خواہ عالی نسب کی کوئی تفریق باقی نہیں چھوڑی کیونکہ اگر ان مواقع میں اہلکدہ نفوس کا لحاظ کیا جاتا تو بزرگ و دولت مند و امرا غریب اور شرفا اُس فرقہ پر جو اُنکے خیال میں ذلیل تھا غضب ڈھاتے اور بدامنی کی بلائیں کثیر الوقوع ہو جاتیں۔ (س) شریعت کے احکام خدائی احکام ہیں زن و مرد آزاد و غلام کے حق میں خیالات مخلوق کا اُن پر کیون اثر پڑا۔ (ج) ایسے کہ وہ احکام لائق عمل ہو جائیں اور بوجہ ناساز گاری طبائع اہل عالم بدامنی کی آفت برپا نہو چنانچہ خود مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ موسیٰ نے بوجہ سخت دلی بنی اسرائیل کے یہ حکم دیا تھا کہ طلاق نامہ لکھ کے مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہو (مقس کی انجیل باب ۱۰ اور کس ۶)۔

پس ظاہر ہے کہ اگلی شریعت میں طبائع توابع کی رعایت کی جاتی تھی اور ہم خود دیکھتے ہیں

کہ دنیاوی قانون میں جہاں تک موقع ملتا ہو خیالات رعایا کا لحاظ کیا جاتا ہے اس لیے اسلام نے جو لحاظ اپنے توابع کی طبائع کا کیا ہے اُس پر اعتراض بجا ہے۔

شامیاء بذریعہ خونہا بہت سے مقتلات میں قاتل کی جان بچ جائیگی۔ خونہا لیکے جانی دشمن کی جان اکثر وہی خاندان بچا ناپسند کر گیا جو تنگ دست ہوا سیلے خونہا کی تجویز یوں بھی عمدہ ہے کہ اس کی بدولت ارباب احتیاج کو ایک رقم معقول مل جاتی ہے جو بحالت قصاص نہ ملتی۔ (س) شریعت اسلامی میں بعض غیر مسلم کے مسلم قاتل ناروا ہے اور ایسی حالت میں ورثائے مقتول اخذ دیت پر مجبور کیے گئے ہیں مگر ایسی تفریق انصاف سے بعید ہے۔ (رج) قرآن میں تو ایسی کوئی تفریق نہیں ہے بلکہ اُس کے احکام ہر مذہب اور ملت کے افراد سے یکساں متعلق ہیں ہاں بعض احادیث میں ایسی تفریق کا بیان موجود ہے۔ اگر وہ حدیث صحیح ہو تو غالباً وجہ تفسیر یہ رہی ہوگی کہ ظہور اسلام کے زمانہ میں دوسری قومیں مسلمانوں کو دین و دنیا کا دشمن خیال کر کے اُن کے ساتھ انصاف میں یک رنگی نہیں برتی تھیں اور نہ مکمل معاہدہ باہن الا قوام کا رواج تھا اس لیے اسلام نے بھی عملی طور پر قومی رعایت کو مد نظر رکھا لیکن اب تو عیسائی بلکہ سب شایستہ گورنمنٹوں کے احکام تعزیری ہر مذہب اور ملت کے ساتھ یکساں تعلق رکھتے ہیں اس لیے اسلامی گورنمنٹیں بھی ان معاملات میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں کرتیں اور جو ایسی تفریق اب بھی کرتی ہوں اُنکو اپنا طرز عمل بدل دینا چاہیے کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ایک بڑا پر مغز مسئلہ اسلام کا ہے (س) ذلک مقتلات میں

اسلام نے کیوں راضی نامہ یا فدیہ ستانی کو جائز نہیں رکھا اور قتل سے بھی زیادہ سنگین سمجھا ہے۔ (ج) ہاں خدا ارشاد فرماتا ہے الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْ كُفْرَهُمَا رَأْفَةً فِي دِينِ اللَّهِ إِنَّ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشُمَذَّابُهُمَا ثَاقِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (پارہ ۸ سورۃ النور رکوع ۱)

حدیثوں کی یہ تعلیم ہو کر بیاہے مرد اور بیاہی عورتیں جو آزاد ہوں اگر زنا کریں تو انکو سنگسار کر دو۔

توریت نے یوں تعلیم دی ہے ”جو کوئی اُس عورت سے جو لونڈی اور کسی شخص کی منگیتیر ہو اور نہ فدیہ دی گئی ہو اور نہ آزاد کی گئی ہو ہمبستر ہو انکو کوٹے مارے جائیں۔ مے مار ڈالے نہ جائیں ایسلے کہ وہ عورت آزاد نہ تھی۔“ (کتاب اجبار باب ۱۹ ورس ۲۰)

”اور وہ شخص جو دوسرے کی جو رو کے ساتھ یا اپنے پڑوسی کی جو رو سے زنا کرے وہ زنا کرنے والا اور زنا کرنے والی دونوں قتل کیے جائیں۔“ (کتاب اجبار باب ۲۰ ورس ۱۰)

”اور اگر کسی کاہن کی بیٹی فاحشہ بن کے آپ کو بے حرمت کرے وہ اپنے باپ کو

۱۵ عورت اور مرد زنا کریں تو ہر ایک کو ان دونوں میں تلوڑے مارو اور اگر اسداور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو پھیل

حکم الہی میں انی اور زانیہ پر ترس مت کرو اور چاہیے کہ انکی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہے ۱۲

ذلیل کرتی ہے وہ آگ میں جلائی جائے۔“ (کتاب اجابہ باب ۲۱ ورس ۹)
 مسیح علیہ السلام نے تمام احکام تو ریت کو منظور فرمایا ہے اور یوں ارشاد کیا ہے۔ ”پس سچ
 کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیوں کو
 سکھائے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کھلائے گا۔“ (انجیل متی
 باب ۵ ورس ۱۹)

ان اسناد سے ظاہر ہے کہ نہ صرف اسلام نے بلکہ اگلی شریعتوں نے بھی زنا کو بڑا سنگین
 جرم خیال کیا ہے اور دنیاوی قانون جو اسکو خفیف اور لائق راضی نامہ قرار دیتے ہیں
 وہ خداوندی تعلیم کے خلاف ہیں۔

اسلام نے زنا کے روکنے میں ایسے شدت گوارا کی ہے کہ وہ سخت محرب اخلاق ہے اور
 دنیا کی بد امنی میں بڑا اثر رکھتا ہے چنانچہ ان دنوں بھی زیادہ جھگڑے اُسی کی بدولت
 پیدا ہوتے ہیں اور اکثر ضرب شدید اور قتل کی نوبت آجاتی ہے۔ باوجود سختی سزا کے
 اسلام نے شہادت زنا کا پلہ بھاری کر دیا ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ يَرْمُونَ**
الْمَحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَ
لَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ
 (پارہ ۸ سورۃ النور رکوع ۱)

ہر دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام نے کیسی دوراندیشی کے ساتھ سزا کو سنگین اور ثبوت کو

لے اور جو لوگ بیہوش تہمت مل گئے ہیں اور چار گواہ پیش کریں تو ان کو کوئی سزا نہیں ملے گی اور اگر کسی نے گواہی دی کہ یہ لوگ خود گناہگار ہیں

عسیر الحصول قرار دیا ہوا اور بڑی خوبی کے ساتھ شیوع فواحش کو بھی روکا اور کثرت اہل نفس اور سچا متمنون کا دروازہ بھی بند کیا ہے۔ اپنی عورتوں کی زنا کاری سے جو شخص چشم پوشی کرے وہ سخت بیچیا ہوا اور جو اس کا معاوضہ لینا پسند کرے وہ بے اشتباہ دیوث ہوا اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اپنی رحمدلی کے غیور اسلام نے معافی کو یا اخذ فیہ کو معاملات زمان میں جائز نہیں رکھا ہے کیونکہ اسلام کے عمدہ اصول میں ایک یہ بھی ہے۔

الْحَيَاءُ مِنَ الْاَيْمَانِ - اور عرب کے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔
 فَلَا وَابْنِكَ مَا فِي الْعَيْشِ حَيْرٌ وَلَا الدُّنْيَا اِذَا ذَهَبَ الْحَيَاءُ
 يَعْشِشُ الْمَرْءُ مَا اسْتَحْيَ بِخَيْرٍ وَيَقِفُ الْعَوْدُ مَا بَقِيَ الْحَيَاءُ

معاوضہ اور عفو کے نسبت شریعت موسوی کے یہ احکام ہیں ”تو اپنی قوم کے فرزندوں سے بدلہ مت لے اور نہ انکی طرف سے کینہ رکھ بلکہ تو اپنے بھائی کو اپنے مانند پیا کر کر“ (کتاب اجبار باب ۱۹ اور س ۱۸)

”توڑنے کے بٹے توڑنا آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت جیسا کوئی کسی کا نقصان کرے اُس سے ویسا ہی کیا جائے اور جو حیوان کو مار ڈالے اُس کا بدلہ دیوے۔ وہ جو انسان کو مار ڈالے جان سے مارا جائے۔ تمھاری ایک ہی طور کی شریعت ہو جو اجنبی کے حق میں ہو وہی تمھارے دیس والے کے

۱۲ حیا جزو ایمان ہے

۱۳ قسم تیرے باپ کی زندگی اور دنیا میں کوئی لطف نہیں ہے اگر حیا جاتی ہے۔ جب تک آدمی میں حیا ہے اچھی زندگی گزرتا ہے اور لکڑی کی بقا اسی وقت تک ہو کہ اچھا محفوظ ہو ۱۲

حق میں ہو۔ (کتاب اجاب باب ۲۲ ورس ۲۰ لغایت ۲۲)

انجیل کی تعلیم یہ ہے ”تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو تیرے دلہنے گال پر پٹا خپ مائے دوسرا بھی اُسکی طرف پھیرے۔ اور اگر کوئی چاہے کہ تجھے زالش کر کے تیری قبا لے۔ کرتے کو بھی اُسے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھ کو ایک کوس بیگا ر لجا دے اُسکے ساتھ دو کوس چلا جا۔“ (انجیل متی باب ۵ ورس ۳۸ لغایت ۴۱)

انجیل میں فروتنی کی یہ بڑی اوجھی تعلیم ہے مگر اُسکے عسیر العمل ہونے کا یہ کافی ثبوت ہے کہ **شمعون پیرس** نے جو حواریوں میں بہت ممتاز تھے خود سیلج کے روبرو اس تعلیم کے خلاف عمل کیا چنانچہ انجیل یوحنا میں تحریر ہے ”تب شمعون پیرس نے تلوار جو اُس کے پاس تھی کھینچی اور اُسکا دہنا کان اڑا دیا“ (یوحنا باب ۱۸ ورس ۱۰) اور جب اتنے بڑے مقدس بزرگ اپنے غصہ کو روک نہ سکے تو پھر کسی عیسائی کسی بشپ یا لارڈ بشپ کی نسبت کیونکر قیاس کیا جاوے کہ وہ اس ہدایت پر عمل کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔

مختصر طور پر میں نے مناسب مقام ہر سہ مقدس کتابوں کی تعلیم کا تذکرہ لکھ دیا اور میں باور کرتا ہوں کہ یہ سب چشمے ایک ہی دریا سے نکلے اور حسب ضرورت وقت اگلوں نے تشنہ لبان عالم کو سیراب کیا اور سب سے پیچھے میں جو ٹھنڈک اور غدوبت ہے اُسکا اندازہ ہر اہل مذاق خود کر سکتا ہے مگر میرا ذاتی خیال تو یہ ہے۔

آقا تھا گردیدہ ام مہربان و رزیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ ام لیکن چہرے دگری

ازدواج اور زوجین کا باہمی سلوک

مرد و زن کے باہمی تعلقات محض عیش پسندی اور اطفائے جوش نفسانی کے لیے
نہیں ہیں بلکہ انھیں تعلقات پر مدار ترقی اور بقائے نسل انسانی کا بھی ہر کارگاہ عالم پر
غور کرنے والا جب دانشمندانہ نظر ڈالتا ہے تو اسکو ہر ایک نظام میں سلسلہ حکمت دکھائی
دیتا ہے اور بے ساختہ اسکی زبان سے یہ ترانہ تقدیس بلند ہو جاتا ہے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ
هٰذَا بَاطِلًا اے ہمارے پروردگار تو نے اسکو بیفائدہ پیدا نہیں کیا۔ چنانچہ توالد
و تناسل کے سلسلہ میں زن و مرد کی شرکت اور انہیں مختلف جذبات کی تقسیم اسلئے
ہوئی ہے کہ ایک دوسرے کا مددگار ہو اور اولاد کی پرورش اور پرداخت میں دقت نہ
پڑے۔ تورات (باب ۲ کتاب پیدائش) سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم کی وحشت تنہائی دور
کرنے کو انھیں کی ایک پسلی سے ٹوکا ڈھا پنچہ خدا نے بنایا اور آدم نے کہا کہ ہر گاہ عورت
میری ہڈی اور گوشت سے بنی ہے اسلئے مرد اپنے مان باپ کو چھوڑے گا اور جوہر دے
گا مہیگا۔ انجیل میں تحریر ہے ”سوئے (زن و شو) اب دو تن نہیں ہیں بلکہ ایک تن
ہیں۔ پس جسے خدا نے جوڑا ہے آدمی جدا کرے۔ اور گھر میں اُسکے شاگردوں نے
اُس سے اس بات کے بابت پوچھا۔ اُس نے انھیں کہا جو کوئی جوڑے کو چھوڑے اور
دوسری سے بیاہ کرے تو اسکی نسبت زنا کرتا ہے۔ اور جوڑے اگر اپنے شوہر کو چھوڑ دے

ازدواج اور زوجین کا باہمی سلوک

اور دوسرے سے بیاہی جائے تو وہ بھی زندہ کرتی ہے۔ (مرقس باب ۸ ورس ۸ لغایت ۱۲)

قرآن میں اس مناسبت سے کہ انہیں ایک دوسرے کا راز دار اور پردہ دار ہے ارشاد ہوا ہِرْهُنَّ لِبَاسٍ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لَبَاسٌ لَّهُنَّ عَوْرَتِینَ تَهَارِیْ اور تم اُنکے لباس ہو اور پھر ایک دوسرے موقع پر اسوجہ سے کہ عورتوں کے رحم میں انسانی بیج جمتا اور پرورش پاتا ہے فرمایا ہِرْ لِبَاسٌ لَّكُمْ عَوْرَتِیْ تَهَارِیْ عَوْرَتِینَ تَهَارِیْ کھیتیاں ہیں اولاد کو ہر انسان ثمرہ زندگی خیال کرتا ہے پس جس کھیت سے یہ خوشگوار ثمر حاصل ہوتا ہو وہ کتنا عزیز اور کیسا کچھ لائق قدر ہوگا۔ بلاغت قرآنی معجزہ محمدی ہے اسیلے جو لطف ان تشبیہات میں ہے وہ دوسری جگہ کب ملنے لگا لیکن دنیا کے تمام مذاہب اور تمام آسمانی صحائف اس تعلق کے قوام کو گامدھا کتے ہیں عقل بھی اُسکو ضروری بتاتی ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ یہ تعلق اس قدر دلپذیر ہے کہ حضرت عشق اُسی کے بھیس میں اکثر تکلیف ظہور گوارا فرماتے ہیں۔

تولید کے نتائج اگرچہ آذادہ تعلق سے بھی حاصل ہو سکتے ہیں لیکن شریعتوں نے اُسکو معاہدہ اور چند مصلحت آگین شرائط سے اسیلے پابند کر دیا ہے کہ نسلیں اختلاط سے پاک رہیں۔ پرورش اولاد اور سلسلہ جانشینی میں خلل نہ پڑے۔ نظام عالم خوش اسلوبی سے قائم ہو۔ اور زن و شو ایک دوسرے کے رنج و راحت میں اُسی طرح شریک رہیں جیسا کہ باغ عدن میں آدم و حوا علیہما السلام کی باہمی موافقت تھی اور دنیا کے دارالرحمن میں بھی دونوں کا نیاز مندانہ ساتھ نبھ گیا۔

عام طور پر عورتوں کی وفاداری جان نثاری لائق تحسین ہے لیکن شک نہیں کہ انہیں کی بدولت مردوں کو بسا اوقات مصیبتوں کی کڑی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں یا نہیہ مردانہ فرض اخلاق یہی ہے کہ ان ملائم خصال مخلوق کے ساتھ اُنکے خاوند بلائمت پیش آئیں اور اُنکی خطاؤں سے بہ اتباع سنت پوری درگزر کریں کیونکہ انسان کے ابوالآبائے عورت کے وسوسہ میں پڑنے کے باغ عدن سے نکالے گئے۔ خود اُنکو طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں اور ہم لوگ جو اُنکی اولاد سے ہیں اُسی وسوسہ کا خمیازہ اُنکے بھگت رہے ہیں لیکن جد امجد کے حلم و در اُن کی مروت کو دیکھیے کہ عورت کی طرف سے تیور پر پیل نہیں آیا اور ہیکو آسمانی صحائف سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اتنے بڑے اہم معاملہ میں دو ستارہ کلمات شکایت بھی زبان پر لائے ہوں۔ اب اُس خطا سے بڑھ کے دوسری کون ایسی خطا ہو سکتی ہے کہ آدم کے بیٹے اُسکی یاداش میں حوا کی بیٹیوں کو ستائیں۔ قرآنی ہدایتوں کا صاف یہی منشا ہے کہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک برتا جائے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى** **وَعَاشِرُهُنَّ يَا لَمَعْرُوفٌ ؕ فَإِنْ كُوِّمَتْهُنَّ فَصَبِّرْ إِنَّ لَكَ هُوَ أَشْيَا وَيَجْعَلُ اللَّهُ** **فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا** ۝ (پارہ ۴ سورۃ النسا رکوع ۳)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِنَّمَا أَخَافَتْ مِنْ بَعْضِهَا نَشُورًا وَأَعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهَا **أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَهُمَا صُلًى وَالصَّلَاةُ خَيْرٌ وَأَخْضَرَتْ الْأَنْفُسُ الشَّحْرَ وَإِنْ تَحْسَبُوا**

۱۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اگر تم کو بیان پابند ہوں تو عجیب نہیں کہ تم ایچہ کرنا پابند کرتے ہو اور نہ تمہیں کچھ برکتیں بھی ملیں گی۔
۲۔ اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی یا دنی یا بے توہمی کا اذیت ہو تو مضائقہ نہیں ہے کہ دونوں آپس میں صلح کریں اور صلح ہر حال بہتر ہے۔
۳۔ ہوا و بیعتوں میں بھل مہاشی کرتا سہارا اگر تم لوگ آپس میں سلوک نیک کرنا اور زیادتی سے بچتے رہو تو خدا تمہارے کاموں کا گاہ ہوا

وَيَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (پارہ ۵ سورۃ النسا رکوع ۱۹)

اب میں چند حدیثوں کو سنیں کہ میں پیش کرتا ہوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے مسلمانوں کو پرنہ الفاظ میں رغبت دلائی ہے کہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور انکی کج ادائی سے چشم پوشی کر جائیں۔

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
استوصوا بالنساء خيرا فانهم خلقن
من ضلیم وان اعوج شئ فی الضلیم
اعلاہ فان ذہبت تقیہ کسرتہ
وان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا
بالنساء (رواہ البخاری وسلم)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری
نصیحت مانو عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔
درحقیقت عورتیں پسلی سے بنائی گئی ہیں جکا
بالائی حصہ یادہ کج ہوتا ہے اگر تم اسکو سیہا کرنا
چاہو تو ٹوٹ جائے اور اگر بحال خود چھوڑ دو تو
ہمیشہ کج رہے پس میری نصیحت مانو عورتوں کے معاملہ میں

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خیرکم خیرکم لاہلہ وانا خیرکم
لاہلہ۔ (رواہ ابن ماجہ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں
اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا سلوک کرے تاہو میں
تم لوگوں میں بڑھ کے اچھا سلوک اپنے اہل سے رکھتا ہوں

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں
اکمل المؤمنین إيماناً أحسنهم خلقاً | میں بکا ایمان دار وہ ہے جو خلقِ حُسن سے زیادہ
وَحَيَاءٌ كَمَحْيَا رِجَالِ نِسَائِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ | بہرہ مند ہو اور تم لوگوں میں بہت اچھا وہ ہے جو چھپنے
(مشکوۃ لمصابیح) عورتوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک رکھتا ہو۔

بعد ملاحظہ ان اسناد کے کوئی انصاف پسند نہیں کہ سکتا کہ اسلام نے عورتوں کی نسبت
اپنے تابعین کو ہمدردی کی تعلیم نہیں دی ہے یا ان اسلام نے عورتوں کو اپنے شوہر
کا فرمان پذیر قرار دیا ہے اور اس فرمان پذیری کے عوض میں وہ اجرِ جہیل کی امیدوار
کی گئی ہیں۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الرَّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ
عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ط (پارہ ۵ سورۃ النساء کو ع ۶)

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عورت
الْمَرْءَةُ إِذَا صَلَّتْ نَمَسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا | نے اپنی وقت کی نماز پڑھی اور رمضان کے روزے رکھے اور
وَاحْصَنَتْ فَوْجَهَا وَاطَاعَتْ بَعْلَهَا | بدکاری اپنے پیٹ سے بچا یا اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کی تو وہ

۱۔ مردِ حاکم، عورتوں پر ایسے کہ خدا نے مردوں کو عورتوں پر خلق فرمائی ہے اور ایسے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں

قلیہ خل من ای ابواب الجنة شاءت مجاز ہے کہ جس دروازہ سے چاہے جنت
(رواہ ابو نعیم فی الحلیہ) میں چلی جائے۔

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو
ایما امراً ما تَزَكُّوا عَنْهَا رَاضٍ | عورت وفات کرے اور شوہر اس کا اس سے
دَخَلَتْ الْجَنَّةَ۔ (رواہ ابن ماجہ) راضی ہو وہ عورت جنت میں جائیگی۔

توریت (کتاب پیدائش باب ۳ ورس ۱۶) میں بھی خداوند عالم کا یہ ارشاد موجود ہے: (خداوند خدا نے) عورت سے کہا کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا اور درد سے تولد کے جننے گی اور اپنے خنسم کی طرف تیرا شوق ہوگا اور وہ تجھے حکمت کرے گا "عیسائیوں کے مذہبی مجاس میں پولوس کی بڑی وقعت ہے وہ قرنتیوں کے پہلے خط باب ۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مرد عورت کا سر ہزار بتا کید ہدایت کرتے ہیں کہ عورتیں اپنے سروں کو اوڑھنی سے چھپائے رکھیں اور اسی خط کے باب چودہ (درس ۳۴ لغایت ۳۶ میں) مندرمایا ہے کہ عورتیں کلیسیا میں بھی ہمکلام نمونہ بلکہ جو کچھ پوچھنا ہو گھرون میں اپنے شوہر سے پوچھیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ فرمانبردار رہیں۔ اب اگر کوئی قوم عورت و مرد دونوں کو ہم رتبہ کرنا اور آزاد رکھنا چاہتی ہو تو دوسرا الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ حکم خدا سے تجاوز کرتی ہے۔

عورت کی ذات کا تابع حکومت شوہری رکھتا ہر ایک دور اندیش سمجھ سکتا ہے کہ شرمناک حوادث کے انداد کا ذریعہ ہوا اور اسلامی شریعت نے صرف اتنی ہی حکومت کا فائدہ شوہرون کو عطا کیا ہے لیکن شرعاً اپنی املاک اور اپنے حقوق پر بعد نکاح کے بھی عورتوں کو مثل مردوں کے آزادانہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کے مذہب نے عورتوں کو بشارت دی ہے کہ اپنے شوہر کی جزبہ جاتی ہیں لیکن ملکی قانون نے اسی بشارت کی بنیاد پر مالی آزادی چھین لی ہے کیونکہ بعد از نکاح زوجہ کے املاک کا حقیقت شوہر مالک بن جاتا ہے اور مسکین عورتوں کو اتنا بھی اختیار نہیں رہتا کہ کوئی معاہدہ اپنے نام سے کر سکے۔ اب انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ مسلمان عورتوں کی حالت اچھی ہے یا عیسائی عورتوں کی جبکہ جوہر وجود کہنے کے لیے مٹ گیا مگر لکے والی حقوق و حقیقت طوفان ازدواج میں برباد ہو گئے

عیسائیوں کا اعتراض اسلام پر ایک یہ بھی ہے کہ اُسے طلاق کو جائز رکھا ہے اور مرقس کے اُنھیں فقرات کو جنھیں ہم نے قبل اسکے نقل کر دیا ہے اس سند میں پیش کرتے ہیں کہ مذہب عیسائی نے بہت بڑی رحمہ لی عورتوں کے ساتھ برتی ہے بلکہ بعض مشنری تو یہ بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ طلاق اور تعدد ازدواج اشاعت اسلام کا ذریعہ ہوا ہے لیکن اگر یہ مشنری حق پسند ہیں تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ اسی امتناع طلاق اور تعدد ازدواج نے مردوں میں غمی مگر عورتوں کی سادہ دل حالت میں عیسائیت کے ساتھ زیادہ دلچسپی پیدا کی ہے۔ بہر حال اس موقع میں خاص ضرورت ہے کہ ان اعمال کی نسبت تشریح کج جائے کہ ان کو اسلام نے

طلاق کی حقیقت

کہا تک جائز رکھا، اور انہیں کتنے مصالح دینی و دنیوی مضمر ہیں۔ از روئے شریعت اسلامی اگر شوہر زانیہ زوجہ کو سزا دلانا چاہتا ہو تو اُسکو چار گواہ چشم دید پیش کرنا چاہیے اور اگر محض تفریق مقصود ہو تو اُسکو ایک خاص طریقہ پر جسکو **لعان** کہتے ہیں قسم کھانے کی ضرورت ہے لیکن اگر غیرت مند آدمی ایسی فضیحت کی شہرت ناپسند کرتا ہو تو اُسکے لیے بھی آخر کوئی مناسب تدبیر ہونی چاہیے۔ زمانہ حال کے ہمدن جٹنملین جب مقدمات طلاق میں حاضر عدالت ہوتے ہیں تو جیسا کچھ اُنکا خاکہ اُڑایا جاتا ہے اُسکو آٹے دن ہم لوگ اخباروں میں دیکھتے ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ شریفانہ بلیمعتین اسطرح کے اعلان تو ہیں کو کیونکر بد شہرت کر لیتی ہیں۔ ان معاملات میں شرفاء عرب سخت غیر متدبیر تھے چنانچہ سعد بن عبادؓ وہ جن کا سرداران انصاری اور رسول اللہؐ کے فرمان بردار معتقدون میں شمار کیا جاتا ہے ایک جلسہ میں جوش غیرت کو ضبط نہ کر سکے اور عرض کیا کہ اگر میں اپنی زوجہ کو زنا کرتے دیکھوں تو کیا اسقہ صبر کروں گا کہ اس واقعہ کے چار گواہ فراہم ہوں؟ قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپ کو سچا بنی بنایا ہے اگر میں ایسا واقعہ دیکھوں تو تلوار سے اُسکا چارہ کاڑھوں۔ خیر یہ تو اشتعال طبع کی ایک خاص حالت ہے لیکن عاقلانہ اور اسلام طریقہ یہی ہے کہ بدنام کرنیوالی حکایتوں کا تذکرہ نہ کئے اور طلاق دینے شوہر اپنی گلو خلاصی کر لے۔ اسکے علاوہ فرض کرو کہ مرد نے جہا تک انسان سے ممکن ہے جانچ کے کسی عورت سے نکاح کر لیا مگر وہ غیب کا جاننے والا تو تھا نہیں آئندہ چل کے وہ نیک بخت دوسرا رنگ لائی شوہر کو مان باپ کو اولاد کو خواہ پڑوسیوں کو اُسکی کج ادائی سے ناگوار تکلیفیں

پونج رہی ہیں ایسی صورت میں نیک خوشوہر جو ہر طرف سے نشانہ ملامت بن گیا ہو اگر قطع تعلق نہ کرے تو کیا اس مصیبت کی آگ میں چپکا جلتا ہے۔

زن بد در سر مرد نکو ہم درین عالم ست دوزخ او
یہ سب خطرات و وراندیش اسلام کے پیش نظر تھے جسکی بنیاد پر اُس نے عیسائی تعلیم کو ناپسند کیا طلاق کی اجازت دی مگر ایسی اخلاقی قیدیں لگا دیں جبکا شریعت موسوی میں موجود تھا

حدیث

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ مَا خَلَقَ اللَّهُ شَيْئًا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَنَاقِ وَلَا خَلَقَ اللَّهُ شَيْئًا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَبْغَضُ مِنَ الطَّلَاقِ (رواه البخاری)

معاذ بن جبل سے روایت ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے معاذ زمین پر اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہو ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ اُس کے نزدیک غلاموں کی آزادی اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔

حدیث

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقِ - (رواه البوداؤد)

ابن عمر سے روایت ہو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حلال چیزوں میں اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَيُّ أَمْرٍ سَأَلْتُ زَوْجَهَا طَلَاقًا
 فِي غَيْرِ مَا بَاسٍ فَخَرَّامٌ عَلَيْكَ
 فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 کہ جو عورت بحالت غیر ضروری اپنے شوہر
 سے خواستگار طلاق ہوا سپر بہشت
 رائجۃ الجنۃ (رواہ الترمذی) کی بوے خوش حرام ہے۔

پس ظاہر ہے کہ اسلام نے مجبوری خاص حالتوں میں طلاق کو جائز رکھا اور اس کا
 اختیار مصلحت حوالہ امتیاز عقلی شوہرون کے کر دیا ہے۔ عورتوں پر اس کا بہت بڑا احسان
 ہے کہ طلاق کے پردہ میں وہ ایسی بدنامیوں سے بچ جاتی ہیں جنکی وجہ سے دوسرا
 غیر متعلقہ کی خواستگاری نہیں کر سکتا۔ اب عورتوں کا یہ کام ہے کہ وہ اپنے تئیں ایسی بیکاری
 میں مبتلا نہ کریں کہ پابند شریعت شوہرون کو طلاق دینے کی ضرورت داعی ہو۔ جو لوگ
 خلاف شریعت عیش پسندی کے لیے طلاق دیتے ہوں انکی بد اخلاقی کا اسلام ذمہ دار
 نہیں ہے جیسا کہ نبی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کی ذمہ داری شریعت موسوی پر عائد نہیں
 ہو سکتی اور نہ بعض عیسائیوں کی بد اخلاقیوں کی عیسوی تعلیم جواب دہ ہے۔ ہم فخر کے ساتھ
 یہ بھی کہتے ہیں کہ شرفائے اہل اسلام میں طلاق عملاً متروک ہے۔ دور کیوں جاؤ خود
 ہندوستان کو دیکھ لو کہ شریف خاندانوں میں طلاق کا ذکر سننا نہیں جاتا اور اگر کہیں بھی
 گیا تو وہ ایسا اذونا درہو جو شمار کے لائق نہیں۔

مرفس نے جو روایت کی اُس کے رو سے طلاق عموماً ناجائز ہو گیا لیکن متی نے اپنی روایت میں ایک شکل باقی چھوڑی ہوائی انجیل باب ۵ ورس ۳۱ و ۳۲ میں لکھا ہے۔ ”یہ بھی لکھا گیا کہ جو کوئی اپنی جو رکھ چھوڑے اُسے طلاق نامہ لکھ دے۔ پرین تھین کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جو رکھ کر زنا کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دیوے اس سے زنا کرنا جائز ہے۔ اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے۔

ترجموں کو صحیح اور الفاظ کو تحریف مابعد سے بری مان لو مگر اسی کے ساتھ ان دونوں مفسرین کتابوں کے مضمون میں اتحاد کیونکر پیدا کرو گے اور باوجود اُس اضافہ کے جو متی نے کیا ہے کس طرح کہہ سکو گے کہ اُس نے اُن تمام ضرورتوں کو جھکا ہم مذکرہ کر آئے ہیں رفع کر دیا ہے متی کے اضافہ پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ توریت کے احکام کی مسیح علیہ السلام نے عموماً توثیق کی ہے۔ ”یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا۔ میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ملیگا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ (متی باب ۵ ورس ۱۷-۱۸)

پس زنا کی صورت میں بحکم توریت شوہر و اعرورت ملک عدم کو بھیج دیا جائے گی۔ طلاق کس بد بخت کو دیا جائیگی۔ میرے خیال میں غالباً مقصود یہ ہے کہ اگر شوہر عدالت کی رسوائی سے بچنا چاہتا ہو تو جائز ہے کہ اندر خانہ طلاق دیدے مگر عیسائی شوہروں کے لیے

مرفس اور متی دونوں پر یہ اعتراض قائم ہوتا ہے کہ پھر طلاق کا عام حکم جو مندرجہ توریت ہے کیوں منسوخ کر دیا گیا ۱۲

یہ بحث شکل ہو کہ جب تک قانونی ثبوت موجود نہ ہو انکی عدالتین طلاق کو ناجائز قرار دیتی ہیں۔

اسلام نے کبھی نہیں کہا کہ وہ کتب قدیمہ کے احکام میں دست اندازی نہیں کرتا اسلئے اگر اُس نے انجیل خواہ توریت کے احکام سے اختلاف کیا ہو تو محض بر بنا اس اختلاف کے الزام دینا بیجا ہے۔ ہاں اگر اُس کے احکام عقل والصفات یا مصلح دینی و دنیوی کے خلاف ہوں تو البتہ اُس کے مرسل من اللہ ہونے پر شبہ کرنا معقول ہو لیکن ثبات تو یہ ہو کہ اس معاملہ میں اُس کے احکام عاقلانہ اور نہایت معتدل ہیں (س) مردوں کو اسلام نے آزادی دی ہو کہ بلا مرضی زوجہ کے طلاق دین لیکن عورتوں کو کیوں ایسا مجبور کیا ہو کہ بلا استرضائے شوہر نکاح کو فسخ نہیں کر سکتیں (ج) مرد نے اُس معاہدہ کا جو عورت کی طرف سے ہوا معاوضہ نقدی (مہر) دیا ہو اور عطاے نفقہ میں بھی برباری اٹھائی ہو اسلئے بلا رضامندی ایسے فریق کے عورت سستی نہیں ہو کہ معاہدہ کو توڑ دے فرض کرو کہ زید نے خالد کی زمین بلا قید میعاد ایک معین رقم زردی کے کرایہ کی اور خود اپنے تئیں کسی شرط کا پابند نہیں رکھا ایسی صورت میں زید انصافاً اور قانوناً مجاز ہو کہ اپنا نقصان گوارا کرے اور زمین کو چھوڑ دے لیکن خالد کو تو یہ اختیار نہیں ہو کہ وہ بلا مرضی زید کے اپنی زمین چھوڑ اے۔ یہ مثال ہر پہلو سے مسئلہ طلاق کے ساتھ چسپاں ہو پس جو تفریق اس مثال میں واجبی کسی جاتی ہو وہی تفریق زن و شو کے معاملہ میں کیوں فریق انصاف نہ سمجھی جائے۔ (س) عیسائی زن و مرد دونوں یکساں عہد دہی

کرتے ہیں ایسلے انہیں طلاق کی مداخلت کیون جائز ہو۔ (ج) دیگر مذاہب سے اسلام
 فرمائش نہیں کرتا کہ مسئلہ طلاق کو اپنے قانون میں داخل کریں ہماری غرض تو صرف
 اس قدر ہے کہ اسلام نے جو اجازت طلاق کی مسلمانوں کو دی ہے وہ قرین مصلحت ہے اور عورتوں
 کے حق میں بھی انصافی نہیں مہتی ہے (س) مسلمان مثل عیسائیوں کے معاہدہ مثل
 کیون نہیں کرتے یا یہ کہ عورت اس شرط کو کیون معاہدہ نکاح میں داخل نہیں کر سکتی کہ
 وہ بلا استرخا سے شوہر ترک تعلق کی مجاز ہوگی۔ (ج) انصاف سے جب موازنہ کیا جا
 تو بمقابلہ مرد کے عورت ضعیف العقل ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آدم جب تک تنہا تھے تو شجر
 کھانے کی انکو رغبت نہیں ہوئی مگر حوا اللہا لکسین اور اپنے تئیں اور اپنے ساتھ شوہر کو
 بلا میں پھنسا یا ایسلے اسلام نے ہدایت کی ہے کہ معاہدہ نکاح میں مرد فریق غالب ہو اور زچہ
 اپنے خاوند کی تابع مرضی یعنی محکوم ہے۔ دنیوی قانون سے ہم کو زیادہ بحث نہیں ہے
 لیکن انجیل متی کے جو فقرے نقل کیے گئے انہیں صرف شوہر کو اجازت ہے کہ زانیہ عورت
 سے قطع تعلق کرے مگر زوج کی نسبت الفاظ موجودہ سے نہیں نکلتا کہ وہ بھی زانی شوہر کو
 چھوڑ سکتی ہے اور یہ بھی ایک دلیل ہے اس دعویٰ کی ہے کہ خدا نے اختیارات کے عطا
 کرنے میں مردوں کو عورتوں پر فوقیت دی ہے۔ از روے شریعت اسلامی مردوں کو ایک ہی
 وقت میں چند عورتوں سے تعلق ازدواج قائم رکھنا جائز ہے عیسائیوں کو اس کے جواز پر
 سخت اعتراض ہے اسلئے تعدد ازدواج کے حسن وقوع پر ہم ایک مختصر گفتگو کرنا ضروری
 خیال کرتے ہیں۔ ہر معنی قبل اسکے ثابت کیا ہے کہ تعلیم کی دائرہ عقلی سے خارج نہیں ہوتی

تعدد ازدواج کا حسن وقوع اور اس بحث کا فیصلہ

ایسے ہکوب سے پہلے حضرت عقل سے پوچھنا چاہیے کہ تعدد ازدواج میں کتنے فائدہ اور کتنی مضرتیں مٹھون ہیں اور پھر ان دونوں کا موازنہ کر کے عقلی فیصلہ بہ آسانی ہو سکے گا کہ کس پہلو کا اختیار کرنا قرین صواب ہے۔

تعدد ازدواج کی مضرتیں

اولاً زن و شو کے تعلقات میں جب تک تخصیص کا رنگ پیدا نہ ہو اس وقت تک نہ انکا اخلاص حد کمال کو پہنچ سکتا اور نہ تمدن میں اعلیٰ خوبیاں نمایاں ہو سکتیں۔

ثانیاً تجربہ شاہد ہے کہ بجمالت تعدد ازدواج آئے دن خانگی جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اور مرد کی آسائش بلکہ اسکی عافیت بھی معرض خطر میں پڑ جاتی ہے۔

ثالثاً زن و مرد دونوں ایک ہی طرح کے ذی روح اور صاحب اختیار ہیں اس لیے بے انصافی کی بات ہے کہ مرد عورت کی آزادی چھین لے اور خود اپنی آزادی کو در بدر اچھالتا پھرے۔

رابعاً اکثر ازاد حیوانات ایک ہی مادہ پر قناعت رکھتے ہیں ایسے ظاہر ہو رہا ہے کہ قانون فطرت وحدت ازدواج کا سفارشی ہے اور اس مقدس قانون کی سفارشوں میں کچھ کچھ نکتہ حکمت مضمر تھا اگر

تعدد ازدواج کے منافع

اولاً حیض و نفاس عورتوں کے خصائص سے ہیں اور ان دونوں حالتوں میں

استفادہ حق شوہری مضر صحت اور باعث کراہت طبعی ہے۔ پھر بہت محل اور ایام رضاعت میں اگر عمل مقاربت مسلسل قائم رہے تو بچوں کی تندرستی محفوظ نہیں رہتی۔ ایک جانب معذوریوں کی یہ حالت اور دوسرے جانب مردوں کا جوش نفسانی مختلف الکلیفیت ہے پس اگر مرد مجبور کیے جائیں کہ ایک ہی عورت پر قناعت کریں تو گمان غالب ہے کہ ان کے اکثر یا بعض افراد ناجائز تعلقات پر مجبور ہوں۔

ثانیاً عورت محل اور مرد ذریعہ تولید ہے اس لیے اگر تعدد ازدواج جائز نہ رکھا جائے تو ضرور ہے کہ ترقی نسل کی رفتار دھیمی پڑ جائے حالانکہ ملکی یا قومی ضرورتیں کبھی مقتضی ہوتی ہیں کہ تباہی ترقی کو وسعت دیجائے۔

ثالثاً خوش نصیبی کا حسن اتفاق ہے کہ دنیا ان دنوں ایسے امن عام کا استفادہ کر رہی ہے جو چند صدی پہلے مفقود تھا لیکن آئندہ اُس کے قیام کا کیا بھروسہ ہے۔ لڑائیوں میں مردوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں۔ رہزن اور قزاق بھی انھیں کی جان کے دشمن ہیں۔ لونڈی بنانا اور زوجیت میں داخل کر لینا دوسری بات ہے لیکن ظلم پسند طبیعتیں بھی عورتوں کا ہلاک کرنا کمتر گوارا کرتی ہیں اس لیے اگر تعدد ازدواج قطعاً ناجائز کر دیا جائے تو ممکن ہے کہ کبھی مردوں کی تعداد گھٹ جائے اور عورتوں کی ایک جماعت بے شوہر ہو یا کسی دوسری شرمناک بدکرداری میں مبتلا ہو۔

رابعاً فرض کرو کہ عورت بالآخر ثابت ہوئی یا وہ کسی نفرت انگیز عارضہ میں مبتلا ہوئی مرد اس کو بہ اقتضاے ہمدردی چھوڑ دینا پسند نہیں کرتا ایسی صورت میں عورت پرستم ہے

اگر مرد مجبور کیا جائے کہ اسکو گھر سے نکال دے اور مرد پر ظلم ہے اگر وہ دوسرے ازدواج سے قانوناً روکا جائے۔

فیصلہ عفتلی

فیصلہ عفتلی

مجتہدین جو سنی گئیں اپنے اپنے موقع میں با وقعت ہیں اور منصفانہ تجویز یہ ہے کہ مرد کو ایک ہی زوجہ پر فطاعت کرنی چاہیے لیکن اگر مجبوری آن پڑے یا اور کوئی مصلحت متقاضی ہو تو تعدد ازدواج کا اختیار کرنا صرف قرین مصلحت نہیں بلکہ بعض مواقع میں ضروری بھی ہے۔

اب شریعتوں کو دیکھیے خرقی ایل نبی کی کتاب باب ۲۳ میں خداوند تعالیٰ شانہ کو خداوند اور اہولہ سمر و اور اہولہ سمر و علم کو حقیقی بہن اور خدا کی زوجہ قرار دیکے ان دونوں شہروں کی بدکاریاں بیان کی ہیں کچھ شک نہیں کہ صرف ایک تثنیٰ بیان ہے لیکن اگر تعدد ازدواج مرضی خدا کے خلاف ہوتا تو عقل باور نہیں کرتی کہ خداوند خدا اسکے پیروی میں اپنے ان تعلقات کو جو ان دونوں شہروں کے ساتھ تھے بیان فرمائے۔ تو ریت میں اسرائیل (یعقوب) کو خدا کا فرزند اکبر نامزد کیا گیا ہے چنانچہ جب خدا نے موسیٰ کو سفارت پر مامور کیا تو انکو یون تعلیم فرمائی۔ ”تب تو فرعون کو یون کہیو کہ خداوند نے یون فرمایا ہے کہ اسرائیل (یعقوب) میرا بیٹا بلکہ میرا بیٹو تھا ہے سو میں تجھے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے۔ اور اگر تو

اُسے جانے نہیں دیتا ہے تو دیکھ میں تیرے بیٹے کو ملک تیرے پلوٹھے کو مار ڈالو گا۔“
(کتاب خروج باب ۲۲ ورس ۲۳)

اسرائیل کی چار زوجہ بیان کی گئی ہیں **لیا** - **رحل** - **بلہا** - **زلفہ**۔
دو اول حقیقی بہنیں اور دو پچھلی اُن دونوں کی لونڈیاں تھیں (دیکھئے کتاب پیدائش
کتاب ۲۹ و ۳۰)

پس جس فعل کو ایسے مقدس بزرگ نے کیا ہو وہ کیونکر غیر مہذب یا نیک خوئی کے
خلاف سمجھا جائے۔

ابراہام اگرچہ خدا یا خدا کے فرزند نہیں کہے گئے لیکن خدا نے اُنکی شان میں
یہ ارشاد فرمایا۔ ”اور تو ایک برکت ہوگا۔ اور اُنکو جو تجھے برکت دیتے ہیں برکت
دون گا اور اُنکو جو تجھے لعنت کرتے ہیں لعنتی کروں گا۔“ (کتاب پیدائش باب ۱۲ ورس ۳)
ایسے عالی قدر مقدس کی زوجیت سے **سری** اور **ہاجرہ** دونوں شرف اندوز
تھیں بلکہ **قورہ** ایک تیسری عورت سے بھی اُس طرح کا تعلق تھا۔

سلیمان اور **داؤد** عام عیسائیوں سے زیادہ لیاقت اخلاقی قانون کے
سمجھنے کی رکھتے تھے لیکن اُن لوگوں نے جب خود اپنے لیے ازواج کو محمد و نہین
کیا اور انجیل شریف میں بھی کوئی حد بندی نہیں ہوئی تو ثابت ہو گیا کہ سابق انبیاء نے اُس
سلاطین کتاب اول کے باب ۱۱ ورس ۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلیمان کی سات سو بیگم اور تین سو حرم تھیں
جنکی میزان ایک ہزار ہوئی اور رسول کتاب باب ۳ سے پایا جاتا ہے کہ داؤد نے اپنی دس حرموں کو تیرے سلم میں قید
کیا تھا اور تواریخ کی کتاب اول باب ۳ میں اُنکی سات زوجہ کے نام لکھے ہیں جنکے سولے اور بھی زوجہ دوسرے تھیں ۱۲

تعداد ازواج کو صرف جائز ہی نہیں بلکہ غیر محدود بھی رکھا تھا۔ اب اسلام کو دیکھئے کہ اُسے اس معاملہ میں کتنی معتدل تجویز کی ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّنْ أَوْثَقْتُمْ وَرُبَّمَا تَقْسِطُوا** اَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا (پارہ ۴ سورۃ النساء رکوع ۱)

بظاہر اس حکم سے دائرہ تعداد ازواج بہت تنگ ہو گیا بلکہ قریب بزوال پہنچ گیا تھا کیونکہ فطرت انسانی کے لیے مشکل یہ کہ وہ مابین لازواج ہر طرح کی مساوات برت سکے لیکن جب اُس وقت کے مسلمانوں پر جو شریعت کے سچے پابند تھے یہ حکم گران گذر تو بہ بجالی تعداد معینہ حکم عدالت میں سہولت پیدا کی گئی یا یہ کہ آیہ مذکور میں حقیقت اس قدر عدالت مقصود تھی جو انسان کر سکتا ہو اور اس کی تشریح دوسری آیہ میں ہوئی **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَنُ رُؤُوسَكُمْ لِمُلَاقَةِ ذَٰلِكَ وَلَنْ تَصْلَحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا** (پارہ ۵ سورۃ النساء رکوع ۱۹)

۱۷ پھر اگر نکاح اندیشہ ہو کہ یتیم اور یتیم کے حق میں انصاف نہ کرے تو موافق اپنی مرضی کے دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لے لیکن اگر اندیشہ ہو کہ برابری کا برتاؤ نہ کر سکے تو ایک ہی عورت کے نکاح پر یا اپنی اولاد پر قناعت کر دے قرین مصلحت تدبیر اس بات کی ہے کہ تم حد سے تجاوز نہ کرو ۱۲

۱۸ اور اگر تم چاہو بھی تو یہ امر تمھاری طاقت سے باہر ہے کہ مابین ازواج ہر طرح کی برابری کر سکو پس ایک کی طرف بالکل مائل نہ جھکنا پڑے کہ دوسری گویا ادھر میں ٹک ہے ہی ہوا اگر موافقت کر لو اور دیانی سے پرہیز کرو تو اسے بخشنے والا ہر مان ہے ۱۱

پس یہ کارروائی اسلام کی کہ اُسے خلاف شرائع سابقہ ازدواج کو چار مہینوں کے ساتھ
 محدود کر دیا اور درمیان اُنکے عدالت کرنے کی شوہروں کو ہدایت کی بڑے شکریہ کے
 لائق ہے مگر دنیا ایسی ناشکر ہے کہ وہ اُلٹے اُسی پر الزام لگاتی ہے۔ (س) ازدواج کی تعداد کو
 اگرچہ اسلام نے محدود کر دیا ہے لیکن لونڈیوں کی تعداد کو غیر محدود چھوڑ دیا ہے اسلئے
 ایک پہلو اعتراض کا ابھی محفوظ ہے۔ (ج) دشمنی کی بات یہ تھی کہ ہر فرقہ کی حالت
 جو زمانہ ظہور اسلام میں ابتر تھی سدھاری جائے۔ کم نصیب عورتیں جنکی آزادی
 چاہتی تھیں لائقِ ترحم تھیں اور بحالت ایسے تعلق کے جو حقیقتِ مثل تعلقات نہ شو
 کے ہو گمان غالب تھا کہ اُنکے آقا لونڈیوں کے ساتھ زیادہ اچھا سلوک کریں گے پس
 بہ نظر ترحم نہ بغرض عیش پسندی لونڈیوں کی تعداد کو غیر محدود چھوڑ دی گئی۔ اور میں آئندہ
 بیان کروں گا کہ لونڈی اور غلام کے مسئلہ میں اسلام کس قدر رحم دل اور انصاف دوست
 ہے۔ (س) بخاری اور مسلم دونوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پیغمبر
 اسلام نے وقت اپنی وفات کے نو عورتیں چھوڑی تھیں اسلئے بڑا اعتراض یہ ہے
 کہ آپ نے اتنی عورتوں سے کیوں تعلق رکھا اور خدا نے اُنکے لیے ایسی وسعت دنیا
 کس مصلحت سے پسند کیا تھا (ج) سورۃ الاحزاب سورۃ النساء سے پہلے نازل
 ہوئی ہو یا پیچھے لیکن اسی سورۃ الاحزاب میں چند آیتیں ایسی موجود ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام
 کا اختیار بھی مثل دوسروں کے نسبت چھوڑ دینے ازدواج کے محفوظ تھا با این ہمہ
 آخر وقت تک حضور مدوح نے اپنا تعلق نو عورتوں سے برقرار رکھا یہ وہ عورتیں تھیں

منکرہ ازدواج نبوی

جنگے استقر اعلق کے بعد یہ آیت نازل ہوئی تھی **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَحِلُّ لَكَ**
النِّسَاءُ مِمَّنْ بَعْدَ وَلَا أَنْ تَبْدَلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَكَوْا عَجَبًا حُسْنُهُنَّ
لَا أَمَّا مَلَكَتْ يَمِينُكَ لَوْ كَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا (پارہ ۲۲
 سورۃ الاحزاب رکوع ۶)

پس یہ واقعہ لائق انکار نہیں ہے کہ آپ کے تعلقات بنسبت عام مسلمانوں کے زیادہ
 وسیع کیے گئے تھے مگر انہیں بہت سے مصالح تھے جنکو ہم بیان کریں گے لیکن
 پہلے ان واقعات کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ پہلا نکاح آپ نے جس عورت
 (خدیجہ الکبریٰ) سے کیا انکی عمر شوہر کی عمر سے پندرہ سال زیادہ تھی پھر دوسرے
 سب عقدوں کی نوبت ایسے وقت میں آئی جبکہ عمر شریف پچاس سال سے تجاوز
 کر چکی تھی۔ جملہ ازواج میں ایک ہی بی بی (عائشہ صدیقہ) کنواری تھیں اور باقی
 سب بیوہ اور عمر رسیدہ۔ ممالک حارہ میں ولولہ شباب پندرہویں سال یا اس سے
 پہلے بھڑک اٹھتا ہے لیکن حضور نے پچیس برس وبقولے تیس برس تک مجردانہ
 زندگی کی اور بعد از نکاح چوبیس برس چند مہینے یعنی تاحیات زوجہ اولی دوسرے
 عقد کا ارادہ بھی ظاہر نہیں فرمایا۔ بعد وفات اُن خوش نصیب بی بی کے جو سب ازواج
 بنی علیہ السلام میں افضل شمار کی گئی ہیں ایسی دوشیزہ کو عزت از دواج حاصل ہوئی

۱۔ اے پیغمبر! بعد دوسری عورتیں کرنا تمھارے لیے جائز نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ موجودہ بیویوں کو
 بدل کے دوسری کر لو اگرچہ اُنکا حسن تمھیں اچھا لگے مگر انڈیون کا مضائقہ نہیں ہے اور اسہ ہر چیز کا گلان ہے ۱۲

جسکی عمر صرف چھ سال بیان کی گئی ہے اسلئے ظاہر ہے کہ یہ تعلق چند سال تک محض نہ اس
 نام تھا اور غالباً اس تعلق کی تعجیل میں یہ فائدہ مضمر تھا کہ بنو تیم اور بنو فراس کی
 ہمدردی واسطے حفاظت اہل اسلام کے حاصل کی جائے۔ ان دونوں کے علاوہ بزائمانہ
 قیام مکہ پیغمبر علیہ السلام نے صرف سودہ بنت زمعہ سے نکاح کر لیا تھا جو ایک معمر
 بیوہ تھیں ہاں بعد ہجرت مکہ جبکہ پیری کا دور آگیا تھا دوسری عورتیں بھی ام المومنین کے
 لقب سے مشرف ہوئیں جنکے تذکرے تفصیل کے ساتھ کتب سیر میں بیان کیے
 گئے ہیں۔ پس انصاف پسند آدمی جب ان حالات پر غور کرے تو وہ ہی نتیجہ اخذ
 کر سکتا ہے کہ ان تعلقات کا حوصلہ عیش پسندی سے پیدا نہیں ہوا بلکہ اُنسے کچھ اور مصالح
 مقصود بالذات تھے۔ پھر یہ واقعہ بھی لائق تسلیم ہے کہ بے احتیاطانفس پرست آدمی
 پابند نکاح کیوں ہونے لگا اسکی بے احتیاطی تو یوں ہی چمنستان عیش کو اُسکے سامنے
 کر دیتی ہے اور صبح وشام رنگارنگ پھولوں کا تماشا دکھاتی رہتی ہے۔ مسئلہ نکاح پر
 تو صرف وہی آدمی توجہ رکھ سکتا ہے جو متقی و پرہیزگار ہو اور خدا کے حکم سے تجاوز
 کی جرأت نہ رکھتا ہو۔ کسی ولی یا نبی پر منحصر نہیں ہے جو آدمی عقد نکاح کا والہ و شہید
 ہو اُسکے نسبت عاقلانہ قیاس یہی قائم ہو گا کہ وہ ممنوعات شرعیہ سے نفرت کرتا
 اور ناجائز عیاشی سے دور بھاگتا ہے۔

۱۔ پہلا قبیلہ حناذل پری سے اور دوسرا خاندان مادری سے ام المومنین

عائشہ صدیقہؓ کے تعلق رکھتا تھا ۱۲

فوائد وسعت

اولاً دنیا میں بہت آدمی ایسے ہیں کہ دن میں اپنے تئیں مہذب پاکباز خدا پرست ثابت کرتے ہیں لیکن شب میں اندرون خانہ انکی روش بالعکس ہوتی ہے۔

واعظان کین جلوہ بر محراب و منبر می کنند چون بخلوت می روند آن کا دیگری کنند

عرب کے مشرک فارس کے آتش پرست یہودیوں اور عیسائیوں کے تمام فرقے اُس ذات پاک کی مخالفت پر جس نے کفرستان عرب میں لوے توحید بلند کیا تھا اُسے ہوئے تھے اور انکی خصومت اور عناد سے اتنی توقع بھی نہ تھی کہ جھوٹے تہمتوں سے

دگردار کرین گے بیرون خانہ زہد و تقویٰ اور پیغمبری اخلاق کا مشاہدہ تو دوست دشمن

دونوں کر سکتے تھے لیکن دیوار خانہ کے اوٹ میں کون دیکھنے والا تھا کہ خواب رات

کے مزے اُڑاتے ہیں یا رات کی رات سوز و گداز میں گزر جاتی ہے۔ دو ایک

عورتوں کا گانٹھ لینا اور اپنا ہم خیال بنانا دشوار نہیں ہر بان مختلف اقوام کی ایک

جماعت کا اس طرح ہموار کر لینا کہ وہ تادم مرگ راڑ کو چھپائے رکھے عادتاً غیر ممکن ہوا سیلے

خاص ضرورت تھی کہ پیغمبر علیہ السلام کا تعلق مختلف قبائل کی عورتوں سے قائم کیا جا

تا کہ وہ سب دوسروں کو آپ کی خانگی زندگانی اور نیم شبی تضرع و زاری سے جو ہمیشہ

خدا کے سامنے کرتے تھے لائقِ اطمینان اور قابلِ وثوق خبریں دین اور انکی رستی اور

راستبازی کی روایتیں حد تو اترا تک پہنچ جائیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان ازواج میں

فوائد وسعت
پیغمبر علیہ السلام کو جو دوست بھروسہ ازواج کی راہ

ایک عورت فرقہ بیود کی بھی تھی جو اسلام کے ساتھ سخت خصومتوں کا اظہار کرتا تھا مگر الحمد للہ کہ اُس نے بھی کسی ایسے کردار قبیح کی خبر نہیں دی جو شان نبوت کے خلاف ہو۔

ثانیاً عربوں کی طبیعتیں سخت اور اُن کے مزاج درشت تھے جاہلانہ تعصب کے جوش میں کلمہ حق کا سُنا لینا بھی اُن کو ناگوار تھا ان وصلوں کا کم سے کم یہ اثر پڑا کہ وہ لوگ سماعت کلمہ حق کی طرف راغب ہوئے اور رفتہ رفتہ قومی عناد کا غبار اور جہالت کی کہورت ان تعلقات کی بدولت دور ہوئی۔

ثالثاً پیغمبر علیہ السلام صاحب شریعت تھے اُنکی بعثت کا یہ مقصود تھا کہ زن مرد دونوں فرقوں کو حسن اخلاق اور حسن تمدن کی تعلیم دیں۔ سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ بعض باتیں عورتوں کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں جنکا اظہار سمجھنے کی زبان سے زیادہ مناسب ہوا۔ اسلئے خاص ضرورت موجود تھی کہ ازواج پیغمبر کی تعداد کچھ زیادہ ہونا کہ اس طرح کی تعلیم سے عورتوں کی جماعت محروم نہ رہجائے۔

رابعاً مردوں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ **خاتم النبیین** اُنکی جماعت سے منتخب ہوئے خداوند عالم عورتوں کا بھی خالق ہوا اُس نے اپنے فضل سے صرف ایک کو نہیں بلکہ عورتوں کی ایک جماعت کو اُمّ المؤمنین کے خطاب سے شرف اندوز سعادت کر دینا پسند کیا۔ یعنی باقتضائے رحمت پیغمبر علیہ السلام کو چند زائد ازواج سے تعلق رکھنے کی اجازت دی۔

خامساً مسلمانوں کو انتہا درجہ چار عورتوں کے ساتھ عدالتاً نہ برتاؤ کا حکم ہوا

اور اُن کو یہ عملی مثال دکھائی گئی کہ چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ اگر کوئی قصد کرے تو عدالتانہ برتاؤ رکھ سکتا ہے۔

سادسا انجیلوں میں یہ حکایت موجود ہے کہ ایک عورت آدھ سیر عطر جٹا ماسی جسکی قیمت تین سو دینار خیال کیجاتی تھی حاضر لائی مرقس کہتے ہیں کہ اُس عطر کو مسیح کے سر پر ڈالا اور یوحنا فرماتے ہیں کہ پانوں پر ملا شاگردوں کو یہ اسراف ناگوار گذرا کیونکہ انکی رے میں تین سو دینار سے بہت محتاجوں کی امداد کل معقول ہو سکتی تھی لیکن مسیح نے ارشاد کیا کہ عورت کو کیون تکلیف دیتے ہو اُس نے میرے ساتھ نیک سلوک کیا ہے محتاج تو تمھارے ساتھ ہمیشہ رہیں گے مگر میں تمھارے ساتھ ہمیشہ نہ رہوں گا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں جہاں انجیل کی منادی ہوگی وہاں اس عورت کی نیاز مندی کا تذکرہ بھی بطور اُسکے یادگار کے ہوتا ہے گا۔

اس حکایت سے تین نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) عورتوں میں جوش نیاز مندی مردوں سے معمولاً زیادہ ہوتا ہے۔ (۲) برگزیدگان خدا نیاز مند یوں کو خوشدلی کے ساتھ قبول فرماتے ہیں۔ (۳) دنیا میں ذکر خیر کا باقی رہنا آدمی کے لیے بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ مسلمان عورت و مرد ہمارے پیغمبر کے جان نثار تھے۔ اکثر عورتوں کی نیاز مندانہ آرزو تھی کہ اپنے ہادی کی زوجیت کا شرف حاصل کریں اور قرب ام المومنین قیامت تک اُنکا نام اعزاز کے ساتھ لیا جائے۔ خداوند عالم اُن کی تمناؤں اور نیاز مند یوں کا علیم و داناکھا اُس نے بہ اقتضائے رحمت اگر اپنے پیغمبر کو

اجازت دی کہ عام مسلمانوں سے ازواجِ مطہرات کی تعداد بڑھالین تو کارخانہ قدرت
میں کیا خلل واقع ہوا اور پیغمبر علیہ السلام نے اگر چند زائد عورتوں سے جائز تعلق رکھا
تو دنیا کی تہذیب پر کونسا کوہِ الم ٹوٹ پڑا۔

سیح علیہ السلام پر یہ بگمانی نہیں کی جاتی کہ انھوں نے اپنی تفریح طبع کے لیے بہت
سے محتاجوں کی حق تلفی روا رکھی پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انجیل کے پڑھنے والے
کیون تمہمت لگاتے ہیں کہ انھوں نے نفسانی سرور کے لیے کثرتِ ازواج کو
گوارا فرمایا تھا۔

خمر کی حرمت

یققل کی حریت تقویٰ کی دشمن مقدس بزرگون کی بھی مدتوں ہنشین رہی و
اسمین ان صحبتوں کی برکت سے کوئی خوبی پیدا نہیں ہوئی مگر وہ ہمیشہ دوسروں کے
دامنِ تہذیب پر دست درازی کرتی آئی اور کبھی کبھی تو اُسے شیوہٴ انسانیت کا بھی
گلا گھونٹ دیا۔ میں کیونکر کہوں کہ اُسکی شوخیان دانشمندوں کی نگاہ سے چھپی تھیں
لیکن مخلوق خدا کچھ اسطرح اُسکی دلدادہ اور شیدا بن گئی تھی کہ اُنکے ہاتھوں سے ساغر
کا چھین لینا آسان نہ تھا اسیلئے تحریمِ خمر کے احکام کو حکیمانہ قدرت نے اُس عالِیٰ قدر نبی کے
لیے ودیعت رکھا تھا جسکی نسبت موسیٰ کو خبر دی گئی تھی کہ میں اپنا کلام اُسکے منہ میں
ڈالوں گا۔ (کتابِ تشناباب ۱۸ اور ص ۱۸)

میں

عہد عتیق میں جب کچھ جرأت پیدا ہوئی تب ہادیان ملت کو حکماً اور شاہان عصر کو اخلاقاً زمانہ
مجدد و خواہ غیر مجدود کے لیے ہدایت ہوئی کہ اس ہوش ربا کو منہ نہ لگائیں۔ ”پھر خداوند
نے خطاب کر کے ہارون کو فرمایا کہ جب تم جماعت کے خیمے میں داخل ہو تو تم میرا کوئی
چیز چونشہ کرنے والی ہو نہ پیچیدہ نہ تو اور نہ تیرے بیٹے تاہو کہ تم مر جاؤ۔ اور یہ تمھارے لیے
تمھارے قرون میں ہمیشہ تک قانون ہوگا کہ تم حلال اور حرام اور پاک اور ناپاک میں تمیز
کرو۔ اور تاکہ تم سارے احکام جنکو خدا نے موسیٰ کے وسیلے سے تمکو فرمایا ہو بنی اسرائیل
کو سکھلاؤ۔“ (کتاب اہبار باب ۱۰ اور ص ۸ لغایت ۱۱)

پھر لموایل بادشاہ کو اُسکی مان نے جو الہامی باتیں بنائیں انہیں ایک یہ بھی تھی۔ ”اے
لموایل بادشاہون کو منجھو ری زیبا نہیں۔ اور نشے والی حیرین شاہزادوں کے لائق
نہیں۔ تاکہ نہ ہوئے کہ بے پیوین اور شریعت کو بھلائیں اور مظلوموں میں کسی کا
انصاف کرتے ہوئے بھٹک جائیں۔“ (امثال سلیمان باب ۳۱ و ص ۴ و ۵)

ہننے سن لیا کہ ہمارے شفیق اسلام کو عیش دوست کہتے ہیں لیکن نشہ تعصب سے پاک
ہو کے مہربانی کریں اور ذرا دیکھ تولیں کہ اسلام نے اس مخرب اخلاق زہریلے درخت
کو کس طرح جڑ سے کھود کے گرا دیا ہو اور پھر انصاف کا پہلو لیے ہوئے فرمائیں کہ کیا
عیش پرست مذہب بھی ایسا گرم گرم جام سرور توڑ کے مجلس کارنگ پھیکا اور

اپنے یاران جلسہ کو بے کیف کر سکتا ہو؟ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَسْكُونُكَ**
عَنِ الْحَمْرِ وَالْمَيْسِرِ طَلْفِهِمَا أَتَمَكِبِدُّكَ مَنَافِعُ النَّاسِ وَلَا تَمُهِمُّكَ

اَلْكِبْرُ مِنْ نَفْعِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۲۷)
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَ
الْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۱۰ إِنَّمَا يُرِيدُ
 الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ
 ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ ۵ (پارہ ۷ سورۃ المائدہ رکوع ۱۲)

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ
 خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ
 فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ مِنْهَا لَمْ يَتَبَلَّغْ بِهَا
 فِي الْآخِرَةِ -
 فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چیز نشہ لائے
 وہ خمر ہے اور ہر نشہ لانیوالی چیز حرام ہے پھر جو کوئی دنیا
 میں اسکو پیے اور بغیر توبہ الیٰحیٰ حالت میں مر جائے نہ
 خمر پر بلا موت کراتھا تو اس شخص کو آخرت میں
 شراب (طہور) کا پینا نصیب نہ ہوگا۔
 (رواہ مسلم)

حدیث

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَمْ يَخْرُجْ فَاذْ بَعْضُ بَنِي لَيْكِنِ الْكُفَّانُ فَانْدَهَ سَبْعًا هُوَ ۱۲
 لَمْ يَسْلَمْ فَوْ شَرَابٍ وَرَجَبًا وَرَبَا نَسِي مَا كُنْ شَيْطَانِي كَامُونِ سَبْعًا هُوَ ۱۲
 شَيْطَانِ چاہتا ہو کہ ذریعہ شراب اور جوس کے تھا سب دمیان عداوت و رنجش پیدا کرے اور اللہ کے ذکر اور نماز
 روک دے پس کیا تم ان کاموں سے باز آؤ گے ۱۲

قال ثلثة قد حرم الله عليهم الجنَّة
مَنْ شَرِبَ الخمر والعاق والدَّيُّوْتُ
الَّذِي يَقْرُءُ فِي أَهْلِهِ الخُبْرَ
(رواه النسائي)

کرتین طرح کے آدمیوں پر پروردگار نے جنت کو حرام
کر دیا ہے ایک شخص جو شراب خمر پر دامت کبریا پر
جو ان باپ کو آزار دیتا ہو میسر دے تو شجر اپنے اہل و
عیال میں پیدہی (ذنا) کو روا رکھے۔

حدیث

عن جابر بن رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال ما اسكر كثيرة فقليلة حرام
(رواه الترمذی)

جابر بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکا کثیر نشہ لاتا ہو
اُسکا قلیل بھی حرام ہے۔

حدیث

عن وائل الحضرمي أنَّ طارق بن سويد
سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن الخمر
فنهاه فقال إنما اصنعها للدواء
فقال إنه ليس بدواء لكنه داء
(رواه مسلم)

وائل الحضرمی سے روایت ہے طارق بن سويد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حال خمر کا دریافت کیا
آپ نے اس کے استعمال کی ممانعت کی طارق نے عرض کیا
کہ ہم اس کو صرف بطور دوا کے تیار کرتے ہیں آپ نے فرمایا
کہ خمر دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے۔

قرآن پاک میں شراب خواری اور قمار بازی دونوں کے مشترک نتائج بیان ہوئے ہیں

لیکن بالخصوص شراب خواری بہت سی بد اخلاقیوں کی جڑ ہے۔ کالبد انسانی میں صرف عقل کا ایک جوہر لطیف ایسا ہی جسے بنی آدم کو دیگر حیوانات سے ممتاز کیا ہے۔ خانہ خراب شراب اپنے دوران عمل میں اس جوہر لطیف کو کاسۂ دماغ سے باہر کر دیتی ہے پھر تو انسان حیوانوں کا ہم خیال بن کے وہ وہ حرکتیں کر گزرتا ہے جو مسلک انسانیت سے کوسوں دور اور مرحلہ عقل سے منزوں ہے ہوتی ہیں۔ ابتدا میں ضرور کچھ فائسے محسوس ہوتے ہیں لیکن آخر کار تند رستی پر بڑا اثر پڑتا ہے اور اکثر شراب کو تو چشم دید واقعات ثابت کرتے ہیں کہ عموماً مملک یا مورث امراض مملکہ ہے۔ یورپ کے مذہبی قانون نے (جسمین حواریوں کی تعلیم کو بھی شامل کر لیجیے) شراب خواری کی عام مانعت نہیں کی ہے لیکن وہ ان کی آب و ہوا قدرہ قانون عقلی کے موافق مزاج ہے اور اب باقتضائے قانون عقلی یا مسلمانوں کے میل چول سے اُن ممالک کے دورانِ دیش دشمند بیدار ہوئے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اپنی قوم کو جو شوق شراب میں ڈوبی ہوئی ہے ورنہ بلا سے نکال لیں۔ اب تک ان کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی اور آئندہ کے لیے بھی میدان امید ایسے تیرہ و تار یک نظر آتا ہے کہ شراب کو جو از مذہبی کے دائرہ میں پناہ مل گئی ہے اور اخلاقی دست و بازو کل اتنی قوت کا اظہار کر سکتے ہیں کہ اُسکو دائرہ مذکور سے باہر کھینچ لائیں۔ بہر حال تمام مذاہب مشرور میں صرف اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس نے بادہ خواران عرب کی جو بخت لعنب کے شیدائی تھے کچھ پروانہ کی اور بلا کسی استثناء کے اپنے تابعین کو اُسکے استعمال سے روک دیا۔ (س) قلیل شراب عقل کو زائل نہیں کرتی اور نہ اُس سے وہ مفاسد جو علتِ محر

بیان کیے گئے پیدا ہوتے ہیں پس کیا وجہ ہے کہ اس کی مقدار قلیل بھی جائز نہیں تھی
 گئی (ج) شراب کی چاٹ جیسا کہ سب جانتے ہیں بہت بُری ہے اس لیے استعمال قلیل
 سے گمان قوی تھا کہ کثیر کی نوبت آئے اور دفعہ نہ سہی رفتہ رفتہ وہی مفاسد پیدا ہوں
 جبکہ انسداد مقصود تھا (س) بطور دوا بھی استعمال شراب کی اجازت نہ حاصل
 حکمت کے خلاف ہے (ج) علماء اسلام میں ایک فریق اگرچہ بطور دوا کے بھی
 استعمال شراب کو ناجائز کہتا ہے مگر دوسرے فریق نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر طبیب حاذق
 کی سائے ہو کہ سولے شراب کے دوسرا علاج نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کا استعمال جائز
 ہو جاتا ہے۔ اور یہ اُسی قسم کا اجتہاد ہی فتویٰ ہے جیسا کہ پولوس مقدس نے مسئلہ اطلاق
 میں دیا ہے کہ اگر بے دین عورت یا مرد اپنے دیندار شوہر یا زوجہ سے جدائی اختیار
 کرے تو دیندار فریق بھی معاہدہ نکاح کا پابند نہیں رہتا (فرنیون کا پہلا خط
 باب ۷ ورس ۱۵)

کبر اور نخوت کی ممانعت

جس صفت سے آدمی عاری ہو اور جھوٹ موٹ اُس صفت کے تھا
 اپنے تئیں متصف ظاہر کرتا ہو وہ صرف متکبر نہیں بلکہ دغا باز بھی ہے چنانچہ حدیث شریف
 معلوم ہوتا ہے کہ عامل مُسْتَكْبِر یعنی مفلس مغرور کو خداوند عالم ایسا ناپسند کرتا ہے
 کہ قیامت کے دن اُس پر رحمت کی نظر نہ کرے اور ایسے متکبر عذاب دردناک میں مبتلا ہو

ہاں جبکہ خدا نے کسی نعمت سے بہرہ مند کیا ہو وہ اگر اُس نعمت کا اظہار بغیر اُس سے
 شکر کریں تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں ہو بلکہ ایسا بیان حسانت میں داخل ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى**
وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہو۔
 لیکن اپنی بہرہ مندی پر ناز مش کرنے والے خدا کی بے نیازی سے غافل ہیں اور حیرت
 تو یہ ہے کہ دنیا کے تغیرات کو دیکھتے ہیں اور پھر بھی یہ حکیمانہ خیال اُنکے ذہن میں نہیں آتا۔
إِنَّ الْفَقْرَ يُرْجَى لَهُ مِنَ الْغِنَا **وَدَانَ الْغِنَا يُخْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْفَقْرِ**
 سلسلہ نظام عالم کی ضرورتیں مقتضی ہیں کہ بنی نوع انسان پر درجہ مختلف نعمائے الہی
 کی تقسیم ہوتی رہی لیکن یہ تو ضروری نہیں ہے کہ کوئی خاص آدمی یا خاص جماعت کسی
 دولت سے بہرہ مند ہوا ورنہ دوسرے افراد یا انکی جماعت محروم رکھی جائے۔ بہرہ مند
 شکر گزار ہونا پسایہ ہے کہ خداوند عالم نے محض اپنے فضل سے اُنکو دوسروں پر
 ترجیح دی ہو اور اُسی کے ساتھ اگر دشمن ہوں تو یہ بھی باور کریں کہ فریق محروم بھی
 خدا ہی کے بندے ہیں اور اُنکا دست التجا اُسی کے در دولت پر پھیلا ہوا ہے ممکن ہے
 کہ شرط پنج کے مہرے اُلٹ جائیں اور کامیابی کی مسند پر دوسرا بٹھا دیا جائے۔ الغرض
 جب حالت موجودہ کا ثبات انسان کے اختیار میں نہیں ہو تو موجودہ کامیابی پر
 نازش کرنا دوراندیشی کے خلاف ہے اور خدا کی برکات سے بہرہ مند ہونے کے بندگان خدا
 کا دل دکھانا درحقیقت کفرانِ نعمت ہے۔

۱۷۔ ایک کیجانی ہے کہ فقر و بھوک سے بدل جائے لیکن تمہدیکے لیے یہ اذیتہ موجود ہے کہ فقر کے ساتھ کین کی تلبیہ ہوتی ہے

غور صرف مذہباً و اخلاقاً غیر محمود نہیں ہے بلکہ اسکی بنیاد پر مغرورون کے تمدن میں بھی یہ خرابیاں دیکھی جاتی ہیں۔ (۱) نشہ غرور میں احتیاط ضروری سے غفلت کیجاتی ہے اور ایسی غفلت کبھی زوالِ نعمت کا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ (۲) محرومون کی جماعت کا شعلہ حسد زیادہ بھڑک جاتا ہے اور کبھی کبھی انکی معاندانہ تدبیریں کامیاب ہو کے چشم مغرور کو روزِ بد کے عبرت انگیز تماشے دکھا دیتی ہیں (۳) مغرور سے عامہ مخلوق کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے اسلئے اسکو بہرہ مندی کی عزت خاطر خواہ اپنے ابناءے جنس میں حاصل نہیں ہوتی۔

حدیث

عَنْ ثَمَّالٍ وَهُوَ عَلَى الْمَنْبَرِ يَأْتِيهَا النَّاسُ
تَوَاضَعُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ
فَفِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ
وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ فَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي
نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى لَوْ هُوَ هُوَنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان) و خوک سے بھی زیادہ حقیر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح آداب کے تذکرہ میں مسیح علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے ”کیونکہ جو کوئی آپ کو بڑا ٹھہراتا ہے
چھوٹا کیا جائے گا اور جو اپنے تئیں چھوٹا ٹھہراتا ہے بڑا کیا جائے گا۔“ (لوقا باب ۱۴)

(درس ۱۱)

تمام مذاہب غرور اور نخوت کو ناپسندیدہ کہتے ہیں مگر ہر ایک کا طرز بیان جداگانہ ہے۔ مسیح نے یون فرمایا ہے ”شاگرد اپنے استاد سے بڑا نہیں نہ نوکر اپنے خاوند سے بس یہ کہ شاگرد اپنے استاد کے اور نوکر اپنے خاوند کے مانند ہو“ (متی باب ۱۰ اور ص ۲۴)

اب اُس پر زور تقریر کو بھی سینے حبس کر اسلام نے دنیا کو سنایا ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى**
وَلَا تَقْسِ فِي الْأَرْضِ مَرْحَاهُ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَكِن تَبْكُمُ الْيَبَالُ طُورًا
كُلَّ ذَلِكْ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا (پارہ ۱۵)

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (پارہ ۱۹ سورہ الفرقان رکوع ۶)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ الْأَخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا
فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ (پارہ ۲۰ سورہ القصص رکوع ۹)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرَكُم مِّنْ قَوْمٍ قَوْمُ عِيسَى

۱ اور زمین میں اکڑ کے نہ چلا کر کیونکہ ایسی روش سے تو زمین کو پھاڑ نہ سکیگا اور زہراڑوں کی لمبائی کو جو بچ سکے گا ان سب باتوں کی برائیاں پروردگار کے نزدیک ناپسند ہیں ۱۲

۲ خدا کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب اُسے جاہل لوگ باتیں کرتے ہیں تو سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں ۱۲

۳ یہ آخرت کا گھر ہے اُن لوگوں کے لیے بنایا ہے جو دنیا میں طبع کا کفر فرما کر تائب ہو جائیں اور انجامِ خیر پر ہرگز کاروبار نہ کریں ۱۲

أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْكُمْ وَلَا نِسَاءً مِنْ نِسَائِهِمْ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا تَنْكُحُوا
 أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الْأَسْمَاءُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ
 وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ (پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات رکوع ۲)

اس سنجیدہ تعلیم اور برگزیدہ ہدایت میں ترغیب بھی ہو اور ترہیب بھی۔ طرز بیان اور
 انداز و الیاد دلچسپ ہو کہ اُسکی خوبیوں کا اندازہ بمشکل ہو سکتا ہو اور کون انصاف
 پسند کہہ سکتا ہو کہ فروتنی کی تعلیم اسلام سے بہتر کسی دوسرے مذہب نے دی ہو۔

غلامی اور غلاموں کے ساتھ سلوک

بادشاہ وقت ہوا گدلے بے نواس بنی آدم ایک دوسرے کے نسبیت دار
 اور بوجہ اس گہرے تعلق کے مراعات باہمی کے مستحق ہیں۔ دنیا میں حاکم و محکوم خادم
 اور مخدوم کا سلسلہ قدرت نے باقضاء ضرورت تمدن برپا کیا ہے جسکا توڑ دینا
 انسانی شایستگی کی طاقت سے باہر ہے لیکن بحوالہ اُسکے یہ حجت پیدا کرنا سچا ہے کہ بعض
 افراد کا آقا ہونا بھی حسن تمدن کا ذریعہ ہے کیونکہ اب تو معقول مدت گزر گئی کہ دنیاوی قانون
 نے غلامی کو روک دیا اور حسن تمدن یا دنیوی رفتار میں کسی قسم کا خلل نہیں پڑا بلکہ یہ سچی
 خدا کو پسند آئی اور اس مدت کے اندر حسن معاشرت کی رفتار زیادہ تیز رہی پس جب

مسلمان مرد مردوں پر نہ ہنسین عجب نہیں کہ جن پر ہنستے ہیں وہ ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں
 عورتوں پر ہنسین عجب نہیں کہ جن پر ہنستی ہیں وہ ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور انہیں ایک نہ مکر و طعنے نہ دو اور سچا
 نام دھرو ایمان لانے کے بعد بدعت مذہبی کا نام نہ لیا ہو اور جو لوگ ان حرکتوں سے باز نہ آئیں وہی غلام ہیں ۱۲

تجربہ نے ثابت کر دکھایا کہ ضرورت تمدن سے غلامی کو کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر آدمیت اور اخلاق سے بعید ہے کہ ایک انسان دوسرے کی آزادی چھین لے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ وہ سلوک کرے جو لایققل حیوانات کے ساتھ کیا جاتا ہے (س) اگر ایک انسان دوسرے کا شریک فی النوع ہے تو آخر دیگر حیوانات بھی انسان کے شریک فی جنس ہیں پس جو سلوک فرزندِ آدم ان حیوانوں سے کرتے ہیں جنہی ہمدردی کے خلاف کیوں نہیں سمجھا جاتا (ج) اسلام نے بہا تک گنجائش تھی حیوانات کے ساتھ بھی سلوک نیک کی ہدایت کی ہے لیکن اسلام نے بلکہ قریب قریب تمام دنیا نے اُن حیوانات کی ذات اور اُنکے گوشت و پوست سے بھی فائدہ اٹھانا جائز رکھا ہے جسکی معقول علت یہ ہے کہ یہ حیوانات دولتِ ادراک سے محروم ہیں اور نیکی کے معاوضہ میں اُنسے بھلائی کی توقع نہیں ہو سکتی موزی حیوانات کو ہم ہلاک نہ کریں لیکن وہ اس رعایت کی قدر نہ کریں گے بلکہ زیادہ لیرپو کے مکانوں میں سانپ صحن خانہ میں بھیر پیے اور میدانوں میں مختلف قسم کے درندے ہمارے متاعِ حیات کو بڑی حوصلہ مندی کے ساتھ غارت کرنا شروع کریں گے۔ ان موزیوں کے سوا سب جتنے حیوانات دنیا میں موجود ہیں سب کے سب انسانی عافیت کے رقیب اور انسان کے سامانِ اِزاق کے دشمن ہیں بھیرپو اور بکریوں کی جماعت بظاہر نالیستہ اور نیک مزاج دیکھی جاتی ہے مگر اُنکی نیک خصالی صرف اسوجہ سے ہے کہ قدرت نے گزندوں کے سے دانت اور درندوں کے ایسے ناخن عطا نہیں کیے ہیں با این ہمہ اگر اُنکی جماعت بڑھ چلے تو کھیتیان برباد ہوں اور

جماعت انسانی اپنی محنت کے ثمرہ سے محروم ہو کے بھوکون مرٹے ایسے جو سلوک ان حیوانات کے ساتھ جائز رکھا گیا ہو اور جسکی بدولت انکی تعداد بڑھنے نہیں پاتی درحقیقت عاقلانہ اور عادلانہ ہو اور بصورت تمدن انسان ایسے سلوک کرنے پر مجبور ہو۔

اگلے زمانہ میں رسم غلامی کو ہر ایک قوم نے جائز رکھا تھا اور کسی مذہب نے اُسکے مٹانے کی جرات نہیں کی بلکہ سولے پیغمبر علیہ السلام کے ثابت نہیں ہوتا کہ کسی فایم نے بد نصیب غلاموں اور لونڈیوں کی مصیبت کسی معقول حد تک کم کرادی ہو لیکن رفتہ رفتہ دنیاوی شائستگی نے ترقی کی قانون عقلی نے انگلش قوم کے جوش ہمدردی کو ابھارا اور عیسوی میں انداد غلامی کی تحریک شروع ہوئی۔ اتنے پُرانے رواج کا لوٹ دینا آسان نہ تھا مگر بات معقول تھی اور نیک نیتی سے کہی گئی تھی اس لیے اُسکے اکثر کو تمام مذہب دنیا نے قبول کر لیا اور آزادی کا سلب کرنا آخر کار قانونی جرم قرار دیا گیا مگر افسوس ہو کہ اب بھی بعض قومیں جنکو جہالت نے گھیر رکھا ہو اس رسم کی حمایت کرتی جاتی ہیں بائیسیمہ وشن ضمیری کی روز افزون ترقیان امید دلا رہی ہیں کہ اب وہ زمانہ دور نہیں ہو کہ یہ بد اخلاقی دنیا سے قطعاً اٹھ جائے۔

اس موقع میں یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ دنیا میں موافق روایت غالب کے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزسے ہیں جن میں تین سو پندرہ درجہ رسالت پر بھی فائز ہوئے تھے پس اگر غلامی اصول اخلاق کے خلاف تھی تو خدا کے ان برگزیدہ بندوں نے اُسکے

دور کرنے کی کیون کو شمش نہیں کی جواب اس سوال کا یہ ہے کہ زمانہ کی حالت مختلف ہے ہر دور دنیا میں بہت باتیں جو ان دنوں آسان معلوم ہوتی ہیں اگلے زمانہ میں اس قدر دشوار تھیں کہ عملاً غیر ممکن سمجھی جاتی تھیں۔ انبیاء مرسل کا یہ فرض ضرور تھا کہ دنیا کو محاسن اخلاق کی تعلیم دیں لیکن بعض اخلاق حسن پر زور دینا ایسے ناپسندیدہ تھا کہ اُس سے نظر بحالت موجودہ دوسری سنگین خرابیوں کے پیدا ہونے کا صریح خطرہ تھا۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ ان روشن ضمیر قدسی صفات بزرگوں نے غلاموں اور لونڈوں کی مصیبت کا اندازہ نہ کیا ہو اور ایسا اندازہ کر کے اُنکا دل درد مند نہوا ہو لیکن یا تو دوسرے ضروری اشغال نے اس طرف کوشش کی فرصت نہ دی یا یہ کہ حالت زمانہ نے اجازت نہ دی ہو کہ اس مخصوص میں زور دیکر دوسری خرابیوں کا پیدا کرنا گوارا فرمائیں۔ بعد بیان اس معقول معذرت کے میں اُس بنیاد کو بیان کرتا ہوں جس نے دنیا میں رسم غلامی کی ایجاد کی اور جسکی بدولت اتنے دنوں تک بغیر کسی مزاحمت کے وہ برقرار رہی۔

اخلاقاً جائز ہو یا ناجائز لیکن قدیم الایام سے بنی نفع انسان میں یہ فطری ولولہ موجود چلا آیا ہے کہ اپنے تئیں بالادست اور دوسروں کو اپنا زیر دست رکھے۔ یہ زمانہ تہذیب اور انعام کا کہا جاتا ہے لیکن بلند حوصلہ اقوام میں جسکے قوائے طبعی کو شعائر اطاعت نے مضحل نہیں کیا ہے وہ بھی اسطرح کا جوش موجود ہے کہ ان تہذیب کی بدولت یہ فرق پیدا ہو گیا ہے کہ زمانہ موجودہ میں کوئی الزام لگا کے یا اخلاقی حیلہ نکال کے میدان رزم آراستہ کیا جاتا ہے

اور اگلے زمانے کے سادہ دل صاحب اقتدار بغیر کسی تہید کے اس اکھاڑے میں کود پڑے اور اس طرح آتش جنگ کو مشتعل کر دیتے کہ پھر وہ مشکل سمجھ سکتی۔ اُن نو نون جنگ سے جنگی ایجاد یورپ کے ہنرمندوں نے کی ہو دنیا محض لاعلم تھی اور عموماً کثرت جماعت پر فتح و ظفر کے لیے بھروسہ کیا جاتا تھا۔ سامان جنگ ایسا سادہ اور سہل الحصول تھا کہ اس کی فراہمی میں زیادہ دقت نہیں پڑتی اور جنگ کی لکڑیاں اور پہاڑوں کے سنگ ریزے بھی کچھ نہ کچھ کام دے ہی دیتے تھے۔ تاریخوں میں ایسی بہت مثالیں موجود ہیں کہ چند صدی پہلے کوئی مفلس اور گمنام جماعت جس میں جنگجو افراد کی تعداد معقول تھی اُٹھ کھڑی ہوئی اور ایسی جماعتوں کو جنھیں دولت مندی پر ناز اور نام آوری پر فخر تھا دم کی دم میں لوٹ کے برباد کر دیا۔ بڑی بڑی گورنمنٹوں کی حالت بھی اس طرح کے ناگمانی حملوں سے محفوظ نہ تھی اور حاکم کا محکوم اور محکوم کا حاکم سبنا آئے دن کا معمولی تماشہ تھا ایسے ایسے پُر آشوب زمانے میں ہر قوم کی یہی خواہش تھی کہ اپنی جماعت کو بڑھائے اور جہان تک ممکن ہو سرحدی قوموں کے افراد کو جس سے اندیشہ فساد تھا گھٹاتی ہے۔ غالباً اسی خواہش نے غلامی کی بنیاد ڈالی جس کی بدولت دوسری قوم کی جماعت میں کمی اور خود اپنی جماعت میں نمایاں ترقی ہونی ممکن تھی۔ یہ تو اصل بنیاد تھی اور پھر ارباب اقتدار نے اُس کے بعد اوڈرینے بھی سلب آزادی کے نکالے جن کا مقصد قومی یا ذاتی جماعت کا بڑھانا تھا۔ یہ لوندیان اور غلام اور زیادہ تر اُن کے بچے اس طرح سدھائے جاتے کہ سلب آزادی کی بدسلوکی کو فراموش کر دیتے اور اپنے آقا کی حمایت میں وہی جوہر

وفا دار کی دکھاتے جسکی توقع رشتہ داروں سے ہو سکتی تھی۔ ہر دانشمند و دراندیش سمجھ سکتا ہو کہ ایسے زمانہ میں مشکل تھا کہ کوئی قوم رسم غلامی کے ترک کرنے کا حوصلہ کرتی جسکی بدولت خود اسکی عافیت کا خطر و نین پر جانا متوقع تھا ہاں اگر سب تو میں متفق ہو کے اس رسم کو اٹھا دیتیں تو خطرہ کا پہلو بالضرور کمزور ہو جاتا لیکن اُن دنوں ریشی کا مادہ عام قلوب میں نایاب تھا اور آپس میں ملنے ملائے کے سامان بھی جو اتفاق پیدا کر دینا کیا اب تھے ایسے اسطرح کا اتفاق خوش بیگانہ میں کر دینا رفا ر مرون اور دیگر ارباب اقتدار کی طاقت سے باہر تھا۔ اگر کسی قوم کی رحم دلی کم و بیش متحرک ہوتی تو بھی وہ گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ اسطور پر ترقی جماعت کا دروازہ بند کر کے اپنے دشمنوں کا شکار بن جائے۔ انصاف کی بات یہ ہو کہ اگر زمانہ حال انھیں بندشوں میں مبتلا ہوتا جن میں گلا زمانہ الجھا تھا تو اب بھی کوئی قوم ابطال غلامی کا فتویٰ نہ سکتی لیکن خوش نصیبی سے زمانہ نے دوسری روش اختیار کی اور بلحاظ اُس روش کے رسم غلامی کا برقرار رکھنا غیر ضروری اور حقیقت داخل سخت بد اخلاقی کے ہے۔ ارباب شرائع رحم دل تھے اور رحم دلی کی تعلیم اُن بزرگوں نے عموماً اپنے تواج کو دی ہو اور جیسا کہ میں نے قبل اسکے بیان کیا اور آئندہ بیان کروں گا اسلام کا درجہ رحم دلی کی تعلیم میں بہت اونچا ہے اسلئے جب وہ ضرورت جس نے گروہ انسانی کو اس رسم کے قیام پر مجبور کر رکھا تھا باقی نہ رہی تو اب اصول رحم دلی کا جسکی تعلیم ہو چکی ہے یہی اقتضا ہے کہ ہلوگ غلامی کو محض ایک کاروائی بے دردی کی سمجھیں اور اسکو نہ صرف قانوناً بلکہ اخلاقاً بھی ممنوع باور کریں۔ دنیا میں

کیا انقلاب ہوا اور رسم غلامی بجاظ حالت موجودہ کیوں لائق ابطال ہو گئی اُسکی توضیح یہ ہے۔ دو تین صدی کا عرصہ گزرا کہ طریقہ جنگ بدل گیا آتش بار ہتیاروں کی ایجاد ہوئی اور ضوابط جنگ علمی طریقہ سے مرتب کیے گئے۔ اب ایک قلیل قاعدہ دان فوج جو ایسے ہتیاروں سے مسلح ہوا اپنے سے پچاس گونہ زیادہ دشمنوں پر آسانی غلبہ حاصل کر سکتی ہے۔ کبھی جنگی مخانی ترکوں کی جماعت نے اپنے نیزوں کی جنبش سے کہوڑیوں کو ہلادیا تھا لیکن اب اگر ایسی ہی جماعت پُرانے ہتیاروں سے مسلح ہو کے میدان جنگ میں کھڑی ہو تو یورپ کی چھوٹی سے چھوٹی سلطنت دم کد دم میں اسکو شکست دے۔ الغرض کثرت افراد پر زمانہ حال میں فتح و شکست کا مدار نہ رہا بلکہ اسکیلے ایسا قیمتی سامان درکار ہے جسکو سواے با اقتدار اور دانشمند گورنمنٹوں کے دوسرا یہاں نہیں کر سکتا ہے۔ اسلئے اب افراد کے بڑھانے اور گھٹانے کی ایسی ضرورت باقی نہ رہی کہ غلام بنائیکی بیدردی مصلحت کو ارا کیجائے۔ جمہور علما کی یہ رائے ہے کہ اسلام نے مثل دیگر مذاہب کے رسم غلامی کو برقرار رکھا تھا اور اگر انھی یہ رائے صحیح تسلیم کیجائے تو بھی اس معاملہ میں اسلام نے بنی نوع انسان کے ساتھ ایسی رحم دلی برتی ہے جسکا موقع کسی مذہب کو یا کسی رفاہ مر کو اس سے پہلے حاصل نہیں ہوا تھا۔

اولاً۔ قدیم الایام میں متعدد طریقے سلب آزادی کے مابین الاقوام رائج تھے کبھی تو بھوکے مفلس یا انکے بچے خریدے جاتے اور کبھی چوری و رہزنی سے بالغ و نابالغ زن و مرد دوسرے ملکوں سے پکڑ آتے دشمنوں کے گروہ کا آدمی جو

اپنے ملک میں گرفتار کیا جاتا یا لڑائی میں پکڑا جاتا اسکا لونڈی اور غلام بنالینا تو ایک عام و زنا قابل اعتراض دستور تھا اسلام نے بہت سے طریقوں کو ناجائز ٹھہرا دیا اور صرف اسی ایک دستور کو قائم رکھا کہ حربی کافرون کے افراد لڑائی میں یا کسی اور طور پر بذریعہ غلبہ و استیلا مسلمانوں کے قبضے میں پڑے کے لونڈی اور غلام بنائے جائیں۔ ذرائع غلامی کا محدود کر دینا اسلامی رحم دلی کا عمدہ ثبوت ہے اور یہ ایک طریقہ جو نظر بحالت ضرورت قائم رکھا گیا اس کے قائم رکھنے کی معقول وجہ ہننے قبل اس کے بیان کر دی ہے۔

ثانیاً۔ اسلام نے ہر چند ایک گروہ کی آزادی کا سلب کر لینا ضرورۃً گوارا کیا لیکن ان مصیبت زدوں کے لیے تمدن میں وہی آسانیاں پیدا کر دین جو ان کو اپنے گھر میں نصیب تھیں۔

حدیث

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمھارے بھائیوں کو خدا نے تمھاری ملکیت کر دیا ہے پس اللہ نے جس کے قبضہ میں اس کے بھائی کو کر دیا ہو چاہیے کہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہو اور یہی پیتا جو خود پیتا ہو اور ایسے عمل کی تکلیف نہ ہو جس پر

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اخوانكم جعلهم الله تحت ايديكم فمن
جعل الله اخاه تحت يديه فليطعمه
ما ياكل ويلبس ما يلبس ولا يكلفه
من عمل يغلبه فان كلفه ما يغلبه

فَلْيَعْنَهُ عَلَيْهِ (رواہ البخاری و مسلم) غالب جائے اگر ایسے کام کی تکلیف ہو تو خود کسی حاجت کے

حدیث

عن ابی ایوب قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من فرق بين والدته وولدها فرق الله بينه وبين احبته يوم القيامة (رواہ الترمذی)

ابو ایوب سے روایت ہو کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہو کہ جو شخص درمیان مان اور اُس کے بچے کے جدائی ڈالے اُس کو قیامت کے دن خدا اُس کے دوستوں سے جدا کرے گا۔

مثلاً آزادی کے لیے اپنے توابع کو ایسی رغبت دلائی ہو کہ اگر اُس پر عمل کیا جائے تو سلب آزادی کی برائے نام مصیبت بھی کسی بھیب کو بہت دنوں تک تھیلی نہ پڑے چنانچہ قبل اس کے ایک حدیث تذکرہ طلاق میں نشان دی گئی ہو جس کا مطلب یہ ہو کہ جو چیزیں اللہ نے دنیا میں پیدا کی ہیں ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ اُس کے نزدیک لونڈی اور غلاموں کا آزاد کرنا ہو۔ حدیث مندرجہ ذیل سے ثابت ہوتا ہو کہ آزاد کرنا ایک طرف سفارش آزادی بھی اعلیٰ درجہ کی نیکیوں میں شمار کی گئی ہو۔

حدیث

قال رسول الله ﷺ افضل الصدقة الشفاعة بها تفك

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ سے بڑھکے وہ سفارش ہو جس کی بہت

الزَّكَاةُ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) کوئی گردن آزاد کیجائے۔

اسناد متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ ہر چند اسلام نے رسم غلامی کو ایک حد تک جائز رکھا لیکن منشا اسکا یہی تھا کہ سلب آزادی کا اثر صرف چند روز اور وہ بھی ایسے ہلکے رنگ میں قائم رہے کہ کم کردگان آزادی اپنے تئیں آقا کے عزیزوں میں شمار کریں اور تکلیف دہ سلوک انکو صدمہ نہ پہنچائے۔

جمہور علماء کے خلاف سرسید احمد خان دہلوی نے ایک سالہ نامہ تدبیرۃ الاسلام عن شین الامۃ والغلام تحریر فرمایا ہے اور خلاصہ اُنکی تقریر کا یہ ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے عرب میں غلامی کا رواج موجود تھا اور اسلام نے بھی اُس رواج سے چند عرصہ تک مزاحمت نہیں کی مگر فتح مکہ کے بعد یہ آئہ کریمہ نازل ہوئی قال اللہ تعالیٰ فاذا غلبتم الذین کفروا فاضربوا الرقاب طحطوا اذا قتلتم فشدوا الوثاق لافا مامنا بعدا واما فدا آء حثی تضرع الحبب او زارھا (پارہ ۲۶ سورہ محمد رکوع ۱)

اور اسوقت سے کارروائی سلب کرنے کی آزادی کی از روئے نص صریح قطعاً ناجائز قرار پائی ہے چنانچہ پیغمبر علیہ السلام نے بعد نزول اس آئہ کے کسی شخص کی آزادی کو

۱۔ ام سلمہ اور انس سے روایت کی گئی ہے کہ عالم سکرات میں زبان سے صد بات نہیں نکلتی تھی پھر بھی جناب سالت صاحب دربارہ نماز و ملک و کن و صیت فرماتے تھے ایسے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ حضور کی گرفتار توبہ تسبیح سائل غلامی کو بطریق بدول تھی ۲۔ پھر جب کافروں سے مقابلہ ہو تو انکی گردنیں مارو یا تانک کہ جب انکا زور توڑ چکو تو انکی مشکین کسلو بعد ازان یا سپر احسان کر دیا یہ لڑنا انکو لڑائی اپنے ہتیار رکھ سے یعنی ختم ہو ۱۲

اپنے عہد مبارک میں سلب نہیں کیا ہاں جو لوگ قبل نزول اس حکم کے نقد آزادی کھو چکے تھے اپنی حالت پر رہ گئے اور معاملہ رقیّت کے متعلق جتنے تذکرے قرآن اور حدیث میں موجود ہیں وہ سب انھیں لوگوں اور انکی اولاد سے متعلق ہیں۔ روشن ضمیر سید نے معقول دلیلوں سے اپنے دعویٰ کو ثابت کر دکھایا ہے لیکن باوجود اقرار قوت استدلالیہ کے یہ شبہ و ملین کھٹکتا ہے کہ اگر انکی تعبیر صحیح ہو تو اس آیہ پر بحیات پیغمبر علیہ السلام اور انکے خلفاء راشدین کا استدلال کی کیوں نوبت نہیں آئی اور اگر کبھی ایسی نوبت آئی ہو تو اسکی روایت کو جملہ فرق اسلامیہ کے راویوں نے کس طرح یکتا ممتزک کر دیا۔ باوجود تمامی ادب کے جسکا استحقاق علمائے سلف کو حاصل ہے یہ خیال بھی نا واجب نہیں ہے کہ کبھی ان پر باقتضائے فطرت انسانی معاملات اقوام غیر میں تعصب ہنغی لب آجاتا تھا یا اقوام مذکور کے سلوک انکی طبیعتوں میں اشتعال پیدا کر دیتے تھے اور اس قوت انکے اجتہادی مسائل اس قرآنی تعلیم کے دائرے سے باہر نکل جاتے **وَلَا يَجْعَلُ كَمْ** **شَنَاةُ قَوْمٍ اَنْ صَدَّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلٰى الْبِرِّ** **وَالنَّقْوٰى ۝ وَلَا تَقَاوَنُوْا عَلٰى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ** **الْعِقَابِ ۝** (پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱)

لہذا اس زمانے میں کہ ہر قوم کے مذہبی تعصبات پر پانی پڑ گیا ہے وہ مسائل فقہی جنگا

۱۷ اور دشمنی اس قوم کی جسے مٹو مسجد حرام سے روکا تھا آمادہ نہ کرے کہ تم لوگ زیادتی کرنا ایک دوسرے کی مدد کی اور

پرہیزگاری میں نہ کرو گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ۱۷

تعلق دوسری قوموں سے ہو بالخصوص لائق اسکے ہیں کہ حاکمانہ طور پر جانچے جائیں اور قرآن اور حدیث صحیح سے انکی سند ڈھونڈ لی جائے اور پھر شریعت اسلامی کا واقعی مسئلہ وہی سمجھا جائے جسکے لیے ایسی سند موجود ہو اور جسکا اقتباس ان کے تعبیر صحیح اُن اسناد کے بغیر تحریر کشتِ محال طبع ہوتا ہو۔ اب میں تنویر الالبصار اور اسکی شرح درمختار سے دو مسئلے نقل کرتا ہوں جن سے ثابت ہو گا کہ وہ ریمارک جو اس خصوص میں کیا گیا بیجا نہیں ہے۔

مسئلہ

حربی دشمنوں کے گھر میں اگر سانپ اور بچھو ملین تو ان کے دانت اور ڈنک توڑ دیے جائیں اور ہلاک نہ کیے جائیں تاکہ مخالفوں کی ایذا رسانی کو اُنکی نسل کا سلسلہ جاری ہے۔

مسئلہ

حربی دشمنوں کی عورتیں اور بچوں کا پکڑ لانا اگر دشوار ہو تو وہ لوگ میں میرا میں چھوڑ دیے جائیں کہ بھوک اور پیاس سے ہلاک ہوں لیکن چونکہ اس گروہ کے قتل کی ممانعت ہو اسلئے مسلمانوں کو اُنکا مار ڈالنا جائز نہیں ہے۔

پہلے مسئلہ کی معکوس دورانہ نشی لائق مضحکہ اور دوسرے مسئلہ کے نادری خیالات

حیرت انگیز ہیں۔ تعجب ہے کہ جس بزرگ نے ان خیالات کو ظاہر کیا وہ یہ نہ سمجھے کہ
سایہوں کے دانت اُٹھیں نے میں خود مسلمانوں کی جان کا کس قدر خطرہ ہے اور عورتوں
اور بچوں کا دیران مقام میں چھوڑنا تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

پیغمبر علیہ السلام نے حیوانوں کا بھوکا اور پیاسا مارنا ناجائز فرمایا ہے انسان کا اس طور
پر ہلاک کرنا انکی مقدس شریعت کب روارکھ سکتی ہے۔

حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت ایک
عن بنت المراءاة فی ہرۃ امسکتہا حتّٰی | بی بی کے معاملہ میں مبتلا عذاب ہوئی جسکو اُس عورت
مائت من البجوع فلم تکن قطعہا ولا توہلّا | نے روک رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بی بی گنہگار ہو گئی عورت کو
فتاکل من خشاش الارض (رواہ مسلم) | خود کھلاتی تھی اور نہ کھچھوٹی تھی کہ خشک الارض کھا

بے سمجھ مقلد اس طرح کے اجتہاد کی جو کچھ تناخوانی کریں وہ انکی خوش اعتقاد ہی ہیں لیکن
مقدس اسلام خویش و بگاینہ کی دشمنانہ مجالس میں کان پر ہاتھ دھرتا ہے کہ میری
ذات پاک ایسی بیدردیوں سے بری ہے۔ (س) پیغمبر اسلام کے عہد میں جدید
اسلحہ کی ایجاد نہیں ہوئی تھی ایسے موجد کی اس ضرورت کے جواب پر بیان کی گئی ہے

بقول سرسید ابطال غلامی کے احکام کیوں صاوری ہوئے۔ (ج) قاموس میں تحریر ہے
حَتّٰی اِذَا اشْتَمُوْهُمْ اَنْیَ غَلَبَتْهُمْ وَ اَلْزَفِیْمُ الْجَحْمُ اَحْرُ یعنی خنجر ہتھیار کے

منع یہ ہیں کہ تم لوگ اُن پر غالب ہو اور اُنکی جماعت میں جراحات کی کثرت ہو۔ امام
فخر الدین رازی ارشاد فرماتے ہیں کہ امتحان سے اس طرح کا اکتار قتل مراد ہے کہ
کافروں کے دلمین رعب بیٹھ جائے اور مسلمانوں سے لڑنے کی جرأت کر سکیں
پس جب دشمن کی ایسی حالت کر دی گئی تو پھر ظاہر ہے کہ لونڈی اور غلام بنانے
کی پالیسی غیر ضروری رہ گئی۔ پھر خدا نے پیروان اسلام کے دلمین اس طرح کا جوش
غیر معمولی پیدا کر دیا تھا کہ لڑائیوں میں اُنکو دشمنوں کی کثرت کی پرواہ نہ تھی اور یہ
جوش اُن کا لڑائیوں میں اُلجھ جلدیدہ اور آجکل کے فنون حرب سے زیادہ کارآمد
تھا ایسے ضرورت نہ تھی کہ بامید فتح و ظفر جماعت اسلامی بیدردی کی تدبیروں سے
فائدہ اٹھائے۔ (س) اگر سلب آزادی ایک کارروائی بیدردی کی سمجھی گئی تھی
تو پھر وہ سب لونڈی اور غلام جنگی گردن میں پہلے سے طوق رقیت پر ڈگایا تھا کیون
آزاد نہیں کیے گئے۔ (ج) اُن آقاؤں پر جنھوں نے بہ اداسے زرخیز خریداریاں
کی تھیں یا اپنے ملوکوں کی پرورش میں بار مصارف کو برداشت کیا تھا ایسا حکم بہت
اگران ہوتا ایسے اُن لوگوں کے لیے صرف یہی شوق دلانا مناسب خیال کیا گیا کہ
کہ انکے آقا بہ امید حصول ثواب خود اپنی رضا و رغبت سے اعتاق کی کارروائی عمل میں لائیں۔

زبان کا بُری باتوں سے روکنا

انجیل شریف میں کیا خوب ارشاد ہوا ہے ”عیب نہ لگاؤ کہ تم پر بھی عیب

نہ لگایا جائے کیونکہ جس طرح تم عیب لگاتے ہو اسی طرح تم پر بھی عیب لگایا جائے گا اور جس
پیانے سے تم ناپتے ہو اسی سے تمھارے واسطے ناپایا جائیگا، (متی باب ۱۵ ورس ۱۷)
پھر ارشاد ہوا ہے ”جو چیز منہ میں جاتی ہے آدمی کو ناپاک نہیں کرتی بلکہ جو منہ سے
نکلتی ہے وہ آدمی کو ناپاک کرتی ہے“ (متی باب ۱۵ ورس ۱۱)

اس ہدایت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کی پاک و ناپاک چیز بے امتیازی کے تھما
کھا لینا روا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بہت بڑی ناپاکی جو دل تک سرایت کر جاتی ہے کلمات
کفر اور غیبت اور نیز ان باتوں سے جو فساد پھیلائیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسلام نے اس
مضمون کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا اجْزَبُوا کَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا
يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ (پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات رکوع ۲)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دلیں وہ بات جاگزین نہیں ہوتی مگر زبان سے موافق
رضاے اسی نکل جاتی ہے جسکی وجہ سے مرتبے بلند ہوتے ہیں اسی طرح جو بات خدا
کو ناپسند ہے اگرچہ وہ دل نشین نہ ہو زبان سے نکلتی ہے اور آدمی کو دوزخ میں لیجاتی ہے
دوسری حدیث میں وارد ہے کہ صبح کے وقت تمام اعضا عجز کے ساتھ زبان سے

۱۔ مسلمانوں بہت شک کرنے سے باز رہو کیونکہ بعض شک گناہ ہے اور کھوج نہ لگاؤ ورنہ غیبت ایک دوسرے
کی کرو کیا تم میں کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے سرے بھائی کا گوشت کھائے۔ نہ تم کو گوارا نہیں ہے۔ اس سے دُرویشک
الصد بڑا قبول کرنے والا تو بہ کا اور مہربان ہے ۱۲

گزارش کرتے ہیں کہ خدا سے ڈر ہم سب تجھ سے وابستہ ہیں اگر تو سیدھی رہی تو ہم سب سیدھے ہیں اور اگر بطروی اختیار کی تو ہم سب کچھ ہو گئے۔ ابوذر کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو کچھ نصیحت کیجیے فرمایا خدا سے ڈرو تاکہ تمھارے سب کام اچھی طرح سے سدھ جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد ہو فرمایا قرآن پڑھو اور اللہ کا ذکر کرتے رہو تاکہ آسمان پر تمھارا ذکر ہو اور زمین پر تمھارے لیے نور ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد کیجیے فرمایا یہ تک چپ رہو کیونکہ سکوت کے سبب سے شیطان بھاگتا ہو اور یہ سکوت تمھارے دینیہ امور کا معین ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد ہو فرمایا زیادہ نہ ہنسو کیونکہ ہنس کے دل مردہ ہوتا ہو اور منہ کی روشنی زائل ہو جاتی ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد ہو فرمایا کہ سچی بات کہو اگرچہ کڑی ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور فرمائیے ارشاد ہوا کہ خدا کے کام میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد ہو فرمایا کہ جو عیب خود تم میں موجود ہو دوسروں کی نسبت اٹکا تذکرہ کرنے سے باز رہو۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے حضور نے جواب دیا کہ نہیں۔

حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اتدسرون ما الغيبة قالوا الله و
رسوله احملوا قال ذكرك
اخاك بما يكره قيل افرايت ان
كان في اخي ما اقول قال ان كان فيه
ما نقول فقد اغتبنا وان لم يكن فيه ما نقول
بهتته (رواه مسلم)

تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں لوگوں نے عرض کیا
کہ اس دور رسول سکون یاد جانتے ہیں یا اپنے بھائی کا
تذکرہ طرح پر کرنا کہ سکون پائے ہو کسی عرض کیا کہ اگر سر
بھائی میں بات موجود ہو جو میں کہتا ہوں فرمایا کہ اگر کچھ
بھائی میں تمھاری کہی ہوئی بات موجود ہو تو غیبت
ہوئی اور اگر نہیں وہ بات نہ تو تم نے ہتھان لگایا۔

یتیموں کی سرپرستی اور ان کے حقوق کی حفاظت

یتیموں کی سرپرستی اور ان کے حقوق کی حفاظت

یتیم کے معنی لغت میں انفراد کے ہیں اور یتیم کا لفظ اُسی سے نکلا ہے اور اُس سے
مراد وہ شخص لیا جاتا ہے جس کے سر سے موت نے باپ کے دست شفقت کو ہٹا دیا اور لغت
میں تو کوئی تخصیص عمر کے واسطے صادق آنے اس لفظ کے نہیں کی گئی ہے لیکن عرف میں
وہ صرف اُن نابالغوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جن کے باپ مر گئے ہوں۔ پرورش
اطفال میں ہر چند ماں بہتر شفیق ہو لیکن دنیا کی عام حالت یہی ہے کہ تربیت میں معاملات
مالی میں باپ کی مدد اُس کے لڑکوں کے حق میں زیادہ تر مفید اور کارآمد خیال کیجاتی ہے
اس لیے ایسے کم نصیبوں کی حالت پر جو فطرتی ذریعہ امداد سے محروم ہو گئے ہوں اسلام
نے توجہ خاص مبذول کی ہے چنانچہ (سورۃ النساء پارہ ۴) میں نگہداشت اموال یتیمی
اور ان کی خیر طلبی کے متعلق کافی ہدایتیں موجود ہیں۔ چونکہ نابالغوں کے ولی اُن کے

اموال کے محافظ اور کارپرداز بھی ہوتے ہیں اس لیے مشکل ہو کہ بعد اپنے بلوغ کے نابالغان اُنکی ناجائز کارروائیوں کا پتالگائیں اور دارالقضائیں شرعی ثبوت پیش کر سکیں لہذا پروردگار عالم نے جو انسان کے دلی خیالات کا جاننے والا ہے بعد ہر خیر طلبی تیا می کے یہ مختصر مگر بڑی جامع تنبیہ اُنکے اولیائوں کو فرمائی ہو کہ کفے یا اللہ حَسْبَنَّا یعنی مال یتیم میں جو کچھ کارروائی دنیا میں کرنا چاہو کر لو مگر اسد خسہ کار تمہاری کارروائیوں کی جانچ کر لگیا اور دوسرے عالم میں نیک نیتی کی جزا اور بد نیتی کی سزا مل جائے گی۔

حدیث

قال رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَنْ مَسَحَ رَأْسَ يَتِيمٍ لَمْ يَمْسَحْهُ اللَّهُ
 كَأَن لَّهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ يَمْسَحُ
 عَلَيْهِ أَيْدِي حَسَنَاتٍ وَ
 مَنْ أَحْسَنَ إِلَى يَتِيمَةٍ
 أَوْ يَتِيمَةٍ عِنْدَهُ كُنْتُ
 أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ ہی کسی نے جو شخص یتیم کے سر پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرے تو ہر ایک بال کے مقابلہ میں جس پر اس کا ہاتھ پہنچا ہو گیا ملیں گی اور جو شخص یتیم لڑکی یا لڑکے کے ساتھ جو اس کے پاس یمن نیکی کر گیا وہ ورین سطح جنت میں ہو گا اور اپنی دو انگلیوں کو ملا لیا یعنی انگلیوں کو ملا کے یہ اشارہ فرمایا کہ ایسا نیک کا جنت میں سیر ساتھ

۱۲ حساب کرنے کے لیے اس کا کافی ہے

کھاتین و قرن بین اصبعیه
(رواہ احمد و الترمذی)
اس طرح رہیگا جیسا کہ ان انگلیوں میں
ایک کو دوسرے کے ساتھ قربت ہی

حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه و
سَلَّمَ خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمَسْلَمِينَ
بَيْتٌ فَمَيَّتُمْ يَحْسَنُ إِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ
فِي الْمَسْلَمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِمُّ لَيْسَاءُ أَلَيْكُمُ
(رواہ ابن ماجہ)
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں
کے مکانوں میں وہ مکان اچھا ہے جس میں اُس یتیم کے تھا
جو مکان مذکور میں بہتا ہو نیک سلوک کیا جاتا ہو
اور بُرا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ جو اُس گھر
میں ہے سلوک بد برتا جاتا ہو۔

پڑوسیوں کے ساتھ محبت

عیسائیوں میں پولوس کے تقدس کی بڑی عظمت کی جاتی ہے وہ اپنے ایک
خط (گلٹیون کے نام باب ۵ ورس ۱۴) میں تحریر فرماتے ہیں ” اسیلے کہ ساری
شرعیات اسی ایک بات میں ختم ہے کہ تو اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا کہ آپ کو،،
اسلام افراط و تفریط دونوں سے پاک ہے اُس نے تمام شرعیات کا تو ایسا خلاصہ اخذ
نہیں کیا لیکن پڑوسیوں کے ساتھ محبت رکھنے کی ہدایت معقول و ناکیدون کے
ساتھ کی ہے۔ قال الله تعالى وَاَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

وَالَّذِينَ احْسَنَّا قَوْلَنَا لِقَوْمِهِمْ فِي الْقَرْيَةِ الْقَرِيبَةِ
وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَكُ اِيْمَانُكُمْ
اِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۝ الَّذِي يَنْجَلُونَ وَيَاْمُرُونَ
النَّاسَ بِالْخُلُوعِ وَيَكْتُمُونَ مَا اَنْتُمْ لَهِ مِنْ فَضْلِهِ ۝ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ
عَذَابًا مُبِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَنْفَقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۝ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهُ قَرِيْنًا فَسَاءَ قَرِيْنًا ۝ (پارہ ۵
سورۃ النّار کوع ۶)

دوستو تعصب کو چھوڑو انصاف سے منہ نہ موڑو اور دیکھو کہ اس خدا ساز
ہدایت کا پر داز کتنے محاسن اخلاق پر محیط ہوا اور اُس میں ارباب استحقاق کی درج بندی
کیسے موزون طریقے پر ہوئی ہے۔

۱۔ اللہ کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ان باپ اور قرابت والوں اور یتیموں
اور محتاجوں اور صاحب قرابت بڑوں و سیون اور اجنبی بڑوں و سیون اور پاس کے دشمنے والوں اور مسافروں اور ان
لوگوں کے ساتھ جو تھکے تھکے ہیں ہون احسان کرو کچھ شک نہیں کہ انسان لوگوں کو دوست
نہیں رکھتا جو اتراتے اور اپنی بڑائی کرتے ہیں ایسے لوگ کہ خود غیبی کرتے ہیں اور دوسروں
کو جھجھکی کی صلاح دیتے ہیں اور اپنے فضل سے اللہ نے جو کچھ اُن کو دیا ہے چھپاتے ہیں جو
لوگ ہماری ناشکری کریں اُن کے لیے ذلت کا عذاب ہے جسے ہمیں گرا ہوا ہے (اور یہی حال اُن لوگوں
کا ہے) جو خرچ اموال لوگوں کے دکھانے کے لیے کرتے ہیں اور اللہ پر اور آخرت پر یقین نہیں
کرتے۔ جسکا شیطان ساتھی ہو وہ بُرا ساتھی رکھتا ہے ۱۲

حدیث

عز عبد الرحمن بن ابی قراد أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوئِهِ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْكُمُ عَلَى هَذَا قَالُوا حُبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّهٗ أَوْ سَبَّ اللَّهَ أَوْ سَبَّ رَسُوْلَهُ أَوْ سَبَّ رَسُوْلَهُ فَلْيَصِدْقَ حَتَّىٰ إِذَا احْتَدَىٰ وَلِيًّا مَانَهُ إِذْ تَمَنَّىٰ لِيُحْسِنَ أَدَمِنْ جَادِرًا (رواه البيهقي في شعب الایمان)

عبد الرحمن بن ابی قراد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی علیہ السلام وضو کرتے تھے صحابہ نے اس وضو کو (اپنے بدن پر) ملنا شروع کیا حضرت نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں ایسا کرتے ہو لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اُس کے رسول کی محبت تب فرمایا جی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اللہ رسول کا دوست کھنایا اسکا محبوب ناخوش مطوم ہو اسکو چاہیے کہ جب بات کرے سچ بولے اور جب مین بنایا جائے تو امانت کو ادا کرے اور ہمسایہ کے ساتھ نیکی برتے۔

حدیث

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جَبْرِئِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّىٰ ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورَثُهُ (رواه البخاری و مسلم)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبریل ہمیشہ مجھکو ہمسایہ کے حقوق کی بابت نصیحت کرتے رہے تا آنکہ مجھکو گمان ہوا کہ عنقریب ہمسایہ کو وراثت ہمسایہ قرار دیں گے۔

حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
لا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارَهُ | وہ شخص جنت میں نہ جائیگا جسکی ہدیوں
بوالقہ (رواہ مسلم) سے اسکا ہمسایہ بخیر نہ ہو۔

محاسن اخلاق کی تعلیم

سب آسمانی صحائف کی اصلی غایت اور بالذات غرض صرف یہی ہے کہ دنیا کو
خدا شناسی کی راہ دکھائیں اور انسان کو محاسن اخلاق سے بہرہ مند کر دین۔ عبادات اور
معاملات کے پیچیدہ مسائل کو جب حقیقت شناس دیکھنے والے نظر تعمق سے دیکھتے
ہیں تو اس کے اندر انھیں اغراض کو اس طرح مضمر پاتے ہیں جیسے کہ ہمارے قالب میں روح
یا کاسہ و ماغ میں قوت ادراکیہ۔ بعض آسمانی صحائف میں عبادات اور معاملات پر
زیادہ توجہ اس امید سے رکھی گئی کہ انھی ضمن میں مقصود بالذات نتائج حاصل ہو جائیں۔
لیکن رفتہ رفتہ انسانی فطرت رنگ لائی بیروان ملت مغرب میں تک پہنچ نہ سکے اور اعمال شریعہ
کو نامنشی تماشا بنالیا۔ بعض صحائف آسمانی میں بنی نوع انسان کو غایت اصلی صاف
اور پُر زور الفاظ میں بتائی گئی اور شک نہیں کہ ایسی تعلیم کے نتیجے کچھ زیادہ اچھے نکلتے
لیکن عبادات اور معاملات کے متعلق طبیعتوں میں اتنی آزادی سمائی کہ احکام الہی

محاسن اخلاق کی تعلیم

جو مصالح پر مبنی تھے معطل ہو گئے اُنکے تعطل کا عام اخلاق پر بڑا اثر پڑا اور خدا شناسی کی شان بالکل سُکھ گئی یا سوکھ کے ٹوٹ بھی پڑی۔ اسلام نے خدا شناسی محاسنِ خلاق عبادات اور معاملات ہر ایک پر پورا زور دیا ہو اور اُسکے مقدس قانون (مشرکین) میں ان چاروں میں جو زیادہ ضروری ہیں اُنکے متعلق زیادہ اور جو کم ضروری ہیں اُنکے متعلق حسب مراتب کچھ کم ہدایتیں موجود ہیں اور یہ ایک ایسی حکیمانہ ترتیب ہے کہ اُسکے رمز کو اگر انسان سمجھ لے اور خود غرضی کا پہلو چھوڑ کے مقاصد کا استفادہ کرے تو دینی اور دنیوی فائدہ دونوں میں ایک بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ دنیاوی زندگی آسائش سے کٹے اور ابدی زندگی میں حسرت و حرمان نصیب نہ ہو۔ حکام شرعی کو چھوڑ کے خدا شناسی یا محاسنِ اخلاق کا نیار ہستہ نکالنا حقیقت گمراہی ہے لیکن اُس سے زیادہ عقل کی تیرگی اور اک کی سخافت یہ ہے کہ محض تعمیل احکام کے ولولہ میں مقصود اصلی فوت ہوا اور آخر کار سرسپٹ پیٹ کے یہ نوچہ پڑھنا بیٹے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے
عیسائی فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ مسیح نے دنیا میں صرف نیکی کا بیج بو دیا اُسکے پورے
جسمے اور آخر کار خوشگوار مٹلائے۔ شائستگی یورپ کی جرڑو ہی تخم ہے وحدتِ اولیٰ
الہ انداد غلامی خویش و بیگانہ کے ساتھ یک رنگی فیاضی کا جوش قومی ہمدردی کا خروش
وغیرہ وغیرہ سب شاخیں انہیں چھوٹے چھوٹے دانوں سے نکلی ہیں جن کو
ایک مقدس ہاتھ زمین پر چھوڑ گیا تھا۔ لفظی اختلاف معنوی تحریف کی بحث دوسری

بات ہر لیکن عیسوی تعلیم کی عظمت کرنا اور اُس کے معلم قدسی صفات کی خاک قدم کو سر
 ویدہ بصیرت بنانا مسلمانوں کے ایمان کا جزو نہ ہو مگر ہم ادب کے ساتھ عرض کرتے
 ہیں کہ ہمارے ہادی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وحی فداہ نے
 اُن نیکیوں کے بیج بھی ڈالے پورے بھی جائے اور حیرت تو یہ ہے کہ اُنھیں کے
 عہد سعادت مہدین پورے کا شجر بنا اور پھل آنے شروع ہو گئے اور ہم سچ کام
 دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر ہماری سو تدبیریں تصرف بجا سے باز ہے تو ان پھلون
 کی حلاوت دنیا میں جان فزا اور عالم ارواح میں روح افزا ہے۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ
 ثابت ہو جائے تو تسلیم کرنا چاہیے کہ روحانی فن فلاحت نے رفتہ رفتہ دنیا میں
 بہت بڑی ترقی کی اور اب وہ اُس حد تکمیل پر پہنچ گیا ہے کہ آگے بڑھ نہیں سکتا۔
 انجیل متی کے باب ۵ میں مندرجہ ذیل اخلاق کا تذکرہ ہوا ہے جو محاسن تمدن کے
 اصل اصول ہیں۔ دَل کی غلگینی وغریبی علم۔ راست بازی۔ رحم دلی۔ دَل کی پائی صلہ جوئی
 مظلومی بوجہ راست بازی۔ اسلامی ذخیرہ میں اس طرح کے بیج پورے۔ درخت
 بکثرت موجود ہیں اور اُن کے علاوہ ترو تازہ خوش رنگ خوشگوار شجر بھی تار ہیں
 جسکو دیکھنا ہفت آں اور حدیث میں دیکھ۔ جس سعادت مند کو خدا توفیق دے
 وہ پھلون کو چکھ لے اور ذائقہ نجات سے بہرہ مند ہو جائے۔ اتنے بڑے ذخیرہ
 سے انتخاب مشکل ہے کیونکہ۔

کرشمہ امن دل می کشد کجا بخت

رزق تو ثابت دم ہر کجا کہ می نگریم

بالین ہمہ واسطے آسانی ناظرین کے مین اسطرح کے کچھ نمونے دکھاتا ہوں بامثلہ التوفیق

دل کی غمگینی اور غربی

اس غمگینی سے مراد وہ اندوہ نہیں ہے جو دنیا کے معاملات میں عارض حال ہو اگر تاہم بلکہ اس سے وہ غمگینی مراد ہے جو طالبان نجات اخروی کو خدا کے خوف اور اس کے مواخذہ کی خشیت سے لاحق ہوتی ہے۔

غم دین غور کہ غم غم دین ست | ہمہ غمہا فرو ترازا دین ست
قرآن میں سیکڑوں جگہ خداوند عالم نے اپنی جدالت اور عذاب اخروی کی حالت کو ایسے سنگین طور پر بیان فرمایا ہے کہ معتقدین معا کا دل اُلگو سُن کے قابو میں نہیں رہتا لیکن خیریت یہ ہے کہ رحمت کی آیتیں بھی اُسی کے ساتھ ہیں پھر سنتے سنتے طبیعتیں عادی ہو گئی ہیں ورنہ غیر ممکن تھا کہ عفت ادا اور خلوص کے ساتھ ایک پارہ پڑھ لیا جاتا اور سخت دل آدمیوں کی بھی ہچکیاں بندھ نہ جاتیں۔ عرب کے بدویوں کی قساوت قلبی مشہور ہے لیکن ابتدائی زمانے میں قرآن کو سُن کے اُلجھی آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑتے۔

نقل ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول نے جب اعراب کی گریہ دزاری دیکھی تو فرمایا کہ کبھی ہماری بھی حالت ایسی ہی تھی لیکن اب ہمارے دل سخت ہو گئے۔ یعنی سنتے سنتے طبیعتوں نے عادت پکڑ لی ہے۔ عمر فاروق خلیفہ دوم نے

کسی شخص کو یہ پڑھتے سنی اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝
 (پارہ ۷۷ سورہ بطور رکوع ۱) بیہوش ہو کے گر پڑے اور ایک مہینہ تک اس صدمہ
 سے بیمار رہے۔ مشہور صوفی ابراہیم ادہم جب سورہ الْاِنْشَاقِ کو جو تیسویں پارہ
 میں واقع ہے اور جس میں قیامت کے حالات کا تذکرہ ہر کیکو پڑھتے سنتے تو ان کے بدن کے
 جوڑ جوڑ کانپ اُٹھتے اور ریشہ کی کیفیت پیدا ہوتی۔ اگلے بزرگوں کی ایسی حکایتیں
 بہت بیان کی گئی ہیں اور اب بھی خدا کے بندے ایسے موجود ہیں جو آیات عذاب
 کو سن کے زرد پڑ جاتے ہیں اور انہی گریہ و زاری سے سننے والوں کا دل کھ جاتا
 ہے اور کہیں کمر لیا نہ ہو قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِیْنَ اِذَا دُکُوْا بِاللّٰهِ وَجَلَتْ
 قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا اُنۢبِیْتُ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ سَرَادَتْهُمْ اِنۡمَانًا وَعَلٰی رَءِیۡمٍ یَّتَوَكَّلُوْنَ ۝
 (پارہ ۹ سورہ الانفال رکوع ۱)

ایک جگہ اچھے بندوں کو شمار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہُوَ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ
 عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۚ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَا مُّوْنٌ ۚ
 (پارہ ۲۹ سورہ المعارج رکوع ۱)

۱۱۔ تمھارے پروردگار کا عذاب ضرور نازل ہو کر رہیگا کیلی بحال نہیں ہو کر سکوٹا لے ۱۲
 ۱۳۔ اصل مسلمان وہ ہیں کہ جب اسم کا نام لیا جاتا ہو تو ان کے دل دھڑک جاتے ہیں اور جب آیات الہی ان کے رو برو پڑھی
 جاتی ہیں تو ان کے یقین میں ترقی ہوتی ہے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں ۱۲
 ۱۴۔ اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں بیشک پروردگار کا عذاب ایسا
 نہیں ہو کہ کوئی اُس سے نڈر رہے ۱۲

پھر یوں فرمایا ہر وہاں سے خائف مقامِ ربیبہ و تنبی النفس عن الهوئے ۵
 فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى ۵ (پارہ ۳۰ سورۃ النزعۃ رکوع ۲)
 پچھلا مضمون ٹھیک انجیل کی تقریر سے مطابق ہے۔
 ”مبارک وہ جو غمگین ہیں کیونکہ وہ تسلی پائیں گے“ (متی باب ۵ ورس ۴)

حدیث

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں دیکھا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور سنتا ہوں جتن تم نہیں سنتے آسمان نے نالا اور زاری کیا اور اسکو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ قسم ہر اسکی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ آسمان میں ایسی جگہ چار انگلی بھینچ ہے جسپر کوئی فرشتہ خدا کے سجدہ میں اپنی پیشانی رکھے ہوئے ہو۔ قسم ہر خدا کی اگر تم وہ باتیں جانتے جنگو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور بہت روتے بستر پر چورتوں سے لذت حاصل نہ کرتے صحیح بخاری	قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحَقَّ لَهَا أَنْ تَأْطُوا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا فِيهَا مَوْضِعٌ أَرْبَعَةَ أَصَابِعٍ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَهَنَّمَ سَاجِدًا لِلَّهِ وَاللَّهُ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحَكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخُجِمْتُمْ إِلَى الصَّلَاحَاتِ تَجَازُونَ إِلَى اللَّهِ قَالَ
---	---

۱۵ لیکن جو شخص پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو سبکی خواہشوں سے
 روکنا رہا اس شخص کا ٹھکانا جنت میں ہے ۱۲

ابو ذریا لیکن کنت شجرہ تعضد | فرباد وزاری کرتے ہوئے نکل

(رواہ احمد والترمذی) | پڑتے۔ ابو ذریٰ نے وقت

روایت اس حدیث کے کہا کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کھانا جاتا
ہو۔ (یعنی شدت خوف سے راوی نے یہ تمنا ظاہر کی کہ کاش میں بنی آدم اور
لائق مواخذہ کے نہوتا)۔

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَلَا أَخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلِّ ضَعِيفٍ
مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى
اللَّهِ لَا بَرَّةَ إِلَّا أَخْبِرُكُمْ
بَأَهْلِ النَّارِ كُلِّ
عُتْلٍ جَوَّاذٍ مُسْتَكْبِرٍ
(رواہ البخاری)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں
تم لوگوں کو اہل جنت کی خبر دے دوں؟ اہل جنت
ہر ضعیف نیک دل ہے کہ اگر خدا کے بھروسہ پر قسم
کھا بیٹھے تو اللہ کی قسم کو پوری کرے۔ کیا میں
تم لوگوں کو دوزخیوں کی خبر دے دوں؟
دوزخی وہ شخص ہے جو جھگڑا لودرشت گو
اور مغرور ہو۔

اس حدیث کا مضمون اُس تعلیم پر بڑی قوت کے ساتھ حاوی ہے جو انجیل میں اس
طور پر ہوئی ہے در مبارک ہے جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت
انہیں کی ہے، (متی باب ۵ درس ۳)

حلم

انجیل میں ارشاد ہوا ہے، ”مبارک ہے جو حلیم ہیں کیونکہ زمین کے وارث ہوں گے،“

(متی باب ۵ درس ۵)

یہاں حلم کی رغبت بوعدهٔ فلاح دنیوی دلائی گئی ہے اور رشک نہیں کہ تحمل آدمی کچھ نہ کچھ دنیاوی زندگی میں فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ اب قرآن کو دیکھیے کہ اس خصوص میں کی تعلیم کس پایہ بلند پر پہنچی ہوئی ہے ایک تو اباب حلم کو جنت کی بشارت دے گی ہے جسکی وسعت کرہٴ ارض سے بہت زیادہ ہے اور اُس سے زیادہ دوسری بشارت رضاے الہی کی ہے جسکے مقابلہ میں دنیا کی بادشاہی جنت کے مزے سب ہیچ اور بوجہ ہیں قال اللہ تعالیٰ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّنَ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۴)

حدیث

۱۔ اور اپنے پروردگار کی بخشائش اور جنت کیوں کہ جسکی وسعت زمین اور آسمانوں کے برابر ہے اور پرہیزگاروں کے لیے مہیا کی گئی ہے ایسے پرہیزگار جو خوش حالی اور تنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو روکتے ہیں اور آدمیوں کے قصور کو معاف کر دیتے ہیں۔ اور اندینک کارون کو دوست رکھتا ہو ۱۲

انسؓ سے روایت ہر کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مومن کی بدگوئی سے باز رہے اللہ اُسکے عیب کو چھپا لے گا اور جو اپنے غصہ کو روکے اُسکو اللہ قیامت کے دن اپنے عذاب سے محفوظ رکھ لے گا اور جو شخص خدا سے عذر خواہی کرے خدا اُسکے عذر کو قبول فرمائے گا۔

عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من خزن لسانه سرا لله عوته ومن كف غصته كف الله عنه عذابه يوم القيامة ومن اعتذر رآه الله قبل الله عذره۔
(رواه البيهقي في شعبان)

حدیث

ابن عباس سے روایت ہر کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشج سے جو قبیلہ عبد القیس کی جماعت کے ساتھ آیا کہ تھمیں دو خصلتیں ایسی ہیں جنکو اللہ اور اُسکا رسول دوست رکھتا ہر ایک حلم اور دوسریٰ خصلت کہ تو جلد باز نہیں ہر۔

عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تبيح عبد القيس ان فيك خصلتين يحبهما الله ورسوله الحلم والاناة۔
(رواه مسلم)

استبازی اور دل کی پاکی

انجیل میں ارشاد ہوا ہر در مبارک مے جو استبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کہو نہ کہ مے آسودہ ہون گے۔ ”مبارک مے جو پاک دل ہیں کہو نہ کہ وہ خدا کو ٹھیکے۔“

استبازی اور دل کی پاکی

(مثنیٰ باب ۵ درس ۶ و ۷)

یون تو قرآن میں نیک کاری اور پرہیزگاری کی رغبت بہت جگہ دلائی گئی اور نیکاروں اور پرہیزگاروں کے لیے بڑی بڑی بشارتیں دی گئی ہیں لیکن بالخصوص سچائی اور اخلاص کی نسبت جو پیرایہ اختیار کیا گیا ہے وہ بلاغت کے زنگ میں سامعین کے قلب پر گہرا اثر ڈالنے والا ہے۔

بارگاہ کبریائی کے بہت بڑے مقرب جماعت انسانی میں وہی بزرگوار ہیں جو نبی یا رسول کے لقب سے ملقب ہیں خداوند عالم نے ایسے چند بزرگوں کے تذکرہ میں مرتبہ نبوت و رسالت کے پہلے انکی صداقت کو بیان فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاج نبوت و رسالت میں صدق گراں ہاموتی ہے اور پروردگار کی سرکار میں اسکی بڑی قدر اور بڑی قیمت ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی وَ اَذْكُرْنِي الْكِتَابِ اِنْ اَرَاهِنَهُ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا وَ اَذْكُرْنِي الْكِتَابِ اَسْمِعِلْنِي اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ كَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا وَ اَذْكُرْنِي الْكِتَابِ اَذْرِيسْنِي اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝ (بارہ ۱۶)

سورہ مریم رکوع ۳ و ۴

موسیٰ کی جلالت قدر ان تین قدسی صفات بزرگوں سے زیادہ تھی اسلئے اُن کو اسی سورہ میں مخلص کا لقب عطا ہوا ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی وَ اَذْكُرْنِي الْكِتَابِ

۱۔ قرآن میں ابراہیم کا تذکرہ لوگوں سے کرو کہ وہ بڑے سچے نبی تھے ۱۲
۲۔ قرآن میں لوگوں سے اسمعیل کا تذکرہ کرو کہ وہ وعدے کے سچے اور ہامے بھیجے ہوئے نبی تھے ۱۲
۳۔ قرآن میں ادریس کا تذکرہ لوگوں سے کرو کہ وہ سچے پیغمبر تھے ۱۲

مُوسَىٰ زَارِعُهُ كَانَ مُخْلِصًا قَاكَانَ رَسُوْلًا كَلِيْمًا ۝ صداقت کے ذخیہ میں
 اخلاص کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے اور ہر گاہ خدا نے محمدؐ میں کلیم اللہ کے اس صفت کا انتخاب
 فرمایا ہے تو کیا شک ہے کہ جو لوگ اس برگزیدہ صفت سے بہرہ مند ہوں وہ دوسرے عالم
 میں خدا کے دیدار یا سعادت تقرب سے شرف اندوز ہوں گے۔ سورۃ الحجج میں خبر دی ہے
 کہ شیطان نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ بنی آدم کو جادۂ اطاعت سے منحرف کرے گا لیکن
 اس نجات کو بھی اپنے گستاخ ارادہ کے ساتھ اقرار کرنا پڑا کہ با اخلاص بندوں پر
 شیطان کی حکمت نہ چلیگا۔ پس ظاہر ہے کہ عمدہ عنوان سے جو ہر صدق و اخلاص کی
 وقعت ارباب بصیرت کے ذہن نشین کی گئی ہے اور بہت ہی خوب پیرایہ میں سمجھا یا گیا
 ہے کہ اگر بندگان خدا اس جوہر لطیف کی حفاظت کریں تو ایسے قوی بازو دشمن سے
 جسے حضرت آدم کو باغ عدن سے نکلوا ہی کے چھوڑا محفوظ رہ سکتے ہیں۔

حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليك
 بالصدق فان الصدق يهدي الى البروان
 البر يهدي الى الجنة وما يزال الرجل يصدق
 ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقًا
 فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سچ
 بولنا اپنے اوپر لازم کر لو سچائی نیکی کی راہ
 دکھاتی ہے اور نیکی جنت کو لے جاتی ہے۔ آدمی
 سچ بولتے بولتے خدا کے یہاں صدیق لکھا جاتا ہے

۱۲ قرآن میں موسیٰ کا تذکرہ لوگوں سے کرو کہ وہ با اخلاص اور ہائے پنجہم ہوئے نبی تھے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ كَذَبُوا قُلْ الْكُذِبُ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَالَّذِينَ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَيْهِمْ إِلَهُهُمُ وَإِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّاظِرٌ أَلَمْ يَكُنْ عَلَى رُجُلِهِ نَارٌ وَهُوَ يَقْتَضِي
 الْكُذِبَ فَتُحْصِيكَتْ بِعِنْدَ اللَّهِ كَذِبًا (رواه مسلم)

جھوٹ سے پرہیز کرو جھوٹ بدی کی راہ دکھاتا ہے۔ اور بدی و فوج کی طرف لیجاتی ہے آدمی جھوٹ بولتے بولتے خدا کے یہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔

رحمہ

انجیل میں ارشاد ہوا ہے ”مبارک ٹے جو رحم دل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائیگا“ (متی باب ۵ ورس ۷)

اسلامی مدرسہ میں رحم کی شان ایسی بلند ہے کہ خداوند عالم نے قرآن کی پہلی آیت میں خود اپنی ذات پاک کو اُس کے ساتھ متصف ظاہر کیا ہے اور اُس سے زیادہ کون سا گرانمایہ خلعت خیال میں آسکتا ہے جو باظہار عظمت اس صفت کے زیب بن کیا جاتا ہے پھر اپنے رسول کو خطاب کر کے فرمایا ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ
 یعنی تم کو بنظر رحمت خلائق کے بھیجا ہے۔ پارہ ۳۰ سورۃ اہلبدین شیخی مارنے والے آدمی کی نسبت بطور ملامت کہا گیا کہ اُس کو مباحضۃ انعام پروردگار کے اس اس طرح کی نیک کاریاں کرنی لازم تھیں اور پھر ارشاد ہوا ہے تَتَذَكَّرُ اَنَّ مِنَ الدِّينِ اَمْنًا وَتَوَّاصُوا بِالصَّبْرِ وَتَوَّاصُوا بِالْمَرْحَمَةِ

پھر ان لوگوں میں ہونا جایا مان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو خلق خدا پر رحم کی ہدایت کرتے رہے

رسول خدا نے فرمایا ہو کہ رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہو تم لوگ زمین کے پہنے والوں پر رحم کرو تاکہ وہ ذات پاک جو آسمان پر ہے تم پر رحم کرے۔ ایک دوسری حدیث کا یہضمون ہے کہ مخلوقات خدا کے عیال ہیں پس جو شخص ساتھ عیال خدا کے نیکی کرے وہی خدا کو زیادہ پیارا ہو۔ اس حدیث میں جو ہدایت کی گئی اُس کے احاطہ میں انسان اور حیوان جملہ مخلوقات آسمی داخل ہیں اور پھر دیگر مواقع میں فرمایا ہو کہ کوئی جان دار نشانہ بازی کے لیے ہدف نہ بنایا جائے کوئی جانور بھوکا پیاسا نہ مارا جائے کسی کو منہ پر نہ مارو نہ اُس کے منہ پر داغ دو۔

حدیث

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بلغنا رجل عیشۃ بطریقنا شرب علیہ العطش فوجد بیڑا فنزل فیہا فشرب ثم خرج فاذا الکلب یلہث یا کل الثمری من العطش فقال الرجل لقد بلغ هذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغنی فنزل البیڑ فملاً خفۃ ثم امسکۃ بقیہ۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ درحالیہ ایک راستہ چلا جاتا تھا اس وقت تک غالباً کسی کو اس کو ایک کنواں ملا جس میں اُتر اُڑ پانی پیا جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا بوجہ پیاس کے اپنی زبان نکالے ہوئے ہے اور ترشٹی کھاتا ہے پس اُس مرد نے کہا کہ بوجہ پیاس اس کتے کی حالت میری ہی سی ہو رہی ہے اور کنوئیں میں اُتر اُڑ پانی موزہ کو پانی سے بھرا اور اُس موزہ کو منہ سے پکڑ لیا

فَسَمِعَ الْكَلْبَ يَشْكُرُ اللَّهَ لَهُ فَنَفَرَ
لَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِن لَّنَا فِي
الْبَهَائِمِ أَجْرٌ أَفَقَالَ فِي كُلِّ
ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٌ
أَجْرٌ - (رواه البخاری)

اصحاصل کئے کو بانی بلایا۔ خدا کو یہ کام پسند آیا اور
اُس مروت کی مغفرت فرمائی۔ لوگوں نے پوچھا اگر کیا
لے خدا کے رسول ہم لوگوں کے لیے چار پائیوں
کے ساتھ سلوک کرنے میں اجر ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ
ہر مخلوق کے ساتھ جو حکمت رکھتی ہو سلوک کرنے میں اجر ہے۔

حدیث

عَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُعَيْرٍ وَدَلْحَى ظَهَرَهُ بَبْطَنُهُ
فَقَالَ اتَّقُوا اللَّهَ فِي هَذَا الْبَهَائِمِ
الْمُجَمَّةِ فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً
وَأَنْزَكُوهَا صَالِحَةً (رواه ابو داؤد)

سہل بن الحنظلہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایک شتر کے پاس گئے جسکی پیٹھ
پیشے لگ گئی تھی پس فرمایا کہ ان بے زبان چار پائیوں
کے معاملہ میں پرہیزگاری کرو اچھی حالت میں ان پر
سوار ہوا اور اچھی حالت میں اترو۔

صلح جوئی

انجیل شریف کی یہ تعلیم ہے ”مبارک مے جو صلح کرنے والے ہیں کیونکہ مے
خدا کے فرزند کہلائیں گے“ (متی باب ۵ ورس ۹)
قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے وَلَا تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ

خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْحَسَنِينَ ۝ (پارہ ۸ سورۃ الاعراف رکوع ۷)
 وَقُلْ لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّذِي هُوَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَكْذِبُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ
 كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ۝ (پارہ ۵ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۶)
 وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
 الظَّالِمِينَ ۝ (پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ رکوع ۴)

حدیث

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ ابو دردائے کہا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
 وسلم لا تخبرکموا بفضل من ذکر الصیام والصدقة والصلوٰۃ قال قلنا بے
 قال اصلح ذات البین وفسد ذات البین
 ۱۔ الخالقۃ۔ (رواہ ابو داؤد) ابو دردائے نے کہا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے کہ کیا میں تم لوگوں کو ایسی بات بتاؤں
 جس کا ذکر پر فرزند اور صدقہ اور نماز سے بڑھا ہوا ہے؟
 ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ارشاد کیجیے فرمایا کہ ہم
 صلح کرانا۔ اور آپس میں جگاؤ کرنا تو زائل
 کرنے والا (حسنات کا) ہے۔

۱۔ زمین پر بعد اُسکی اصلاح کے فساد نہ پھیلاؤ اور امید و بیم کے ساتھ خدا سے دعائیں مانگتے رہو
 حقیقت میں خدا کی رحمت نیک کاروں کے قریب ہے ۱۲
 ۲۔ ہمارے بندوں کو سمجھا دو کہ بات کہیں جو بہتر ہو شک نہیں کہ شیطان اُن لوگوں میں فساد ڈالتا ہے اور
 اس میں بھی شک نہیں ہے کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے ۱۳
 ۳۔ بدی کا واجب ہی بلا مساوی درجہ کی بدی ہے پھر جو معاف کرنے اور صلح کیلئے تواسلئے اس کے اجر کا ذمہ لے کر
 شک نہیں کہ اللہ ظالم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے ۱۴

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَتَّخِذَ إِخَاهُ فَوَاقٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْصُ هَذَا وَيَعْرِضُ هَذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ (رواه البخاری وسلم)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں جائز ہے کہ کسی کو کہ تین شب سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑے کہ جب دونوں میں یہ منہ پھیرے اور وہ منہ پھیرے اُن دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

مظلومی بوجہ راستبازی

مظلومی بوجہ راستبازی

انجیل میں ارشاد ہوا ہے ”مبارک ہے جو راستبازی کے سبب ستائے جاتے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انھیں کی ہے“ (متی باب ۵ ورس ۱۰)

یہ حقیقت ترغیب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ہے یا یہ کہ سچے ایمان داروں کو امید دلائی گئی ہے کہ مخالفوں کے ہاتھ سے جو مصیبتیں اُنکو جھیلنی پڑیں اُنکا اجر معقول دوسرے عالم میں حاصل ہوگا۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۱)

تھان نے اپنے بیٹے کو جو پسند دیا اُسکا تذکرہ بغرض ترغیب اہل اسلام یوں فرمایا ہے

۱۲ تم لوگوں میں ایک گروہ ہونی چاہیے جو اچھے کاموں کی ہایت کرے اور اعمال برے سے روکے

يُنَبِّئُ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَامْرَأَ الْمُعْرُوفِ إِنَّهُ عَنِ الْمُتَكَبِّرِ وَصِدْرُ عَلِيٍّ مَا أَصَابَكَ
إِنْ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (پاره ۲۱ سورة لقمن رکوع ۲)

حدیث

عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال والذی نفسی بیدہ لثامہ بالمعرق
وکنہون عن المنکر اولیو شکن اللہ
ان یجعت علیکم عذابا من عندہ ثم لندعنہ
ولا یتحیٰ اراکم (رواہ الترمذی)

حذیفہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
قسم ہے اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں
سیری جان ہے۔ تم لوگ ابھی کاموں کا مکر کر رہے
کاموں سے منع کرو (اگر ایسا کر گئے) تو قریب ہے کہ اللہ تمہیں
کسی طرح کا عذاب بھیجے یہ تم التجا کرو اور وہ قبول نہو۔

مخالفوں کے ہاتھ سے جو کچھ اینڈ این پونجین اور مصیبتیں جھیلنی پڑیں گی ان کی بدولت پر خدا نے اپنے فرمان بردار بندوں کو اجر و ثواب کا اسیدوار کیا ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُعْطِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالَهُمْ ذُلًّا وَلَكِنْ
لَا تَشْعُرُونَ ۚ وَلَبِئْسَ ثَلَاثٌ شِئْنٌ مِنَ الْخُوفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ ۚ أُولَٰئِكَ
ثَلَاثٌ شِئْنٌ مِنَ الضَّرَرِ ۚ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا
إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ۚ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ

۱۵ اے میرے فرزند! غلامانِ پڑھ لوگوں کو اس صحیح کام بتا دو برے کاموں سے منع کر اور تجھ پر جیسی غلطی اُسکو برداشت کر بیشک یہ ہمت کے کام ہیں ۱۱

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَذَكَّرُونَ ۝ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۱۹)
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَاطِبُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝
(پارہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۲۰)

ہر چند میں نے بیان کو وسعت دی مگر سچ یہ ہے کہ اس مختصر رسالے میں اخلاقی تعلیم کے نمونے جو ذخیرہ اسلامیہ میں موجود ہیں بقدر کافی دکھانے کا بہر حال جو کچھ معرض تحریر میں آیا اسکو دیکھنے حق کے ڈھونڈنے والے اندازہ کر سکیں گے کہ بلحاظ اپنی خوبیوں کے اسلامی تعلیم کا کیا درجہ ہے اور اُسے دینی اور دنیوی دونوں پہلو کو کس دور اندیشی کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے۔ اکثر غیر مذہب کے آدمی اور بالخصوص عیسوی المشرّب بنائے جنس جو کچھ بدگمانی اسلامی تعلیم پر رکھتے ہیں اُسکی عام وجہ یہ ہے کہ خود انکو قرآن اور حدیث سے واقفیت نہیں ہے اور اُنکے عالموں نے جنہیں کم و بیش سمجھنے کی لیاقت حاصل تھی بوجہ تعصب مذہبی تعبیر الفاظ غلط کی یا غلط روایتوں کا حوالہ دیکے اپنے معتقدوں کو ایسا بھڑکا دیا کہ وہ لوگ تفتیش حق میں اسلام کی طرف منصفانہ نگاہ نہ کر سکے اور آزادانہ جانچ سے محروم رہ گئے۔

۱۱ جو لوگ اللہ کی راہ میں مائے جاہلین انکو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم لوگ سمجھتے نہیں۔ البتہ ہم تم لوگوں کو تھوڑے سے خوف اور بھوک اور کچھ جان دال و پھلون کے نقصان سے آزار میں گے اور اُسے پیچیدہ ایسے صبر کرنے والوں کو جو وقت مصیبت کے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور اُسکی طرف لوٹ جانے والے ہیں انھیں لوگوں پر اللہ کی مہربانی اور عنایت ہے اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں ۱۲

۱۲ مسلمانو! مصیبتوں پر خود صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو اور آپس میں مل کر رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ اپنی مراد کو پہنچو ۱۲

اسلام یہ نہیں کہتا کہ بے دلیل اُسکے مسئلے مان لیے جائیں بلکہ بنی نوع انسان سے اُسکی یہ درخواست ہو کہ تعصب کو چھوڑو احقاق حق کی آزادانہ کوشش میں اُس روش کو اختیار کرو جو پسندیدہ ہو قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَا بِنُوحٍ اِلَى اللّٰهِ لَصَدُ الْبَشَرِ ؕ فَبَتَّ عُرْجَانُ الْاَلْوَانِ يَنْ يَّسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَنَتَّبِعُوْنَ احْسَنَهُ ؕ اُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولَٰئِكَ هُمُ الْاُولَوْنَ الْاَلْبَابِ ۝ (پارہ ۲۳ سورۃ الزمر رکوع ۲)

مانسانہ مانناد و سري بات هر جو شخص بصيا عمل کر گیا و صيا هی اُسکا پهل پائے گا۔
گندم از گندم بروید و جوز جو از مکافات عمل منجمل مشو

لیکن افسوس ہر تو یہ ہر کہ ایسی واجب منادی سے کان بند کر لیے جاتے ہیں اور یہ دنیا تحمل اور سکون کے ساتھ سن بھی نہیں لیتی کہ نہ اگر نوا لایا کہتا ہر کس آنے والی آفت سے ڈرنا ہر اور اُسکے نجات کی کیا تدبیریں بتا رہا ہر۔ خدا کا شکر ہر کہ اب کم و بیش تعصب کا طوفان دور ہو چلا ہر اور چند بلند خیال انصاف پسند عیسائیوں نے ایسی کتابیں لکھی ہیں جنہیں اکثر تہمتوں کی تردید ہوئی ہر اور عجب نہیں کہ وہ زمانہ جلد آجائے کہ ہمارے برادران نوعی تقلید کی اندھیری کو ٹھری سے نکل پڑیں اور تحقیق کے میدان میں عقل کی روشنی میں جانچیں کہ وصول الی اللہ کا کونسا راستہ

۱۔ اور جو لوگ بتوں کو نہیں پوجتے اور خدا کی طرف رجوع لائے ہیں اُنکے لیے خوش خبری ہو پس
۲۔ لے پیغمبر ہمارے ایسے بندوں کو خوش خبری سناؤ جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو ابھی بات ہوا سپر عمل کرتے ہیں
یہ وہی لوگ ہیں جنکو اللہ نے ہدایت دی ہر اور یہی لوگ دانشمند ہیں ۱۲

بیخطر ہو۔ (س) مذہب اسلام کی اشاعت بزرگ شمشیر علی بن ابی تراب سے عقیدوں کی یہ شان نہیں ہو کہ جابرانہ دباؤ سے تسلیم کر لے جائیں (ج) دنیا میں ہر ذی عقل صاحب شعور انجام کار پر دوراندیشی کے ساتھ نظر دوڑاتا ہو اگر سبت ہمتی یاد رکھ کر موانع خارج نہوں تو بقدر اپنی طاقت کے وہ ایسی تدبیروں پر عمل کرتا ہو جن سے سود کی امید ہی بود کی توقع ہو۔ جو کچھ تجر بہ رنج و راحت کا دنیاوی زندگی میں ہو چکا ہو وہ اس تفتیش پر اسے مائل کرتا ہو کہ بعد از مرگ اسکے ابنائے جنس کی رو میں دولت وجود سے بہرہ مند رہتی ہیں یا یہ کہ جسم کے ساتھ اُلجھی شمع حیات بھی بجھ جاتی ہو اور پھر ایسی حالت میں کہ جسمانی موت کے بعد زندگانی کا کوئی دوسرا سلسلہ برپا ہوتا ہو کس طرح کی راحتیں نصیب ہوتی ہیں اور کیسی کیسی مصیبتیں بھیلنی پڑتی ہیں۔ اس طرح کی تفتیش کو ہائے کرم جامع کمالات مولوی سید علی المتخلص بہ کامل ابن مہمل اجل مولانا احمد علی محمد آبادی اعلیٰ المدقامہ فی اعلیٰ علیین نے کیسے خوب پیرایہ میں منظوم فرمایا ہے۔

نظم

شب کو جائگلا تھا میں کامل مزار پر
فاتحہ پڑھ کر یہ قبر دوست پرین نے کہا
اس جہت سے مثل ابراہیمین مرغی بنا ہوں
ہم گریبان چاک ماتم میں نے لے لے یا ہوں
شمع روشن ہو گلون کے قبر پر بنا ہوں
شاد ہو کچھ تو بھی زیر خاک لے رنگین ادا

کیا ہوا مرنے کے بعد اے راہی ملک عدم
 منزلیں نہ دیکھیں یاد و رہیں کیا حال ہر
 جس محل میں جا کے تو اُترا ہوئے نازک میں
 چھت منقش ہو کہ سادی فرش نگین باسفید
 سبز چمن میں گھلے یا سرخ روشن میں گلاس
 پھول ہیں کس رنگ کے پتے ہیں کس انداز کے
 اہل صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا ہر طریق
 دعوتیں بھیجیں فقط یا آپ بھی آئے کبھی
 بات کرنے کی صدا اصلاً نہیں آتی کبھی
 قبر سے آئی نہ اسے دوست بس خاموش رہ
 باغ کیسا پھول کیسے عقل ہو تیری کمان
 وہ ہمارا پیکر نازک جو تجھ کو یاد ہو
 اب زیادہ بات کر سکتے نہیں لے گھر کجا
 محض عقل نے لائق اطمینان جواب نہیں دیا اسیلے معتقدین معاد کو رغبت پیدا ہوئی
 کہ مذہبی رہنماؤں سے مشورہ کریں اور کم و بیش دنیا میں ایسے سامان تو جمیا کر لیں کہ
 دوسرے عالم کی دار و گیر سے نجات ملے۔ یہودیوں نے زردشتیوں نے اور ہندو
 نے تو کھل کے کہہ دیا کہ اُنکا فرقہ خدا کا منتخب گروہ ہے جسکے حلقہ میں دوسروں کو

لوگ کیسے ہیں ہاں کے او کیا اطوار ہیں
 راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر ہیں بازار ہیں
 کسطح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں
 تخت کیسے ہیں منبت یا مصع کار ہیں
 باغ ہے سبز ہے کچھ اشجار ہیں اثمار ہیں
 مرغ زرین بال ہیں یا عنبرین متعار ہیں
 خوش بین خوش طبع یا کچھ فہم و گفتار ہیں
 اپنے اپنے شغل میں رہتے ہیں یا بیچار ہیں
 کسطح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں
 ہم اکیلے ہیں نہ یاں احباب فی اغیار ہیں
 کنج تنہائی ہے اور رانچی گلے کے ہار ہیں
 آج خاک قبر سے اُسپر منون کے بار ہیں
 دلمیں آزرده تھوٹا کیا کرین لچار ہیں

آنے کی اجازت نہیں مل سکتی مگر بودھ عیسائی اور مسلمان ان جو یاے حقیقت کے خیر مقدم کو دوڑ پڑے اور اپنی اپنی متاع ہدایت کا دکھانا شروع کر دیا۔ بودھ ازم ہکودیا وہ تعلق نہیں ہو لیکن عیسائیت اور اسلام تہاے دراز سے ایک دوسرے کے حریف مقابل چلے آئے ہیں۔ ان دونوں نے نیک دل خریداروں کی آغوشیت جانی اور جو کچھ ذخیرہ تحقیق پاس تھا اسکی پیشی میں حد درجہ کی دلپسی ظاہر کی۔ چند سنجیدہ مشنری آگے بڑھے اور سنہری جلد کی ایک کتاب پیش کی جس میں اس دورانیہ کے ساتھ کہ عہد جدید میں شرعی احکام کا وجود کیا ہے ہر عہد عتیق کے صحائف بھی شامل کیے گئے تھے اور پولوس مقدس کے خطوط جن میں اخلاقی رنگ آمیزیاں زیادہ تھیں جلی قلم سے لکھے ہوئے تھے۔ دیکھنے والے آزاد طبع دانشمند تھے کتابی تذکروں سے عبرت حاصل کی اخلاقی مضامین نے انکے دل پر اثر ڈالا لیکن پولوس مقدس کی منطق سے سخت اُکھن پیدا ہوئی اور سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ گناہ عیسائی کرین اور سچ گناہ کا ٹھہرائے جائیں یا یہ کہ اُنکا قتل دوسروں کو سینات کا کفارہ سمجھا جائے۔

یہ لوگ موسیٰ کی کتاب میں خدا کے احکام دیکھ چکے تھے انجیل میں پڑھ لیا تھا کہ مسیح نے پُر زور الفاظ میں اُن احکام کی توثیق فرمائی ہو اور پھر کلیتوں کے موسومہ خط (باب ۳ ورس ۲۳ لغایت ۲۵) میں پولوس کا یہ فرمانا کہ ایمان کے بعد شریعت بیکار ہو گئی ایک عجیب بیان معلوم ہوا اور اُسی بیان سے یہ بدگمانی پیدا ہوئی کہ

سہولت پسند ناصح بساط شرع کو کوٹ رہا ہو اور خدا کے حکم سے نہیں بلکہ اپنے خیال کی مقراض سے اُس قانون کی دھجیان اُڑا رہا ہو جسکو حضرت موسیٰ لائے اور جسکی تکمیل کے لئے مسیح علیہ السلام دنیا میں آئے تھے (متی باب ۵ درس ۷ الفایت ۲۰)
 ان بحثوں کی نسبت امید تھی کہ کسی نہج سے طریکیں مگر مسئلہ تثلیث نے جلسہ کارنگ بگاڑ دیا کیونکہ جستجو کرنے والے خدا کی وحدت کو خاطر نشین کر کے گھر سے نکلے تھے اور یہاں دو نہیں بلکہ تین خداؤں کے اعتقاد کا مشورہ دیا گیا اور اُسی کے ساتھ ایک مین مین اور تین مین ایک کا فلسفہ یا توبے معنی تھا یا کچھ ایسا دقیق جسکو فلاطون بھی سمجھ نہیں سکتا تھا مشنری بزرگوار اُسکو خود کیا سمجھتے اور دوسروں کو کیوں کر سمجھا دیتے با اینہم بے ربط جھٹکن کین بیٹے کی ناخوشی سے ڈرایا باپ کی ناراضی کا خوف دلایا لیکن یہ جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی اور اسلام کے نو تعمیر قصر میں جا پہنچی۔ یہ قصر سادہ وضع مستحکم بنیاد تھا درود دیوار پر آیات توحید جلی قلم سے تحریر تھیں۔

ایک مقدس بزرگ نے جو سجادہ شیخت پر جلوہ افروز تھے پروردگار میں قرآن کی تلاوت شروع کی الفاظ کی شوکت فقر و کی روانی ترغیب و ترہیب کے طرز بیان نے وہی اثر ڈالا جو قرآن کے سمجھنے والوں پر اب تک ڈالتا ہے۔ سننے والوں پر قدرت طاری ہوئی روتے روتے چکیان بندھ گئیں جب طبیعت خلی تو کلمہ لا الہ الا اللہ و مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ پڑھ کے اُس گروہ میں دل گئے جس میں کالے گوسے چھوٹے بڑے سب کے سب ایک دوسرے کے بھائی سمجھے جاتے تھے پھر شیخ طالقیت

احکام شرعی سے آگاہ کیا اور قریب نفہم وجوہ عقلی بھی بتائے۔ تورات کتاب الاحبار
احکام اور انجیل شریف سے اخلاقی تعلیم کا مقابلہ کر کے شریعت محمدی کی موزونی
دل نشین کر دی رخصت کے وقت آیہ کریمہ وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى
الْحَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۝ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۱) کا وعظ قابلیت کے ساتھ کہا اور
مستقدمین اہل اسلام کے مساعی جمیلہ کے تذکرے سنائے۔ یہ جماعت تعلیم پاک
وطن کو پھری اور فرض تبلیغ کے ادا کرنے میں اُسے وہی روش اختیار کی جو خود
اُسکے اُستاد کی تھی اور جسکے محاسن کا اس جماعت کو پورا اعتقاد ہو گیا تھا۔ دوستو
جو کچھ میں نے تحریر کیا وہ محض خیال بندی نہیں ہر بادیان اسلام کے تذکروں کو
پڑھو و حقیقت اس مذہب کی اشاعت اُن لوگوں نے اسی طرح کی ہو اور اب ہر چند
اگلے بلند خیالیوں کا نشان پایا نہیں جاتا لیکن اسلام کی جتنی ایسی قومی ہین کہ کسی
نہ کسی سپر ایہ میں اپنا اثر دکھائی ہی رہتی ہین۔

زمانہ عسرت میں جو لوگ ایمان لائے اُن کو کسی دنیوی فائدون کے ظاہری سامان
دکھائی نہیں دیتے تھے مگر اتباع اسلام میں اُن لوگوں نے مال کی جان کی عزت برو کی
پرواہ نہیں کی۔ ترک وطن کی مصیبت عزیز دون کی مفارقت کو برداشت کیا مگر

۱ اور تم میں ایسا ایک گروہ ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیک کاری کی طرف بلاے اچھے کاموں کی ہدایت کرے

اور بُری باتوں سے منع کرے۔ جو لوگ ایسا کریں وہی منسلح پائے لائے ہین ۱۲

صحابہ اور حواریوں کی وفاداری کا مقابلہ

اپنے عقیدے سے نہیں پھرے۔ یہ تو ہاجرون کی حالت تھی مدینہ کے رہنے والے
 جنکو انصار کہتے ہیں غور تو کرو ان پر کیا دباؤ تھا کہ ہاجرون کو اپنا بھائی بنا لیا اور
 با انہیہ کہ خود کم بضاعت تھے مگر خوشدلی کے ساتھ تارکان وطن کو شریک فی البضاعت
 کر کے اور بھی کم مایہ بن گئے۔ قدیم الایام سے قبیلہ قریش تمام عرب میں باعز و ناز
 سمجھا جاتا تھا اور جس گھر (کعبہ) کے وہ لوگ متولی تھے اُسکی زیارت کو قریب قریب
 حبلہ قبائل عرب ذریعہ ہبہ و سبھت تھے پس مدینہ کے رہنے والوں نے صرف پیغمبر
 علیہ السلام اور اُنکے ساتھیوں کو پناہ نہیں دی بلکہ ایک نامور با اثر قبیلہ اور اُسکے معتقد
 دوستوں کے ساتھ جھگڑا مول لیا جسکا نتیجہ سخت خطرناک معلوم ہوتا تھا اسلئے کیا
 شک ہو کہ اُن لوگوں نے خالصاً لوجہ السلام کو قبول کیا اور جان مال کو بمقت بلکہ
 رضا سے الہی بیچکارہ سمجھا تھا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مدینہ میں بھی چند افراد منافقانہ
 مسلمان بن گئے تھے اور حوالی مدینہ کے رہنے والے کچھ بدویوں نے بھی زبانی اقرار
 حقیقت اسلام کا کیا تھا لیکن ایسے کم نصیب تھوڑے تھے اور قرآن میں اُن لوگوں
 کو سخت ملامتیں کی گئی ہیں۔

سیح علیہ السلام نے بڑی عرق ریزی سے صرف بارہ منتخب شاگرد مہیا کیے تھے
 جن کے نام یہ ہیں۔ شمعون تپرس اندریاس یعقوب

پسر زبدی یوحنا فیلبوس برتھولما تھوما متی

یہوداہ اسقرویوتی شمعون قنانی

ان بارہوں کو خود حضور مہدوح نے دعاۃ دین مقرر کر کے قبائل بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا کہ معجزہ دکھائیں اور دین متین مسیحی کی تلقین کریں (متی باب ۱) لیکن یہوداہ اسقرویوتی ایسا نالائق ثابت ہوا کہ اُس نے صرف تیس روپیہ معاوضہ لیکے جناب مسیح کو دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار کرا دیا (متی باب ۲۶ ورس ۱۵ و ۱۶)

مسیح نے اپنے شاگردوں کو اس طرح جان بازی کی ترغیب دلائی تھی کہ ”کیونکہ جو کوئی اپنی جان بچا یا چاہے اُسے کھوئیگا پر جو کوئی میرے لیے جان کھوئے گا اُسے پائیگا“ (متی باب ۱۶ ورس ۲۵)

شمعون پطرس نے اس نصیحت کو خود سنا تھا اور ایک مرتبہ جب مسیح نے اپنے مائے جانے کی خبر سنائی تو جوش میں آکر کہنے لگے کہ ایسا کبھی ہوگا لیکن جب وقت امتحان آیا تو تین مرتبہ اُس تعلق کا انکار کیا جو حقیقت ساتھ مسیح کے رکھتے تھے اور صرف سادہ انکار نہیں کیا بلکہ قسمیں کھائیں اور لعنت بھی بھیجی (متی باب ۲۶ ورس ۶۹ تا غایت ۷۴)

پھر بھی شاگردوں میں پطرس بہت غنیمت تھے کہ کسی طرح عدالت تک مسیح کی ہمراہی اختیار کی تھی لیکن باقی دس شاگردوں نے تو بعد از گرفتاری خبر بھی نہیں لی

لہٰذا لوتے ایک شاگرد کا نشان ان الفاظ سے دیا ہے یعقوب کا بھائی یہوداہ (باب ۶ لوقا) ۱۲

کہ اُنکے رہنما پر کیا گزری تہمت کفین کی بھی کفالت ان شاگردوں میں کسی نے نہیں کی بلکہ یوسف نامے ایک اور سعادتمند نے اُسکا اہتمام کیا۔ تاریخ کے دیکھنے والے قیاس کر سکتے ہیں کہ اگر ایسا وقت پیغمبر علیہ السلام کے پیش نظر آتا تو مہاجر و انصار مردوں کا کیا ذکر ہو عورتیں گھر سے نکل پڑتیں اور جب تک مرد وزن سب کے سب شہادت کا ذائقہ چکھ نہ لیتے دشمنوں کو یہ موقع نہ ملتا کہ دامن نبوت کی طرف اپنے دست تم کو دراز کریں چنانچہ میں چند حکایتیں اصحاب رسول الصلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداریوں کی تحریر کرتا ہوں۔

حکایت

مظالم اہل وطن سے جب پیغمبر علیہ السلام نے عزم مدینہ فرمایا تو اخلائے سفر کی جو کچھ تدبیریں ضروری تھیں عمل میں آئیں یہ سفر رات میں شروع کیا گیا اور اس خیال سے کہ بستر کو خالی پا کے دشمن فی الفور در پر تعاقب ہوں گے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ دوسرا شخص اُس بستر پر حضور کی رُٹے مبارک اوڑھ کے سوئے۔ سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس خطرناک خدمت کو وہی سعادتمند انجام دیسکتا تھا جس کو اپنی عزیز جان کے فدا کرنے میں مطلق دریغ نہ تھا چنانچہ ہمارے مولائے کریم علی بن ابی طالب نے اس خدمت کو خوشدلی کے ساتھ قبول کیا۔ مشرکوں نے کسی مصلحت سے تمام شب صرف محاصرہ پر قناعت کی اور اس تصور میں جا گئے رہے کہ طلوع

آفتاب سے پہلے شمع رسالت کو گل کرین گے لیکن بیاض صبح نے اُن کو رباطنوں کو سمجھا دیا کہ جس بگیناہ کا قتل مقصود ہے وہ بستر پر نہیں ہیں بلکہ اُنکی جگہ دوسرا خدا کا شیر رونق افروز ہے۔ اس پر خطر سفر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمراہی کے لیے منتخب ہوئے اور بڑی مسرت کے ساتھ تمامی خطرات کا جو ہر طرف سے ہجوم یکے ہوئے تھے برداشت کرنا گوارا کر لیا اور جبل ثور کے غار میں تو وہ جو ہر صداقت دکھائی جسکی نظیر ہر شکل مل سکتی ہے۔ اس غار کی نسبت مشہور تھا کہ دزدنوں کا ماں گزندوں کا مسکن ہے لیکن بضرورت وقت ہر گاہ اُس میں چھپ رہنا ناگزیر تھا ایسے جانباز ہمراہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غار میں داخل ہونے سے باز رکھا اور خود پہلے اُسکے مُنہ میں کود پڑے تاریکی زیادہ تھی ایسے اطراف غار کو ہاتھوں سے ٹٹولا خدا کی مہربانی سے غار میں کوئی موزی نہیں ملا لیکن تین سوراخ موجود پائے گئے اور اندیشہ پیدا ہوا کہ شاید اُن میں افعی یا دوسرا کوئی گزندہ موجود ہو ایسے ایک کے تو اپنے کپڑوں سے بند کر دیا دو باقی رہے جنکے مُنہ پر اپنے پانوں لگائے۔ ان احتیاطی کارروائیوں کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لائے اور اپنے ثابت قدم خادم کی گود میں سر رکھ کے سوئے آخر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کف پا کو زہریلے سانپ نے کاٹا پانوں تو کیا ہٹتا آپ نے اس خون سے حرکت بھی نہیں کی کہ پیغمبر علیہ السلام کو بیداری کی تکلیف پہنچے گی لیکن شدت الم سے بے اختیار چہرہ پر آفتاب رسالت کے آنسو ٹپک پڑے اور حضور نے بیدار ہو کے بقوت اعجاز

تمام آفاتِ درم و مال کے جو عارض ہو گئے تھے دم کر دم میں مٹا دیا۔

حکایت

اُحد کی لڑائی بگڑ گئی اور لشکرِ اسلام کو بہت کچھ صدمے اٹھانے پڑے ابنِ قتیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ راست پر تلوار چلائی طلحہ نے اُسکو اپنے ہاتھ پر روکا جسکی بدولت اُنکا ہاتھ ہمیشہ کے لیے بیکار ہو گیا پھر مالک بنِ نہیر نے جو مشہور قہر انداز تھا حضرت پر تیر چلایا اور اُسکو بھی انھین طلحہ نے اپنے ہاتھ پر لیا۔ اُس لڑائی میں اسی زخم سے کچھ زیادہ اس جانثار کے جسم کو پہنچے تھے جنکی خلش سے غشی کی حالت طاری ہوئی لیکن جب ہوش آیا تو جنابِ سالتماء کی خیریت پوچھی اور سلامتی کی خبر سُننے کے لگے کہ خدا کا شکر ہو اور اب سب مصیبتیں بعد دریافت اس خیریت کے آسان ہیں۔

حکایت

بلال ابنِ رباح حبشی امیہ بن خلف کے غلام تھے اُن پر اسلامی تعلیم کا اثر پڑا اور مسلمان ہو گئے بید و آقا نے اُنکو ستانا شروع کیا۔ عرب میں آفتاب کی تہ زت جیسی کچھ ہوتی ہو اُسکا حال مشہور ہو امیہ دوپہر کے وقت جبکہ آفتاب گرم ہوتا بلال کو جلتی ہوئی لکڑیوں پر لٹاتا اور سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا اور کہتا کہ اگر تو دینِ اسلام

نہ پھر گیا تو ایسی ہی تکلیف میں اپنی نقد جان کا تجھے کھونا پڑیگا لیکن اس بزرگوار خدا نے توحید سے زبانی انکار کر دینا بھی گوارا نہیں کیا آخر کار مسلمانوں کے شیفتہ ابو بکر صدیقؓ نے خرید کے خالصاً لوجہ اللہ اُنکو آزاد کیا۔ زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بلال مؤذن اور خازن بیت المال کے رہے بعد وفات آنحضرتؐ کے شام کو چلے گئے مدینہ کے بعد بشوق زیارت قبر شریف مدینہ کو آئے اور مسلمانوں کے اصرار سے مسجد نبوی میں اذان کی جسوقت کلمہ شہد اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ زبان سے نکلا تمامی اہل مدینہ درد مفارقت سے رونے لگے اور عورتیں چختی ہوئیں پردون سے نکل پڑیں۔

حکایت

جب رسول اللہؐ نے معرکہ اُحد سے مدینہ کو معاودت فرمائی تو ایک انصاریہ عورت جسکا باپ۔ بھائی۔ شوہر اور بیٹا لڑائی میں مارا گیا تھا سامنے آئی اور عرض کیا کہ جب آپ سلامت ہیں تو میں اُن مصیبتوں کی جو مجھ کو پہنچی ہیں کچھ پروا نہیں کرتی اور اسی طرح دوسری عورتوں نے بھی جنکے عزیز رشتہ دار شہید ہوئے تھے جناب رسالت مآب کی سلامتی پر خدا کا شکر کیا اور اپنے مال کو بمقابلہ اُس مسرت کے بے حقیقت سمجھا پس ان سب واقعات پر نظر کر کے یہ کہنا ہرگز داخل مبالغہ نہیں ہوگا اپنی وحانی قوتوں سے جیسے صادق الایمان توابع اسلام نے فراہم کیے تھے ویسے کسی اور

مذہب کو جنکے تذکرے موجود ہیں ہرگز نصیب نہیں ہوئے۔ دنیا کا دستور ہر کج
کسی عقیدہ کی بنیاد پر جاتی ہے تو زمانہ مابعد میں سرگرم معتقد پیدا ہو جاتے ہیں اور وقتاً
میں مبالغہ کے ساتھ رنگ آمیزیاں کرتے ہیں اسلئے جانچنا چاہیے کہ جن لوگوں نے
برزائے حیات پیغمبر علیہ السلام اقرار رسالت کیا تھا خود انکی قوت ادراکیہ کی کیا حالت
اور طاقت فکریہ کی کیا کیفیت تھی تاکہ اطمینان حاصل ہو کہ انھوں نے واقعات نگاری
کو دہشمندی کے ساتھ دیکھا اور اسکی سچائی کی نسبت مستحکم بنیاد پر اسے قائم کی تھی۔ ہم
سابقین کی فہرست کو نام نامی سے **علی مرتضیٰ**۔ **ابو بکر صدیق**۔ **عمر فاروق**
ابو عبیدہ امین اللاتہ۔ **خالد سیف اللہ** کے مزین پاتے ہیں جنکے تذکروں
سے صفحات تاریخ بھرے پڑے ہیں۔ تدبیر مملکت نظام ہمام میں ان بزرگوں
نے اپنی وہ دماغی قوت ظاہر کی ہے جو مشہور وزرائے سلطنت میں کمتر نشان بیجاتی
ہے۔ جن لوگوں نے غیر قوموں کے قانون ملک داری کو کتابوں میں پڑھکے کسی طرح
کے جوہر قابلیت دکھائے ہوں انکے نسبت قیاس کیا جاتا ہے کہ اثر تعلیم نے طبعی
دہشمندی کو ابھارا اور ارجمند مراتب پر فائز کیا ہے لیکن ان قرشی صحرا یوں میں اسکول
تھانہ کالج نہ کتب خانہ تھانہ یونیورسٹی انکی بضاعت وہی قوت دماغی تھی جو ان کے
پیٹ سے ساتھ لائے تھے یا وہ تعلیم آئی تھی جسکا فیضان انکے دل و دماغ پر عالم بالا
سے ہوتا رہا۔ ایک محقق عالم نے علی مرتضیٰ کے خطبوں و مکتوبوں کو بشکل کتاب
جمع کیا اور اس کتاب کا نام نیچ البلاغۃ رکھا ہوا اسکے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ

صاحب کلام کیا حکیمانہ دماغ اور کسی دقیقہ سنج طبیعت رکھتے تھے۔ حواریوں کے متقدّم
انکے خطوط کی بڑی محسّرانی کرتے ہیں اور شک نہیں کہ وہ سب اخلاقی رنگ میں دھوئے
ہوئے ہیں اور ڈھونڈھنے والوں کو ان کے صفحات میں بیش بہا جواہر مل سکتے ہیں
لیکن نہج البلاغہ تو گنجینہ حکمت خزانہ بلاغت ہے بالخصوص پروردگار کی عظمت کا
جلال قادر توانا کی صنعت اور انکی صنعتوں کا کمال ایسے پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ سننے والوں
پر ہیبت اور ہیبت کے ساتھ حیرت چھا جاتی ہے اور سمجھنے والوں کو یہی ہیبت اور
حیرت درجہ عرفان پر پہنچاتی اور موحّد مسلمان بنا دیتی ہے۔ بعد وفات پیغمبر علیہ السلام
کے ایسے سامان ہیا ہو گئے تھے کہ دولت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے اور سلسلہ نظام
جو عرب میں شکلوں سے قائم ہوا تھا ٹوٹ کے درہم و برہم ہو لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی دشمنندی عین وقت پر نئے کام آئی اور اُس نے گرتے گرتے اس قصر اقبال کو
سنبھال لیا۔ بات کا کہدینا آسان اور اُسکا کر دکھانا مشکل ہے کسی مدبر سے جس نے
دنیا کے فراز و نشیب کا تجربہ کیا ہو پوچھ دیکھو کہ موجودگی ان واقعات کے جو پیش تھے
اور جنکی تفصیل ارباب تاریخ نے کی ہے کیسے جوہر لیاقت دکھانے کی ضرورت تھی
اور ایسی آنے والی بلا کا ہٹا دینا کتنے بڑے عالی دماغ کا کام تھا۔ سچ یہ کہ اس طرح کے
طوفان میں کشتی کا بچا لینا انھیں مقدس مؤید من اللہ کا حصہ تھا اور قدرت نے اسی
دن کے لیے اُنکو پیدا کیا اور زندہ رکھا تھا۔ **عرفا روق** رضی اللہ عنہ کی کارگرداریوں کے
ڈھونڈھنے والے مسلمانوں کی مصنفہ اور غیر قوموں کی مولفہ کتب تاریخ کو دیکھیں

اور الفصاف کرین کہ ایسے دانشمند و راندیش عالی دماغ اور باوجود استغناء و اقتدار کے
 زاهدانہ زندگی کر نیوے دنیا میں کتنے گزرے ہیں میرا تو یہ خیال ہے کہ انبیاءوں کے علاوہ نظر
 بحالت مجموعی شاید ہی دنیا میں انکا مثل پیدا ہوا ہو۔ باقی دو بزرگوں کے تذکرے
 بعض حالات اُن معرکوں کے درج تاریخ میں جو قیصر روم یا شاہ فارس کے مقابلہ میں
 پیش آئے تھے جنکو دیکھ کے ہر ذی عقل انکی مدبرانہ عالی دماغی اور دانشمندانہ بلند خیالی
 کا ضرور ہے کہ اعتراف کرے۔ **دوست** سچ بتاؤ کیا یہ بات قیاس میں آتی ہے کہ
 ایسے ایسے دانشمند دام فریب میں پڑ گئے اور بغیر اطمینان صداقت کلمہ توحید پڑھ کے
 حضرت ارامہؑ کہ فدائی بن گئے تھے۔ مذاہب مشہورہ میں ہر ایک رحم اور فروتنی کی
 سفارش کرتا ہے اور کچھ عرصہ تک بعد اپنے ظہور کے ان سب نے دیانت اور نیک
 نیتی کے ساتھ اس سفارش کی منادی کی اور قلوب پر سامعین کے عمدہ عمدہ اثر ڈالے
 لیکن جب دنیا و دار باب حکومت بھی اُسکے ہم آواز ہوئے تو پھر وہ مذہب الکی پالیسی
 کے آغوش میں آگیا اور رحم کی جگہ جور و ستم نے اور فروتنی کی جگہ کبر و نخوت نے زبردستی
 چھین لی۔ ان مذاہب میں سب سے زیادہ مذہب عیسوی اپنی مسکینی کا اظہار کرتا ہے
 اور ابتدائیں وہ حقیقت منہج و مرجان تھا۔ قبائل بنی اسرائیل میں جب کہ مسیح علیہ السلام
 سامیون کے پیچھے فرمایا کرتے تھے بہت کم اور زیادہ تربت پرستان یورپ میں ہادیان
 دین کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ تین صدی کے عرصہ میں رفتہ رفتہ شجرہ تعلیم اتنا
 بڑھا کہ شاہنشاہ قسطنطنین نے باقتضائے مصلح الکی یا دینی دین عیسوی کی

اشاعت مذہب میں شاہی اقتدار کی شرکت

پیروی اختیار کی پھر تو وہی بزرگوار جو دوسروں کو ترک و تجرید رحم و غفو کی تعلیم دیتے
 تھے خود اپنا سبق بھول گئے اور امن کی خانقاہوں میں کشت و خون کلبازا کر گم ہو چلا
 ۳۲۲ء میں ایک کونسل جو **میںس** کے نام سے مشہور تھی قائم ہوئی اور حامی دین مسلم
 قسطنطنین اُسکے پریسیڈنٹ بنے۔ پر جوش علمائے مسیحی کو اس کونسل سے بٹنے لگے
 اختیارات ملے اور اُن لوگوں نے اپنے معققات کی اشاعت میں کوئی دقیقہ جبر و
 ستم کا اٹھا نہیں رکھا۔ **جان ڈون پورٹ** اپنی لائق تعظیم تصنیف میں تحریر
 فرماتے ہیں کہ اس کونسل کی بدولت بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوئیں اور تعصب کے
 دست و بازو عرصہ تک بنی آدم کے خون سے کرۂ ارض کو لالہ زار بنا لئے۔
شاہ شارلمین نے بت پرستان قوم سکسن کو جبراً عیسائی بنایا اور **بادشاہٹ**
 کی جہادی پالیسی نے بہتوں کو خلاف انکی مرضی کے آسمانی بادشاہت میں جگہ دی
می ڈبلوارنالد اپنی کتاب **پرکینگ آف اسلام** میں ارشاد کرتے ہیں
 کہ ۱۶۶۹ء میں یہ عجیب حکم بنام راجگان جزیرہ **امبون** صادر ہوا تھا ”کہ بت پرستوں
 کی ایک تعداد صطباغ پانے کے لیے اُسوقت موجود رہا کرے جبکہ باسٹر تقریباً ۲۰
 اُنکے پاس پہنچے، بت پرستوں کے ساتھ جو بڑا مسیحی مجاہد ہوتے تھے اُس
 قطع نظر ناظرین **تاریخ اسپین** کو ملاحظہ فرمائیں کہ مسلمانوں نے وہاں کے قدیم
 باشندوں کو کیسی مذہبی آزادی دے رکھی تھی اور جب تغیرات زمانہ نے زمام حکومت
 عیسائیوں کے ہاتھ میں دیدی تو اُنکے دست ستم نے کس طرح اسلام کا نام اُس خطہ سے

ٹھایا اور کسی بیداریوں کے ساتھ اُنکے عالیشان معاہدہ برباد کیے۔ باوجود ان کے توتون کے تعجب ہو کہ مشنری مقرر شاہان اسلام پر الزام لگاتے ہیں اور انجیل متی باب ورس کو نہیں پڑھتے۔ اور کیون اُس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہو دیکھتا ہو پر اُس کا نرٹے پر جو تیری آنکھ میں ہو نظر نہیں کرتا، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بادشاہوں کے اعمال کا اگرچہ اُن سے اشاعت میں بہت بڑی مدد ملی مذہب عیسوی ذمہ دار نہیں ہو پھر اسلام بھی اُن جبر و ستم کا جس کا مرتکب کوئی مسلمان بادشاہ ہوا ہو کیون مٹا دیا جائے۔

داراشکوہ ہندوستان عقائد کی طرف میلان خاطر ایسے ظاہر کرتا تھا کہ بڑے بڑے ذی اقتدار راجگان ہندو تخت نشینی کی نزاع میں اُسکی حمایت کریں گے۔
اوزنگ نیب دوسرا دعویٰ سلطنت زود فہم تھا اُس نے بھائی کی چالاکی کو سمجھ لیا اور اُس کے مقابلہ کے لیے مسلمانوں کے جوش کو ابھارا۔ الغرض اپنے اپنے سوانگ میں شاہجہان کے دونوں صاحبزائے معرکہ آرا ہوئے۔ اقبال **اوزنگ نیب** کے ساتھ تھا اور اُس نے لشکر مقابل کو باہنیمہ کہ وہ تعداد میں زیادہ اور شاہانہ سامان سے آراستہ تھا شکست دیدی۔ پھر فاتح نے دشمنوں کی دل شکنی کے لیے کچھ مندر توڑے مسجدیں بنائیں لیکن یہ سب تو خانگی جھگڑوں کے شعبہ تھے مذہب کو اُن سے کیا تعلق تھا۔

درحقیقت مذہب کا گہرا تعلق دنیاوی حکومت سے صرف تیس سال بعد وفات

پیغمبر علیہ السلام کے رہا کیونکہ خود آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا اَلْخِلَافَةُ بَعْدِي سَے
 ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يَصِيرُ بَعْدَهَا مِلْكًا عَصُوًّا یعنی خلافت بعد میرے تیس
 سال تک ہر پھر اُس کے بعد بادشاہ سخت ہوں گے اس تیس سال کے زمانہ کو
 اہل اسلام زمانہ خلافت راشدہ کہتے ہیں جو قبل حکومت معاویہ بن ابی سفیان کے
 ختم ہو گیا۔ بعد انقراض زمانہ خلافت کے نیک بد و نون طرح کے فرمان و ایسے
 اور اقوام میں گڈے ہیں ہوتے رہے لیکن انہیں باشتنا سے عمر بن عبدالعزیز جنگی
 حکومت صرف دو سال پانچ مہینہ رہی ایک بھی ایسا نہیں گذرا جس کے قول و فعل
 مذہبی معاملات میں بطور سند مانے جاتے ہوں بلکہ بعضوں کی نسبت شرناک محرمات
 شرعیہ کا الزام لگایا گیا ہو اور بعضوں کی نسبت شہہ ہو کہ دائرہ اسلام سے بھی خارج
 تھے۔ دنیا کی حکومت بڑی فریب دینے والی ہو بڑی بن معاویہ کو نہ صرف اسلامیت کا
 بلکہ خلافت رسول اللہ کا بھی دعویٰ تھا لیکن اُسکی تحریک سے رسول اللہ کے بٹے
 نواسہ کو زہر دیا گیا اور چھوٹے بیدردی کے ساتھ دشت کربلا میں شہید کیے گئے۔
 یزید ہی پر منحصر نہیں ہر فرمان روا یا بن مردانیہ و عباسیہ میں ایسے ایسے کور باطن
 گڈے ہیں کہ اولاد رسول کے قتل کرنے میں نہ انکو قرابت کا پاس تھا نہ خدا کا ڈر
 ایسے ہٹ و ہری کی بات ہو کہ بادشاہان دنیا کے اعمال کی اگرچہ وہ مسلمان کہے جاتے
 تھے اسلام سے محاسبہ فہمی کیجائے۔

اب بھی ممبران مذاہب تبلیغی کو طبعاً یہ شوق ہو کہ ممبران مذاہب دیگر کو اپنے عقائد کا

پسرو بتائیں پس اگلے زمانہ میں جبکہ دنیا کو مذہب کے ساتھ خاص دلچسپی تھی اور کبھی کبھی ملکی معاملات میں بھی وہ مددگار بن جاتا تھا ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ اس شوق کا کیسا دلولہ رہا ہوگا۔ آج کل علوم و فنون کے مدرسے محتاج خانے یتیم خانے عیسائیوں کے روپیہ سے مشنری لوگ بلا غرض محض انسانی ہمدردی سے نہیں بناتے بلکہ بہت بڑی غرض ان فیاضیوں کی یہ ہے کہ اپنا کم و بیش اثر ڈالیں اور اپنے خیال کے موافق دوسروں کو آسمانی بادشاہت میں داخل کرائیں۔ یہ خواہش ان لوگوں کی اگرچہ دوسروں کو ناگوار ہو لیکن انصافاً یہ کارروائی بڑی نیک نیتی کی ہے یہاں جو لوگ محض دنیاوی اغراض سے تبدیل مذہب کرتے ہیں وہ البتہ لائق نفرین ہیں۔

مبادا دل آن فرومایہ نشاد کہ از بہر دنیا دہدین بباد
دشمنند مشنری خود غرض مہمانوں کو خوب پہچانتے ہیں لیکن وہ کیوں جانچ کرین کہ آیا اپنے دلیں کن خیالات کو چھپا کر لایا ہے وہ سمجھے ہوئے ہیں اور جو کچھ سمجھے ہوئے ہیں بہت ٹھیک ہے کہ یہ تازہ وارد کچھ دنوں میں خلوص کا رنگ پکڑ لیں گے اور اگر ان پر صحبت کا رنگ نہ چڑھا تو بھی انکی اولاد سمجھے یا نہ سمجھے مگر مکملہ تخلیث کو خدائی راز باور کر گئی۔ دنیاوی اغراض سے اپنے کو یا نذر ظاہر کرنے والے قدیم الہامی ہوتے آئے ہیں چنانچہ پولوس مقدس فرماتے ہیں در کیونکہ بہتر ہے چلنے والے ہیں جھکاؤ کریں نے تم سے بارہا کیا اور اب رورو کے کہتا ہوں کہ مے مسیح کی صلیب کے دشمن ہیں انکا انجام ہلاکت ہے انکا خدا پیٹ انکا ننگ انکی بڑائی ہوتے دنیا کی

چیزوں پر خیال رکھتے ہیں» (فلیپین کا موسومہ خطاب ۲ ورس ۱۸ و ۱۹)

ذی اقتدار مسلمانوں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جسکی پیروی اُن سے پہلے عیسائیوں نے کی تھی اور آج کل کے مشنری کر رہے ہیں۔ نتیجہ اس تحریک کے شک نہیں کہ کچھ لالچی دین فروش افراد نے اوپری دل سے اپنا نام دفتر اسلام میں لکھا دیا اور اگر آخر کار ایسے تازہ وارد صادق الایمان نہ بن گئے ہوں تو بھی انکی اولاد کی مسلمان بننا ہوئی لیکن اس طرح کی کارروائیوں کو جبریہ سمجھنا یا کہنا انصاف سے بعید ہے ان کو نہ تو کوہام ازین کہ وہ عیسائی رہی ہوں یا محمدی اس طرح کی ترغیبوں میں شریک ہونا ایک حد تک ضرور محبوب تھا لیکن سچ یہ ہے کہ اگلے زمانہ میں حکومت کا طرز و سرائتھا اور سکی ضرورتیں زمانہ حال کی ضرورتوں سے مختلف تھیں اب جو لوگ زمانہ حال کی حکومتوں کو دیکھتے اور انھیں کی کسوٹی پر اگلی حکومتوں کو کسنا چاہتے ہیں انکی سخن سنجی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہزاروں برس کی کوشش اور تجربہ کے بعد جو انتظامی سلسلہ دنیا میں قائم ہوا ہے وہ اگلے زمانہ میں کیوں قائم نہیں ہوا لیکن ایسے سخن سنج درحقیقت تجربہ کی قوت اور زمانہ کی قدرتی ترقیات کو نہیں سمجھتے ایسے کہتے ہیں کہ بچپن میں بھی دنیا کو وہی بلندی خالی ظاہر کرنا لازم تھا جسکو وہ سن کم ولت میں ظاہر کر رہی ہے۔

اسلام پر اُسکے مخالفوں نے اگلے زمانہ میں بھی الزام لگایا کہ اُسکی شاعت بڑھ کر مشیر ہوئی ہے یا یہ کہ اُس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ آواز آئے والوں کو بمقابلہ بودہ لازم اور عیسائیت کے اپنے حلقہ میں کھینچ لے اس الزام کا جواب پیروان اسلام استدلالاً

دیتے آئے لیکن قدرت کا یہ ارادہ ہوا کہ غولیش و بیگانہ پر اسلام کی روحانی قوت کو ملک کا شمس
فی نصف النهار ظاہر کرے اور اس ارادے کی تکمیل میں جو درد انگیز واقعات چرخ
نیلی نام کے سایہ تلخ گزے اُنکا بیان علی سبیل الاجال یہ ہے۔

مشرقی حدود چین میں ایک سلسلہ پہاڑوں کا واقعہ ہر جسکو عربی تاریخوں کے مصنف
طغاج کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس کو ہستانی ملک میں مغلوں کی قوم
سکونت پذیر تھی آفتاب پرستی اور شرک فی الالوہیت اُنکا مذہبی شعار تھا۔ خورش میں
حلال و حرام مردہ و زندہ کا امتیاز نہ تھا۔ جانوروں کی کھال پوشش کے لیے کافی
تھی اور موٹے کپڑوں کا استعمال نمود کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ آب و ہوائے ملک عام
مواشی بالخصوص گھوڑوں کے موافق مزاج تھی۔ یہ گھوڑے عموماً نباتات ارضی پر
خوشدلی کے ساتھ زندگی گانی کرتے تھے اور ضرورت کے وقت اپنی ہی ٹاپوں سے
نباتات کی جڑ کھود کے شکم پروری کر لینے میں اُنکو عذر نہ تھا۔ اس سادگی تمدن کے
ساتھ تمام قوم جفاکش بیباک اور ہر ایک مصیبت پر جو پیش آجائے صبر کرنے والی
تھی۔ مغلوں کی سرحد ممالک اسلامیہ سے بہت دور تھی اور درمیان میں ختائی لڑکی
حکومتیں ایک کو دوسرے سے اسطور پر جدا کیے ہوئے تھیں کہ مدون مغلوں اور
مسلمانوں میں معرکہ آرائی کی نوبت نہیں آئی۔ بد قسمتی سے علاء الدین محمد بن مکش

شرح نہج البلاغہ مصنف شیخ عبدالرحیم المدائنی ۱۲

۱۳ قوم مغل ایک شاخ قوم ترک کی ہے جو خطہ تاتاریں سکونت گزین ہوئی تھی ۱۲

ترکان تاتار کا تذکرہ

جسکو خوارزم شاہ بھی کہتے ہیں بلاد اور اراک النہر پر مستولی ہوا امرائے ختائی اُسکے دلیرانہ حملوں کو روک نہ سکے اور اپنے موروثی مقبوضات کو کھو بیٹھے لیکن اس حجاب کے اٹھتے ہی سرداران ترک نے ممالک مفتوحہ پر تاخت و شرمع کی آخر خوارزم شاہ نے دیکھے صلح کر لی اور ایک حصہ ولایت یا اراک النہر کا انکو دیدیا۔ اسلامی سرحد میں یہ وسعت پیدا ہو رہی تھی کہ خدا کے قہر تہی نوع انسان کی شامت نے مغلوں میں اوتا ر لیا یعنی چنگیز خان نے ظہور کیا اور اُس نے اپنی تدبیروں سے مغلوں کی متفرق جماعت کو تابع فرمان بنا کر دیگر ممالک پر تاخت و شرمع کر دی چنانچہ اُسکی فتح مندیوں نے آسانی کے ساتھ سرداران ترک کے ہاتھ سے بھی ستر و کہ امرائے ختائی چھین لیا پھر تو قوی باز و سلطنت مغول کا دھندلا اسلامی مقبوضات سے مل گیا اور وہ بنیاد فساد قائم ہوئی جس نے صرف خوارزم شاہ کو نہیں بلکہ اکثر دول اسلامیہ اور دولت عباسیہ کو بھی صفحہ روزگار سے مٹا دیا۔ ^{۱۱} چنگیز خان نے قبائل مغول کے امراء النہر کی طرف پیش قدمی شرمع کی اور ^{۱۲} سالہ ہجری میں خوارزم شاہ کی کوہ نظری سے ایسے واقعات پیش آئے کہ چنگیز خان کی جنگ جو طبیعت میں شعلہ پیدا ہوا اور وہ اپنی خونخوار فوجوں کو جنگی تشبیہ ریگ بیابان سے دیجاتی تھی ساتھ لے کے اسلامی ممالک پر ٹوٹ پڑا۔ خوارزم شاہ مرد میدان تھا لیکن اوبار نے اسکو ایسا مڑھ کر دیا کہ ہاتھ پیر پھول گئے اور ایسا کوئی مقابلہ نہ کر سکا جسکی امید اُسکی پردلی سے کیجاتی تھی۔

شکستہ دل آمد بمیدان مسداز دل باز شکست زان جرعه باز

بجارا۔ سمرقند۔ نیشاپور۔ ہمان اور ٹٹے ٹٹے آباد مردم خیز شہر حملہ آورون کے جو رو
 ستم سے برباد ہوئے بشمار مسلمان مارے گئے مسجدین توڑی گئیں عمدہ عمدہ کھانا
 ضائع کیے گئے۔ ظالمون نے صغیر و کبیر زن و کسی پر ترس نہیں کھایا امن دی اور
 خونریزیان کین معاہدے کیے بدعہ دیان کین غرض ہر پہلو سے سرسبز ممالک کو
 مثل اپنے نکبت آگین وطن کے دشتیوں کا مسکن بنادیا۔ اس طوفان بلا کے جوطوفان
 لوح کی طرح آفت جان تھا اصل جھوٹے مالک اسلامیہ پر پڑتے رہے با این ہمہ آئے
 ترکان قچاق اور دیگر قومون کو بھی بے داغ نہیں چھوڑا اور جہان پہنچا وہاں
 قبضہ ارواح کا کام اتنا بڑھا کہ موت کا فرشتہ بھی اپنی ذمہ داریوں سے گھبرا اٹھا
 پولنڈ اور ہنگری میں قتل عام عمل میں آیا اور ایک لڑائی کے بعد مغلون نے صرف
 دہائیے کان روسی مقتلون کے کاٹے اور ان سے نو تھیلے بھرے جنمیں ہر ایک
 بیس من سے کچھ زیادہ تھا۔ وہ آگ جو مارا را النہر میں سلگی تھی ترو خشک کو جلاتی ہوئی
 بغداد تک پہنچی مستعصم باللہ خلیفہ اور کورنک ابن علقمی کا وزیر تھا حکومت عباسیہ
 پہلے ہی سے نیم جان تھی لیکن مسلمانوں میں کچھ ولولہ قومی شجاعت کا باقی تھا جو کامل آیا
 اور لاکھ ہجری میں بمقام یعقوب مغلون کو شکست فاش ملی پھر دوسرا حملہ لاکھ ہجری
 میں بغداد پر ہلا کو بن تولی بن چنگیز خان نے کیا اسوقت بھی اسلامی لشکر جانا بازی
 کے ساتھ برسر مقابلہ آیا لیکن کم نخت وزیر نے جو حملہ آورون سے ملا تھارات کو

دجلہ کا بند توڑ دیا اور اکشر بہادران اسلام عالم خواب میں غریقِ رحمت الہی ہوئے۔ اس
 صدمہ کے بعد کسی مین قوتِ مقابلہ باقی نہ رہی۔ بیدردی کے ساتھ خلیفہ کا خرمِ حیات
 پامال ہوا۔ بغداد کا آباد شہر بھونکا گیا اور تھخینہ کیا جاتا ہے کہ بیس لاکھ تیس ہزار بغدادی اس
 فتنہ میں مر گئے۔ اسی تعداد پر قیاس کرنا چاہیے کہ مغلوں کے شروع حملہ سے اُسوقت
 تک کہ انھوں نے داراِ خلافت کو یوں برباد کیا کہتے مسلمان ماٹے گئے ہوں گے۔
 مسلمانوں کی تعداد بہت گھٹ گئی دنیاوی دولت اُنکے ہاتھوں سے چھین گئی اور
 ہر طاعی مصیبتوں نے تمام قوم کو گھیر لیا لیکن اسلام کی روحانی قوت کو صرصر حوادثِ جنیش
 نہ دلیکی اور ہم تاریخن میں ایسا کوئی تذکرہ موجود نہیں پاتے کہ اپنی بد نصیبی کے دور
 کرنے کو کسی مسلمان نے اتنے بڑے فتنہ تار میں اسلام سے انکار کیا ہو بلکہ اُن لڑائیوں
 میں جو ترکوں کے ساتھ ہوئیں مسلمانوں کے عقیدے دربارہ تصدیقِ نبوت اور
 بھی زیادہ مستحکم ہو گئے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے طورِ اتراک کی خبر پہلے ہی سے
 دیدی تھی اور ایسی حدیثیں تیسری صدی ہجری میں درج کتاب بھی ہو چکی تھیں۔

حدیث

لا تقوم الساعة حتى تقابل المسلمون
 الترك قوماً وجوههم قیامت نہ قائم ہوگی تا آنکہ لڑائی کریں مسلمان
 ترکوں کی ایک قوم سے جنکے منہ مثلِ سترہ نہ ہوں

کالجان المطرقۃ تلبسون الشعر
 جو پہنتے ہونگے بال اور چلتے ہوں گے بال میں
 وعیشون فی الشعر (رواہ مسلم)
 ایک حدیث میں یہ سلسلہ بیانِ حلیہ اس قوم کے حمل الوجہ صغار الاعین
 (سرخ رنگ چھوٹی آنکھیں) اور دوسری میں ذلف لاف (چپٹی اور گندہ ناک)
 بھی واقع ہوا م نووی شارح صحیح مسلم جو بڑا جنگ اتراک بقید حیات تھے لکھتے ہیں
 کہ یہ قوم ترک انھیں صفات کے ساتھ متصف ہو جسکا بیان بطور اعجاز ہمارے
 پیغمبر نے فرمایا تھا۔

کہا جاتا ہو کہ ایشیائی ممالک میں محل سرا کا بہت بڑا اثر مرد و زن پر پڑتا ہو اور میرا
 تو یہ خیال ہو کہ مذہبی معاملات میں ہر جگہ تعلقات زن و شو خاص کر قوی اثر ڈالتے
 ہیں چنانچہ یو لوس مقدس نے اپنے ایک خط میں ہدایت کی ہو کہ ایمان دار زوجہ
 بے ایمان شوہر کو اور ایمان دار شوہر بے ایمان زوجہ کو خود نہ چھوٹے کیونکہ بوجہ
 ایسے تعلق کے بے ایمان کو پاک بنانے کا موقع ملا ہو۔ معتمد روایتوں سے پتہ
 چلتا ہو کہ جب مغلوں کے اقبال کا آفتاب بہت بلند تھا اسوقت عیسائی
 فرقے اسطرح کے سلسلہ قرابت کو ان لوگوں کے ساتھ مستحکم کیے ہوئے تھے خود
 چنگیز خان نے پریسٹر یجی کی دختر سے جو قوم کا ریت کا سردار تھا اپنا عقد کر لیا تھا
 اور الگائی خان اسکا بیٹا بھی انھیں پریسٹر کے خاندان میں بیاہا گیا۔ منگو خان اور

اور ہلاکو نے بیگانہ چنگیز کی بیگمیں جیسوی المذہب تھیں اور ایاقا خان سپرہلاکو کے ساتھ تو
 شاہنشاہ قسطنطنیہ نے اپنی بیٹی بیاہ دی تھی ایسے ظاہر ہے کہ مغلی دربار میں عیسائیوں
 کا کیسا رسوخ تھا اور وہ اپنا اثر ڈالنے کا کتنا عمدہ موقع رکھتے تھے۔ ۱۲۵۳ء میں
 ہینٹن شاہ ارمن جو لطافت طبع اور جادو بیانی کے ساتھ موصوف تھا
 منگو خان کے دربار میں حاضر ہوا اور مل جل کے **قائ** کو براہِ نیت کیا اور
 اقرار بھی لے لیا کہ وہ اپنے زور بازو سے اسلام کو نابود کر گیا۔ طفیل میں ایک عیسائی
 وزیر کے جو گیوک خان کا باقتدار مشیر تھا مغلی دربار میں اُس کے ہم مذہبوں کی اکھٹ
 بہت کچھ ہوتی تھی اور یہ لوگ اپنے رسوخ کو اسلام کی بیخ کنی میں استعمال کرتے تھے
 ان پرا یوٹ سازشوں کے بعد مگر انھیں کے بنیاد پر شاہان ممالک یورپ بھی زہریلی
 پالسی اُگھنے لگے سینٹ لوئی بادشاہ **فرانس** اور چارلس بادشاہ **صقلیہ** نے
ارغون خان کی خدمت میں سفارتیں بھیجیں کہ وہ اسلام کی بربادی کے لیے
 سلاطین عیسائی کے ساتھ اتفاق کرے خود ارغون خان مسلمانوں سے طبعی نفرت
 رکھتا تھا اُس نے دفتر ملازمت سے مسلمانوں کے نام اک علم کاٹ دیے تھے اور دربار
 میں اُنکے آنے کی قطعی مانعت کر دی تھی۔ بجنتی کی گھٹا مطلع امید کو اس طرح تیرہ واکرزی
 تھی اور حضرت اسلام اطمینان کے ساتھ اُسکا تماشہ دیکھتے اور کبھی کبھی مسکراتے فرماتے تھے
 یُرِیدُونَ اَنْ یُظْفِرُوا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وِیَاٰبِی اللّٰهِ اَلَا اَنْ یُسْتَمَعَ

نُورُكَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (پارہ ۱۰ سورۃ التوبۃ ركوع ۴)

آخر اسلام نے اپنے حریفوں کو مات دی مگر **خان** کے دلمین خدا کی ہدایت سما گئی اور اسلام لایا پھر **مکوہ** اور سریرا سے دولت ایچانی جو عیسائی تھا اور جب کو ایام طفولیت سے مذہب عیسوی کی تعلیم ملی تھی اپنا مذہب ترک کر کے مسلمان ہو گیا لیکن ابھی بنیاد اسلام مغلوں میں مستحکم نہیں پڑی تھی اسلئے **ارغون خان** کو موقع ملا اور **مکوہ** اور **کوہار** کے خود مالک تخت **تاج بن بیٹھا** اور **جہان شاہ بن سلطان** کی ایذا رسانی میں کوتاہی نہیں کی جب وہ مراتب اسکا جانشین **فرزند غازان خان** ۹۱۰ھ ہجری میں سچے دل سے اسلام کا حلقہ بگوش بن گیا اور تاری تو میں جو دیار اسلام میں پھیلی ہوئی تھیں یکے بعد دیگرے اسلامی حلقہ میں داخل ہو کر شرف اندوز سعادت ہوئیں۔

مسلمانوں نے قریب ایک صدی کے مغلوں کے ہاتھ سے دلتین اٹھائیں بے بیستین سہین لیکن انھیں کے ضمن میں ثابت ہو گیا کہ اسلام میں ایسی روحانی قوت موجود ہے کہ وہ فاتحان بلاد اسلام پر بھی فتح حاصل کر سکتا ہے۔ ملکی پالسی سے اسکی پالسی جدا ہے اور اسکی منادی مغلوں کی سی آزاد اور خود سر قوموں کو روشن محبتوں کی تاثیر سے اپنے حلقہ اثر میں لاسکتی ہے۔

۱۰ چاہتے ہیں کہ خدا کے ذر کوٹھ سے چھوٹ کر بھاویں اور خدا کو منظم کر اپنے نوکر اور ارکے ہے اگرچہ کافر و کفر

بعض عیسائیوں کا یہ خیال ہو کہ اُن دنوں جبکہ اسلام بمقابلہ عیسائیت کے فیر در زمانہ
 ہو عیسائی فرقوں کے باہمی اختلاف نے تا تاریخوں کو انکی تعلیم سے بے اعتقاد کر دیا
 تھا اور اسی وجہ سے اسلامی تعلیم غالب آگئی لیکن تاریخوں سے ثابت ہو کر کہ یہ بھی جھگڑوں
 میں مسلمانوں کی حالت عیسائیوں سے اگر بُری نہیں تو اچھی بھی نہ تھی۔ خواجہ نصیر الدین
 طوسی جو بہت بڑے عالم مذہب شیعہ کے تھے کہا جاتا ہو کہ اُنھیں نے ہلا کو کو تسخیر
 بغداد پر آمادہ کیا تھا۔ اور ابنِ علقمی شیعہ بھی جیسا کہ پہلے تحریر کیا گیا دشمنوں سے
 ساز رکھتا تھا۔ ان دونوں کو یہ امید تھی کہ بعد زوالِ دولت عباسیہ سرِ خلافت
 بنی فاطمہ کے قدموں سے مقدس ہوگا۔ لیکن مغلوں کو تو حکومتِ اسلامیہ کا مٹانا
 مقصود تھا وہ کب ایک کو اٹھاتے اور دوسرے کو اسکی جگہ بٹھاتے الغرض باہمی
 رشک و حسد سے حکومت موجودہ جاتی رہی اور اسطرح آئے دن کی نزاعِ خلافت
 ہمیشہ کے لیے طر ہو گئی۔ **اصفہان** ایک محفوظ جگہ مسلمانوں کے پناہ کی تھی
 اُسنے باوجود متواتر حملوں کے اپنے تئیں ۸۶۰ھ ہجری تک مغلوں کے دست بُرد
 سے بچایا تھا لیکن شافعیہ و حنفیہ میں جو متحد الاعتقاد اسلامی فرقے ہیں مخالفت
 برپا ہو گئی۔ شافعیہ نے مغلوں کو حوصلہ دلایا وہ خوشی کے ساتھ چڑھ دوڑے
 زمانہ محاصرہ میں شافعیوں نے حنفیوں کی اور حنفیوں نے شافعیوں کی گردنیں
 کاٹنی شروع کیں۔ آخر شافعیہ نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیے اور مغلوں نے

ذیل ہو کے بلا تفرقہ دوست دشمن دونوں فرقے کے خون سے سطح زمین کو لالہ زار بنا دیا۔ دربار میں علمائے شیعہ و اہل سنت اپنے اپنے عقائد کی تائید سرگرمی کے ساتھ کرتے تھے چنانچہ **غازان خان** نے مذہب اہل تسنن اختیار کیا۔ اُسکے بھائی **خرنبدہ** نے مذہب شیعہ قبول کیا۔ پھر خرنبدہ کے بیٹے **ابو سعید** نے اہلسنت کی روش اختیار کی اور آخر کار مغلوں کا وہی شاہی مذہب قرار پایا پس ان تذکروں سے ثابت ہے کہ عیسائیوں سے دو ایک قدم خانگی جھگڑوں کے میدان میں مسلمان بڑھے ہوئے تھے۔ اسلئے جو وجہ معذرت منجانب مذہب عیسوی بیان کی گئی ہے وہ درحقیقت ناکافی ہے۔

ضوابط اسلام میں بحیر مسلمان بنانے کا کوئی حکم نہیں ہے اور متعصب فقیہوں نے بھی اپنے تصانیف میں کوئی ایسی رائے ظاہر نہیں کی ہے وہ کیونکر ایسی کوئی رائے ظاہر کر سکتے تھے جبکہ قرآن پاک میں صاف و صریح یہ ہدایتیں موجود ہیں۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ۝ (بارہ ۱۱۔ سورہ یونس۔ رکوع ۱۹)

لَا أَرْكَأ فِي الدِّينِ ۚ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِآلِهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۚ

تاریخ الحنفیہ ۱۲
اسے بغیر اگر گھٹا پروردگار چاہتا تو سب زمین کے پہنے والے ایمان لاتے تو کیا تم لوگوں پر جبر کر سکتے ہو کہ سب ایمان لائیں ۱۲

بحیر اسلام کا قبول کرنا ممنوع ہے

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پارہ ۳۔ سورۃ البقرہ رکوع ۳۳)
 فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ مَقُتْلُ اللَّذَيْنِ
 أَوْ تَوَالِيتَ وَالْأُمِّيْنَ ؕ أَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْمَوا فَقَدْ أَهْتَدَوْا
 وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ مَآ لَ اللَّهِ بِصَبْرٍ بِالْعِبَادِ (پارہ ۳۔
 سورہ آل عمران رکوع ۱)

تعجب ہر تعجب نہیں ستم ہر کہموجودگی ایسے نصوص صریح کے تمت لگائی جائے
 کہ اسلام نے اپنے عقائد کو جبراً تسلیم کرایا اور اس طور پر وہ جماعت کھڑی ہوئی
 جسکے زہد و تقویٰ کی حکایتوں سے تاریخ کی کتابیں بھری ہیں انکے اخلاق ہر چند
 اپنے بزرگوں کے صفات کمالیہ سے بہرہ مند نہیں ہیں لیکن حقیقت اسلام کی نسبت
 انکے عقیدے اب بھی ویسے ہی راسخ ہیں۔ (س) پیغمبر اسلام نے روحانی
 و اخلاقی دائرہ سے قدم بہر نکالنا باند حکومت عرب میں قائم کی اور زمانہ خلافت راشدہ میں بھی
 انکے خلفاء حلقہ حکومت کو بڑھاتے گئے غرض دونوں زمانہ میں خون ریزیان ہوئیں

۱۷ دین میں زبردستی کا کام نہیں ہوگا یہی سے ہدایت ظاہر ہو چکی ہیں جو جھوٹے معبودوں سے
 انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اُس نے مضبوط رشتی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں ہے اور اللہ مستقام
 اور سب کچھ جانتا ہے ۱۲

۱۸ پیغمبر اگر تم سے لوگ حجت کرتے تو کہہ دو کہ میں نے اور جو لوگ میرے پیرو ہیں خدا کے
 آگے سر جھکا دیا اور اہل کتاب اور جاہلان عرب سے کہو کہ کیا تم اسلام لاتے ہو اگر نہ لوگ اسلام
 لائیں تو بیشک راہ راست اختیار کی اور اگر روگردانی کریں تو تمہارا کام صرف منادی کا ہے اور اللہ
 بندوں کا حال دیکھتا ہے ۱۲

دوسروں کے مال لوٹنے گئے۔ لیکن ایسی کارروائیاں منصب نبوت و خلافت نبوت کے شایان نہ تھیں۔ دیکھو مسیح علیہ السلام اور اُنکے حواریوں نے کس طرح اپنی تعلیم کو دنیاوی تعلقات سے علیحدہ رکھا صبر و سکوت کے ساتھ خود مصیبتیں اٹھائیں مگر دوسروں کا دل دکھانا گوارا نہیں کیا۔ (رج) ہٹنے پہلے تحریر کیا ہے کہ ہر زمانہ کی روش جداگانہ ہوتی ہے اور نیک نیت بلند خیال دانشمند مجبور ہوتے ہیں کہ زمانہ موجودہ کی حالت کو ملحوظ رکھ کر کے شایستہ تدبیروں پر کاربند ہوں۔ ظل عافیت میں انگلش گورنمنٹ کے ہملوگ مدتوں سے استفادہ امن و امان کر رہے ہیں اسلئے ہمارے دماغ میں یہ قوت نہیں رہی کہ پورا اندازہ اُس طوفان بے امنی کا کریں جو اگلے زمانہ میں جلد جلد اُٹھتے اور حضرت آدم کی کھیتی کو برباد کر کے بہت دنوں میں فرو ہوتے تھے۔

یہ امن کا دور آزادی کا زمانہ اگر پہلے موجود ہوتا تو پیغمبر اسلام پر منحصر نہیں ہو شاید کسی سجادہ نشین نبوت کو ضرورت نہ پڑتی کہ میدان جنگ کی زحمتوں کو اٹھائے۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں نے مدتوں دشمنوں کے ہاتھ سے طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں ذلتیں اٹھائیں اپنے وطن کو چھوڑ کے دوسری جگہ جا بسے لیکن دشمنوں نے پھر بھی پیچھا نہیں چھوڑا اور ہر گاہ فرض تبلیغ کا ادا کرنا ضرور تھا اسلئے خدا کا قہر جو شمس میں آیا اور بضرورت وقت خونریزی کی اجازت دی گئی۔

حکایات مظالم شرکین

حکایات مظالم شرکین

نبوت کے بعد تین سال تک اعلان دعوت اسلام کی جرات نہیں ہوئی چوتھے سال اعلان کی نوبت آئی۔ پیغمبر علیہ السلام بلند آواز سے منادی کرتے تھے کہ لا الہ الا اللہ۔ کہو تا کہ تمھاری بھلائی ہو اور پیچھے پیچھے عبدالعزیٰ انھین کا چچا چلاتا جاتا تھا کہ یہ جھوٹا ہی اسکی بات نہ مانو۔ پس ہر گاہ سپنے چچا کی یہ حالت تھی تو دونوں کی مداخلت ناجائز کو قیاس کرو کہ کس حد تک پہنچی ہوگی۔ جب مسلمان جو رستم کو ستے ستے تھک گئے ثبوت اُٹلی ایک جماعت نے ترک وطن کیا اور اصمہ بن بھریہ حبش کے ملک میں پناہ لی دشمنوں کو بھر بھی چین نہیں آیا سفارت بھیجی بہت کچھ جوڑ توڑ لگائے کہ بادشاہ ان مطلوبوں کو ظالموں کے حوالہ کرے۔ لیکن وہ نیک دل سچا عیسائی تھا اُس نے سفارت کو ناکام واپس کر دیا اور عرصہ تک غریب الوطن جماعت اُس کے سایہ مرحمت میں آسودہ اور مطمئن رہی۔ عقبہ ابن ابی معیط نے خانہ کعبہ کے پاس رسول اللہ کی گردن میں کپڑے کی پھانسی لگائی اور ایسا کھینچا کہ دم گھٹنے لگا مگر خیریت گزری کہ ابو بکر صدیق رضہ پہنچ گئے اور ہر چند انکو بھی سخت جسمانی تکلیف پہنچائی گئی لیکن سیرج انھوں نے اپنے رہنما کی گلو خلاصی کرائی۔ ایک دن سوانہ نماز میں مصروف تھے اسی عقبہ بد عاقبت نے شتر کی اُو بھڑی پشت مبارک پر رکھ دی جب جناب فاطمہ رضہ حضور کی بیٹی تشریف لائیں اور اُس بار کو دور کیا

اُس وقت آپ سجدہ سے سر اٹھا سکے۔ رسول خدا کی موجودگی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دعوت اسلام کے متعلق کچھ تقریر کی مشرکین نے اُنکو ایذا میں پہنچائیں اور بالخصوص **عتبہ بن ربیعہ** نے اُس مقدس منہ پر جس نے خدا کی توحید بیان کی تھی اس قدر ضربیں لگائیں کہ تمام چہرہ سوخ گیا اور اندیشہ پیدا ہوا کہ اس صدمہ سے جان برباد ہو سکیں گے۔

نبوت کے ساتویں سال رسول خدا مع اپنے رشتہ داروں کے ایک درہ کوہ میں محصور ہوئے قریش نے اُنکے ساتھ رابطہ برادرانہ ترک کر دیا کھانے پینے کی چیزیں بھی جماعت محصور کے پاس علانیہ پہنچنے نہیں پاتی تھیں اِکھصل تین سال کا زمانہ سخت مصیبتوں میں گُٹا اُسکے بعد گوشہ تنہائی سے نکلنا نصیب ہوا۔ لیکن پھر بھی قریش نے ایذا رسانی نہیں چھوڑی۔ آخر پیغمبر علیہ السلام اور اُن کے معتقد جو طاق سفر رکھتے تھے گھر بار مال و متاع چھوڑ کے مدینہ چلے گئے مگر جن لوگوں نے بغرض گرفتاری اہل اسلام حبشہ تک ریشہ دوانی کی تھی وہ دیار عرب میں شمع اسلام کا فروغ کن آنکھوں سے دیکھتے ایسے بعد ہجرت بھی مزاحمت اور مخالفت کا سلسلہ جاری رہا۔ ہر گاہ قدرت کو وہ سلوک جو مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیے گئے یا دتھے اُسے زیادہ تحمل نامناسب جانا اور حکم دیدیا کہ اُسکے برگزیدہ بندے جسمانی قوتوں کو دفع شرین سے متعال کریں۔

دنیا کے پادشاہ اپنے سفیروں کی اہانت کو خود اپنی اہانت جانتے اور جسطرح مناسب

سمجھتے ہیں اہانت کرنے والوں سے مواخذہ کرتے ہیں۔ خداوند عالم ان بادشاہوں سے زیادہ غیرت مند ہے یہ پاداش اہانت انبیاءوں کے ممکن تھا کہ آسمان سے پتھر گراتا آگ برساتا حضرت نوح کا سا طوفان برپا کر دیتا لیکن اُس نے یہ کچھ نہیں کیا بلکہ منکون کو ہاتھ سے اُنھیں کے ہمجسوں کے گوشمالی دلا دینا کافی خیال کیا۔ ایسے حقیقت وہ لڑائیاں جبکی شکایت ہر رحمت آسمی کا پہلو لیے ہوئے تھیں اور عقلاً اور انصافاً ان کوئی وجہ معقول اعتراض کی نہیں ہے۔

خدا کسی کو ایسے کام کی تکلیف نہیں دیتا جو اسکی طاقت سے باہر ہوں ایسے جب تک مسلمانوں کو ایک درجہ کی قوت حاصل نہیں ہوئی اُنکو قتال کا حکم نہیں ہوا اور غالباً مسیح علیہ السلام کو بھی لڑائی کا حکم اسی وجہ سے نہیں دیا گیا کہ اُنکے تابعین برائی کی قوت نہیں رکھتے تھے۔ اُن لوگوں کے استقلال مزاج کا تو تذکرہ ہم پہلے کر آئے ہیں اب یہ فقرات انجیل کے ملاحظہ کیجیے۔

اُس نے اُنھیں کہا پر اب جسکے پاس ہوا ہو لیوے اور اسطرح جھوٹی بھی ادھیں پاس نہیں اپنے کپڑے بیچ کے تلوار خریدے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ نوشتہ کہ وہ بدون میں لگنا گیا ضرور ہے کہ میرے حق میں پورا ہوا ایسے کہ یہ باتیں جو میری بات ہیں انجام تک پہنچیں۔ اُنھوں نے کہا کہ دیکھ لے خداوند یہاں دو تلوار ہیں اُس نے اُن سے کہا بہت ہے۔ (لوقا۔ باب ۲۲۔ درس ۳۶ لغایت ۳۸)

پس ظاہر ہے کہ جانچ کی گئی مگر جو سامان موجود پایا گیا وہ محض نا کافی تھا۔ پھر انجیل

یوحنا کا باب ۸ اور س ۱۰ دیکھیے۔ تب شمعون پطرس نے تلوار جو اُس پاس تھی کھینچی اور سردار کا ہن کے نوکر پر چلائی اور اُسکا دامن کاٹا اور اُڑا دیا۔

اس واقعہ سے ثابت ہر کہ جسکے پاس تلوار تھی وہ بھی مرد میدان نہ تھے ورنہ پطرس کی تلوار جو بحالت سخت اشتعال طبع کے چلی تھی ملک موس کے کان پر فضاغت نہ کرتی بلکہ کندھے پر برق کے مانند پڑتی اور کمر تک تیر جاتی۔ علاوہ اُن امور کے جسکا تذکرہ کیا گیا رومیوں کی گورنمنٹ بہت مضبوط تھی اُسے یہودیوں کی تحریک سے ہرنید ظالمانہ کارروائی کی لیکن وہ بھی ضابطہ کے اوٹ میں تھی اور جرم کے بابت فی الجملہ قانونی تحقیقات بھی عمل میں آئی تھی۔ اجمال ممالک شام میں ایسا اندھیر نہ تھا جو حجاز کے خود سر قبائل میں مچائے ہوئے تھے۔ پس مسیح کی حالت پیغمبر اسلام کی حالت سے مختلف تھی اور اُن دونوں بزرگواروں نے اپنے اپنے عہد میں وہی عمل کیا جیسے منجانب اسد امور تھے اور جو نظریات موجودہ قرن عقل بھی تھا۔

اب تحقیق طلب یہ واقعہ ہر کہ کیا خداوند عالم بھی اپنے انبیاء کو یا اُن لوگوں کو جو اُسکے مقبول بارگاہ ہون قتال کا حکم دے سکتا ہو اور اُسے قبل ظہور اسلام کے ایسے احکام نافذ فرمائے ہیں؟ ہر گاہ انجیل اور قرآن کی تعلیم میں اختلاف ہو اسیلے ہم کو عہد عتیق کی مقدس کتابوں سے شہادت حاصل کرنا چاہیے جسکی عظمت وہ سب نہ ہی فرمتے کرتے ہیں جو خرمن ابراہیمی کے خوشہ چین ہیں۔

شہادت (۱)

باب ۳ کتاب استثنائین تاکید کے ساتھ موسیٰ کو حکم دیا گیا کہ اگر تیرا عزیز قریب یا دوست جانی تجھ کو واسطے عبادت غیر خدا کے پھسلانے تو وہ اسطرح قتل کیا جائے کہ پہلے اُسپر تیرا ہاتھ اور اُسکے بعد دوسروں کے ہاتھ پڑیں اب سمجھنے کی بات ہے کہ جب پھسلانے والوں کے لیے یہ تعزیر تجویز کی گئی تو جو لوگ بحیرہ بنون کا بیٹھوانا چاہتے تھے اگر ان سے لڑنے کا حکم دیا گیا تو اُسپر ہمارے بھائیوں کو کیوں حیرت ہے

شہادت (۲)

اسی کتاب استثنائین کے باب ایک سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو بنی عناق سے لڑنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن جب ان لوگوں نے جی چڑایا تو خدا ناخوش ہوا اور موسیٰ سے کہا کہ تم لوگ ارض موعود میں داخل نہو گے لیکن کالب کے اُودیکھے گا اور نون کا بیٹا یسوع اُس میں داخل ہوگا۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ خدا اپنے پیارے بندوں کو لڑائی کا حکم دیتا ہے اور جو لوگ ایسے حکم کی تعمیل نہیں کرتے ان پر عتاب فرماتا ہے۔

شہادت (۳)

یسوع بن نون کی کتاب پڑھو اُس سے ظاہر ہوگا کہ اس نبی نے خدا کے حکم سے کس قدر خونریزی کی۔ بنی نوح انسان پر تو یہ الزام تھا کہ وہ غیر خدا کی پرستش

کرتے ہیں لیکن حیوانات بھی اُن لوگوں کی شامتِ اعمال سے ورطہِ بلا میں پڑ کے ہلاک کیے گئے۔ میریجو کا شہر سب شہروں سے پہلے سخر کیا گیا اور سولے ایک فاحشہ عورت اور اُسکے خاندان کے کسی ذمی روح کی جان بخشی نہیں ہوئی۔ یہ شہر مع جملہ اشیائے موجودہ کے پھونکا گیا لیکن روپا اور سونا اور پیتل اور لوہے کے ظروف خدائی خزانے میں داخل کر لیے گئے۔ اُسکے بعد شہر عی میں قتل عام ہوا بارہ ہزار جانین تلف کر کے شہر میں آگ لگا دی گئی مگر وہاں کے مولشی زندہ چھوٹے گئے اور اُن پر اور تمام اسباب پر فوج فاتح نے بطور مال غنیمت قبضہ کر لیا۔ وہاں کے بادشاہ نے پھانسی پائی اور شام تک اُسکی نعش دار پر چھبولتی رہی اسی طرح دیگر مقامات پر قتل و غارت کی کارروائیاں تاحیات لیشوع بن نون زور و شور کے ساتھ جاری رہیں۔

شہادت (۴)

اسموئیل نبی کی پہلی کتاب باب ۵ اور ص ۳ میں تحریر ہے کہ اُنھوں نے ساؤل بادشاہ کو خدا کا یہ حکم سنایا۔ ”دسواں توجا اور عاقل کو مار اور بھج جو کچھ کہ اُنکا ہے ایک لختِ حرم کر اور اُن پر رحم مت کر بلکہ مرد اور عورت ننھے بچے اور شیر خوار اور بیل بھیڑ اور اونٹ و گدھے تک سب کو قتل کر“ ساؤل نے سب کچھ جو کہا گیا تھا کر دکھایا۔ لیکن حکم خدا کے خلاف کچھ موٹے تازے مولشی

واسطے قربانی کے بچا لایا۔ اُسکی یہ دنیا زندگی پسند نہیں آئی اور بحرمِ نافرمانی اُسکی بادشاہت جاتی رہی۔

عہدِ عتیق کی آسمانی کتابوں میں جب اسطرح کے واقعات موجود ہیں تو مجکو حیرت ہو کہ اہل کتاب اُنکو تو جائز سمجھتے اور مسلمانوں کے پیشواؤں پر تشکیک کرتے ہیں حالانکہ پیغمبر علیہ السلام اور اُنکے خلفائے راشدین اپنی حفاظت کے لیے لڑائیاں لڑے یا ایسے دشمنوں کے دبانے کے واسطے جن سے آئندہ خطرہ نقصان کا تھا اور اگر خدا کے حکم سے اُنھوں نے بالفرض محض توسیعِ حکومت کی غرض سے بھی جنگ کی ہوتا ہم اہل کتاب کا اعتراض اُن لوگوں پر اُسوقت تک وارد نہ ہوگا جب تک موسیٰ اور دیگر انبیاء مرسلین بنی اسرائیل کی کارروائیوں کو اعتراض کرنے والے ناجائز نہ کہلین۔ مسلمانوں کا پہلا پیام یہ ہوتا تھا کہ اسلام لاؤ یا جزیہ دو جب ان دونوں سے انکار کیا جاتا تو اُسوقت لڑائی شروع کرتے۔ مگر پھر بھی جزیہ لڑکوں بڑھوں اور پاپا سجون کو نہیں اڑتے اور راہبوں اور اہل کنائس کے قتل کی تو خاص ممانعت تھی۔ بیگناہ جانوروں کو ہلاک کر کے یا آباد بستیوں کو بھونک کے یہ لوگ کبھی باعثِ بربادی عالم نہیں ہوئے۔ ایسے تسلیم کرنا چاہیے کہ زائد جنگ میں بھی اسلامی رحمدلی اور انسانی ہمدردی مسلمانوں کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھی۔

الجزیرہ

الجزیرہ

جزیہ کے بابت بہت کچھ شور و غوغا مخالفین اسلام نے کیا ہے لیکن وہ حقیقت ایک ملکی ٹیکس تھا جو غیر مسلم رعایا سے لیا جاتا اور اُسکے ادا کرنے والے جنگی خدمات سے بری رہتے عقلاً اور انصافاً اُسکا مطالبہ لائق اعتراض نہ تھا۔ رومیوں اور پارسیوں کی گورنمنٹیں بھی اپنے عہد میں اس طرح کا ٹیکس لیتی تھیں اور خود مسیح علیہ السلام نے اُسکے نسبت جو برے ظاہر کیے ہیں اُسکا تذکرہ اس موقع میں درج ہے۔ **فریسیوں** نے بعد ایک تہمد کے سوال کیا کہ قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں۔ درپریشوع نے انکی شرارت سمجھ کے کہا اے ریاکارو مجھے کیوں آزما تے ہو؟ جزیہ کا سکھ مجھے کھلاؤ۔ مے ایک دینار اُس پاس لائے تب اُسنے اُسنے کہا یہ صورت اور سکھ کسکا ہے اُنھوں نے کہا قیصر کا پھر اُسنے کہا پس جو چیزیں قیصر کی ہن قیصر کو اور جو خدا کی ہن خدا کو دو۔ متی باب ۲۲ و رس ۱۸ الغایت (۲۱) اب یہ کہنا کہ نجوف قیصر وہ جواب جو دینا چاہیے نہیں دیا گیا حقیقت مسیح کی صاف گوئی پر تہمت لگانا ہے اور صحیح تعبیر ان فقرات کی یہ ہے کہ حضور نے فریسیوں کے سوال کا مدلل جواب یوں دیا کہ دینا تمھارے ہاتھ میں بطفیل اُس نظام کے آیا ہے جسکو قیصر نے قائم کیا ہے۔ ایسے معاوضہ اپنے نظام کے شاہی گورنمنٹ کو استحقاقاً جزیہ کی رقم ملنی چاہیے۔

کتاب استسار کے باب ۲۰ میں خدا نے حضرت موسیٰ کو وہ سلوک بتائے ہیں جنکو ساتھ قوم مفتوح کے بڑنا چاہیے تھا۔ اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۲۷۶ء میں ایک فقرہ ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ **يَكُونُوا لَكَ عَيْنِدْكَ وَيُعْطُوا لَكَ الْجَزِيَّةَ** یعنی جو لوگ

بے صلح اپنا شہر تیرے حوالہ کرین گے وہ غلام بن گئے جھکو جزیرہ دین گے پس نہ صرف عہد جدید بلکہ عہد قدیم کے صحیفہ نوین بھی واجبیّت جزیرہ کی سند موجود ہے۔
یہ ملکی ٹیکس لائق شکایت نہ تھا لیکن غالباً اسکی صورت غیر وں کو دو وجہوں سے بھیانک نظر آئے۔ لہٰذا۔

اولاً۔ وہ غیر مسلم رعایا سے لیا جاتا اور مسلمان اسکی ذمہ داری سے کلیۃً محفوظ تھے۔ لیکن بات یہ ہو کہ غیر مذہب کے آدمیوں کو انہیں کے ہمجنسوں سے لڑنا مسلمان فرمان و داخل بد اخلاقی سمجھتے تھے یا یہ کہ ان کو غیر مسلم رعایا کی طرف سے اندیشہ تھا کہ انخالفوں سے عین وقت جنگ کے سازش کر کے باعث شکلات ہوں گے بہر حال غیر مسلم رعایا سے نقدی امداد کو مقتضائے مصلحت سمجھ لیا گیا اور ملکی حفاظت اور جنگی خدمات کا بار مسلمانوں پر آن پڑا۔ پس یہ بے انصافی کی کارروائی تھی کہ مسلمانوں سے جنگی خدمتیں لیجاتیں اور پھر نقدی امداد دینے پر بھی وہ لوگ مجبور کیے جاتے۔

ثانیاً۔ فقہائے اسلام کی تصانیف میں نوعیت جزیرہ اور طریقہ وصول کی تکلیف ناموزون بیان کی گئی ہیں ایک مصنف نے لکھا ہے کہ جزیرہ نے والا اصالتاً حاضر ہو اور خود اپنے ہاتھ سے کھڑا ہو کے رقم جزیرہ کو حوالہ حاصل کرے محصل اسوقت بیجا ہو اور دینے والے کو دشمن خدا کے لقب سے خطاب کرے اور اسکی گردن پر ایک دھب بھی لگا دے۔ اور بعض دیگر مصنفین نے کچھ اور بھی اس خصوص میں یہودہ مباہلہ کیے ہیں۔ لیکن یہ سب متعصبانہ ضوابط ہیں جنکو تنگ دل مولوی بنایا کرتے مگر دشمن

ناظمان ملک کا اُن پر عمل نہ تھا اور نہ وہ ضوابط اس قابل تھے کہ اُن پر عمل کیا جاتا قیاس کیا جاتا ہو کہ فتنہ تاتار میں مسلمانوں کی حکومت جاتی رہی محکوم قوموں نے نئے فاتحوں کا خیر مقدم کیا اور پُرانی فرمان روا قوم کی بدخواہی میں دل کے بخار نکالے جب پھر زمانہ نے پٹکا کھایا اور تاتاری حکومتیں اسلامی جنگیں اُسوقت کینہ کش مولویوں نے نیزہ قلم کو سنبھالا اور حالتِ تعالٰیٰ میں جو کچھ جی چاہا لکھ گئے لیکن جیسا کہ میں نے قبل اسکے تحریر کیا ہے اسلام ایسے طبعی اور بے بنیاد ضوابط کا جواب دہ نہیں ہے۔

علامہ **سید محمد امین** مصنف رد المحتار تحریر فرماتے ہیں کہ جب جزیرہ کے ادا کرنے والے کو کافر کہنا شرعاً ناروا ہو تو اُسکا مفادیہ ہوا کہ اُسکو دشمن خدا بھی کہا جائے نہ اُسکا گریبان پکڑا جائے نہ جنبش دیجائے اور نہ دھب لگائی جائے۔ کیونکہ یہ سب کارروائیاں تکلیف دہ ہیں اور اسی لیے ان امور کی تردید محقق علمائے اس بیان سے کی ہو کہ اسطرح کی ایذا رسانیموں کی سند رسول اللہ کے قول و فعل میں پائی نہیں جاتی اور نہ خلفائے راشدین میں کسی نے اُسکا ارتکاب کیا ہے۔

جزیرہ کا حکم قرآن پاک میں ان الفاظ کے ساتھ ہوا ہر حَتَّی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَدٍ اَوْ یُکْرَهُوا (پارہ ۱۰۔ سورۃ التوبہ رکوع ۳) یعنی قتال سے اُسوقت باز آؤ کہ وہ لوگ خوار ہو کے اپنے ہاتھ سے جزیرہ دین۔ چونکہ لفظ صالِحین کا بعد تذکرہ قتال کے آیا ہے اسلئے ظاہر ہے کہ اُس سے اطاعت کی خواری مراد ہے جو مفتوح کو بمقتابا فاتح عموماً حاصل ہوتی ہے۔ اور مقصود بیان صرف یہ ہے کہ جب وہ لوگ مطیع

ہو کے جزیہ دینا قبول کریں تو لڑائی موقوف کر دو۔ امام فخر الدین ازہری
 اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں يُقَالُ اَعْطَا يَدَهُ اِذَا اِنْفَكَدَ وَالْحَاكِمُ يَفْضِلُ دِيْنَا
 بَاتِحًا كَالْاُسُوتِ كَمَا جَاتَا جَزَكَ فَرَمَانُ بَرْدَارِي كَيْجَا لَيْ۔ اسے مراد عن یٰد سے
 دینا جزیہ کا بلا انکار کے مراد ہے اور اسے سطح محقق مفسرین نے کہا ہے کہ صغار سے مراد وہی
 جزیہ کا دینا ہے۔ عرب میں ایسی حکومت بالادست جو امن کو قائم کرے اور کسی بدو
 باہمی کشت و خون کا انسداد ہو موجود نہ تھی اس وجہ سے بنی اسمعیل کی نسبت وہ خدا
 کا وعدہ کہ اُنکو بڑی قوم کر دیا پورا نہیں ہوا تھا۔ پیغمبر علیہ السلام بنی اسمعیل میں اُسی
 رتبہ کے نبی تھے جس رتبہ کے بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام گذرے ہیں۔
 جناب مؤخر الذکر اپنی قوم کو قبطیوں کی غلامی سے چھوڑا لائے اور اُنکو عزت اور
 وقار کے مارج پر صعود کرنے کے لائق بنایا۔ حضرت مقدم الذکر نے اپنی قوم کو
 جہل کی تاریکی نفاق کے بند بچانے سے نکالا اور تربیت اخلاق سے لنگے دل و دماغ
 کو ایسا کچھ معمور کر دیا کہ وہ دنیا کی نامور قوم قرار پائی اور آج تک اُسکے سرداروں کے
 نام صفحات تاریخ کے زیب و زینت سمجھے جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کے خلیفہ یوشع
 بن نون نے ملک شام کے ایک حصہ میں بنی اسرائیل کی حکومت قائم کی اور ہمارے
 پیغمبر کے خلفائے تمامی ارض شام اور بڑے بڑے مشہور اقطاع دنیا کو بادیشینان عِز
 کے زیر نگین کر دیا۔ اُسی حکومت کی بدولت جو عرب میں قائم ہوئی تھی دنیاوی ترقیات
 کی ابتدا ہوئی۔ یونان کا مردہ فلسفہ جلا گیا وہ اچھا تھا یا بُرا لیکن اُسکی نسل سے فلسفہ

وجود میں آیا جسکی چمک دمک دیکھ کے آج عقل کی آنکھ میں چکا چوند پڑ جاتی ہے لغرض
 جو حکومت دنیا کی سدھارنے والی ہمارے رہنما سے قدسی صفات نے قائم کی تھی
 وہ کسی ذاتی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ وہ خدا کی برکت تھی اور دینی و دنیوی رفاه عام کو
 قدرت نے اُسکے دامن دولت سے وابستہ کیا تھا۔ (س) مسلمانوں میں
 مذہبی اختلاف کثرت سے پھیلے ہیں اور کسی نووارد کے لیے بہت دشوار ہے کہ وہ
 سمجھ لے کہ اسلام کے اصلی معتقدات اور واقعی احکام کیا ہیں۔ غیر مشہور فرقوں
 سے قطع نظر کیجائے تو بھی سنی شیعہ خوارج اور معتزلہ کے جھگڑوں میں طبیعت
 الجھ جاتی ہے ان مذاہب اربعہ کے پیرو بڑے بڑے عالم متقی اور پرہیزگار گزرتے
 ہیں اور ہر ایک اپنے اعتقاد کی تائید میں لمبی چوڑی دلیلیں پیش کرتا ہے اور دلائل
 کی تردید میں اُسکے پاس الزامی جھٹون کا طوہار موجود ہے۔ الغرض زود فہم تیز نظر
 آنے والے کے لیے بھی شکل ہے کہ وہ ان اختلافات کے گرد و غبار میں اسلام کے
 چہرے کو بے حجاب دیکھ سکے۔ (ج) اسلام پر منحصر نہیں جملہ مذاہب مشہورہ
 اس مصیبت میں مبتلا ہیں اور حقیقت حال یہ ہے کہ پہلے معتقدات مذہب میں
 سادگی موجود تھی اعمال میں سہولت کے ساتھ مصالح کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ لیکن
 رفتہ رفتہ تابعین مذہب نے رنگ آمیزیاں کیں اسلئے قدرتی سادگی جاتی رہی

۱۱ صرف سات دینا قریب مذہبات حضرت کے قبضہ میں تھے جنکو قبل از نزاع روح فریغ خدا کی اہمیت لوایا حالانکہ
 عسرت کی یہ حالت تھی کہ امام المؤمنین عائشہؓ کے گھر میں جہاں آپ جلوا فرماتے معمولی روشنی کا بھی سامان موجود تھا
 اور انکو اپنا چراغ بھیجے دوسرے کے یہاں سے چند قطرے تیل کے منگوانے پڑے ۱۲

پیچیدگیان پیدا ہوئیں اغراض اعمال کو پھیلون نے فراموش کیا پھر تو ان کا وجود گران سنگ ہو کے لشکر ورزش جسمانی باقی رہ گیا۔

انجیل شریف میں عیٰ احکا م سے نام تھے شریعت موسوی کی بندش کو پولوس کی تعلیم نے شروع ہی میں ڈھیلا کر دیا ایسے بمقابلہ مذاہب دیگر عیسائیوں میں عملی آزادی زیادہ ہے لیکن اعتقادی پیچیدگی کی حالت وہی ہے جو اوروں کی۔ ہم اس موقع میں صرف ان اختلافات کی بنیاد دکھانی ہے جو اسلام سے تعلق رکھتے ہیں ایسے ہم بالاخص ر مگر آزادی کے ساتھ اپنے خیالات انکی نسبت ظاہر کرتے ہیں بعد رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلا اختلاف انکی جانشینی کے متعلق پیدا ہوا اشاروں سے سمجھنے والوں نے اپنے مذاق کے موافق جو کچھ سمجھ لیا ہو لیکن حق یہ ہے کہ حضور نے اس بحث کی نسبت کوئی فیصلہ صریح نہیں فرمایا تھا اور غالباً ایسی بحث کے طر کرنے میں مصلحت تھی کہ مسلمانوں کی جماعت آزادی کے ساتھ جس سرگروہ کو خود منتخب کرے اسکا اثر ماتحتوں پر معقول پڑے گا اور پھر ایسا سرگروہ اپنی معزولی کو بھی تابع رہے عام سمجھ کے عایا کی ایذا رسانی یا دشمنی کی جرأت نہ کر سکے گا۔ بہر حال اسوقت دو امیدواروں کی نسبت خیالات کو رغبت انتخاب پیدا ہوئی بنی ہاشم اور لکے متوسل علی بن ابی طالب کو اور عام مسلمان جن میں زیادہ با اثر قرشی مہاجرین کی جماعت تھی ابو بکر صدیق رض کو جانشینی کے لیے پسند کرتے تھے۔ حضرت مقدم الد کو غیر کے اس چچا کے

بیٹے تھے جسے اپنے بھتیجے کو مثلِ فرزند کے پالا اور ہر ایک موقع میں انکی پر رانہ حمایت کی وہ خود رسول اللہ کی دخترِ فاطمہ الزہرا سے بیاہے تھے جو وقتِ وفاتِ باپ کے زندہ تھیں اور آج تک دنیا میں انھیں کی بطنی اولاد نسلِ رسول کی یادگار ہے۔ آپ نے ایامِ طفولیت سے زیرِ سایہِ عاطفت پیغمبر علیہ السلام تربیت پائی تھی اور خطرناک معرکوں میں وفاداری اور شجاعت کے گرانمایہ جوہر دکھائے تھے ان وجوہ سے اُن کو اور اُن کے حامیوں کو امید تھی کہ وہی خلیفہ مقرر ہوں گے جنابِ مؤخر الذکر اگرچہ دوسرے قبیلہ کے آدمی تھے لیکن اُنھوں نے خالصاً لہذاً ایسے نازک وقت میں کہ سارا زمانہ دشمن ہو گیا تھا رسول اللہ کا ساتھ دیا اور اُسیدِ اسلام کے لیے جان و مال کے فدا کرنے میں اُنکو کبھی دریغ نہیں تھا یا تہِ ناسید معمولی یا خیالی نہ تھی بلکہ اسکی بدولت و حقیقتِ اسلام کو بڑی بڑی مدد ملی اور عینِ ضرورت کے وقت اُنھیں کی تحریک سے چند با اثر سعادتمند اسلام کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ وہ عمرِ آدمی تھے زمانہ کے سرد و گرم کا تجربہ حاصل تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی محبوب ترین ازواجِ پیغمبر علیہ السلام کی تھیں زمانہِ جاہلیت میں خود ذی وقار تھے اور اسلامی دور میں بھی تمام مہاجر و انصار اُنکی دانشمندی کے معترف اور اخلاق کے گرویدہ تھے الغرض عامِ رائیں اُنکے انتخاب کی طرف مائل ہوئیں اور وہی رسول اللہ کے جانشین مقرر کیے گئے اُنھوں نے خدماتِ خلافت کو اُسی حسن و خوبی سے انجام دیا جسکی امید انتخاب کرنے والوں نے اُن کی

ذات سے کی تھی۔ بہت بڑا ثبوت اُنکی دانشمندانہ دوراندیشی اور مدبرانہ اثر کا یہ ہے کہ صرف اپنی تجویز سے **عمر بن خطاب**ؓ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا مگر کسی جبرِ انکار کی نہیں ہوئی۔ تاریخ کے پڑھنے والے اقرار کرتے ہیں کہ خلیفہ دوم کا عہد حکومت دولتِ اسلامیہ کا چمکیلا دور تھا خویش و بیگانہ اُنکی بے لوث خدمت سے بہرہ مند تھے اور اُنکی ملکی تدبیروں نے قیصر و کسرے کے پُر غرور سرین چکر ڈال دیا تھا۔ باہمی رشک و حسد کی آگ کا بھڑکانا عربوں کے خصائصِ طبعی میں داخل تھا لیکن باسطوتِ امیر نے ہر چند اس قوم کو دولت مند بنایا مگر سطحِ قابو میں رکھا کہ کسی قسم کا فتنہ و فساد برپا نہ کر سکی۔ اتنے بڑے بااقتدار فرمان روا کا جسکے نقش قدم پر فتح و ظفرِ جبین نیاز گر گرتی تھی فقیرانہ زندگانی کرنا اور معاملات اہم کے علاوہ چھوٹی چھوٹی خدمتوں کا بھی بذاتِ خود انجام دینا حقیقتِ ایسے دل و دماغ کا کام تھا جسکی نظیر دنیا نے شاید کبھی نہیں دیکھی۔ عالم کائنات کے اتفاقات سخت عبرت انگیز ہیں اتنا بڑا فیروز مند سردار ایک بے وقعت غلام کے ہاتھ سے زخمی ہوا اور یہ سمجھ کے کہ شمعِ حیات جو جھلما رہی ہے جلد گل ہونے والی ہے انھوں نے چند نامور بزرگوں کی کمیٹی ایسلے مقرر کی کہ اپنے میں ایک کو واسطے خلافت کے منتخب کر لیوں چنانچہ کثرتِ رائے سے **عثمان بن عفان** تیسرے خلیفہ قرار دیے گئے یہ بزرگ عمر بن الخطاب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اپنے دونوں پیش رو سے زیادہ قربِ قرابت رسول اللہ کی عزت ان کو حاصل تھی اور

پیغمبر علیہ السلام کی دولہا کیان بھی یکے بعد دیگرے اُنکے عقد نکاح میں آئی تھیں وہ مسلمانوں میں بڑے دولت مند سمجھے جاتے تھے اور بڑا نہ عسرت اپنے مال و متاع کو اسلامی ضرورتوں میں دیا دلی کے ساتھ صرف کیا تھا مگر افسوس ہو کہ زمانہ خلافت میں مثل خلفائے سابق جو ہر قابلیت دکھانے سکے اُنکا دور خلافت بارہ سال رہا کچھ عرصہ تک تو نظام مملکت فاروقی طرز پر چلا گیا لیکن رفتہ رفتہ اُسکی صورت بگڑی شکایت کی آوازیں ہر طرف سے بلند ہوئیں بلوایان مصر نے آخر کار دار الخلافہ کا محاصرہ کر لیا اور بیدردی کے ساتھ قتل خلیفہ کے قریب ہوئے۔

کہا جاتا ہو کہ خود خلیفہ کو مسلمانوں کی خونریزی گوارا نہ تھی لیکن غالباً اہل مدینہ بھی رضامند نہ تھے کہ ایسے خلیفہ کی حمایت میں جسکو پسند نہیں کرتے تھے جنگ کریں بہر حال خلیفہ کی قسمت میں جو لکھا تھا وہ ہو لیا لیکن یہ کسی معمولی آدمی کا خون تھا جو رنگ نہ لانا اور جیسا کہ اُنکے دشمن سمجھے ہوئے تھے دب و باجنا چنانچہ اس ایک خون کے مواخذہ میں نوے ہزار مسلمان مارے گئے اور آپس کے اختلاف نے دائرہ اسلام میں اس طرح جڑ پکڑ لی کہ وزیر و بڑھتا ہی گیا۔

خلیفہ ثالث وفات رسول کے پچیسویں سال شہید ہوئے اعتراض کرنے والے اُنکے نظام خلافت پر بہت نکتہ چینی کرتے ہیں اسلئے میں چند واقعات کے بیان پر مجبور ہوں جو ناظرین کو سمجھا سکتے ہیں کہ اُسوقت کن مشکلات کا سامنا ہو گیا تھا۔

اولاً زندان زندگانی کرنے والے صحابہؓ سولہ کی جماعت کو دست موت نے گھٹا دیا تھا اور جو باقی رہ گئے تھے انکی ہمتیں بڑھاپے نے پست اور اثر کو کم کر دیا تھا نئے پودہ کے نوجوان نکتہ چینی پرتل گئے اور دنیا کی دولت نے اکثر ان کو بہکایا کہ سیدھی راہ چھوڑ کے اُس راستہ پر چلین جو انکی ذاتی نمود کا ذریعہ ہو مسیح علیہ السلام نے بہت ٹھیک فرمایا ہے ”اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا اس سے آسان ہے کہ ایک دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو“ (متی) - باب ۱۹ -

(درس ۲۲)

ثانیاً وسعت حکومت بہت بڑھ گئی اُسکے سنبھالنے کو شاہروہاب فوج اور پابند ضابطہ سرشتہ کی ضرورت تھی لیکن اُسوقت تک بارگاہ خلافت میں یہ شاہانہ سامان موجود نہ تھے - اسیلیے سات سو آدمیوں کو حوصلہ ہوا کہ دارا خلافت پر یون چڑھ آئیں اور دھکیانے کے خوشگوار انصاف ہوں -

ثالثاً زمانہ کارنگ دیکھ کے بامید قیام امن خلیفہ نے نیک نیتی کے ساتھ اپنے رشتہ داروں پر بھروسہ کیا اور کسی قدر خود انکی نیک مزاجی بھی قربت مندوں کی پرورش پر مائل تھی -

غرض بنی امیہ کا رسوخ قدیم الاسلام مہاجر و انصار اور زیادہ تر انکی اولاد کو ناگوار

۱۰ حضرت عثمان کے عہد میں ایک گھوڑے کی قیمت مروجہ لاکھ ۵۰۰ اور خاص مینہ میں ایک باغ کی قیمت مروجہ

چار لاکھ درہم سمجھی جاتی تھی اور اس گرائی کیوجہ سے عربوں کی دولت مندی تھی ۱۲

گذرا اور تمام قوم میں ناراضی پھیل گئی۔

بعد شہادت خلیفہ ثالث **علی مرتضیٰ** کے قدموں سے منصب خلافت نے عزت و شرف حاصل کیا ایسے عالی دماغ عالی قدر خلیفہ کی جانشینی سے مسلمانوں کو امید تھی کہ فاروقی خلافت کی برکتیں عود کرے گی لیکن نفاق اپنا کام پہلے ہی کر چکا تھا ادا بار کی گھٹائیں مطلع اقبال کو تار یک کیے ہوئے تھیں ایسے اُبھا ہوا معاملہ سلجھ سکا اور خلافت رابعہ کا تمام وقت باغیوں کی جنگ میں کٹ گیا۔ ان لڑائیوں کی زیادہ تصریح موجب تطویل اور اس رسالہ کی اغراض سے باہر ہو لیکن اُنھیں کے ضمن میں نفاق نے خوزیری کے ساتھ مذہب کے مقدس دامن پر دست درازی شروع کی مختلف فرقوں نے اپنے مذاق کے موافق اعتقاد کے دائرے کھینچے اور زمانہ مابعد میں طرح طرح کی رنگ آمیزی انھیں دوا کر کے اندر ہوا کین۔

خیالات کی تیرگی لائق حیرت ہو کہ ایسے مقدس پیشوا پر عبدالرحمن بن ملجم مرادی نے بامید ثواب آخر دی تیغ آزمائی کی جس کے اثر سے سنگہ ہجری میں شمع ولایت گل ہو گئی۔ بعد اس جاگز او قعہ کے چند مہینے **حسن مجتبیٰ**ؑ فرما سہ رسول اللہ اپنے جد امجد کے جانشین رہے اور پھر آپ نے بغرض دفع فساد حکومت سے دست برداری کی اور اسی دست برداری کے ساتھ خلافت راشدہ کا دور بھی ختم ہو گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ بعد انقراض خلافت راشدہ عرصہ تک خاندان بنی امیہ فرمان روا رہا اور اُس کے بعد بنی عباس کا دور حکومت ۱۳۲ ہجری میں شروع ہوا

اُس دور نے بڑی عمر پائی اور مہلک امراض میں بھی مبتلا کئے مدتوں ایسی زندگی گزارنا چلا گیا جو درحقیقت مرنے سے بھی بدتر تھی۔ عباسیوں کے عہد میں عربی حکومت کی سادگی جاتی رہی دربار خلافت نے عجیبی شان و شوکت کا رنگ ڈھنگ اختیار کر لیا لیکن علمی ترقیات کے دروازے بھی انھیں نے کھولے اور یونانی فلسفہ کو اسلامی حلقہ میں جگہ دی۔

پہلے سو اے قرآن پاک کے کوئی اخلاقی یا علمی کتاب عربی زبان میں مدون نہ تھی روایت حدیث کا بھی مدار حافظہ پر تھا اور صرف بعضوں نے متفرق اوراق پر یادداشتیں لکھ لی تھیں لیکن سلسلہ سحری میں کتب حدیث اور معامزی اور فقہ کی تالیفات علماء اسلام نے شروع کی اور تھوڑے ہی دنوں میں طرح طرح کی تصنیفوں سے کتب خانے بھر دیے۔

کچھ دنوں کے بعد فلسفہ یونان کے تہجے عربی زبان میں کیے گئے جس نے مذہبی عقائد پر اثر ڈالا اور اُسکی بدولت صرف مناظرہ کی مجلسیں گرم نہیں ہوئیں بلکہ کشت و خون کی بھی نوبت آئی۔

خلاصہ بیان یہ کہ بنیاد اختلاف خلافت کے جھگڑوں نے ڈالا اور فلسفہ کے توغل نے اُسکی دیواریں بلند کیں باقی ہے اور سامان اُنکی کفالت کبھی نیک نیتی کبھی بد نیتی کبھی دنیوی غرض کبھی دینی حمیت کرتی رہی اور آخر کار باہمی اختلاف کی وہ صورت پیدا ہوئی جسکی شکایت سائل نے واجبی طور پر کی ہے۔

مسلمانوں میں فرقہ الہ سنت و جماعت کی تعداد دوسرے فرقوں سے بہت زیادہ ہے لیکن دنیا میں پیروان مذہب شیعہ کی بھی معقول تعداد موجود ہے۔ ان دونوں کے اعتقاد میں بہت کچھ اختلاف ہے مگر اصل جھگڑا جو کبھی کبھی شرمناک حوادث کا ذریعہ ہوا یہی ہے کہ فرقہ مقدم الذکر جملہ خلفائے راشدین کی عظمت کرتا ہے اور فرقہ مؤخر الذکر تین پہلے خلیفوں کو صرف منصب خلافت کا غاصب نہیں کہتا بلکہ اسکو ان لوگوں کے باایمان مرنے میں بھی کلام ہو۔ میں بلا ارادہ تائید یا تردید کسی فریق کے قرآن پاک کی ایک آیہ لکھتا ہوں اُسکے اصول پر اگر نظر کریں تو انصاف پسند و راندیش جو نفاق کے زہریلے اثر کا بہت کچھ تماشا دیکھ چکے ہیں بساط غنا و کوتاہ کر کے برادرانہ اتفاق سہولت کے ساتھ پیدا کر سکتے ہیں۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ
عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (پارہ ۱۰ سورۃ البقرہ رکوع ۱۶)

ماخذ تفسیر۔ فقہ۔ اصول فقہ اور علم کلام وغیرہ علوم کے جنکو مذہب سے تعلق ہے قرآن اور احادیث ہیں لیکن عقل نے بھی ان کے اخذ میں نمایاں مدد دی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اگر عقل صحیح نیک نیتی سے کام میں لائی گئی ہو تو قانون الہی اور قانون عقلی نے مل جل کے جو نتیجے پیدا کیے ہوں وہ قدر کے لائق اور

یہ لوگ گذر گئے اُنکا کیا اُنکے لیے اور تمہارا کیا تمہارے لیے ہے اور جو کچھ وہ لوگ

کر گئے اُنکی پوچھ گچھ تم سے نہوگی۔ ۱۲

ذریعہ فلاح دینی اور دنیوی ہوں گے۔ قانون عقلی ہنری عقل کے نقش دل ہر قرآن اور کتب احادیث کو بھی قدرت نے واسطے تمام حجت کے ارزان کر دیا ہر اور ان کے ترجمے بھی ضرورت کے موافق ہو چکے ہیں۔ ایسے جو یاے حق نتائج کو خود جانچ سکتا ہو کہ انہیں کون با وقعت لائق قبول ہو اور کس میں احتیاط کا ہلویا د محفوظ رہ سکتا ہو۔ یعنی اصلی عقائد اور واقعی احکام قرآن و حدیث میں یا انکی مدد سے مل سکتے ہیں بشرطیکہ عقل کی روشنی میں آزادی کے ساتھ انکا مطالعہ کیا جائے۔ یہ سچ ہے کہ اس طرح کی کارروائی دقت سے خالی نہیں ہے لیکن جب دنیا کی دولت معمولاً بڑی بڑی محنتوں سے حاصل ہوتی ہو تو دینی دولت اگر اتنی محنت کی طلب ہو تو شکایت کی کیا وجہ۔ (س) عقل و ادراک کا بسیط قانون پورا پورا اس کے دل میں منقوش نہیں ہے ایسے وہ جو یاے حق جو نامکمل قانون عقلی اپنے پاس رکھتا ہو کیونکر بڑے بڑے دانشمندان کے نقد تحقیق کو پرکھ سکتا ہو۔ (ج) قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ وہ جاہلون اور کم عقلوں کو بھی بہیمانہ اُنکے ادراک کے سعادت ہدایت سے بہرہ مند کرتا ہے اور بڑے بڑے ذی علم دانشمند جب اُسکے معانی بلند پر غور کرتے ہیں تو اُنکو سادگی کی تین نکات حکمیہ کا گراں بہا ذخیرہ موجود ملتا ہے سادہ مزاج قوم عرب نے جسکو فلسفہ جدیدہ و قدیمہ سے واقفیت نہ تھی قرآنی ہدایتوں و قرآنی احکام کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اچھا نا اگر کوئی دقت پیش آئی تو پیغمبر علیہ السلام کے بیان فیض ترجمان سے حل ہو گئی اب ہر خندہ ہادی برحق سے ہمکلامی کی عزت

اصل عقائد اسلامی کا نام عقلی نتائج

دنیا کو حاصل نہیں ہو سکتی لیکن مجموعہ احادیث نبوی بڑی خوبون سے مرتب ہو اور قدرت نے اس دور میں بنی نوع انسان کی قوت ادراکیہ کو زیادہ تیز کر دیا ہے اسیلے ہر درجہ کے طالبان حق کے لیے آسان ہے کہ ضروری عقائد و شرائع کی تیسرے کرین اور اس چند دوزندگانی میں اتنا سامان تو ہیا کر لیں جو عذاب اخروی سے نجات دلا سکے۔ دنیا کے کام میں جیسا کہ انسان اپنے ہجسون کی اعانت کا محتاج ہے اسی طرح اسکو بسا اوقات یہ ضرورت پیش آتی ہے کہ دینی معاملات میں دوسروں سے استمداد کرے اور کچھ شک نہیں کہ ایسی استمداد بھی دانشمندی کی ایک معقول کارروائی ہے لیکن اس کے لیے شرط ہے کہ متقی پرہیزگار روشن ضمیروں کی زنجیر درگھڑ کاٹی جائے اور پھر سنے اور سمجھ کے اُنکا نقد سخن اپنی معیار عقل پر بھی جاچ لیا جائے۔ خدا اپنے بند و نکو لمسی خدمتوں کی تکلیف نہیں دیتا جو اُنکی طاقتوں سے باہر ہوں اور ظاہر ہے کہ خدا شناسی کے لیے انسان کو یہی قوت عقلی عطا کی گئی ہے جسکی بدولت وہ مابین الحق والباطل امتیاز کر سکتا ہے پس بعد مساعی عقلیہ اگر بندگان خدا نیک نیتی کے ساتھ کسی باطل عقیدہ یا حکم کی پیروی کرین تو اُنکو انصافاً عند الناس معذور اور عقلاً عند اللہ مباحور ہونے کی گنجائش ہے لیکن جو سہل انکار خدا کی دی ہوئی عقل کو کام میں نہیں لاتے اور شعرا باطل میں دوسروں کی تقلید کرتے ہیں اُنکے لیے مشکل ہے کہ قاضی محشر کے روبرو اپنی بے راہ روی کا معقول عذر پیش کر سکیں کیونکہ یہ تقلید تو اسی نہج کی ہے جسکی رکاکت کو پروردگار عالم نے یوں ظاہر فرمایا ہے۔

اِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَكْفَيْنَا عَلَىٰ
 آبَائِنَا طَوْفًا أَوْ كُنَّا كَمَا يُنْفَخُ الْأَغْصَانُ مِنَ النَّارِ أَلَيْسَ اللَّهُ بِذَكِيٍّ
 (پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۲۰)

اکثر آیات قرآنی کے معانی صاف ہیں یا یہ کہ واضح دلائل عقلی نے اُن کے دوسرے
 پہلو کی تردید کر دی ہے ایسی آیتوں کو لسانِ شرع میں محکم کہتے ہیں لیکن اُن کے علاوہ
 چند آیتیں ایسی بھی ہیں جنکے الفاظ سے معانی کے مختلف پہلو پیدا ہوتے ہیں
 یا کچھ اُٹائے ظاہر ہوتے ہیں اور عقل کا فی شہادت نہیں دیتی کہ ان معانی مختلف
 کا کون پہلو مقصود یا حروفِ مقطعات سے کیا مراد لگی ہے چنانچہ ایسی ہی پہلو دار
 آیتیں اور نیز وہ آیتیں جن میں متذکرہ بالا اشارات موجود ہوں تشابہ کی جاتی ہیں
قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْ آيَاتٍ مُحْكَمَاتٍ هُنَّ
أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ
مُتَشَابِهَهُ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ

۱۱ جب اُنہیں کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے انہیں اُسی طرح تو کہتے ہیں کہ ہم اُس راستہ پر چلیں گے جس پر اپنے باپ اداؤں کو
 چلتے پایا ہے۔ کیا وہ ایسا کریں گے اگرچہ انکے باپ واسے بے سمجھ اور بے راہ ہوں ۱۲

۱۲ اے پیغمبر مسمیٰ پروردگار نے تمہارے کتابِ اُمّی جہین بعض آیتیں مضبوط ہیں اور وہی اصل
 کتاب ہیں اور بعض آیتیں بہم ہیں پس جن لوگوں کے دلیں کجی ہو وہ بہم آیتوں کے پیچھے پڑے ہستہ ہیں
 تاکہ خدا و پرکار کریں اور اُنکے اصل مطلب کو معلوم کر لیں حالانکہ اصل مطلب موطی اس کے اور کسی کو معلوم
 نہیں ہے اور جو لوگ اُنکے ذی علم ہیں کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے یہ سب کچھ پروردگار کی طرف
 سے ہے اور رسولے عقل مندوں کے یہ نکتہ اور کوئی نہیں سمجھتا ۱۲

وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِ كُلِّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ لَهُ

اُولُو الْاَلْبَابِ ۝ (پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۱)

جیسا کہ خود خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہر متشابہ آیتوں کے ٹھیک معانی اُسکو معلوم ہیں لیکن بلا ارادہ فساد ہر ایک پہلو پر غور کرنا بندگانِ نیاز مندی ہوا دراصل مقصود بہر اجمالی ایمان لانا اظہارِ عبودیت کی بے خطر کارروائی غالباً بالقصد والا اختیار کتابِ آبی میں متشابہ آیتوں کو اسی لیے جگہ دی گئی ہے کہ بندگان باخلاص کو اس طرح اظہارِ عبودیت اور نیاز مندی کا موقع ملے یا بعض حقائق ایسے دقائق پر مشتمل تھے جو بہ شکلِ احاطہ عقل میں سما سکتے ایسے انکی مزید تصریح میں زیادہ تر اندیشہ گر ہی کا تھا بہر حال مدارِ حکم و تشابہ کا اوپر اتنا زار بابِ عقولِ کاملہ کے ہوا در معمولی سمجھ کے آدمیوں کے لیے تو ممکن ہو کہ بعض محکم آیتیں بھی شبہ شکل متشابہ دکھائی دیں۔ سیدھا راستہ متوسط الفہم مسلمانوں کے لیے یہی ہے کہ متشابہ آیتوں پر اجمالاً ایمان لائیں اور حلِ معانی کے شوق میں پڑنے کے اپنے خیالات کو زیادہ تاریک نہ بنائیں اعلیٰ درجہ کے دانشمندان کی حالت دوسری ہر وہ اگر بصورتِ حلِ معانی کی طرف توجہ کرتے ہیں تو بھی ان کے پائوں جادہ مستقیم سے نہیں ہٹے لگاتے انکی دقیقہ سنجی و لحسبِ مضمون پرستی ہو مگر پھر بھی تشابہ اور محکم آیتوں کا تفرقہ ان کے پیش نظر رہتا ہو اگلے زمانے کے نئے نئے محتاط عقلمند بھی باوجود استعداد و تامل ایمانِ اجمالی پر قناعت کرتے اور پُر خطر راستہ پر چلنے کی جرأت نہیں دکھاتے تھے چنانچہ مالک بن انس سے کسی نے فقرہ **الْوَحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى** کے

مطلب پوچھے آپ نے فرمایا اَلَا تَسْتَوُوْا مَعْلُوْمٌ وَّالْكَفِيَّةُ مَحْصُوْلَةٌ وَّالْاِيْمَانُ بِهٖ
 واجب والسؤال عنه بدلالة استواء کے معنی لغت میں استقرار کے ہیں اور استقرار کو
 بظاہر جسمیت لازم ہے حالانکہ خدا کی ذات کدورت جسمانی سے منزہ اور پاک ہے سوال کا
 جواب آسان تھا کہ محاورہ عرب میں لفظ استواء بمعنی غلبہ کے بھی آیا ہے اور وہی معنی
 اس موقع میں چسپان ہیں لیکن ایسے تعین کی سند ہر گاہ حدیثوں میں پائی نہیں گئی
 اسلئے اس محتاط عالم نے اپنی طرف سے تعین معنی کی جرأت نہیں کی بلکہ سوال
 کو بھی جدت طبعی کا غیر محمودہ قرار دیا۔ یہ بزرگ علم حدیث اور فقہ و فہم کے امام ہیں۔
 امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ مالک بنجہم العلماء ہیں اور بعد قرآن کے انکی کتاب موطا سے
 زیادہ صحیح و دوسری کتاب نہیں ہے لیکن باوجود جلالت قدر اسنے بلا ادب تھے کہ بدینہ بشر
 میں کبھی کسی جانور پر سوار نہیں ہوئے اور ایک مرتبہ وقت روایت حدیث کے بچھونے
 متواتر ڈنک مائے لیکن آپ نے نہ روایت حدیث کو قطع کیا اور نہ اس عرصہ میں کسی
 قسم کی لغزش بیان میں ظاہر ہوئے پائی۔

غیر ضروری مباحث میں پچھلون نے دائرہ نفاق کو کیونکر بندھا لیا اسکی ایک جہت
 مثال یہ ہے کہ تیسری صدی ہجری کے شروع میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ قرآن مخلوق ہے یا قدیم
 بعضوں نے اسکو مخلوق کہا بعضوں نے سکوت کیا اور اکثروں نے قدیم سمجھا۔ سو اتفاق
 سے مامون الرشید نے یہ اے قائم کرنی کہ قرآن مخلوق ہے اور جو لوگ اسکے حدوث کا

استواء کے معنی معلوم ہیں اسکی کیفیت غیر معلوم ہے ایمان لانا اسپر واجب ہے اور اسکے معنی سے سوال کرنا بدعت ہے

اعتقاد نہیں رکھتے دائرہ اسلام سے خارج ہیں چنانچہ اُسے بڑے بڑے نامور عالموں پر ارتداد کی تہمت لگائی اور انکی جان و آبرو کا دشمن بن بیٹھا اب میں بالاختصار اس بحث کی حقیقت کو تحریر کیے دیتا ہوں تاکہ ناظرین سمجھ لیں کہ تھوڑی سی بات کا بڑھالینا اور مذہب کے اوٹ میں طبعی جدت کا نامشاد کھانا اگلے مسلمانوں نے اپنی تفریح کا ایک بیہودہ شغل بنالیا تھا جسکا اثر رفتہ رفتہ یہ پیدا ہوا کہ جماعت کا اتفاق ٹوٹ گیا اور وہ مذہب جو دوسروں کو حسن اخلاق کے ضوابط سکھا رہا تھا خود بد اخلاقیوں میں اُلجھ گیا۔

خلاصہ بحث

قرآن اور حدیث میں اس طرح کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے کہ قرآن مخلوق ہے یا قدیم لیکن حسب طرح دیگر حقائق اشیا کی تفتیش دنیا میں کیجانی ہے اگر حقیقت قرآنی کی بھی جستجو کیجائے تو اسکا عقلی نتیجہ یہ ہے کہ اگر قرآن کے لفظ سے خدا کا کلام جو اسکی صفت کمالیہ میں شمار کیا جاتا ہے محدود ہو تو وہ ضرور قدیم بلکہ عین ذات پاک ہے اور اگر اس لفظ سے وہ جزوی والفاظ امر دہین جنکو ہم لوگ لکھتے اور پڑھتے ہیں اور جنکے اوٹ میں خدا کی صفت تکلم نے اپنا جلوہ دکھایا تھا تو وہ بلا کسی اشتباہ کے حادث اور مخلوق ہے اگر اگلے مقدس ہزرگوں کا علم قرآن اور حدیث پر محدود تھا اور وہ اس حد سے خود بھی نکلنا گوارا نہیں کرتے تھے اسلئے اگر ان کے ذہن نے اس تفرقہ تک رسائی نہیں کی تو کیا تعجب ہے لیکن ادھورے

فلسفی مامون الرشید کو بھی غالباً اس تفرقہ کا امتیاز نہیں ہوا تھا ورنہ اگر وہ سنجیدہ طرز پر اس تفریق کو پہلک کے سامنے پیش کرتا تو شاید زیادہ اختلاف نہ ہوتا اور یہ نزاع لفظی یا سانی طرز ہو جاتی ہاں بعض محتاط پھر بھی یہی کہتے کہ جس عقدہ کو قرآن اور حدیث نے نہیں کھولا اُس کا حل عقل کی انگلیوں سے کرنا داخل بدعت ہی بہ لحاظ اپنی احتیاط کے ایسے بزرگوار لائق عظمت تھے لیکن عظمت و درکناریہ ضدی خلیفہ اُن غریبوں سے اُچھڑا کسیکو مرستی کہا کسی کو خائن کسی کو مشرک بتایا کسی کو جاہل غرض جو کچھ مُنہ میں آیا کہتا گیا اُنھیں مظلوموں میں بھیجی بن عبد الرحمن العمری ایک فاروقی نسب زاہد تھے جنگی شان میں سرست بادہ سخت نے یہ زہر ملا فقرہ اُگلا اما الیجی العمری فان کان من ولدا عمر بن الخطاب فجوابہ معروف اس ریمارک میں صرف یحییٰ کے نسب پر شبہ ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ اُنکے اُس جد بزرگوار پر عداً تعریض کی گئی جسکی اُلوا العز می کے قصہ میں بے ادب قائل کو قصیر و کسری کے مالک پر عزت حکومت حاصل ہوئی تھی اور وہ قصر بغداد میں فلسفہ یونان کا دفتر کھول سکا تھا۔ امام احمد بن حنبل بہ جرم انکار عقیدہ مامونی پابند سلاسل دربار خلافت کو روانہ کیے گئے لیکن اُنکے پہونچنے کے پہلے مامون کی گرفتاری کا حکمنامہ عالم بالا سے پہونچ گیا اور وہ داعی اجل کو لبیک کہتا دنیا سے چل بسا مامون الرشید کو خلق قرآن پر ایسا اصرار شاید اسوجہ سے ہوا کہ مامون الرشید کا حریف حدیث قرآن کا منکر تھا لیکن زیادہ قوی قیاس یہ وجہ ہے کہ اس خلیفہ کی طبیعت خود پسند

۱۲ لیکن یحییٰ عمری اگر اولاد عمر بن خطاب سے ہوتا اُسکا جواب معروف ہی ۱۲

واقع ہوئی تھی دنیاوی حکومت تو اس نے بھائی کو مار کے چھل کر لی لیکن تمام عمر اس شوق میں مبتلا رہا کہ معاملات مذہب میں بھی اُسکا تفوق اسلامی دنیا تسلیم کرے چنانچہ ایک مرتبہ کسی محدث نے کوئی حدیث اُس سے سُن کے روایت کی خلیفہ نے حوصلہ افزائی کی غرض سے دس ہزار درہم اُسکے حوالہ کیے تاکہ عام اہل اسلام اور بالخصوص بنی ہاشم حق پسندی کے معتقد بن جائیں اُس نے امام علی رضا کو اپنا ولیعہد تسلیم کر دیا لیکن علوی جماعت اس کارروائی پر بدین حجت معترض رہی۔

خیرہ سرہین کہ درجائیتِ عہد بادشہ راد ہد ولایتِ عہد
بنی عباس اُسکو پہلے ہی سے ناپسند کرتے تھے اب کچھ اور زیادہ بگڑ گئے اور آخر کار جیسا کہ کہا جاتا ہے (واللہ اعلم بالصواب) مضطرب الخیال خلیفہ نے برگزیدہ دو دمان مرقضوی کو زہر دیکے ہلاک کیا چنانچہ غالبؒ بھلی فرماتے ہیں۔

در خلافتِ خلافت از رہ کین بود چون کشتنِ امام ضرور
حاقبتِ میزبانِ مہمان کش خواجہ از ہر داد درانگور

اگر یہ موت طبعی رہی ہو تو اتفاق وقت پر سخت تعجب ہوتا ہو کہ امام علیہ السلام نے سفر میں بمقام طوس پہنچ کے انتقال فرمایا اور جدت پسند خلیفہ کو یہ موقع ہاتھ آگیا کہ ہارون الرشید کے لدین ہاُس مقدس جسد کو بدین امید لٹادی کہ باپ کی روح بیٹے کی حُسن تدبیر سے استفادہ برکات اخروی کر سکے چنانچہ اُس مضحک تدبیر کی سفاکت کو ایک عربی شاعر نے کیا خوب ظاہر کیا ہے۔

مَا يَنْفَعُ الْجَنَّةَ الْبُحْرَانُ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ الْغُيُوبَ ۚ عَلَّمَ الْقُرْآنَ لَئِنْ لَمْ يَنْفَعِ الْإِنْسَانَ الْإِنشَاءُ لَوْلَا عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۚ لَئِنْ لَمْ يَنْفَعِ الْإِنْسَانَ الْإِنشَاءُ لَوْلَا عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۚ لَئِنْ لَمْ يَنْفَعِ الْإِنْسَانَ الْإِنشَاءُ لَوْلَا عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۚ

بعد اس کروت کے بقرا طبیعت نے ایک رکوٹ لی اور تجلم اس عقیدہ کو تسلیم کرنا چاہا کہ حضرت علی رضی حضرت ابوبکر رضی عنہما سے فضل تھے اور یہ حکم بھی صادر کیا کہ معاویہ بن سفیان کو جو کوئی اچھا کئے وہ واجب القتل ہے ہر حال یہ اسلامی حکومت جو درحقیقت مذہب اور اہل مذہب کے لیے بلا سے جان تھی ایسی ہی مشاغل میں کٹ گئی پیشوا مذہب تسلیم کرنا تو بڑی بات ہے آج تک شیعہ اور سنی دونوں اسلامی فرقے مامون الرشید کے ان چھپوے خیالات پر نفرت کرتے ہیں۔

مامون الرشید کے بعد خلق قرآن کے مسئلہ پر معتصم باللہ نے اور بھی زور دیا امام احمد بن حنبل پر مار پڑی اور بہت علماء اسلام بیدریغ طعنہ ننگ اجل کر دیے گئے معتصم کے بعد واثق باللہ بھی پوری روش پر چلا اسکے روبرو ایک مقدس شیخ الخلیفہ زنجیرون میں جکڑے حاضر کیے گئے جن پر یہی الزام تھا کہ قرآن کو مخلوق نہیں کہتے اس بزرگ نے دلیری کے ساتھ سوال کیا کہ کیا رسول اللہ اس عقیدے سے وقف تھے اور مسلمانوں کو اسکی تعلیم نہیں دی یا یہ کہ ان کو خود اس عقیدے سے واقفیت حاصل نہیں تھی؟ جواب دیا گیا کہ واقف ضرور تھے لیکن دوسروں کو تعلیم نہیں تھی اس جواب کو سن کے شیخ نے خلیفہ کو سمجھایا کہ جب پیغمبر علیہ السلام نے لوگوں کو تعلیم نہیں دی تو کیا انکو اتنی گنجائش نہیں ہے کہ سکوت کرو اور بندگان خدا کو یوں نہ ستاؤ۔

۱۲ ناپاک کو پاک کی نزدیکی سے کچھ نفع نہیں پہونچتا اور نہ پاک کو ناپاک کی نزدیکی سے کچھ ضرر پہونچتا ہے

بات معقول تھی اور واقعہ مامون کا ایسا جتنی نہ تھا اس لیے کلمہ حق نے اپنا اثر دکھایا اور خلق
 خدا اُس نصیبت سے چھوٹی جسمین برسوں مبتلا رکھی گئی تھی۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے
 کہ زوالِ دولِ اسلامیہ کا گہرا اثر مذہبِ اسلام پر بھی پڑ گیا لیکن یہ خیال حقیقت بنیاد
 ہے بعد خلافتِ راشدہ اکثر اسلامی حکومتیں جو دنیا میں قائم ہوئیں انکی بدولت مسلمانوں
 کو قومی اعزاز و مرحل تھا لیکن مذہب نے بمقابلہ نقصان کے اُن سے بہت کم فائدہ
 اٹھایا ہے۔ یہ دنیا دار فرمانِ روا جو شِ نفسانی میں عموماً بد اخلاقیوں کا ارتکاب کرتے رہے
 اور اُن میں بعضوں کو یہ شوق بھی دامگیر رہا کہ دنیاوی اغراض کو مذہبی پر ایہ میں پلکے
 رو برو پیش کریں اس سہیودہ پالیسی نے اُن لوگوں کو تو نیک نام نہیں کیا لیکن
 غیروں کی نگاہ میں مذہبِ اسلام کی بہت کچھ تحقیر ہوئی۔ اربابِ حکومت کی بد اخلاقیوں
 بوجہ اتحادِ مذہب عام مسلمانوں میں پھیل گئیں رفتہ رفتہ تمام قوم مذہبی روشن ضمیری
 کو چھوڑ بیٹھی اور اب اسلامی دنیا اُس رنگ میں ڈوبی نظر آرہی ہے جسکو دست
 و دشمن دونوں ناپسند کرتے ہیں۔ دولتِ عباسیہ کا عہد مسلمانوں کے اقبال کا زمانہ
 کہا جاتا ہے لیکن جو تاریخی تذکرہ تحریر کیا گیا اُسکو دیکھ کے ہر دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ خلفاء
 وقتِ مذہب پر کیسے ستم توڑ رہے تھے اور حق یہ ہے کہ علمائے باعمل کی جیسی پروری
 مامون کے زمانہ میں ہوئی اُسکا نشان بھی انگریزی حکومت میں دیکھا نہیں گیا اور
 یہ معصوم کی سی ایذا رسانیوں کا تذکرہ کسی شالیستہ گورنمنٹ کی نسبت اس دور میں
 سنا جاتا ہے۔ خاص وجہ ان خرابیوں کی یہ تھی کہ اگلے فرمانِ واؤن کی شخصی حکومت

اسلام پر زوال در دول اسلامی کی بنی اثری

اپنی کارروائیوں میں آزاد تھی اکثر وہ کافر مذہب کا پاس نہ تھا اگر اُسی کے ساتھ
 اپنے تئیں مستحق جانتے تھے کہ مذہب پر بھی فرمان روائی کریں اور اپنے خیال کے ساتھ
 کرہ شریعت کو گردش دیتے رہیں۔ حال کی شالستہ گورنمنٹ ہند فرمان روائی میں
 قانون عدالت کی پابند ہوا درہت بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ دنیاوی معاملات سے سروکار
 رکھتی ہے اور مذہب پر کسی قسم کی حکومت نہیں جتاتی۔ مغلی حکومت کا شمار اسلامی حکومتوں
 میں تھا جسکو مٹے ہوئے ایک صدی سے زیادہ زمانہ گزر گیا یہ سچ ہے کہ اُس کے ساتھ
 مسلمانوں کی دولت مند سی بھی ہندوستان سے رخصت ہوئی لیکن خدا کا شکر ہے کہ مذہب
 پر اُسکا کچھ بھی خراب اثر نہیں پڑا بلکہ اُس کے حق میں آزادی کی معتدل ہو زیادہ سازگار
 ثابت ہوئی۔ آج کل دیہ بدیہ مسائل شرعی کی اشاعت ہو رہی ہے دینیات کا علم ہر طرف
 پھیل رہا ہے پہلے اسلام کی خوبیوں کا اعتقاد زیادہ تر تقلیدی تھا اور اب وہ قلوب پر
 استدلالاً قبضہ کرنا جاتا ہے ذاتی طور پر انگریزی گورنمنٹ عیسائیوں کے فرقہ پرستوں
 میں شامل ہے لیکن بصیغہ ملک داری وہ جملہ مذاہب کی حمایت یکساں طور پر کرتی ہے یہ کسی
 بلند خیالی کی برکتیں ہیں کہ ہر فرقہ اپنے اعتقاد کی تائید میں آزادانہ تقریر و تحریر کا اُس حد
 تک مجاز ہے کہ دوسرے فرقوں کی ناجائز دل شکنی نہ ہو اور نظام امن میں فتنہ نہ پڑے
 بے تعصبی کی اس سے زیادہ کونسی دھچپ نظیر ہو سکتی ہے کہ خاص خطہ انگلستان میں
 لیورپول کے چند موروثی عیسائیوں نے اپنی روشن ضمیری سے اسلام قبول کیا
 لیکن حکومت کو اُنکے خیالات میں بھی دست اندازی کی رغبت پیدا نہیں ہوئی چنانچہ

ان سعادت مندوں کی جماعت روز بروز ترقی کر رہی ہے اور عجب نہیں کہ رفتہ رفتہ اسلام کی خوبیاں حق پسند انگلش قوم کے دلنشین ہوں اور انگلستان کی سرزمین جسطرح دنیاوی اقبال سے بہرہ مند ہے اسی طرح بہ توفیق الہی دینی دولت سے بھی مالا مال ہو جائے گا۔ اسلام کے بدخواہ سرسام خنداں سے متاثر ہو کر طرح طرح کی بیشین گویاں اُسکے انحطاط کی متعلق کر رہے ہیں اور غالباً انکے دماغ میں یہ خبط سا گیا ہے کہ دنیاوی تنزل کی خبریں مسلمانوں کو دینی ترقیات سے بھی روک دیں گی۔ لیکن ایسے دور اندیشوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسلامی جماعت کسی دنیاوی فائدہ کی امید میں مذہب اسلام کی پیروی نہیں ہے بلکہ وہ دنیا کی بے ثباتی و عبرت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے اور محض اعتقاد معاد نے منافع آخرت کے لیے اُسکو حضرت اسلام کا والد و شیدائے دیا ہے اور اسلامی حکومتیں مٹ جائیں تو قومی اعزاز یا مال حوادث ہو فلاں کی نکتہ بان شبینہ کا محتاج کرے لیکن جب تک دنیا میں بعد الموت بقائے روح کا عقیدہ موجود ہے اُسوقت تک اصلی اسلام کو لغزش نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر یہ عقیدہ فراموش ہو تو اسلام پر منحصر نہیں کرنا ارض سے تمام مذاہب مشہورہ کے پائوں اٹھ کر جائیں گے ایسا ایک زمانہ ضرور آنے والا ہے لیکن اُس دورہ فَلَکِی میں خود عالم حوادث بھی اپنی عمر طبعی کو پہنچ کے بستر موت پر سکیں گے لیتا اور لمبی لمبی سانس بھر کے دم توڑتا ہوگا۔

فائدہ

مدتوں کے بعد تجربہ نے آئینہ عقل پر پالش کی امن کی خوبیاں ارباب حکومت کے ذہن نشین ہوئیں حسن انتظام نے ذرائع سفر آسان کر دیے جسکی بدولت بنی نوع انسان کو یہ عمدہ موقع مل گیا کہ ہجمنوں سے تبادلہ خیالات کریں اور ایک دوسرے کے حقائق اعتقادی اور روش علمی پر مطلع ہو کے خود اپنے اعمال اور اعتقادات کا اُن سے مقابلہ کر سکیں۔ ان دنوں مذہبی مجالس میں یہ عام شکایت پھیلی ہوئی ہے کہ کلجنگ کے اثر سے اگلی نبدشیں ڈھیلی ہوتی جاتی ہیں لیکن درحقیقت کلجنگ بے قصور ہے عقلی جو دت آہستہ آہستہ اوہام و تعصب کو مٹاتی جاتی ہے اور اسی جو دت کی حمایت میں قانون عقلی اپنی علمداری بڑھا رہا ہے۔ یہ قانون بہت پُرانا ہے اور فطرت کے ساتھ عالم وجود میں آیا لیکن جہالت و تعصب دنیا میں اُسکے حریت بن گئے اور ان دنوں نے اُسکے نفاذ میں سخت مزاحمتیں پیدا کیں کبھی کبھی تو اُسکو اتنا حقیر کر دیا تھا کہ مسیحی درباروں میں آنے جانے کی بھی اجازت نہ تھی لیکن اب دول یورپ کی طرح اُس کا ستارہ اقبال بھی عروج پر ہے اپنے دشمنوں کو ہر قدم پر شکست دے رہا ہے وہ باوجود ایسی کامیابیوں کے خود بھی قانون الہی کا مستفید ہے لیکن انسانی دستکاریوں نے جو کچھ اضافہ کیا ہے اُسکا سخت دشمن ہے سادہ طبیعت پیروان ملت جتنا چاہیں سر دھنیں گردش فلکی کو گالیان دین مگر قانون عقلی کی فیروزمندی مصنوعی ضمیموں کو قانون الہی سے جدا کر دے گی اور اُسی کے ساتھ جب تک خود بے راہ نہ ہو سچے اور اصلی قانون الہی کے ساتھ ملے گی نیا دنیا کا قائم رہیں گی۔ اسلامی قانون حلقہ عقلی کا ایک چمکیلا دائرہ ہے قانون عقلی

عقل کی آویزش ساتھ اوہام و تعصب

مصنوعی ضوابط کے مٹانے میں کامیاب ہوا کرے لیکن قانون اسلام اُسکی نسبت برد
سے محفوظ ہر ملکہ سچ پوچھو تو اس عقلی دور میں اُسکا خدا و احسن اور بھی زیادہ پیار نظر
آتا ہوا اور اُسکے جمال با کمال کے نئے نئے شیدائی پیدا ہوتے جاتے ہیں۔
نہ کچھ شوخی چلی باد صبا کی بگڑنیں بھی لُف کی بنا کی

تنبیہ

برگزیدہ مسلمانوں کی التجا اپنے پروردگار سے یہ تھی۔ رَبَّنَا اِنَّا فِی الدُّنْیَا
حَسَنَةٌ وَّا فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقَدْ اَلَمْنَا لَكَ الْاَمْرَ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ کوع ۲۵)
اور راہ سے بھٹکی ہوئی جماعت کا تذکرہ قرآن پاک میں ان الفاظ کے ساتھ ہوا ہے۔
فَدَبَّبْ عَلَیْہُمْ الذَّلٰلَۃَ وَالْمَسْکِنَۃَ وَاَبَاقُ الْعَصَبِ مِّنَ اللّٰہِ — (پارہ ۱۵)
سورۃ البقرہ کوع ۷)

ہر دشمنندازہ کر سکتا ہے کہ افلاس کا دن کیسا تاریک اور محتاجی کی ات کتنی بھاری
ہوتی ہے چنانچہ بغرض تشکین ایسے کم نصیبوں کے جو بلاے افلاس میں مجبوراً پھنس
گئے ہوں پیغمبر علیہ السلام نے بار بار ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگوں کو حالت موجودہ پر صبر
کرنا چاہیے عادل بیدیل محرومی دنیا کے معاوضہ میں مانگو عالم علوی کی برکات سے

لے لے جائے پروردگار ہر کو دنیا میں برکت دے اور آخرت میں برکت دے اور ہر کو عذابِ آخرت سے بچا دے

لے آن پر دولت اور محتاجی چھا گئی اور خدا کے غضب کو کمال لے لے

حسانت دینیوں کی طلب

بہرہ مند کر گیا۔ افسوس ہر کہ پست خیال مسلمانوں نے اُس پاکیزہ دل ہی کی تعبیر غلط کی اور بدقسمتوں نے یہ معنی لگائے کہ خود اپنے ہاتھوں سے سامانِ افلاس کا مہیا کر لینا بھی ذریعہ حصولِ سعادتِ اخروی ہے۔ تاریخین شاہد ہیں کہ اگلے مسلمان تحصیلِ مال میں مساعی جمیلہ کو صرف کرتے تھے لیکن انکی دولت مند سی نفس پروری کے لیے نہ تھی بلکہ مسکینوں کی پرورش اور رفاهِ عام کے کاموں میں دینی و مسموبات کو بہ لوگ بیدریغ لگا دیتے تھے بے سمجھ دیکھنے والوں نے سمجھ لیا ہو کہ بھولے بھالے دولت مند گارھی لکائی کا ثمرہ برباد کر رہے ہیں لیکن درحقیقت وہ دورانِ نیش کفایت شعا تھے اپنا مال خدا کے خزانہ میں جمع کر گئے اور آج اُس دولت دنیا کی بدولت آسمانی بادشاہت میں چین کر رہے ہیں۔ عزیزو۔ سفیان ثوری کا نام اور انکے علم و کمال اور زہد و تقویٰ کی حکایتیں سننے سنی ہیں انکے مواظظہ دلپذیر کے یہ چند فقرے دیکھ لو اور اُن سے سبق حاصل کرو۔

حدیث

سفیان ثوری نے فرمایا کہ اگلے زمانہ میں مال کمزور سمجھا جاتا تھا مگر اب وہ مومنوں کی سپر ہے اگر دینار نہوں تو امر اسم لوگون کو حقیر سمجھیں پس جسکے پاس کچھ زہو چاہیے کہ اسکی

عَنْ سَفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ كَانَ لِمَالٍ فِيهَا مَضْرُوبَةٌ فَامَّا الْيَوْمَ فَهُوَ تَرَسُّ الْمُؤْمِنِ وَقَالَ لَوْلَا هَذِهِ الدَّنَا لَيَرْتَقِدُ لَبْنًا هُوَ كَلِّ الْمُلُوكُ وَقَالَ مَنْ كَانَ فِي يَدِهِ

مِنْ هَذَا شَيْءٌ فَلْيَصِلْهُ فَإِنَّهُ زَمَانٌ إِنْ
 اخْتَبَرَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ يَبْذُلُ دِينَهُ
 وَقَالَ الْخَلَّالُ لَا يَجْتَمِعُ السَّدَفُ
 (سرواہ فی شرح المسہ)

اصلاح کرے (یعنی بڑھائے اور حفاظت کرے)
 کیونکہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ ارباب احتیاج پہلے دین فشی
 کرتے ہیں۔ حلال مال کی یہ شان نہیں کہ بیہودہ
 خرچ کیا جائے۔

ناظرین رسالہ ہذا کو اگر مجاہد عظیمین شرکت کی عزت حاصل ہوئی ہو تو سوچ بتائیں کہ سولہ
 معمولی احکام شرعی اور اکثر کرم فقروں کے جن سے اختلاف کی آگ زیادہ بھڑک جائے
 کسی بزرگ نے مالی حالت کے متعلق بھی کوئی تقریر کی تھی غالباً اس سوال کا جواب
 یہی ہو گا کہ کبھی نہیں باشد و نادر۔ اس خصوص میں اگر مولانا سے نیاز مندانه شکایت
 کی جائے تو شکایت کرنے والے سے ایسے اُبھڑ پڑیں کہ اُس غریب کو اپنی جان چھوڑنا
 دشوار ہو۔ اگر عرض کرو حضور کو یہ غیظ و غضب کیوں ہو تو ارشاد ہو گا کہ ہم خدا والوں کی
 شان نہیں ہو کہ دنیاوی مصالح پر اپنی مقدس توجہ مبذول کریں۔ اب اُن سے کون
 پوچھے کہ آپ نیپال کی ترائی میں دورہ کرتے کیوں نہیں جاتے اور انھیں آباد اور
 زرخیز ممالک کو اپنے قدم سے ہر سال کیوں پامال کر رہے ہیں۔ غریب مسلمانوں نے
 جو کچھ نذر کیا اُس کا حساب تو دیجیے کہ کس قدر اشاعت دین میں صرف ہوا اور کس قدر
 جناب کے راحت پسند عیال چٹ کر گئے۔ **سفیان ثوری** زیادہ نہیں تو
 غالباً آپ کے برابر پرہیزگار رہے ہوں گے انکی شان میں ایسی ہدایت کیا بٹہ
 لگا جا آپ کے نقد تقویٰ کو لگ جاتا۔ بالفرض اگر کوئی قوی دل یہ لگتے ہوئے فقرے

اگر ارش کرے تو جواب سوال نذر و شدت غضب میں کوئی دقیقہ گزارش کرنے والے
 کی ذاتی تحقیر کا فروگداشت نہیں کیا جائے گا۔ اچھل اکثر اسلامی واعظوں کی یہی
 حالت رہا ہے۔ حتیٰ پرست عالم جو اسلامی روشن ضمیری سے بہرہ مند ہوں بہت
 تھوڑے سگئے ہیں اور خود غرضوں کے غوغائے بے معنی میں اُنکی آواز تک سُنائی
 نہیں دیتی۔ آپس کے جھگڑوں نے مسلمانوں کو تھکا دیا حکومت کا نشہ بھی کچھ رنگ
 لایا غرض کچھ ایسے سوئے کہ تن من کی مدد بدھ نہ رہی خدا سید احمد خان دہلوی کی
 قبر کو اپنی رحمتوں سے بھر دے وہ کسی طرح جاگ پڑے رو کے ڈپٹ کے چنچ کے چلا
 اور وں کو بھی جگانا چاہا سوئے والوں کو خیر خواہ اور بد خواہ کا امتیاز کب تھا مدہوشی
 کی حالت میں اُسی سچاے سے اُبھھ گئے عرصہ تک یہی مناشا ہوا کیا آخر سید مرحوم
 نے اگر بہتوں کو جگانا نہیں تو ہندوستانی مسلمانوں کو چوکا ضرور دیا لیکن ستم بالا ستم
 یہ ہو کہ ہمارے واعظ اب بھی کوشش کر رہے ہیں کہ جاگنے والوں کو سُلا میں اور سونے
 والوں کو قیامت تک اُٹھنے نہ دیں درحقیقت یہی طوفان بے امتیازی سخت دُعا
 ہوا اور اگر اُسکی بدولت تمام قوم غبارِ ادا بارین اٹ جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔
 دینی عقائد میں مسلمان انگریزوں کے خلاف ہیں اور بالیقین ہمارے عقائد
 مذہبی ایسے مستحکم اصول پر مبنی ہیں کہ ہم اُنکی کچی ہوئی طناب کو ایک اچھ بھبی ڈھیل نہیں
 کر سکتے لیکن دنیاوی تدبیروں میں اس دشمنند قوم کی تقلید نہ کرنا صرف حماقت نہیں
 بلکہ ایک طرح کی دیوانگی بھی ہے ایسے بہودہ خیالات کے نتائج ہم لوگ دیکھ رہے ہیں

انکشت گوشت اور سنت اور مسلمان حریت

اور اگر کاہلی اور ہٹ دھرمی کے یہی لیل و نہار رہے تو کوئی کیا کہے اُسکے کھٹے پھل
آئندہ نسلیں خود چکھ لیں گی۔ قوم کے لیے شرم کی بات ہو کہ اُسکے مورث کمالات
دنوی میں اُستاد زمانہ تھے اور اب اُنکو کسی دوسرے سے سبق لینے کی ضرورت
عارض ہو لیکن اس بد بختی میں بھی وہ خوش نصیب ہو کہ اُسکو انگلش نیشن کے روبرو
دست احتیاج دراز کرنا پڑا ہو۔

میں شنیدم ز مردم دانا گر تر ا بازمانہ فستد کار
ہمت از مردم کریم طلب خاک از تودہ کلان بردار

یہ ہنرمند قوم عیسائی مذہب رکھتی ہو اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہیں لکھا ہو اُس زمانہ میں
جبکہ جان کے لالے پڑ گئے تھے قدیم الاسلام مسلمانوں کو اُسی بادشاہ کے ظل طغیاء
میں پناہ ملی جو عیسوی المذہب تھا قرآن پاک میں عیسائیوں کا تعلق مسلمانوں کے
ساتھ ان خوشگوار لفظوں میں بیان کیا گیا ہو۔ وَلْتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةَ الَّذِينَ
آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ذَلِكَ يَأْتِيهِمْ فَيَقْسِيْنَ وَرَهْبَانَا
قَاتِلْهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ (پارہ ۶ سورۃ المائدہ رکوع ۱۱)

دشمنہ اصحاب رسول کے جیسے خیالات عیسائیوں کی نسبت تھے وہ
حدیث ذیل سے ظاہر ہوتے ہیں۔

۱۔ پیغمبر کو گونہ میں مودت اہل اسلام سے اُن لوگوں کو قریب پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں
یہ قرب مودت ایسے ہو کہ انہیں ہلکا و مشائخ ہیں اور یہ لوگ غرور نہیں کرتے ۱۲

حدیث

عن المستورد القرشي انه قال عند عمر بن
العاص رضي الله تعالى عنه سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول تقوم الساعة و
الروم اكثر الناس فقال له عمر وابصر ما
تقول قال اقول ما سمعت من رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال لئن قلت ذاك
ان فيهم لخصالا ادعانا هم لاحكم
الناس عند فتنة واسرعهم افاقة
بعد مصيبة واول شاكلهم كسرة
بعد فرة وخيرهم لمسكين وتبيد
ضعيف وخامسة حسنة جميلة وامنعهم
من ظلم الملوكة - (رواه مسلم)

مستورد قرشی کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن العاص کے
روبرو بیان کیا کہ رسول اللہ سے میں سنا ہوں کہ
قیامت سوقت قائم ہوگی کہ نصاریٰ سب لوگوں سے
زیادہ ہونگے عمر نے کہا دیکھو کیا کہتے ہو میں نے کہا کہ
وہ جی رسول اللہ سے سنا ہے تب عمر نے کہا کہ اگر تم
یہ کہتے ہو تو درحقیقت نصاریٰ چار صفتوں سے
متصف ہیں (۱) مصیبت کے وقت بڑے بردبار
ہیں۔ (۲) مصیبت کے بعد سب زیادہ جلد ہوشیار
ہو جاتے ہیں۔ (۳) بھاگنے کے بعد سب پہلے
پھر حملہ کرتے ہیں۔ (۴) مسکین یتیم و ضعیف کے لیے
دوسرے بہترین اور پانچویں بڑی عمدہ صفت یہ ہے
کہ سب زیادہ بادشاہوں کے ظلم کو دیکھتے ہیں۔

جس قوم کے یہ صفات ہیں اور جسکی شقیقتیں پہلے بھی ہم پر مبذول ہو چکی ہیں انکے بہتر دنیا میں
کون قوم ہر جسکو ہم اپنا استاد بنائیں اور اسکے ساتھ نیاز مند نہ روا بط بڑھائیں۔ ہمارے یہ
پُرانے دوست قبل اسکے بزرگان اسلام کی تربیت میں علمی اور اخلاقی فائزے اٹھا چکے ہیں

اسی لیے اُنکا فرض ہے کہ مصیبت کے دنوں میں ہماری دستگیری کریں اور جس طرح کہیں مسلمانوں کی تعلیم سے خود بہرہ مند ہوئے تھے اب اپنی تعلیم سے مسلمانوں کو بہرہ مند کریں۔
 مدین گذرین کہ نیک خیال انگریزوں نے اپنا دامن تربیت بگڑے ہوئے خاندان کے لیے دراز کر دیا لیکن خود مسلمان اُنکی تربیت سے بھڑکتے رہے اور مانوس اُسوقت ہو جبکہ دُور چلنے کی ضرورت لاحق ہوئی لیکن دُور ناکسا وہ تو دھیمی چال بھی ٹھیلنے اور ڈھیلنے سے چلتے ہیں۔ **دوستو** غیرت کو کام میں لاؤ ہمت کا پٹو کا بانڈھ لو اور دنیا کو دکھا دو کہ ہماری رگوں میں اپنے بزرگوں کا مقدس خون اتنا بڑا ہے اور ہم اپنی کھوئی ہوئی دولت علم و ہنر کو اپنی کوششوں سے پھر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

تنبیہ

حدیثوں سے پتا چلتا ہے کہ ایک دن آنے والا ہے کہ اسلامی جماعتیں ٹوٹ جائیں گی حکومتیں یا مال حوادث ہوں اور اسلام کی برکتیں جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں سمٹ کے طرف حرمین کے عود کر جائیں۔

حدیث

عبداللہ بن عمر سے روایت ہوا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام شروع ہوا غریب و بخل پھر غریب

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان لا اسلام بد غریبا و سیمود غریبا

اسلام کا آخر انجام دنیا میں

ہو جائیگا جیسا کہ شریعہ میں تھا اور ستم کے درمیان دو
مسجدوں (مدینہ و مکہ) کے آجائے گا جیسا کہ سانپ
ستم کے اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

کما بدم وهو یارزین
المسجدین کما تارر الحیة
فی حجرها۔ (رواہ مسلم)

خبر ہے کہ عراق و شام و مصر سے جو نقد و جنس حجازیوں کو ملتی ہے اس کا سد باب ہو جائے گا۔
اور آخر مومنین صادقین کو وہی نصیب تین برداشت کرنی پڑے گی جب تک تحمل ابتدائے زمانہ میں
پیروان اسلام کر چکے ہوں۔

حدیث

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ عراق کا ملک اپنے درم قفیز زوکیگا اور شام
کا ملک اپنے مہی اور دینار کو زوکیگا اور مصر کا ملک اپنے
ارڈ اور دینار کو زوکیگا (قفیز اور مہی غلہ کے پیمانے
ہیں اور ڈ بھی ۶۴ سیر کا ایک تانہ ہے) اور ہو جائے گا
جیسے آگے تھے اور ہو جائے گا تم جیسے آگے تھے اور
ہو جائے گا تم جیسے آگے تھے گواہی دیتا ہوں اس پر
گواہی دیتا ہوں ابی ہریرہ کا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم منعت العراق درہمًا وقضیًا
ومنعت الشام دینارًا ودینارًا ومنعت
المصر اردبًا ودینارًا وعدتم
من حیث بداتم وعدتم من
حیث بداتم وعدتم من حیث
بداتم شہد علی ذلک لحم ابیہرۃ
ودمہ۔ (رواہ مسلم)

ہر ذی عقل انسان جانتا ہے کہ ایک دن اس کو مرنا اور حسرت و افسوس کے ساتھ اس سرے فانی کا

چھوڑنا ضرور ہو لیکن مرتے مرتے یہ تمنا دل سے نہیں جاتی کہ اندک ہملت مزید ملے اور
چغتستان حیات میں کچھ اور سیر و تماشا دیکھ لیں۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ مریض سخت خطر میں پڑ گیا
عزیزوں نے اُسکی زندگانی سے امید قطع کر لی لیکن ایسی ناامیدی کی حالت میں بتائیں کہ
کوئی تدبیر کارگر ہوئی اور بیمار بستر مرگ سے اٹھ کھڑا ہوا پس مقتضائے عقل نہیں ہے کہ ہلکے
مایوس ہو کے پہلے ہی سے تسلیم کر لیں کہ وقت موعود آگیا اور مسلمانوں کے لیے ایسی شغل
بے شغلی بس ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے فنا سے عالم کا انتظار کریں۔ (س) قرآن کو تو
مشہور و قریبائے اسلام بالاتفاق کتاب الہی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ہر فرقہ مجموعہ احادیث کو
جو اُسکے پاس ہے خالص ذخیرہ ہدایات نبوی کا بیان کرتا ہے۔ پس آزاد طالب حق متحیر ہے کہ
کہ کس مجموعہ کو اپنے اعتقاد میں دعویٰ عملی رہنمائی کے لیے منتخب کرے۔ (ج) بعد اقرض
عہد خلافت راشدہ اور دولت بنی امیہ کے جبکہ اختلاف نے دائرہ اسلام میں چند مضبوط
قلعے بنالیے تھے کتب حدیث کی تالیف شروع ہوئی اور ظاہر ہے کہ اس عرصہ متدین
اکتفی جھوٹی حدیثیں اپنے خیال کی تائید میں بنائی گئیں اور کتنی سچی حدیثیں صفحہ خاطر سے
محو ہو گئی ہوں گی بہر حال بلند خیال مسلمانوں نے خدا انکو جو برے خیر سے (کوششیں کیں
سبھی حدیثوں کو چھانٹ کے الگ کیا اور لحاظ ضعف اور قوت روایت کے اُنکے مدارج
بھی لکھ دیے اس چھان بین کا یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ دنیا کی روایتوں میں حدیث کی روایتیں
اعتبار کے پایہ بلند پر پہنچ گئیں اور آئندہ کے لیے دروازہ وضع احادیث کا بند ہو گیا
یہ سب کچھ ہوا مگر پھر بھی کہنا مشکل ہے کہ یہ چین کا نمٹوں سے پاک اور یمن کھٹے پھلوں سے

خالی ہے۔ انتخاب کرنے والی جماعتیں مختلف خیال اور جداگانہ مذاق کے ساتھ میدانِ لیپٹ میں آئی تھیں انکے ممبروں نے بے پروائی سے یا بالقصد والا اختیار جو کچھ اچھی یا بُری کارروائیاں کی ہوں انکو خداوندِ عالم الاسرار جانتا ہے لیکن اُن لوگوں نے اپنے عقائد کے لیے ایسے مضبوط احاطے جو سد سکندر سے ٹکر لڑائیں بنا دیے کہ توڑے نہیں ٹوٹتے اور نہ انکے خلاف رفاہِ میشن کی کوئی کوشش پھڑپھڑے ہوئے بھائیوں کو پھرلا سکتی۔

پیشوایانِ ملت جو ان احاطوں کے پاس بانہن کسی بندہ خدا کو اپنے محدود دائرہ سے نکلنے کی کب صلاح دینے لگے لیکن آزاد طالبِ حق عقل و انصاف کی رہنمائی سے پھر بھی ایک استہ جسکی تصریح ذیل میں کی جاتی ہے اختیار کر سکتا ہے۔ یہ راستہ تعصب و عناد کے فراز و نشیب کے پاک ہے اور جہانتک غور کیا جاتا ہے رہروانِ حقیقت کو بے خطر منزلِ مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔

قرآن پاک کی سید کتابِ گنجینہ انصاح ہے اُس میں صرف نصیحتیں نہیں ہیں بلکہ نصیحتوں کی توثیق بھی اہم سابقہ کی حکایات سے کی گئی ہے۔ ان حکایات کو دیکھیے تو وہ بار بار معرضِ بیان میں آئی ہیں پس اس وسعتِ بیان پر نظر کر کے عقل سلیم جو تعلیمِ الہی کی عظمت کرتی ہو کبھی باور نہیں کر سکتی کہ خدا کی کتاب میں تکرارِ قصص کو تو گنجائش مل گئی مگر ضروری سلسلہ اعتقادات جن پر مدارِ نجات تھا نا کمل رہ گیا الغرض اسلامی معتقدات جن پر نجاتِ اخروی کا مدار ہے صرف اُسی قدر ہیں جو قرآن پاک میں بیان کر دیے گئے اور حق یہ ہے کہ بیاناتِ مجمل کی تفصیل اور بیاناتِ مبہم کی توضیح بھی امرِ زائد ہے جو لوگ تفصیل و توضیح کی جرات نہیں کرتے

وہ باادب و فرزندان اسلام ہیں اور جو لوگ بضرورت اسکی جرأت کرتے ہیں انکی سعادت مندان
 بھی لائق تحسین ہیں لیکن دوست اور دشمن دونوں کو باور کرنا چاہیے کہ ایسی جستجو کی محرک
 و حقیقت مسلمانوں کی عقلی جدوت ہر اور مذہب اسلام نتائج تحصیلہ کے خطا و صواب کا ذمہ دار
 نہیں ہر اعتقادی مرحلہ جب سطح محدود کر لیا جائے تو اب ضوابط عبادات و معاملات کا اختلا
 پیش نظر آجاتا ہے لیکن مشہور مجموعہ عہدہ ای احادیث میں جو ضابطہ نشان دیا گیا ہے انکو آئندہ ان
 اسلام نے اپنے قبضے میں مستنبط کیا ہے ان کا حاصل یہی ہے کہ بندگان خدا اپنے خالق کے حضور
 میں وہ نیاز مندان پیش کریں جنکی طرف قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے اور ان کا تمدن مجاہد خلق
 سے بہرہ مند اور شرور نفسانی سے پاک ہے۔ پس طالبان حق نیک نیتی کے ساتھ ہر تحریک
 اپنے کائنات کے جس ضابطہ پر منجملہ ان اسلامی ضوابط کے کار بند ہوں منزل مقصود
 تک پہنچنے کے خدا نے چاہا تو سب کے سب نعمت جنت کا استفادہ کریں گے۔ (س)
 تیرہ صدیوں کے عرصہ میں دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا اور بعض شرعی احکام حالت موجودہ
 کے مناسب پائے نہیں جاتے اور یہ بھی ایک وجہ مسلمانوں کے تنزل قومی کی ہے۔ (ج)
 اعتقادات اور عبادات کے احکام و نیز وہ مسائل جو حلت حرمت آداب و اخلاق کے
 ساتھ تعلق رکھتے ہیں ہرگز حسن تمدن کے خلاف نہیں ہیں باقی ہے وہ احکام جو محض
 دنیاوی معاملات سے متعلق ہیں ان میں اکثر ان کی بنیاد اوپر سے فقہاء اور فیصلہ جات
 انصاف اسلام کے ہے۔ ان بزرگوں نے نیک نیتی کے ساتھ موافق حالت زمانے کے
 اپنی رسلے ظاہر کی تھی اب اگر ذی علم و راست بار عقل اسے اہل اسلام موافق حالت اپنے

معاملات دنیا اور بعض احکام شرعی

زمانہ کے سابقین کی رے میں ترمیم کریں تو بوجہ اس دست اندازی کے اُن پر لازمِ خلافت درزی احکام اسی عائد نہیں ہو سکتا۔ ہاں جن دنیاوی معاملات کے متعلق کوئی صحیح حدیث مروی ہو اسکا ادب ہر صادق الایمان پر واجب اور لازم ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہادی علیہ السلام کی حکیمانہ رے نے اپنے تابعین کو ایک موقع وسعت خود دیدیا ہے۔

حدیث

طلحہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگوں پر گدڑا جو کچھ کے درختوں کے اوپر تھے آپؐ فرمایا یہ لوگ کیا کرتے ہیں لوگوں نے عرض کیا بیوقوف لگاتے ہیں یعنی زکوٰۃ دین رکھتے ہیں گاہے ہو جاتی ہے آپؐ فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ اس کاوائی میں کوئی فائدہ نہیں ہے خبر اُن لوگوں کو پہنچا دو اور اُنھوں نے بیوقوف بنا چھوڑ دیا ابوہریرہؓ نے جواب دیا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کا روائی میں اُن لوگوں کو فائدہ ہے تو اسکو عمل میں لائیں میں نے تو ایک خیال ظاہر کیا تھا اب میں اس سے خیال چھپے مواخذہ نہ کر لیکن جب میں اس کی طرف سے کوئی

عن طلحہ قَالَ مَرَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْمٍ عَلَى رُءُوسِ الشَّجَرِ فَقَالَ لَا يَصْنَعُوا هَؤُلَاءِ فَقَالُوا يَلْقَوْنَهُ يَحِبُّوْنَ الذِّكْرَ فِي الْأُنْتَى فَنَلَقْنَاهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَظُنُّ عِجْزِي ذَلِكَ شَيْئًا قَالَ فَاحْذَرُوا ذَلِكَ فَذَرَكُوهُ فَاحْذَرُوا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَقَالَ إِنْ كَانَ يَنْفَعُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَصْنَعُوهُ فَلَا يَنْفَعُنِي إِحْمَاطُنْتُ فَلَمَّا فَسَلَا سَوَّأْتُ خَدَّيْنِي بِالظَّنِّ وَلَكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ اللَّهِ

شیثاً فَنُزِّلُ بِهِ فَايُّ لَنْ لَكُذِّبَ عَلَى اللَّهِ
 عَزَّوَجَلَّ (رواہ مسلم)

کوئی حکم بیان کروں تو اُس پر عمل کرو کیونکہ میں
 اس پر جھوٹ بولنے والا نہیں ہوں۔

(س) اعتقادِ مسئلہ تقدیر نے مسلمانوں کو کابل بنادیا ہوا روہ سمجھے ہوئے ہیں کہ جو کچھ ہو گیا
 ہوا سکا تعین ہمارے وجود سے پہلے ہو چکا ہوا اور اب اُسکے خلاف کوئی کوشش کامیاب
 نہیں ہو سکتی۔ (ح) پولوس مقدس نے رومیوں کے موسومہ خطا باب میں مسئلہ
 تقدیر کی تشریح کی ہے جسکے چند فقرے اس موقع میں نقل کیے جاتے ہیں۔ اے آدمی تو کون
 ہے کہ خدا سے تکرار کرتا ہے کیا کاریگری کا گریس سے کہہ سکتی ہے کہ تو نے مجھے ایسا کیوں بنایا کیا

اکھا رکاشی پر اختیار نہیں ہے کہ ایک ہی لونے میں سے ایک بہ تن عزت کا اور دوسرا
 بے عزتی کا بنائے؟ عیسائیوں کی روز افزون ترقیاں تمام دنیا مشاہدہ کر رہی ہے پس
 اگر اعتقادی مسئلہ تقدیر ہارج دنیاوی ترقیات کا ہوتا تو پولوس مقدس کے معتقدوں کو یہ
 اچھے دن کیوں نصیب ہوئے۔ یہ تقریر الزامی ہوا و مسئلہ تقدیر ایسا اہم ہے کہ اُسکے نسبت تحقیقی
 رے ظاہر کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے چنانچہ میں اُسکی تشریح اپنے خیال کے موافق کروں گا
 لیکن قبل ازیں کہ نفس مسئلہ پر اظہارِ رائے کی نوبت آئے چند مقدمات کا ذہن نشین
 کر لینا ضروری ہے۔

مقدمہ (۱)

یوں تو مسلمانوں میں اختلاف کی بنیاد بروز وفاتِ پیغمبر علیہ السلام پڑ گئی لیکن ابھی

بعض متعلقہ مسئلہ تقدیر

ان اختلافات نے تبلیغی شکل اختیار نہیں کی تھی کہ واصل ابن عطا نے ایک اعتقادی مسئلہ میں
حسن بصری سے اختلاف کیا اور ان کی مجلس سے اعتزال (کنارہ) کر کے اپنی جماعت بٹھانی
شروع کر دی۔ واصل آزاد طبیعت رکھتا تھا عقائد اسلامی میں اس کی موٹنگافیان پہلک کو
دبچپ نظر آئیں اس لیے اس کے معتقدوں کا گروہ جسے اُس کے مخالف معتزلہ کہتے ہیں روز بروز
بڑھتا گیا۔ اس فرقہ کے معتقدات میں فلسفہ کا رنگ لیے ہوئے عقلی جودت موجود تھی
اُس نے بڑے بڑے متبحر عالم صاحب تصنیف پیدا کیے لیکن معلوم نہیں کہ بعد فروغ اس فرقہ کو
ایسا انحطاط کیوں ہو گیا کہ اب اُس کے پیرو اسلامی دنیا میں شاذ و نادر پائے جاتے ہیں فرقہ معتزلہ
کی دیکھا دیکھی دوسروں نے بھی عقل کی خردہ بین سے اعتقادات کی جانچ شروع کی کچھ
دنوں کے بعد طبع آزمائی کے لیے یونانی فلسفہ آکیات اور طبیعیات کا پستارہ لیے بغداد
میں پہونچ گیا پھر تو مسلمانوں نے اُس کی دھجیان اُس کی مقراض سے اڑا دین مگر اپنی قبائون
میں بھی اُس کے خوشنما کلموں کے حاشیے اور گوٹ لگا لیے۔ الغرض اس شکل سے موجود
علم کلام وجود میں آیا جو منقولات کا پہلو لیے ہوئے درحقیقت ایک طرح کا عقلی فلسفہ ہے۔
ہر گاہ زمانہ کی حالت مقتضی تھی کہ علم کلام کی ایجاد بغرض تائید اسلام کی جائے اس لیے
دشمند مسلمانوں نے اُس کی تالیف میں عرق ریزیاں کیں اور دنیا کو دکھا دیا کہ عقلی جانچ
میں بھی اُس کے معتقدات کامل العیار ہیں مگر اس پسندیدہ کاروائی کے ساتھ یہ خرابی بھی پیدا
ہو گئی کہ مسلمانوں نے تائیدی عجتوں کے نتائج کو مذہبی معتقدات میں شامل کر دیا جسکی
بنیاد پر گروہ بندیان ہوئیں اور اب ہر گروہ اُس نتیجہ سے تجا و زکر ناگوار انہیں کرا جسکو

اُسکے علمائے سلف نے اخذ کیا تھا لیکن حق یہ ہے کہ عقلی میدان اب تک کھلا ہوا اور ہر دانشمند کو یہ حق حاصل ہے کہ بقوت استدلال کوئی دوسرا نتیجہ اخذ کرے اور اس کو بتائے عقائد قرآنی کام میں لائے۔

مقدمہ (۲)

عقل کی بلند پروازیان ہر چند لائق حیرت ہیں لیکن خدا کی ذات و صفات اور اُسکے رموز قدرت کا ٹھیک ٹھیک معلوم کر لینا ادراکی طاقت سے باہر ہے دنیا میں نگہبازوں کا فرق اہل بصر پر پوشیدہ نہیں ہے لیکن کورما درزا دیکھانے سے بھی اُس فرق کو نہیں دیکھ سکتے۔ ایسا طرح جس بادیہ نشین نے فوٹو گراف کا آلہ نہیں دیکھا اور نہ اُس کے دکش ترانے سُنے ہیں وہ کبھی باور نہ کرے گا کہ انسانی صوت و صدا اس طور محفوظ کی جاسکتی ہے کہ جب چاہو سُن لو۔ پس جب انسانی صنعتوں کے سمجھنے میں یہ دقیقین بیش آتی ہیں تو واجب الوجود کی ذات و صفات اور اُسکے کارخانہ قدرت کے اسرار تک اگر انسان ضعیف البیان کی عقل نہیں پہنچتی تو اُس پر کسی دانشمند کو کیون تعجب ہو خدا کی ہدایت اور عقل کی رہنمائی سے جس قدر پتہ چل گیا وہ انسان کے لیے بے غور ہے لیکن اُس سے زیادہ ترقی کی تمنا ایک ایسی ہوس ہے جو شاید پوری نہیں ہو سکتی۔ الغرض میدان تنگ ہے اور قوت طبعی کے دکھانے والے صرف حلقہ محدود کے اندر دوڑ دھوپ کر سکتے ہیں۔

مستمرہ (۳)

مسئلہ تقدیر ایسا پیچیدہ ہے کہ فہم انسانی اُسکے بار دقائِق کو بشکل اٹھا سکتی تھی ایسیلئے پیغمبر علیہ السلام نے مسلمانوں کو اُس کی بحث کرنے کی ممانعت فرمائی کون نہیں جانتا کہ دائرہ حکم سے باہر جانا خلاف شان اطاعت ہے لیکن مخالفوں کے حملے نے ہم مسلمانوں کو مجبور کر دیا ہے کہ میدان بحث میں آکر دفاعی کارروائی عمل میں لائیں۔

مستمرہ (۴)

کارگاہ عالم میں جو نیک بے اعمال ہوئے ہیں اُنکے ساتھ علم حق۔ ارادہ الہی ارادہ انسانی۔ فعل۔ خلق مراد۔ فضل خدا کے تعلقات ہیں اور انہیں تعلقات کے سمجھ لینے سے معلوم ہوگا کہ مسئلہ جزا و سزا کون عا دلانہ اصول پر مبنی ہے اور اپنے افعال کے برتنے میں انسان مجبور ہے یا مختار۔

علم حق

علم حق

عالم کائنات میں جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے ان سب پر خدا کا علم ازلی حاوی ہے کیونکہ عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایسا قادر تو ناجو دوسروں کو دولتِ علم سے بہرہ مند کرتا ہے جو اپنے ملک کے گزے اور آنے والے واقعات سے لاعلم ہو اور کساد امان کی

کلمہ بیش معائب جہل سے آلودہ پایا جائے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَحَدَّثَهُ مَقَاتِلُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا الْأَهْوَاءُ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ رَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبْلَ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَأْسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝** (پارہ ۷ سورہ الغام رکوع ۶)

امام رازی فرماتے ہیں کہ اقرب بالصواب یہ ہے کہ کتاب مبین سے خدا کا علم مراد ہے لیکن بعضوں کا خیال ہے کہ اس لفظ سے لوح محفوظ مقصود ہے جسکی تعبیر ام الکتاب سے بھی ہوئی ہے اور جسکو پروردگار نے قبل تخلیق عالم اسیلے مرتب کیا ہے کہ نفاذ علم الہی پر ملائکہ آسمان مطلع ہوں اور جوش عقیدت کے ساتھ اسکی تقدیس کیا کریں۔ باوجود اسی وسعت کے یہ علم اُن افعال کی علت تامہ یا ناقصہ نہیں ہے جو ٹھیک علمی ازلی کو موانعی عالم ظہور میں آتے ہوتے ہیں۔ کتاب طبقات معتزلہ میں ابن عمر سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے

حدیث

حدیثی ابی عمرو بن الخطاب ان سمع	مجھے کہا میرے باپ نے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا ہوں کہ رسول اللہ فرماتے تھے
---------------------------------	--

خدا کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جسکو سوائے اسکے اور کوئی نہیں جانتا وہ جانتا ہے اُن چیزوں کو جو خشکی اور تری میں ہیں اور کوئی پتہ نہیں گزرتا مگر اسکو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں کا دانہ اور درخت

علم الله فيكم كمثل السماء اظلمتكم
 والارض الذي اظلمتكم فكم لا
 تستطيعون الخروج من السماء
 والارض فكن لك لا تستطيعون
 ان يخرج من علم الله تعالى وكما لا تخلمك السماء الارض
 على الذنوب فكن لك لا يحلمك علم الله تعالى عليه
 (تفسير تحت آية ان الذين كفروا سواهم
 ولانظروا ام لا يتبينون)

یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس سے یہ معقول نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ علم الہی ہر چند ممکنات پر حاوی ہے
 لیکن وہ علت افعال قبیحہ نہیں کہا جاسکتا۔ مجھکو حیرت ہے کہ امام رازی نے اس تفرقہ کو نظر انداز
 کیا اور حدیث کے مضمون پر تعارض کی تہمت لگا دی لیکن الحمد للہ کہ دوسرے اسلامی فلسفی
 خواجہ نصیر الدین طوسی عمر خیام کے جواب میں اس تفرقہ کی طرف ایسا کرتے ہیں۔

علم ازلی علت عصیان کردن پیش عقل از غایت اجل بود

دلیل اس لئے کی یہ ہے کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ خدا کا علم اس طور پر حاوی نہیں ہے تو بھی
 افعال کا سلسلہ وقوعی جیسا کہ جاری ہے عہت لاً جاری رہیگا اور اگر علت کا تعلق درمیان
 میں ہو تو غیر ممکن ہے کہ بغرض تصور علم کے بقائے سلسلہ افعال کو کوئی دانشمند باور کر سکے۔
 مثال اسکی دنیا میں یہ ہے کہ تینے کسی شخص کے قیافہ یا اسکے گذشتہ کردار خواہ طرز عمل سے

قیاس کر لیا کہ وہ آئندہ ارتکاب سرقر کر گیا پھر جیسا کہ تمہارا قیاس تھا اُسے جرم مذکور کا ارتکاب کیا ایسی حالت میں ہر کس و ناکس تمہاری فطانت اور ذہانت کی داد دیگا لیکن کیا دنیا میں ایسے بیوقوف بھی موجود ہیں جو مکمل الزام دین کہ اس جرم کا ارتکاب تمہارے علم اور قیاس کی تحریک سے ہوا ہے۔ (س) علم باری علت نہو لیکن جب خدا جانتا تھا کہ کون شخص ارتکاب افعال قبیحہ کر گیا تو اس نے ایسے کبخت کو پسند ہی کیوں کیا۔ (ج) جو مالک الملک اپنے نفاذ قدرت میں آزاد ہو اُس پر اعتراض جانا کہ اُسے ہمارے خیال کے موافق کارروائی تخلیق کیوں نہیں کی داخل حماقت ہو لیکن یہ پتہ لگانا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہو دائرہ انصاف سے باہر ہو یا نہیں ایک عاقلانہ تفتیش ہو اور بندگان خدا کو حق ہو کہ قاضی محشر کی صفت معدلت کو قبل اسکے جان لین کہ خود انکا مقدمہ اُس کے دربار عظمت میں پیش ہو۔ چنانچہ میری بحث کا مقصود صرف اسی قدر ہے کہ اپنے پروردگار کی شان معدلت کو ظاہر کروں جیسا کہ اُس نے خود فرمایا ہے۔

مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ

(بارہ-۲۴- سورہ حم السجده رکوع ۶)

لِلْعَبِيدِ

۱۔ جو نیک عمل کرتا ہو اُس کا فائدہ خود اُس کے لیے ہو اور جو بُرا کرتا ہو اُس کا وبال اُسی پر ہو اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور بعضوں کا یہ خیال ہے کہ ملک غیر میں تصرف کرنا ظلم ہے اور ہر گاہ عالم کا نشانہ صوبہ خدا ہی کا ہے تو وہ اُس کے ساتھ جو عمل کرے اُس کو ظلم قرار نہیں دے سکتے لیکن میں کہتا ہوں کہ ظلم کے معنی جو کچھ ٹھہرا لو مگر خدا کی نشان نہیں ہے کہ وہ عذر کرنے والوں کو اس ہیبت ناک تقریر سے سکت کرے کہ چار ہی قوت کا کوئی مقابل نہیں ہے اور ہمیں خالق کل ہیں اسیلے جسکو چاہتے ہیں بے قصور جہنم میں جلاتے ہیں اور جسکو چاہتے ہیں جہنم میں جنت میں بسلتے ہیں اور اگر یہی جواب کافی ہو تو مصلحتاً ان پاک مین کیوں عمل پر در عذاب و ثواب بیان کیا جاتا ۱۲

ارادہ الہی

ارادہ الہی

ارادہ کے معنی خواہش کے ہیں اب اس لفظ سے اگر خدا کی رضا مقصود ہو تو کون ذی ہوش کہہ سکتا ہے کہ اُسکی پاک خواہش اور مقدس رضا ایسے رذیل درجہ پر تنزل کر سکتی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے افعال قبیحہ یا اُسکے ارتکاب پر ایک منٹ کے لیے بھی رضامند ہو۔ **قالَ اللہ تعالیٰ وَلَا یُکْرِضُنِیْ یَعِیْسَ ۚ وَ اَلْکُفْرَ ۚ** (بارہ ۲۳۔ سورۃ الزمر۔ رکوع ۱)۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لَیْعَبُدُونِ (بارہ ۲۴۔ سورۃ الذریت ۴۳) اور اگر اس لفظ سے قصد تکوین مراد ہو تو عقلاً صرف یہی ایک خیال قرین صواب ہے کہ وہ ذات پاک باوجود وسعت اقتدار اپنے قصد کو افعال عباد کے ساتھ خلط ملط ہونے نہیں دیتی کیونکہ وہ جس فعل کا ارادہ کر لے غیر ممکن ہے کہ اُسکے خلاف جلوہ ظہور میں آئے اور اگر وہ ایسے ارادے کو کام میں لائے تو پھر کوئی عزت ثواب کیوں پائے یا ذلت عقاب کیوں اٹھائے۔ بے خدمت انعام سے بہرہ مند کر دینا شک نہیں کہ فیاضی کا کام ہے لیکن خود اپنے ارادے سے بچے کام لینا اور کسی بے اختیار پر الزام لگا دینا محاسن اخلاق سے بعید اور شان معدلت سے منزوں دور ہے حالانکہ خداوند عالم خود

لے خدا اپنے بندوں کا کفر پسند نہیں کرتا ۱۲

لے ہننے آدمیوں کو اور جنوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ مری عبادت کریں ۱۲

ارشاد فرماتا ہے۔ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَتْلُوهَا عَلَيْكَ يَا حَقُّقُ طَوْعًا أَوْ كَرْهًا
ظُلُمَ الْعَالَمِينَ (پارہ ۴۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۱)

اقام ظلم میں ایک یہ ہو کہ خود پروردگار اپنے بندوں کو ستائے دوسرا وہ ظلم ہی جسے
بندے بوجہ ارتکاب معاصی پر ہی اوپر اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ تیسرا وہ ظلم ہی
جو ایک مخلوق دوسرے تمجس یا غیر تمجس پر کرتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں لفظ ظلم
بشکل نکرہ تحت نفی واقع ہے اس لیے صاف و صریح اُسکے معنی پیدا ہوئے کہ خداوند خدا
ان اقسامِ ظلم میں کسی قسم کے ظلم کا ارادہ نہیں کرتا ہے جو بزرگوار اس پر اس کے
خلاف صدور افعال نیک بد کا ارادہ کرنے والا خدا ہی کو سمجھتے ہیں اُنکی نیک نیتی
پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دیگر آیات قرآنی کے معنی لگانے
میں اُنکو دھوکا ہوا اسیلے اُنکے پائون اعتقادِ جبر کے دَلدَل میں پھنس گئے چنانچہ ہم
تین آیتوں کی تشریح کرتے ہیں جو زیادہ تر اہم خیال کی گئی ہیں **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى**
خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَهُم عَذَابٌ
عَظِيمٌ (پارہ ۱۔ سورہ البقرہ رکوع ۱)

خداوند عالم نے اپنے مقاصد کو انھیں الفاظ میں ادا کیا ہے جسکے ذریعہ سے انسان اپنے
مافی الضمیر کا اظہار کیا کرتا ہے۔ اب دیکھیے کہ کبھی ہم ہر اسیلے لگاتے ہیں کہ جس ظرف پر

۱۔ پیغمبرِ خدا کی نشانیاں ہیں جنکو ہم پر مہر لگواتے ہیں پروردگار اہل عالم پر کیلئے کے ظلم کا ارادہ نہیں کرتا ۱۲

۲۔ اُنکے دلوں پر اور کانوں پر بندنے مہر لگادی ہوا اُنکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا اور اُنکے لیے برا عذاب ہے ۱۲

وہ لگائی گئی اُسین سے کوئی چیز نکالی نہ جائے اور نہ دوسری چیز اُسین شامل ہو سکے
مگر کافروں کے قلب اور کان پر اس غرض سے مہر لگائی نہیں گئی ہے کہ ان کا ایمان نہ ہو
مگر اُن کے قلب میں تو سیکڑوں باتیں غلط کر رہی ہیں اور ہزاروں طرح کی آوازیں اُن کے
کانوں میں پہنچتی رہتی ہیں پس اگر مہر حفاظت لگائی گئی ہوتی تو ایسے داخل کو بھی گنجائش
نہ ملتی ہاں کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ یہ مہر صرف واسطے روک ایمان کے لگائی گئی ہے۔
لیکن میں کہوں گا کہ الفاظ میں تو کوئی ایسی تخصیص نہیں ہے اور جب بتائید قرائن دیگر تفسیر
کرنا ہے تو قرینہ عقلی کیون کام میں نہ لایا جائے جو خدا کی برات اسطرح کے جوہر سے کرتا
ہے۔ پھر کبھی باغراض شہادت صفحہ قسط اس پر اور بطور علامت شناخت دوسری چیزوں پر لگانا
مہر کا معمولات سے ہے۔ پس یہ قرینہ عقلی و تائید دوسری آیتوں کے کیون ہم نہ کہیں کہ یہ مہر نہایت
کی ہے اور خود قاضی محشر گواہ ہے کہ کفار اپنے قلب میں بالقصد ایمان کو گھسنے نہیں دیتے اور
نہ اپنے کانوں میں کلمہ حق کو جگہ دیتے ہیں یا یہ کہ یہ مہر ایسے بطور علامت لگائی گئی ہے کہ
ملاکہ متعینہ اُن لوگوں کو جو مستوجب عذاب عظیم بوجہ اپنے کردار کے قرار پائے ہیں اسی عذاب
سے پہچان لیں اور اُن کے ساتھ وہ سلوک کریں جسکے وہ مستحق ہیں۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى**
لَا يَخْشَوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّمَا يُخْشَوْنَ اللَّهَ تَعَالَى لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ
لَا تَأْمُرُوا عِبَادَ اللَّهِ أَنْ يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا يُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَلَا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا يُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَلَا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا يُؤْتُوا الزَّكَاةَ
(پارہ ۴، سورہ آل عمران رکوع ۱۸)

لہ جو لوگ اسلام سے انکار کرتے ہیں یہ خیال نہ کریں کہ ہم جو اُن کو ڈھیلے سے ہے ہیں وہ اُن کے حق میں تجربہ

ہماری ڈھیل میں نہ کماصل یہ ہے کہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور اُن کے لیے ذلت کا عذاب ہے ۱۲

جو لوگ خدا پر ہمت لگاتے ہیں کہ اُسی کے ارادہ سے افعال قبیحہ کا بھی صدور ہوتا تھا ہر وہ اس آیت سے اپنے خیال کی سند اُسی وقت حاصل کر سکتے ہیں جبکہ لام لیزداد و کا واسطے علت کے ہو لیکن جب عقلی و نقلی شہادتیں بعض علت کی تردید کرتی ہیں تو ہم کو کسی دوسری معنی کی تلاش کرنی چاہیے جو بسند محاورہ عرب صحیح ہو لام بغرض اظہار نتیجہ کا عربی محاورہ میں کثیر الاستعمال ہر ایسے کیا ضرورت ہر کہ یہ لام لام علت سمجھا جائے اور عاقبت کا لام نہ کہا جائے۔ کسی کو دوسری سندوں پر ممکن ہر کہ اطمینان حاصل ہوا ایسے میں خود قرآن پاک کی آیت ذیل کو بطور سند پیش کرتا ہوں۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَالَتْ قُطَةُ آلِ فِرْعَوْنَ**

لِيَكُونَ لَهُمْ عَذَابٌ أَوَّحُونَ (پارہ ۲۰۔ سورۃ القصص رکوع ۱)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ كِتَابَةً أَنْ يَقْرَأُوا فِيهَا وَإِذَا نَزَّلْنَاهُ (پارہ ۷۔ سورۃ الانعام رکوع ۳)

اس آیت کو پڑھ کے خیال کرنا کہ خدا نے بعضوں کو انکار امر حق پر مجبور کر رکھا تھا ایسا خیال ہر جسکی تردید عقلاً اور نقلاً دونوں طرح سے ہوتی ہر لہذا صحیح تعبیر یہ ہر کہ ایک طرف پیغمبر خدا باغراض حفاظت اپنے ساتھیوں سے گفتگو فرماتے اور دوسری طرف شرکین مشرکوں کی کھوج میں لگے تھے تاکہ تبسرون کو بگاڑ دین ایسے جہاں تک ان مشرکوں کا تعلق تھا

لَهُ موسیٰ کو فرعون کے گھروالوں نے اٹھالیا جسکا نتیجہ یہ تھا کہ وہ لگے یلے دشمن اور ذریعہ غم ہو ۱۲

لَهُ بعض مشرک تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے اُن کے دلوں پر پڑے ڈال دیے ہیں

اور کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہر ۱۲

حافظ حقیقی نے اُنکے قلوب پر پرے ڈال دیے اور کانونِ مینِ ثقلِ سماعت پیدا کر دیا تاکہ باتوں کو کم سنیں اور جو کچھ سُن لیں اُنکے تہ کو نہ پہنچیں۔ جو رے ظاہر کی گئی اُسکی تردید اور تائید میں بکثرت منقولی اسناد پیش ہو سکتی ہیں لیکن ہر گاہ علاوہ نقل کے عقل بھی اس سارے کی معویہ ہو ایسے کچھ شک نہیں کہ تردیدی سندوں کے کچھ اور مطلب ہیں جنکی بیان محقق مفسرون نے کر بھی دیا ہے۔

آیات مذکورہ بالا اور اُنکی ہمشکل آیتوں کے اگر وہی معنی لیے جائیں جنکو ہم اے مخالف لگاتے ہیں تو بھی سب اعتراضوں کا معقول اور اسلم جواب یہ ہے کہ جب انسان عنادِ اُطریقِ حق سے روگردانی کرتا ہے تو کبھی بطور سزا کے اسی دنیا میں اُسکے اختیارات کی قوت گھٹا دیجاتی ہے اور وہ خدا شناسی کی دولت کو حاصل نہیں کر سکتا پس جس طرح عذابِ اخروی ناقابلِ اعتراض ہے اُسی طرح یہ دنیا کی محرومی جو درحقیقت اعمالِ قبیحہ کی سزا ہے کیوں لائقِ اعتراض ہو۔

ارادہ انسانی

مرقش کا ہاتھ اُسکے خلاف مراد جنبش کرتا ہے اور صحیح الاعضاء مصور کی انگلیاں سرِ موائے ارادہ سے تجاوز نہیں کرتیں نسیمِ صبح چل رہی ہے سُرخ پھولوں کی پنکھڑیاں سبز دختوں کی ٹہنیاں ہل رہی ہیں عابدِ سحر خیز بھی بسترِ خواب سے اٹھا ضابطہ شرعی کے موافق ہاتھ سُٹھو دھوئے اور بربل جو مصلیٰ ابچا کے ادلے نمازینِ نیاز مندانہ

حکمتیں شروع کیں دانشمندان کے ڈھونڈنے میں اگر دقت ہو تو کسی صحرائی سے پوچھ دیکھو وہ بھی ان مختلف حرکات میں جو کچھ بابہ الامتیاز ہی کہہ چلے گا اور تم سمجھ لو گے کہ وہ بعض حرکتوں کو اضطرابی اور بعضوں کو ارادی قرار دیتا ہے۔ اپنے اعمال روزمرہ پر غور کر کے ہر انسان باور کرتا ہے کہ اُس کے کالبد خاکی سے ایک مولہ اٹھتا ہے اور اپنے ہی ارادے سے جو کچھ پسند خاطر ہو کر گذرتا ہے۔

افعال صاحبان شعور کی کچھ نہ کچھ غایت ضرور ہوتی ہیں لیکن دورانِ بیش سعادتمند اُس فائدہ کی طرف رغبت کرتے ہیں جو مستقل اور اندیشہ مضرت سے پاک ہو اور کوتاہی بیش تنگ خیال نفع عاجل کے پھیر میں پڑ کے ایسے ناشائستہ افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جنکے نتیجہ میں اکثر ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ یوں تو خیالی حجتوں کا سلسلہ دراز ہے لیکن کارگاہ دنیا میں جب ہم خود اپنے ہی نفس کو مرید اور مرشد پاتے ہیں تو پھر حیف ہے کہ بالارادہ کام ہم کریں اور کہیں کہ یہ خدا کے ارادہ اور اُسکی شیت سے کیا گیا ہے سچ یہ ہے کہ قادر توانا نے مثل اور قوتوں کے ایک آزاد قوت ارادی بھی انسان کو عطا کی ہے جس پر تکلیف کا دار و مدار ہے اور نیک و بد افعال کے ساتھ اس آزاد ارادہ کی پابندیاں جو مشاہدہ کی جاتی ہیں وہ نفس انسانی کی کارگزاریاں ہیں جسکے صلہ میں کوئی مستوجب عقاب ہوتا ہے اور کوئی مستحق ثواب۔ کہا جاتا ہے کہ جب ارادہ کی نسبت ساتھ حرکت و سکون اور مختلف حرکات کے برابر ہے تو آخر ایک کو دوسرے پر ترجیح کسے دی ہے لیکن ہم نے قبل ازین مجہد ترجیح پر اشارہ کر دیا ہے اور اب پھر واضح طور پر بیان کرتے ہیں کہ دنیا کی ہر حرکت سکون میں

ایک طرح کا نفع ہو اور نفس انسانی میں یہ استعداد رکھی گئی ہو کہ بالطبع کسی خیالی منفعت کی
 تحریک کو قبول کر لے یعنی اُس سے متاثر ہو کے مغلوب ہو جائے پس ہم واسطے تاثر اُس
 محرک کے خارجی وجہ ترجیح کیوں تلاش کریں اور کیوں یہ نہ کہیں کہ کسی وجہ محرک سے باختیار
 خود مغلوب ہو جائے نفس انسانی کی خاصیت ہے جسکو ہم لوگ بدانتہا جانتے اور امتیاز کرتے
 ہیں جو لوگ سبب محرک کے لیے خارجی وجہ ترجیح تلاش کرتے ہیں اُن سے عجب نہیں کہ
 میری توضیح کیلئے بھی ایک دوسری توضیح طلب کریں ایسے میں مقدمہ (۲) کا حوالہ دیتا ہوں
 اور اُسی کے ساتھ عرض کیے دیتا ہوں کہ اپنی کوتاہ فہمی کا خارا خالق کائنات پر توڑنا اور
 اسکو مردہ افعال قبیحہ کہنا ہوشمندی سے دور اور ادب سے بعید ہے۔

فصل

ج

ارتکاب اور ارتکاب فعل و عمل کے الفاظ سے وہی حرکات مقصود ہیں جن کو
 وقت عمل کے حامل کام میں لاتا اور فاعل غیر و شر کہا جاتا ہے یہ حرکت انسان بلا اختیار والا ارادہ
 بذریعہ اُنھیں آلات کے جنھیں قدرت نے عطا کیے ہیں صادر ہوتی ہے لیکن ہر گاہ ان آلات
 کا ساکن و متحرک کرنا ارادہ کرنے والے کے قبضہ اقتدار میں دیدیا گیا ہے ایسے صدر افعال
 کی ذمہ داری اُنکے صادر کرنیوالوں پر ہے اور آلات کا عطا کرنے والا الزام سے پاک ہے۔

تمثیلاً فرض کرو کہ نیک خیال خدا نے ایک فولادی مقراض بنادی جس سے
 جائز اور ناجائز دونوں کام لیے جاسکتے ہیں مزید برآں اُس شخص کو جسکے لیے بنائی گئی

سمجھا بھی دیا کہ ناجائز کام میں سہتمال نہ کرے لیکن فابض مقراض نے بدکاریاں شروع
 کیں اور راہ چلتوں کی حبیب کترنے لگا پس ایسی حالت میں وہی بدکار لائق سزا ہو گا
 اور حد پر کوئی دانتند الزام نہ دیا کہ اُس نے کیوں ایسی چیز بنائی تھی جو اثر کتاب جرم
 میں کام آئی۔ (س) اگر حد قطعاً جانتا ہو کہ یہ مقراض حبیب تراشی کے کام میں
 لائی جائیگی تو وہ ضرور لائق الزام ہے اور ہر گاہ خداوند عالم نتیجہ کار کا جاننے والا ہے ایسے
 اسکی کارروائی بخصوص عطاے آلات کیوں لائق اعتراض نہو۔ (م) حد و تابع
 قانون قدرت ہے اسکو استعداد صفت اس شرط سے بخشی گئی تھی کہ اُس میں بد احتیاطی کی آبریش
 نہ کرے لیکن خداوند عالم کی قدرت ایجاد کسی دوسرے کی عطیہ نہیں ہے ایسے کسکو حق ہے
 کہ اسکی آزاد قوت کو پابند شرائط کرے اور بوجہ خلاف ورزی شرائط عطا کے اُس پر الزام
 لگائے پھر گمراہ سے زیادہ گمراہ اُن آلات کو جو دیے گئے کام میں لاتا اور کچھ استھ
 کام بھی کرتا ہے پس مقتضائے حکمت نہ تھا کہ یہ آلات عطا نہ کیے جاتے اور کم و بیش کارروائی
 تعمیر اس نامحمود سیرت کی روک دی جاتی۔

خدا نے ہر قوم کی طرف راہ دکھانے والے بھیجے آسمانی کتاب میں بھی نازل کیں اور
 سب سے بڑی کتاب میں مذکور کے ساتھ کبھی شکل خطاب فرماتا ہے کہ کس طرح تم لوگ
 خدا کا انکار کرتے ہو کہاں پہنچے جاتے ہو اور کبھی بصیغہ غائب ارشاد کرتا ہے کہ کیوں نہ لوگ
 ایمان نہیں لاتے اور تذکرہ و نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں پس اگر افعال کا صادر
 کرنے والا وہی ہے تو کیا وہ اپنے بندوں سے مذاق کرتا ہے اور سلسلہ الزام میں ایسی

باتون کو پیش کرتا ہے جنکو خدا اُسی نے اپنے ارادہ سے کیا ہے خداوند کریم تو باوجود قدرت کاملہ کے تمام حجت کرتا آیا ہے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا فِتْنَةً مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَخُزِّنَ**

(پارہ ۱۶- سورہ طہ رکوع ۸)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَرْسَلْنَاكَ بِالْبَيِّنَاتِ وَإِنَّا لَكُنَّا لَآكِلُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّتُهُ بَعْدَ الرُّسُلِ۔

(پارہ ۶- سورہ النسا رکوع ۳۳)

پس کیا خدا نہیں جانتا تھا کہ اُسکے کچھ بندے طریقہ استدلال سے واقف ہوں گے اور وقت بڑھے جانے فرد جرم کے عاجزانہ لہجہ میں سہی گمریہ حذر معقول پیش کر سکیں گے۔ درمیانِ تعذر یا تختہ بندم کردہ بود بازی فرمود دامنِ ترکن ہشیار باش

اس تا ئید میں کہ افعالِ عباد مخلوق خدا ہیں علامہ تفتازانی نے دو دلیلیں پیش کی ہیں۔

پہلی عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر عباد خالق ہوتے تو سلسلہٴ ایجاد میں تفصیلِ حرکات و سکنات و نوعیتِ تحریک عضلات و تمدیدِ عصبات پر بھی اُنکو پوری اطلاع حاصل ہوتی لیکن اولاً یہ تسلیم کرنا مشکل ہے کہ فاعل بالا اختیار کو اس طرح کی تفصیل یاد رکھنا یا تشریح طبعی کر بھی

۱۔ اگر ہم قبلِ نزولِ قرآن اُن لوگوں کو بذریعہٴ عذابِ ہلاک کر دیتے تو وہ لوگ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! کون ہے جس نے

کوئی رسول کیون نہیں بھیجا کہ ہم دلیل اور سوا ہونے سے پہلے ترسے حکم پر چلتے ۱۲

۲۔ یہ بے خبر غرضی دینے والے اور رائے والے تھے آکاؤ میوں کے لیے بولنے والے رسولوں کوئی حجت بقابلہ خدا کے باقی ہے ۱۲

ضروری ہر ثنائیات یہ ہر کہ آلات دوسرے کے بنائے ہیں اور ان سے کام دوسرا لے رہا ہوا سیلے کام لینے والا پوسے طور پر آلات کی کارگزاری پر آگاہی نہیں کھتا۔

دوسری دلیل اس آیت سے مستنبط کی گئی ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى**

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ - (پارہ ۲۳ - سورہ الطہ صفت رکوع ۳)

بیان استدلال یہ ہر کہ **مَا تَعْمَلُونَ** میں ما مصدر یہ ہوا موصولہ بہر حال وہ افعال عباد پر حاوی ہے لیکن اس دلیل کی تردید یوں ہو جاتی ہے کہ افعال عباد بھی خدا کے مخلوق ہیں معنی ہیں کہ وہ ذات پاک میا کرنے والی آلات خلق و نیز علت لعل ہے اور اگر مخلوق الہی کلیتاً کسی دوسری شے کی خالق نہوتی تو خدا کیون ارشاد فرماتا **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ**

الْحَافِظِينَ - (پارہ ۱۸ - سورہ المؤمنون - رکوع ۱)

وَإِذْ تَخْلُقُونَ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفَخُ فِيهَا

فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي - (پارہ ۷ - سورہ المائدہ - رکوع ۱۵)

فقہ اہل سنت و جماعت میں جناب **فخر الدین رازی** امام المتکلمین کے جاتے ہیں اور درحقیقت بلحاظ اپنے فضل و کمال کے وہ اس لقب کے مستحق تھے۔ میں اس موقع پر **تفسیر کبیر** سے ان کے چند ارشادات کو جو بذیل آیت ختم اللہ علی قلوبہم

لے خدا نے ٹکوپید کیا اور اس چہرہ کو جسے تم بناتے ہو ۱۲

۱۱ پس بزرگ ہوا جسے پیدا کرنے والوں میں بہتر جو ۱۲

۱۳ اور جس وقت تو بنا تھا شی سے مثل شکل چڑیا ہلے حکم سے پھر نہیں پھونک لیا تو وہ ہائے حکم سے پر نہ ہو جاتی ۱۲

بنیالات اہل سنت اور معتزلی کی بنیاد مسئلہ تقویرین

تحریر میں لکھتا ہوں تاکہ ایسے مباحث کی حالت ناظرین پر ظاہر ہو۔

فرماتے ہیں

حکایت کیجاتی ہے کہ امام ابوالقاسم انصاری سے کسی نے پوچھا کہ کیا فرق معتزلہ کا فرہ ۹ انھوں نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ وہ تو خدا کی تنزیہ کرتا ہے پھر سائل نے اہل سنت کا حال پوچھا ارشاد ہوا کہ یہ فرقہ خدا کی عظمت کرتا ہے یعنی بات یوں ہے کہ ان دونوں فرقوں کی غرض یہ ہے کہ پروردگار کے جلال اور برتری کو ظاہر کریں اہل سنت کی نظر عظمت پر پڑی اور ان لوگوں نے یہ سائے قائم کی کہ وہی افعال کی ایجاد کرتا ہے اور اُسکے سوا کوئی موجد نہیں ہے۔ اور معتزلہ کی نظر حکمت پر پڑی اور ان لوگوں نے کہا کہ افعال قبیحہ کی نسبت اُس ذات مقدس کی طرف خلافت کی شان تقدس کے ہے۔

پھر فرماتے ہیں

کہ سب سے بڑھ کے نکتہ یہ ہے کہ جب فطرتِ سلیم اور عقل اول کی طرف رجوع کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کا وجود و عدم برابر ہو اسکی ترجیح صرف کسی مرجع کے سبب ہوتی ہے اور یہ وجدان اعتقادِ جبر کی تائید کرنے والا ہے پھر ہم حرکات اختیار یہ و اضطرار یہ میں فرق محسوس کرتے ہیں اور حسنِ مرجع اور قبحِ ذم اور امر و نہی کا نشاں سمجھتے ہیں جن سے تائید سائے فرقہ معتزلہ کی ہوتی ہے پس یہ مسئلہ بلحاظِ علوم بدیہی و نظری و نیز بلحاظِ عظمت و قدرت

وحکمت و توحید و تنزیہ و دلائل سمیعہ حیز تعارض میں پڑ گیا۔ لہذا بنظر ان مآخذ و ن کے جنکی
 میں نے تشریح کی اور بلحاظ ان اسرار کے جنکو میں نے ظاہر کر دیا مسئلہ مشکل و غامض اور
 عظیم ہو گیا ہر خدے برتر سے میں توفیق امر حق کی چاہتا ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ خالق
 کرے آمین یا رب العالمین انتہی امام ابوالقاسم نے سچ کہا اور امام ازی
 نے کچھ شک نہیں کہ سچی بات بے آئینش تعصب کے لکھدی اور ان ہادیان ملت کے
 ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ دونوں فریق کی روش اپنے اپنے طرز میں پسندیدہ ہے۔ لیکن میں
 نسبت ارشادات ان بزرگوں کے باادب عرض کرتا ہوں کہ واقعی عظمت وہی ہے جو حسین
 حکمت کا پہلو بھی محفوظ ہے اور وجہ ترجیح وہی ہے جسکو میں نے بہ ضمن تشریح ارادہ انسانی
 بیان کر دیا ہے۔

خلق مراد

خلق مراد

سب جانتے ہیں کہ فعل اور ہوا اور اُسکا نتیجہ مقصود و دوسری چیز ہر مثلاً خالد نے
 پیتر سے بے شمشیر آبدار کو اپنے قوت بازو سے ایسے حرکت دی کہ زید کی گردن
 کاٹ ڈالے اس کام میں جہانک حرکات کا تعلق ہوا اُسکی تعبیر فعل کے ساتھ کیجاتی
 ہوا و یہ واقعہ کہ زید کی گردن کاٹ گئی خالد کے فعل کا نتیجہ مقصود سمجھا تا ہوا و جب نتیجہ
 بعد صدور فعل کے پیدا ہوتا ہوا تو انسانی اصطلاح میں فعل مذکور کو قتل کہتے ہیں ورنہ اُسکی
 تعبیر اقدام قتل کے ساتھ کیجاتی ہوا اب سوال یہ ہے کہ نتیجہ کا پیدا کرنا والا کون ہے میرے

خیال میں اُسکا باصواب جواب یہی ہے کہ وہی قادر توانا جس نے خیمہ زنگاری کو کھڑا کیا اور اُسکے نیچے زمین کا فرش خاکی بچھا کے بزم عالم کا تماشا دیکھتا ہے۔ کافی دلیل اس لئے کی یہ ہے کہ اگر خلقِ نتائج کی قدرت بھی انسان کو دیکھائی ہوتی تو وہ اپنے ارادوں میں ہمیشہ کامیاب ہوتا اور اُن نتائج کو بالالتزام پیدا کرتا جنکا ارادہ کر لیتا حالانکہ آئے دن ارادوں کی ناکامی ہم لوگ دیکھ رہے ہیں اور ہمارے متقدمین بھی اُسکو دیکھتے آئے ہیں۔ (س)

اسی طرح انسان ارادہ کرتا ہے اور ارتکابِ فعل میں اُسکو ناکامی ہوتی ہے پس جس دلیل سے تم نتائج کو مخلوق آہی کہتے ہو بجنسہ اُسی دلیل سے افعالِ عباد کو بھی خدا کا مخلوق کیوں نہیں سمجھتے۔ (ج) فرض کرو کہ کسی بیماری نے ہاتھ اور پانوں کی قوت کھود دی یا اُسکی ابتدائی خلقت ناقص ہوئی تو لامحالہ یہ نقائص ذاتی یا عارضی کا لبد انسانی کے کہے جائیں گے اور اگر کسی دوسرے نے ہاتھ اور پانوں باندھ دیے ہوں تو یہ بھی ایک خارجی عارضہ لاحق سمجھا جائے گا لیکن جب یہ نقائص اور عوارض دور ہوں تو پھر وہ فطرت جو نوع انسان کو عطا ہوئی ہے طبعی حالت پر عود کریگی اور سلسلہ افعال حسبِ ارادہ برپا ہو جائیگا۔ یعنی ارادہ سے انحرافِ فعل کا محض بوجہ کسی نقص یا عارضہ لاحق فطرت کے ہوتا ہے اسلئے انحرافِ مذکورہ سے یہ شہادت نہیں ملتی کہ افعال انسانی خود اُسی کے پیدا کیے ہوئے نہیں ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ نتائج افعال بھی بعد موجودگی تمام شرائطِ ضروری کے واجبِ الحصول ہو جاتے ہیں لیکن تکملہ شرائط کو فطرت انسانی سے کوئی تعلق نہیں ہے لہذا جو انحراف بسبب عدم تکمیل شرائطِ مذکور ہوتا ہے وہ شہادت دیتا ہے کہ نتائج کار کو کوئی

دوسری قوت پیدا کرتی ہے جو فطرت انسانی سے بالادست ہے۔ (س) بہت سے نتائجِ قبیح میں انکی نسبت ایسی ذات اقدس اور کامل الصفات کی طرف کیڑا کر کی جاسکتی ہے۔ (ج) قدرت کا واقعی کمال یہ ہے کہ وہ حسن و قبیح اور ہر درجہ کے صنائع پر حاوی ہو چنانچہ ترکون کی پلٹش، شکلیں، یورپ والوں کی صبیح صورتیں، حبشیوں کے کالے کلوٹ، سیاہل صبیح البدن، دشمند بے وقوف ناقص الخلقیت یہ سب خدا کی مخلوق اپنی اپنی طرز میں صنعت پروردگار کی شہادت دیتی ہیں اور تاشا گاہ عالم میں ہر ایک کا نظارہ کمال صنعت کے جلوے دکھاتا ہے۔

مثلاً ملاحظہ کرو کہ کسی مصوے نے جسکو اپنے فن میں کمال ہے، بالاختیار چند بھونڈی صورتیں بنائیں پس کیا وہ لوگ جنکے سامنے عمدہ عمدہ نمونہ اُسکے بنائے ہوئے موجود ہوں مصور مذکور کے کمال پر کلمہ چینی کریں گے ؟ (نہیں ہرگز نہیں) بلکہ یہ بھونڈی صورتیں معمولاً اچھے نمونوں کی خوبیاں زیادہ نمایان کرتی ہیں اور دیکھنے والے تحسین و آفرین کا مینہ برسائیتے ہیں جن نتائج کو تم لمبا کاڑھ کا بامجاڑ قبیح سمجھ رہے ہو ممکن ہے کہ ان میں فی نفسہ مصالح لشکر و مضمہ ہوں لیکن انکو جانتا دہی ہے جو کارخانہ عالم کو بے انتہا خوبیوں سے چلا رہا ہے اور جسکے رموز قدرت کا جانتا بشری طاقت سے باہر ہے۔

نکات

افعال کا خاص تعلق ترکیب کی ذات سے ہے جو جسکی بدولت مرکبان سرور سارق

کے جاتے ہیں لیکن خالق کا تعلق مخلوق کے ساتھ ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے کسی صفت کا اکتساب کرے ہاں خلق بھی ایک فعل ہے جس سے خالق متصف ہوتا اور قبیح و حسن کا پیدا کرنے والا کہا جاتا ہے لیکن جیسا کہ میں نے ایک نئیوی مثال میں سمجھا دیا خلاق اشیاء بدیعہ اور حسنہ کے لیے خالق قبیح ہونا اس کی شان عظمت کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔

فضل خدا

فضل خدا

عادل حقیقی نے وہ آلات اپنے بندوں کو عطا کیے جو نیک و بد دونوں طرح کے اعمال میں کام آئیں عقل دی امتیاز دیا خلق افعال کا اختیار بخش دیا۔ انبیاءوں کے ذریعہ سے پسندیدہ و ناپسندیدہ افعال کی نوعیت بھی سمجھا دی پس اب اقتضائے انصاف یہی ہے کہ جو لوگ اچھے کام کریں اچھی جزا پائیں اور بُرے کام کرنے والے اپنی کردار کا خمیازہ اٹھائیں لیکن یہ تو معاملہ کی بات ہے اور انعام الہی کا مسلک دوسرا ہے جس کی تمنائیں اگرچہ ہر طبقہ عباد کے لیے دلیل سعادت ہیں لیکن نیک بندے بھی شکر استحقاق اس کا دعویٰ نہیں کر سکتے کیونکہ اگر دولت انعام حیز استحقاق میں آجائے تو پھر درمیان انعام اور معاوضہ کے کیا فرق باقی ہے۔ انعامات آخرت کا تذکرہ آئندہ آئے گا لیکن دنیا میں بھی فیض کی نہر بہن جاری ہے اور جن لوگوں کو خدا چاہتا ہے ان کو مارے طور سے سیراب کر رہا ہے چنانچہ فہرست انعام میں ہدایت اعمال حسنہ بھی داخل ہے جس کی تعبیر فیض الہی ہے

ساتھ بجا کر اور اُسکی شکل یہ کہ جو بے نفسانی نے طبیعت پر اثر ڈالا اور وہ نفع عاجل سے جو
 آئندہ بڑی بڑی مضر تون کا باعث ہو گا مغلوب ہو چلی۔ پروردگار عالم ذمہ دار نہیں ہی
 کہ ایسے شخص کو جو باختیار خود ہلاکت کی طرف مائل ہو روک لے لیکن ممکن ہے کہ وہ محض
 اپنے فضل سے نفع عاجل کو شخص مذکور کی نظروں میں ایسا حقیر دکھائے کہ ارتکاب
 فعل بد سے باز رہے یا اُسکی قدرت کاملہ اس طرح کے خارجی اسباب اٹھائے کہ ارادہ
 کرنے والا ایسے ارتکاب پر قدرت نہ پاسکے ایسی شقیقون کی تمثیل دنیا میں یہ ہے کہ خدام
 مامور علی الخدمۃ انجام کار میں مصروف ہیں اُنہیں کسی پادشاہ کی مہربانی مبذول ہوئی اور
 اُسکے حصہ خدمت میں آقا نے خود بھی ہاتھ لگا دیا ایسی صورت میں کیا مدد پانے والا
 خاوندانہ امداد کا ممنون ہو گا اور کیا خادمان دیگر (بشرطیکہ انصاف پسند ہوں) استحقاقاً
 حجت کریں گے کہ ہم کو بھی ایسی مدد دینی آقا پر لازم ہے؟ (ہرگز نہیں) پس جو لوگ
 خدا کی دستگیری پر نکتہ چینی کرتے ہیں وہ مختار اور انعام میں امتیاز نہیں کرتے اور اُنکی
 ناقص منطق ایسے کامل الاقدار فیاض کی آزادی سلب کرنا چاہتی ہے اب ناظرین کو
 تیفٹیش پیدا ہو گی کہ کن لوگوں پر کن وجوہ سے فضل باری مبذول ہوا کرتا ہے لہذا
 چند شکون کو بیان بھی کیے دیتا ہوں۔

اولاً۔ کوئی بندہ صالح باختیار خود اعمال حسنہ کرتا آیا لیکن وہ بھی آخر انسان
 ہے نفس سرکش نے احیاناً غلبہ کیا اور قدم ثبات پھسل چلا خدا کے فضل نے وہیں ہاتھ
 پکڑ لیا اور مغلوب نفس گرتے گرتے سنبھل گیا۔

ثانیاً۔ کوئی سعادتمند اُن بزرگوں کی نسل سے ہو جو اپنے اختیارات کی آزمائش عمل خیر میں کرتے تھے آبا و اجداد کی خدمتوں نے سفارش کی اور فضل الہی آمادہ دستگیری ہو گیا۔

ثالثاً۔ کسی پاکباز بندہ نے التجا کی اور بگڑے ہوئے آدمی کو رحمت الہی نے بنا دیا۔

رابعاً۔ شاہانہ نگاہ میں کوئی عمل نیک پسند آیا اور اُس نے بھرم کو اپنی طرف اٹل کر لیا۔ قرآن پاک میں ہدایت کے لفظ سیطرح کی خاوندانہ دستگیری مراد ہو دینا یا نہ دینا تو دوسرے کے قبضہ اقتدار میں ہر لیکن معمولاً پاتا وہی ہو جو مانگتا ہو دروازہ کھلتا جمعی ہر جب کھٹکھٹایا جاتا ہو اسی لیے مسلمانوں کا ہر فرقہ ہر نماز اور اس کی ہر حرکت میں سورۃ فاتحہ پڑھتا اور اپنے پروردگار سے التجا کرتا ہو اے ہدایتنا الٰہ صراط المستقیم صراط الذین انعمت علیکم غیر المغضوب علیکم ہم ولا الضالین۔ عاجز اور گنہگار بندے اپنے پروردگار کے در دولت پر

گدائی کے لیے حاضر ہیں اور یا کو یتیم یا کو یتیم کی صدائیں دے رہے ہیں نتیجہ کار کی ان میں کسی کو خبر نہیں لیکن پہلے سے کوئی کیون فیصلہ کر لے کہ اُس کو کچھ نہ ملے گا اور فیاض کی ڈیوڑھی پر جیسا خالی ہاتھ آیا تھا ویسا ہی خالی ہاتھ واپس جائے گا اللہ

لے پروردگار ہر سیدھے راستہ کی ہدایت کر اُن لوگوں کو کہ راستہ پر تو نے فضل کیا نہ اُن کا راستہ بن

تو نے غضب کیا نہ مگر امون کا راستہ ۱۲

لَا هِدَىٰ آتَا الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ فَضَّلَكَ الْكَرِيمُ - (س) قرآن میں بہت

جگہ خدا نے اضلال کی نسبت اپنی طرف کی ہر چنانچہ اُن میں بعض مواقع یہ ہیں - **يُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ** - (بارہ - ۱۳ - سورہ ابراہیم - رکوع ۴)

كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ (بارہ - ۲۲ -

سورۃ المؤمن - رکوع ۴)

پس تخصیص ہدایت اگرچہ نا واجب نہ ہو لیکن خود خدا کا کسی بندہ مامور بالطاعۃ کا گمراہ کرنا بڑا ستم ہے - (ج) دنیا میں بہت کم ایسی سُدھری ہوئی زبان ہر جن میں انسان کے بنائے ہوئے علمی مسائل بسہولت بیان ہو سکیں - ایسے جب کسی نامکمل زبان میں بیان مسائل کی ضرورت پڑتی ہے تو بجمجوری الفاظ موجودہ کے معنی پر اصطلاح ہنگ چڑھایا جاتا ہے اسطرح قرن قیاس ہے کہ خدا کے بشمار اسرار قدرت ایسے ہوں گے جو انسانی زبان میں بمشکل سما سکیں - عربی زبان ہر چند گنجینہ بلاغت تھی لیکن پھر بھی بعض مقاصد پروردگار کا اگر اُس نے تحمل نہیں کیا تو تعجب کی کیا بات ہے خدا کا متشایہ ہے کہ جو لوگ عنادِ آراء راست پر نہیں چلتے وہ نعمت ہدایت سے محروم رکھے جاتے ہیں بآں عرب میں ایسا لفظ موجود نہ تھا کہ اس مطلب کو ادا کرے اور باقتضائے فصاحت ہر گاہ لفظ وجودی کی ضرورت پڑی ایسے کلمہ اضلال کا انتخاب کیا گیا - عرب کے لغت میں

۱ اور اسد نافرمان کو گون کو گمراہ کرتا ہے ۱۲

۲ اسطرح اسد گمراہ کرتا ہے اُس شخص کو جو حد اعتدال سے بڑھ گیا اور شک میں پڑا ۱۳

لفظ اضلال کی تفسیر معنوی

جو معنی اُسکے ہے ہون مگر خدا کی اصطلاح میں بقراءت عقلی اضلال سے ہدایت کا دنیا مراد ہے جو ہرگز دائرہ ظلم و ستم میں داخل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اولاً جیسا کہ ہمنے پہلے بیان کیا تھا خدا کی اختیاری بات ہے نہ نیا جو لوگ اپنے اختیارات کو عناداً اعمال بد میں صرف کرتے ہیں وہ اس قابل نہیں کہ اُنکے ساتھ ایسی رعایت برتی جائے جب باپ بیٹے کی تربیت میں غفلت کرتا ہے تو ہم ہندوستانی زبان میں کہتے ہیں کہ وہ اپنے لخت جگر کو بگاڑ رہا ہے سیدھا جب کسی کا شتکا نے کھیت کی حفاظت موزی جانوروں سے نہ کی ہو تو کہا جاتا ہے کہ اُس نے خود اپنی زراعت کو پامال کر ڈالا۔ الغرض اضلال کے معنی میں خدا نے کوئی انوکھا تصرف نہیں کیا ہے بلکہ ایسے تصرفات تو ہر اہل زبان کے محاوروں میں دائر و سائر ہیں۔

تقدیر

تقدیر کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں اور جب علم الہی واقعات آئندہ پر حاوی ہو تو پھر کیا شک ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے اُسکا اندازہ خدا نے قبل ایجاد عالم و تخلیق آدم کر لیا ہے اور اب اُسکے خلاف ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا لیکن جیسا کہ اوپر ثابت کر دیا گیا علم ازلی کسی واقعہ کے وجود خواہ عدم وجود کی علت نہیں ہے اگر خدا کو لاعلم فرض کر لیں تو بھی دنیاوی تدبیریں کامیابی کی امید اور ناکامی کے اندیشہ میں الجھی ہوئی نظر نہ آئیں گی لیکن جن لوگوں کے حوصلے بلند ہیں وہ کامیابی کی امید میں شائستہ تدبیروں پر عمل

کرین گے اور سب خیال کو تہ اندیشوں کے ہاتھ محض اندیشہ ناکامی سے ڈھیلے
 پر جائیں گے اتفاق کی دوسری بات ہر لیکن تجربہ کہتا ہے کہ سعادت مند کامیاب اہل تدبیر کی عطا
 میں پائے جاتے ہیں اور سرشتہ تدبیر کے چھوٹے دینے والے سب کے سب قعر محرومی میں سرچٹکتے
 دیکھے جاتے ہیں۔ کون کہتا ہے کہ دریا میں غوطہ لگانے والے ناکام نہیں لٹتے اور کبھی
 انکی قیمتی جانیں بھی نذر قتل نہیں ہو جاتیں لیکن آخر کار دُرُش ہوا رہی انھیں کی جماعت
 میں کسی کے ہاتھ آتا ہوا رہی کامیابی دوسروں کو جو صلہ بجا نبارزی دلاتی ہو الغرض
 نتیجہ کار کی لاعلمی میں امید کے سہاے پر انسان فطرتاً بار مصیبت کو اٹھاتا اور کامیابی
 کے شوق میں جان لڑاتا رہتا ہوا غور کرو کہ جب نتیجہ کی لاعلمی عقلمند و کم کشش بلیغ
 پر آمادہ کرتی ہو تو خدا کی علمی واقفیت جسکے حال سے دنیا نا واقف ہو کیون مساعی جمیلہ
 کے سنگ راہ ہوگی انسان کی عافیت لائے روش سوئے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ اس
 امید کی دھن میں کہ شاید پردہ غیب میں اسکی کامیابی چھپی ہو متو کلاً علی اللہ تدبیروں پر
 کار بند ہوا و جب تک ناکامی کی شکل نمایاں نہ ہو یا یوسی کو اپنی ہمت مردانہ کے آس پاس
 پھٹکنے نہ دے۔

تن بہ تقدیر یٹینے والوں کو اقرار ہے کہ قبل ظاہر ہونے نتیجہ کے اُن کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ
 علم الہی میں اسکی کیا نوعیت مقدر ہوئی ہو مگر ہم آثارات موجودہ کو دیکھ کے بتائے دیتے
 ہیں کہ لوح محفوظ پر ان سادہ لوحوں کے نام غالباً خط ناکامی کھچا ہوا ہے کیونکہ اگر ایسا
 نہ ہوتا تو وہ اُن تدبیروں پر عمل کرتے دکھائی دیتے جنکو عالم اسباب میں قدرت نے

منتج نتائجِ حسنہ قرار دیا ہو جاہل شعبہ بازون کے قول و فعل اس قابل نہیں ہیں کہ بزمِ مناظرہ میں انکی سند لائی جائے لیکن مسلمانوں کے مقدس رہنما پیغمبر علیہ السلام ہمیشہ تدبیر و تدبیر پر عمل کرتے رہے روشن ضمیر خلفائے راشدین نے بھی اپنی عمریں تدبیروں کے منجھانے میں بسر کیں قرآن پاک اور حدیث شریف میں عمدہ عمدہ تدبیریں حصولِ حسنات دینی اور دنیوی کی سکھائی گئی ہیں۔ پس یہ کہنا کہ مسئلہ تقدیر جسکا سچے اور ہوشمند مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں ہارج ترقیات دنیا ہو ایک ایسا بیان ہو جسکی صداقت ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ ہمنے قبل ازین ثابت کیا ہو کہ افعال عباد اُن کے لحاظ قدرت میں داخل کر دیے گئے ہیں لیکن نتیجہ مقصود کا خالق وہی ہو جس نے بندوں کو پیدا کیا ہو لہذا جب باقتضائے السعی منی ولا تأمور من اللہ۔ خلاف مراد نتیجہ افعال نیک پیدا ہوں تو ایسی حالت میں بھی ایمانداروں کا فرض ہو کہ ناکامی کو ٹھہر قضاے الہی و رضاے پروردگار باور کر کے اسکی تلخی پر خوشدلی کے ساتھ صبر کریں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِلَيْهِ رُجُوعُنَا ۝ (پارہ ۲۔ سورۃ البقرہ۔ رکوع ۱۹)

اور البتہ ہم تمکو تھوٹے سے خون اور بھوک اور مال اور جان اور پیداوار آراضی کی کمی سے آزماؤ گے اور اے پیغمبر اے صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو جو بروقت پڑنے سے صیبت کے بول اٹھتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں ۱۲

(س) جب تقدیرات یعنی علوم ازلی میں تغیر نہیں ہو سکتا تو پھر قرآن کی آیہ **يُخَوِّذُ لَكُمْ مَا يَشَاءُ وَيُنَبِّئُكُمْ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ** (پارہ ۱۳ - سورۃ الرعد - رکوع ۶) کی کیا تعبیر ہو۔ (ج) وقت نسخ احکام توریت اور انجیل کے مخالفوں نے یہ حجت پیش کی کہ اگر اسلام دین آئی ہو تو وہ خدا کے احکام کو کیوں منسوخ کر رہا ہے خدا نے اس حجت کی یوں تردید کی کہ یہ تغیرات اُسی کے حکم سے ہوتے ہیں اور اُن کا قرار داد تخلیق عالم سے پہلے لوح محفوظ میں ہو چکا ہے جو خدا کے قبضہ اقتدار میں ہے یہ بھی تعبیر کی گئی ہے کہ علم الہی میں ہر چند تغیرات کو گنجائش نہیں مل سکتی لیکن لوح محفوظ کی تحریر و نون میں رد و بدل ہوا کرتا ہے یہ تعبیر اُس وقت صحیح ہو سکتی ہے جبکہ تسلیم کر لیا جائے کہ لوح محفوظ پوری نقل علم الہی کی نہیں ہے اور اُس میں کچھ شرائط وجود و عدم وجود و واقعات کے متروک ہیں کیونکہ اگر اُس کا اندراج ٹھیک علم کے موافق ہوا ہو اور ہر طب و دیا بس پر محیط ہو تو پھر اس طرح کا رد و بدل علم ازلی کے رد و بدل کا اثر رکھے گا۔ بعضوں کا یہ خیال ہے کہ اُن ملائکہ کو جو خدا پر مامور ہیں بغرض تعمیل ایک کتاب حوالہ کیجاتی ہے اور جس محو و اثبات کا ذکر اس آیہ میں آیا ہے وہ اُسی کتاب میں ہوا کرتا ہے لیکن اس تعبیر پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اولاً۔ یہ کتاب فرشتوں کے پاس رہتی ہے اور آیہ کریمہ میں اُس کتاب کا تذکرہ ہے جو خدا کے پاس ہے۔

ثانیاً۔ یہ کتاب بطور انتخاب لوح محفوظ کے ہوگی ایسے وہ ام الکتاب کے

۱۔ جس کو چاہتا ہے منسوخ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے اور اُس کے پاس اصل کتاب ہے ۱۲

لقب سے ممتاز نہیں ہو سکتی۔ الغرض صحیح تعبیر وہی ہے جو پہلے لکھی گئی اور جب پر کوئی عقلی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ (س) جب مقدرات میں تغیر نہیں ہو سکتا تو پھر دعا اور صدقات کا آنے والی آفتون پر کیا اثر ہے۔ (ج) دعا اور صدقہ بھی مقدرات سے ہیں یعنی علم الہی میں معین ہو چکا ہے کہ فلان بندہ پر مصیبت آنے والی ہے لیکن وہ قادر مطلق کے حضور میں التجا کرے گا یا نیت خالص سے صدقہ دیگا جسکے نتیجے میں آنے والی مصیبت ٹل جائیگی۔ (س) یہ ایک طرح کا نقصان قدرت ہے کہ علم الہی سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ (ج) خدا کی قدرت خدا ہی کے علم سے پابند ہوئی ہے اس لیے یہ پابندی کمالات الہی کے مضر نہیں ہے اور اگر یہ قدرت حیطہ علم سے باہر نکل سکے تو لامحالہ تسلیم کرنا ہو گا کہ اُس ذات پاک پر جہل کی تاریکی طاری ہو سکتی ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً (س) اسلام نے نعیم جنت کو شہوانی اور جسمانی بیان کیا ہے اور مذہب عیسوی اُس کو روحانی قرار دیتا ہے اس لیے بالمقابلہ اسلامی اعتقادِ پستی کی طرف مائل ہیں۔ (ج) منی باب ۲۲ میں یہ تذکرہ موجود ہے کہ صدقہ فی فرقہ کے یہودیوں نے جو قیامت کے منکر تھے مسیح سے سوال کیا کہ جو عورت دنیا میں چند مردوں کی زوجہ رہ چکی ہو وہ آخرت میں کس کو ملے گی اس سوال سے ظاہر ہے کہ پوچھنے والے کم و بیش فن مناظرہ میں مہارت رکھتے تھے اور انھوں نے اس سوال سے یہ ارادہ کیا تھا کہ یوم قیامت کی تردید کریں بہر حال انکی قوت ادراکیہ کو قابل سمجھ کے مسیح علیہ السلام نے جواب دیا کہ اُس عالم میں نکاح و بیاہ کیسا وہاں توستان پر

مثل فرشتوں کے زندگانی کرنا ہو۔ انجیل میں یہی ایک صاف سند روحانیت نعیمت کی بانی جاتی ہو ورنہ جناب مسیح علیہ السلام جنکی تعلیم عموماً تمثیلوں میں ہوا کرتی تھی دوزخ کی تشریح یوں فرمائی ہے: "ابن آدم اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور اُسے سب ٹھوکھلائی والی چیزوں اور بدکاروں کو اُسکی بادشاہت سے چُن کر انھیں جلتے تنور میں ڈال دیں گے اور وہاں رونا اور دانت پسینا ہوگا (متی باب ۱۳ اور س ۴۲ و ۴۳)"

اس انتخاب سے ظاہر ہے کہ انجیل میں بھی جسمانی تشبیہ سے معاملات آخرت میں کام لیا گیا ہے اور صدوقین کے سوال سے پتہ ملتا ہے کہ یہودیوں میں جو فرقہ قیامت کا اعتقاد رکھتا تھا اُسکا بھی یہی خیال تھا کہ نعیمت جنت اور عذاب دوزخ جسمانی ہیں اب عہد جدید کی آخری کتاب مکاشفات یوحنا کا باب ۲۱ ملاحظہ کیجیے جس میں ہشت کا پور نقشہ یوں دیا گیا ہے کہ وہ ایک مربع احاطہ ساٹھ سات سو کوس کے دور میں ہے اور اُسکی دیوار فرشتہ کے ہاتھ سے ایک سو چوالیس ہاتھ لمبی چوڑی اونچی شاندار کوئی پوچھ بیٹھے کہ یہ بلند دیوار سنگی ہے یا خشتی تو اُسکا جواب بھی اُسی کتاب میں ملے گا کہ سنگ نشیب کی اس تصویر کے بعد شہر کی بارہ بنیادیں بارہ قسم کے جواہرات کی بیان کی گئی ہیں اور سب سے زیادہ حیرت انگیز تو مکانات کے دروازے ہیں جن میں ہر ایک بے جوڑ ایک ہی موتی سے بنایا گیا ہے وغیرہ ذلالت من نعماء الجنة پس عیسائی بھائی جنکی جنت ایسی شاندار ہے مسلمانوں کی جنت پر چشمک نہیں کر سکتے لیکن مزید تبصرہ کے لیے میں کچھ حقیقت حال بھی گزارش کیے دیتا ہوں۔

اسلام نے ملک عرب میں ظہور کیا اور اُسکی اصلی غرض یہ تھی کہ عربوں میں خدا پرستی کا ولولہ پیدا کر لے اس غرض کے لیے سخت ضرورت داعی تھی کہ نیک کاموں کے نتیجے ایسی طرز میں بیان کیے جائیں جن سے اُن کو رغبت عمل پیدا ہو سکے کار یوں کا ایسا ثمرہ دکھایا جائے کہ افعال قبیحہ کے ارتکاب سے باز رہیں یہ گرم ملک کے رہنے والے وحشی مصیبتوں پر صبر کرنے والے تھے مگر اُسی کے ساتھ جب موقع لمحہ آتا تو عیش پرستی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے۔ ہم سب واقف ہیں کہ عیش پرستی کی چاٹ کا چھوڑا دینا مذہب ملکوں میں کس قدر دشوار ہے اور پھر اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلام کے لیے کیا مشکلات ریگستان عرب میں پیش تھیں جبکہ وہ خوشخواروں کی جماعت کو زاهد شب زندہ دار بنانا چاہتا تھا۔ خیالی تدبیروں کا اپنے خیال میں سلسلہ باندھنا اور خیال ہی میں اُسکا خاطر خواہ نتیجہ نکال لینا دوسری بات ہے لیکن عملاً انسان کی قساوت قلبی کو دور کر دینا اور اُسکو احکام الہی کا ایسا والہ و شیدابنا دینا کہ عزت و آبرو جان و مال اور تمامی عیش و راحت کو خدا کے نام پر فدا کرنے کے کچھ آسان کام نہیں ہے اور ہر حق پسند و دانشمند کو اقرار کرنا چاہیے کہ پیغمبر علیہ السلام کا یہ بہت بڑا معجزہ تھا کہ اُنھوں نے چند ہی سال کی تعلیم میں عربوں کو ایسا مذہب نیک کار بنا دیا کہ انھیں اکثر دنیا کے لیے نمونہ تقویٰ تھے یہ خوشگوار غرہ کبھی حاصل نہ ہوتا اگر اُن لوگوں کو نفیم حبت کی کیفیت اُنھیں کے مذاق کے موافق نہ سمجھائی جاتی اور عذاب و رنج کی تشریح ایسے الفاظ میں نہ ہوتی کہ نہایت سخت مزاج آدمیوں کے بدن اُنکو شکے کا نپ جائیں

الترغیم جنت قرآن میں وہی بیان کیے گئے ہیں جنگو گرم ملک رہنے والے عزیز رکھتے
 ہیں حالانکہ برکات جنت کا حق استفادہ تو گرم و سرد ہر طرح کے ملکوں کو حاصل ہے
 ایسے قومی قیاسات موجود ہیں کہ یہ سب تشبیلی بیانات ہیں اور وہ ان کی نعمتوں کی واقعی
 حقیقت انھیں غوش نصیبوں کو معلوم ہوگی جنھیں انکے استفادہ کی عزت حاصل ہو۔
 جب خدا کا مطلق تسلیم کیا جاتا ہے تو جسمانی راحتوں اور جسمانی عذابوں کا مہیا کر دینا
 اُسکے نزدیک آسان ہے پس اگر قرآنی وعدے جسمانی شکل میں پورے ہوں
 تو فہم الہامی اور اگر روحانی پیرایہ میں جلوہ گر ہوں تو سبحان اللہ انکی خوبیوں کا کیا کہنا ہے
امام غزالی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ مضنون کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ کیا عجب
 ہے کہ بعضوں کو جسمانی و روحانی دونوں طرح کی لذتیں حاصل ہوں اور بعضوں کو صرف
 جسمانی مگر خالص روحانی لذتیں تو انھیں لوگوں کو حاصل ہوں گی جو عارف باللہ
 ہیں اور لذات محسوسہ کو بہ نظر حقارت دیکھتے ہیں۔ یہ تقسیم کچھ شک نہیں کہ معقول
 اور دھچپ ہے کیونکہ دنیا میں ہر شخص کا مذاق جداگانہ ہے اور عالمان خیر کے درجات
 بھی متفاوت ہیں ایسے عالم آخرت میں ہر ایک کے حوصلے اور درجے کے مست
 لذات کی تقسیم ہونی چاہیے الغرض نعمائے جنت کی واقعی نوعیت اور اصل کیفیت
 طاقت بیان سے باہر ہے اور جو کچھ قرآن پاک اور حدیث شریف میں بیان کیا گیا
 ہو وہ صرف ایک اشارہ طوطی کی کیفیت اور نوعیت کے ہے۔

حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَعَدْتُ لِعِبَادِ الصَّاحِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ وَأَفْرَأُوا وَإِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مِمَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ -

رواہ البخاری و مسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ فرمایا استغاثی نے کہ میں اپنے بندوں کے لیے وہ چیز مہیا کی ہے جسکو کسی نگھ نے نہ دیکھا اور نہ کسی نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر اسکی حقیقت گزری ہے۔ پڑھو اگر چاہو (پارہ - ۲۱ - سورۃ السجدہ - رکوع ۲ میں) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مِّمَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ -

من قرۃ اعیۡن - ۲ -

معتقدات اسلام میں جب ایسا پرمغز اشارہ بلکہ بیان صریح موجود ہے تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ اُن میں اعلیٰ درجہ کی بلند خیالی نہیں ہے اور دودھ سے وہی سفید مادہ سیال مراد ہے جسکو گولے بازار میں نیچتے پھرتے ہیں اور جسکے نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ موشیوں کا خون ہے اور جسمانی مشین نے اُسکا رنگ اور ذائقہ بدل دیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ اہل جنت کے لیے وہ سب چیزیں موجود ہونگی جنکی انھیں خواہش ہو اور پھر فرمایا ہے کہ وہاں کی نعمتوں میں سب سے بڑھ کے خدا کی رضا ہے جو اہل جنت کو حاصل ہوگی۔ عزیزو - دودھ و شہد کی نہر میں عمدہ سے عمدہ قصر و بصورت حوریں تروتازہ میوسے یہ سب بے حقیقت ہیں فرشتہ بن کے آسمان پر چکر لگانا بھی کوئی بڑی کامیابی نہیں ہے اگر دیدہ بصیرت کھلے ہوں تو رخصتے اسی کی تدرک کرو اور اس نعمت کو طلب کرو

۱۰ پس کوئی نہیں جانتا کہ اُن کے لیے آنکھوں کی کیا ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے ۱۲

جسکو خود خالق کائنات سب نعمتوں سے بڑھی ہوئی نعمت قرار دیتا ہے۔ نورانی چہرہ
 حورو لولہ نفسانی کا تماشا گاہ ہو سکتا ہے لیکن لائق عظمت روحانی سرور تو انھیں سر مستان
 جلیقہ طور کو حاصل ہوگا جو ان آبرو داروں میں شامل ہوں **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى**
وَجَعَلُوا كَوْمَثِدًا نَّاضِرَةً لِّاِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةً (پارہ ۲۹ - سورۃ القیامتہ رکوع ۱)

(س) اگر نعمت جنت جسمانی لذتوں پر شامل ہوں تو پھر صدوقیوں نے جو سوال
 مسیح علیہ السلام سے کیا تھا اسکا کیا جواب ہوگا۔ (ج) اُن منکروں کا جواب تو
 بہت آسان ہے کہ ہر ایک شوہر سابق کے حقوق کو اسی دنیا میں شوہر لاحق تلف کرتا آیا
 ایسے دار آخرت میں صرف قابض اخیر کے حقوق لائق اسکے ہیں کہ موثر کیے جائیں
 کیونکہ وہی دنیا میں دوسروں کے دست برد سے محفوظ تھے اور انھیں کی موجودگی
 میں عورت پر خواہ عدم طاری ہوا تھا۔

المستمران

مسلمانوں کو ہر چند دیگر آسمانی کتابوں کا اعتقاد ہے لیکن وہ قرآن کو ایسی
 الہامی کتاب کہتے ہیں جسکے معانی اور الفاظ معجز نامہ ہیں وروہ ایسی اخبار بالخیبے شائک
 جنہیں بعضوں کا طور بھی ہو چکا ہے چنانچہ بیروان اسلام علاوہ محاسن لفظی و معنوی کے
 ایسے اخبار کو بھی اسکی حقیقت کی دلیل قرار دیتے ہیں جیسا کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے

اِس دن بہت لوگوں کے منہ تر تازہ اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہوں گے۔ ۱۲

المستمران

فرمایا تھا: "اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی ہی ہوئی
 نہیں! تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اُس نے کہا، واقع
 نہو یا پورا نہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اُس نبی نے گستاخی سے کہی ہو تو
 اُس سے مت ڈر۔" (کتاب تثنیٰ باب ۱۸۔ درس ۲۱ و ۲۲)

الضاف اور حق بینی مقتضی ہو کہ بلا امیر بش تعصب و عناد کے ان بیانات کی وقعت
 جانچی جائے کیونکہ یہ ایسی کھلی باتیں ہیں جن کے حل کرنے میں زیادہ پیچیدگی نہیں ہے
 اور ہر دانشمند تھوڑی سی توجہ میں فیصلہ کر سکتا ہو کہ وہ کہاں تک معقول ہیں بشرطیکہ
 تعصب کا پردہ سامنے سے ہٹا دیا جائے۔ اب میں ان بیانات کی نسبت خیالات
 کا اظہار حسب ذیل کرتا ہوں۔

الفاظ قرآن

نظم و نثر کی خوبصورتی پر بدرجہ مساوی جوہدت الفاظ حسن ترکیب و صنائع
 ویدائع کا اثر پڑتا ہے اور مضمون کی دلاویزی یا یہ کلام کو بہت اونچا کر دیتی ہے۔ نثر میں
 ایسے محاسن کی زیادہ گنجائش ہے اور نظم کے میدان کو بحر و قافیہ کی پابندی سے تنگ
 کر دیا ہے لیکن فطرت انسانی کو نظم کے ساتھ خاص دلچسپی ہے۔ مغموم ہونے والوں کو ہنسنا
 اور ہنسنے ہوئے مسرور الوقت کو رولادینا نظم کے معمولی کرشمے ہیں اور دنیا میں
 بہت کم ذی شعور ملین گے جن پر اس کرشمہ نے کم و بیش اثر نہ ڈالا ہو بزم عشرت میں

وہ شاہانہ چال چلتی ہو مگر میدانِ رزم میں اُسکے آہنی بازو شیرنستان کی کلائی توڑ دیتے
ہیں اور اُسکو سُن کے عرصہ جنگ میں دُون ہمتوں کے دھڑکتے ہوئے دل کو
قرار آجاتا ہے۔

اس دور میں شاعروں کی جماعت گھٹ گئی لیکن پُرانے شعروں کی قوتیں
اتیک علیٰ حالہ برقرار ہیں اربابِ تہذیب کے ہاں وحشیوں کے چوپال میں سننے والے
اپنے مذاق کے موافق اس موزون کلام سے بہرہ مند ہوتے ہیں ہلکی تکرار سے
عالم تنہائی میں دل بہلتا ہے اور مُرجھائی ہوئی طبیعتوں میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ نشر
بھی اپنے طرز میں نہرِ شانِ قدرت ہے اُس نے علمی اور تمدنی مراحل میں ہمیشہ اہل عالم
کو ممنون رکھا اور آج کل کے زمانہ تہذیب میں تو وہ نٹے نٹے جو ہر دکھا رہی ہے
خلاصہ یہ کہ نشر میں بڑھون کی متانت اور نظم میں جوانوں کی سی شوخی موجود ہے ہر اگلے
زمانہ میں شوخی کلام کی بڑی قوت تھی مگر اب نشر نے بھی اپنی وقعت اُسی کے برابر
کر لی ہے۔ یون تو ہر قوم اپنی نشر و نظم کی دلدادہ ہے لیکن عرب کی جاہل قوین اپنے زمانے
میں لٹریچر کی جانِ نثار شیدائی تھیں جسکو فصاحت و بلاغت کی رنگ آمیزی سے
اُن لوگوں نے بہت دلفریب بنا رکھا تھا ایسی کارروائی کی علت غالباً یہ تھی کہ
عربی زبان میں استعداد ترقی موجود تھی اہل زبان ذکی الحس کو دیگر علوم سے ہاتھ
نٹے ایسے اُنکی تہامی دماغی قوتیں لٹریچر کے سدھارنے میں مصروف رہیں اور قوتِ فطرت
اُن لوگوں نے اپنی فصاحت و بلاغت کو ایسا کیلتا سے زمانہ سمجھ لیا کہ مالکِ دیگر کو

عجم (غیر فصیح کج معج بیان) کہنے لگے اور حق یہ ہے کہ تھوڑے اور ڈھلے ہوئے لفظوں میں کسی مطلب کا ساتھ قوت اثر کے ظاہر کرنا انکی زبان کا جوہر تھا اور شوکت بھرے شعروں کا بالبداهت موزون کر دینا تو عربی شاعروں کا ایسا کمال تھا جسکی نظیر دوسری قوموں میں نہیں مل سکتی ہے عرب میں یہ طریقہ رائج ہو گیا تھا کہ اچھے اچھے شاعر اپنے قصیدے قریش کے روبرو ایام حج میں پڑھتے اور انہیں جو پسند کیا جاتا اس کو ارکان کعبہ پر عزت تعلیق عطا کیجاتی اس عزت افزائی سے صرف شاعر کی ذاتی ناموسی ترقی نہیں کرتی بلکہ اُس کے تمام قبیلہ کو اپنے ہمجنسوں میں فخر و مباہات کا عمدہ ذریعہ بناتا چنانچہ جب عمرو ابن کلثوم تغلبی کا مشہور قصیدہ جو سب سے متعلقہ میں شامل ہے دیوار کعبہ پر آویزاں ہوا تو بنو تغلب نے اس قدر دون کی لینی شروع کی کہ ایک دوسرے شاعر کو انکی ناراضی پر یوں ریمارک کرنا پڑا۔

اَلْهٰی بَنِي تَغْلِبٍ عَنْ كُلِّ مَكْرٍ مَّۤیَّةً قَصِيْدًا ۖ قَالٰ هَا عَمْرُو بنِ كَلْثُوْمٍ
الغرض بقابلہ شعر کے عرب میں کلام منظوم کی بڑی قدر تھی اور اُس میں غرور و نخوت کے ساتھ زیادہ تر میخواری جنگ جمعہ کی اور عیش پرستی کے تذکرے کیے جاتے جن کے تھا جملہ عرب کو طبعی دلچسپی تھی۔ ٹھیک اُسی زمانہ میں جبکہ فصاحت و بلاغت کا آفتاب بلند ہو کے معائب معنوی میں گنایا ہوا تھا نزول قرآن کی بھی مسعود ساعت آگئی انکی

بنی تغلب کو ہر طرح کی بزرگیان حاصل کرنے سے اُس ایک قصیدہ نے غافل کر دیا جسکو عمرو

آسمانی کتابوں میں ایسے الفاظ پر زیادہ توجہ نہیں ہوئی تھی کہ وہ جن قوموں کے لیے ابتداءً اتاری گئیں اُن کو فصاحت و بلاغت میں عربوں کی طرح انماک نہ تھا اور دانشمند ناصح کا فرض ہے کہ پہلے مذاق اہل مجلس کا اندازہ کرے اور پھر مقصود کو ایسے شایستہ طرز میں گوش گزار کرے کہ سُننے والوں کو بھلا معلوم ہو اور کان سے گزرتا ہوا اُسکا اثر سویدے قلب تک تیر جائے چنانچہ قدرت نے بھی اس مصلحت کو پیش نظر رکھا اور مغنیہ قرآن کو ایسا پُر زخمت پہنایا کہ اُسکی ظاہری شوکت نے دلوں میں عظمت اور اُس عظمت کے آنکھوں میں چمکا چونچیدہ اگر دی۔ حمزہ بن عبدالمطلب نے بروقت اسلام لانے کے پُر جوش لہجہ میں منہرایا ہے۔

إِلَى الْإِسْلَامِ وَالَّذِينَ الْحَنِيفِ
خَيْرٌ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيفٌ
تَحَدَّدَ مَعْدَى اللَّبِّ الْحَصِيبِ
بِآيَاتِ مُبَيَّنَّةٍ الْمُحْرُوفِ

سَمَّاتِ اللَّهِ حِينَ هُدَى فَوَادِي
لَدَيْهِ جَاءَ مِنْ رَبِّ عَزِيزٍ
إِذَا قُلِيَتْ رَسَائِلُهُ عَلَيْهَا
رَسَائِلُ جَاءَ أَحْمَدُ مِنْ هُدَاهَا

۱۲ میں نے خدا کی تعریف کی جیسکے اُس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کی ہدایت کی

۱۳ وہ ایسا دین ہے جو پروردگار غالب اور ایسے پروردگار کی طرف سے آیا ہے جو بندوں کے حالات سے

خبردار اور اُن پر مہربان ہے ۱۲

۱۴ اُسے بھیجے ہوئے پیام حبیبِ عمر پڑھے جاتے ہیں تو عقلدار صائب الرائے آدمیوں کے آسمان پر گتے ہیں ۱۲

۱۵ وہ ایسے پیام ہیں جنکی ہدایت کو احمد واضح حرفوں میں (رب کلام فصیح) لائے ہیں ۱۲

روایت کی جاتی ہے کہ ولید بن المغیرہ قبیلہ قریش میں سب سے زیادہ فصیح گنا جاتا تھا
 اُس نے ایک دن درخواست کی اور پیغمبر علیہ السلام نے اُس کو قرآن کی آیات سنائی
 إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ
 عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝
 (پارہ ۱۴- سورۃ النحل- رکوع ۱۳)

ولید نے اس آیت کو دوبارہ پڑھوایا اور باوجود عناد کے اُس کو اقرار کرنا پڑا کہ لفظ نہانی
 ایسے کلام کی ایجاد پر قادر نہیں ہے۔ عثمان بن مظعون نے زبان سے کلمہ پڑھ لیا تھا
 لیکن وہ خود کہتے ہیں کہ ابھی تصدیق متلبی سے محروم تھے کہ آیت مذکورہ بالا جس نے
 محاکم اخلاق کو چند الفاظ میں جمع کر دیا ہے نازل ہوئی دلپر اُسکا ایسا گہرا اثر پڑا کہ مومن
 صادق بن گئے۔ برمانہ نزول قرآن اکثر قلوب پر صرف معجزہ بیان نے پورا قبضہ
 کر لیا اور بہتوں کو توحید کے جادہ مستقیم پر لا ڈالا اور اب تک اُسکی تسخیری قوت و اکریمی
 خاصیت بدستور برقرار ہے۔

کون نہیں جانتا کہ الفاظ بے معنی مہمل ہوتے ہیں اور میرا مقصود یہ نہیں ہے کہ
 محض الفاظ معجز نہاں بلکہ حاصل تقریر یہ ہے کہ معنی کی معجز نہائی میں قرآن کے الفاظ اور
 لفظوں کی ترکیب کو بھی خاص قسم کی مداخلت ہے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ**

لے اس حکم دیتا ہے انصاف اور نیکی اور قربت مندوں سے سلوک کا اور منع کرتا ہے جانی اور بدتمیزی

اور زیادتی سے۔ وہ تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہے جو کاش تم یاد رکھو ۱۲

وَأَنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّمَّنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا
شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ هَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ هَ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ هَ

(بارہ- سورۃ البقرہ کوع ۳)
قُلْ لِّمَنِ اجْتُمَعَتِ الْآلُفُ وَارْتَجَىٰ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذِهِ الْقُرْآنِ لَا
يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَكَوْكَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ہ بارہ- سورۃ بنی اسرائیل کوع ۱۰
ان آیتوں میں یہ تصریح نہیں ہے کہ الفاظ و معانی بالاشتراك معجز نہ ہیں یا بالانفراد اس لیے
میں بوجہ ذیل ثابت کرتا ہوں کہ لفظوں کی ترکیب میں بھی کچھ ایسی کیفیت مضمر ہے جس کا وہی
اثر دل پر پڑتا ہو اور صاحبان طبع سلیم جب اس کا احساس کر لیتے ہیں تو ان کو بوجہ ذیل لامحالہ
تسلیم کرنا پڑتا ہو کہ یہ ترکیب خدا ساز ہے پیغمبر علیہ السلام یا کسی دوسرے انشا پر دان کو قدرت
نہ تھی کہ ایسی حیرت انگیز لفظی ترکیب کر سکے۔

اولاد دعویٰ نبوت سے پہلے پیغمبر علیہ السلام نے انشا پر داری میں کوئی

لے اور اگر کوئی اس کلام میں شک ہو جس کو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو ہم بھی ایسی ہی ایک سہ رہنا لا
اور سوائے اس کے اپنے حامیوں کو بھی بلا لاؤ اگر سچے ہو پس اگر ایسا ذکر سکوا اور ہرگز ذکر سکوا گے تو اس آگ سے ڈرو
جس کے اندھن آدمی اور پتھر میں اور شکروں کے لیے مہیا کی گئی ہو ۱۲

لے اسے پیغمبر کہہ دو اگر آدمی اور جن اس لیے جمع ہوں کہ مثل اس قرآن کے لائیں تو اس کا مثل
ذلا سکین گے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد کرے ۱۲

شہرت خاص حاصل نہیں کی تھی اور نہ میدان شعرو سخن میں کبھی اُنکا مبارک قدم گیا تھا کاش فصاحت و بلاغت قرآنی اُنھیں کی قوت بیانہ کا نتیجہ ہوتی تو غیر ممکن تھا کہ مثل دیگر ناموران عرب کے وہ بھی عہد شباب میں اس طرف توجہ نہ فرماتے اور اُنکا کلام نظم یا نثر دیوارِ کعبہ پر آویزان نہ دیکھا جاتا۔

جب چالیس برس سے عمر نے تجاوز کیا اور وہ دن آگے جنہیں خوش طبعیت پر اُس پر جاتی ہر اس وقت حضورؐ نے ایسے کلام معجز نظام کو پیش کیا جسکے سامنے فصاحت عرب کی گرم بازارِ ٹھنڈی پڑ گئی اور باوجود اُن کے عوہیا میمنہ کے مقابلہ کیسا کیسا مقابلہ کا حوصلہ بھی پیدا نہیں ہوا ان واقعات پر نظر کر کے کیا کاشنشن انسانی کہہ سکتا ہے کہ یہ کلام ربانی نہیں ہے اور اُس کو خود پیغمبر اُنکے کسی ہمارے بنالیا یا بنا دیا ہو کیونکہ اگر ایسا تھا تو سردارانِ قریش و دیگر قبائل کے نازک خیالوں نے خود یا دوسروں کی مدد سے ایک چھوٹی سورہ کیون نہیں پیش کی اور یہ موجودگی و ولولہ خود سری کے جو انکا خاصہ طبعی تھا سب کے سب نے مجلس مناظرہ میں کیون سر جھکا لیا۔

ثانی تجربہ شاہد ہے کہ عمدہ سے عمدہ کلام انسانی جب پہلی مرتبہ پڑھا جائے تو طبعیت کو وہ لطف جو بیان میں نہ آسکے ملتا ہے پھر بحالت تکرار وہ لطف درجہ بدرجہ کم ہوتا ہے تا آنکہ کثرت تکرار کے بعد وہی کلام جو کبھی موجب تفریح تھا باعث انقباض خاطر ہو جاتا ہے لیکن قرآن کی عبارت کو معنی پہنچنا قاری ہی جسدِ رزیدہ پر پڑھتے ہیں اُسی قدر لطف زیادہ بڑھتا جاتا ہے **هُوَ الْمُسْكِرُ مَا لَذَّتْهُ يَتَضَوُّعٌ** اگر کسی

اس بیان پر اطمینان نہو تو خود پڑھ کے دیکھ لے کہ اُسکے مذاق پر اس قدر ترقی قدس کی شیرینی کیسی روز افزون حلاوت پیدا کرتی ہے۔ (س) یہ سب اعتقادی جلوے ہیں جنکو پیروان اسلام سلک اعجاز میں منسلک کرتے ہیں۔ (ج) دوسرا اہل کتاب بھی آسانی کتاب سے اعتقادی نیاز مندیان رکھتے ہیں لیکن اُن کو تو ہم ان کتابوں کی قرأت کا ایسا والد و شیدائین پاتے۔ (س) دوسروں کے بیان کی سند نہیں مگر ہر مذہب کے پیرو باصرار کہتے ہیں کہ اُنکو اپنی معتقد علیہ کتاب کے پڑھنے میں قند و نبات کا مزہ آتا ہے۔ (ج) دعویٰ کی جانچ نتیجہ سے کرنی چاہیے قرآن کے لاکھوں حافظ خطہ بے اسلام میں موجود ہیں اولاً لایسون کا شمار کیا جائے جو یوحنا کی انجیل کے برابر قرآنی آیتوں کو یاد رکھتے ہوں تو تعداد بہت بڑھ جائے لیکن دوسری کتابوں کے حافظ اگر دنیا میں موجود ہوں تو بھی معددے چند سے اُنکا نمبر آگے نہ بڑھے گا اس تفاوت کی خاص وجہ یہ ہے کہ قرآن کے لفظی محاسن اُسکے حفظ کا حوصلہ دلاتے رہتے ہیں اور دوسرے صحائف میں ایسے محاسن کا وجود نہیں ملتا۔

مثالثاً۔ ہر گاہ نصایح کا دل نشین کرنا مقصود بالذات تھا اسیلے قرآن میں

ایک ہی بات ایک ہی قصہ ایک سے زیادہ سورتوں میں بیان کیا گیا ہے مضمون کا بار بار آنا معمولاً کلام کی خوبی کو کھودیتا ہے لیکن قرآن کی ہر تکرار میں خاص لا ویری محسوس ہوتی ہے۔

رابعاً۔ اتنے بڑے مجموعہ میں جسکی تکمیل تیس برسوں میں ہوئی یہ حیرت انگیز

خوبی موجود ہے کہ وہ از ابتدا تا انتہا یکسان رنگ فصاحت میں ڈوبا ہوا ہے لیکن بڑے بڑے
 فصحا کا رنگ اتنی مدت کے اندر کبھی گہرا کبھی پھیکا ہوتا رہتا ہے جسکو سخن شناس پہچان
 لیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ قرآن میں آخر ایسا تفاوت کیوں نہیں ہے اس سوال کا سچا
 جواب یہی ہے کہ وہ پروردگار کا کلام ہے جسکی ذات و صفات میں حدوث و تغیر کو راہ
 نہیں مل سکتی۔

خامساً۔ اُسی مضمون کو جو موجود فی القرآن ہے بیان کرنے والا دوسرے
 لفظوں میں بیان کرے تو مضمون کی قوت اور اُسکا اثر گھٹ جاتا ہے پس اگر اُسکی کُریب
 میں سرمایۂ اعجاز مضمر نہ ہوتا تو چاہیے تھا کہ نقش ثانی نقش اول سے بہتر نہیں تو اُسکے
 برابر ہو جاتا۔ (س) قرآن بجا از نوعیت مضامین ابواب و فصول پر منقسم نہیں ہے
 ایسے سرشتہ سخن اُبجھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ (ج) قرآن علمی کتاب یا داستانِ واقعات
 گذشتہ نہیں ہے بلکہ وہ وعظ و پند کا دل پسند مجموعہ ہے جسکے ضمن میں اُمم سابقہ کے تذکرے
 آگئے ہیں یا چند تمدنی احکام کی تعلیم کی گئی ہے۔

تم خود کبھی ناصح بن کے دیکھ لو کہ ایک مرتبہ کے کہنے میں طبیعت کو تسکین نہیں
 ہوتی اور اگر نصیحت مہتمم بالشان ہو تو بارہا اُسکی تکرار کی ضرورت داعی ہوتی ہے۔ خدا کو
 بڑے بڑے سرکشوں کا سمجھا نا منظور تھا اور ایک ایسی کتاب تیار کرنی مقصود تھی جو اب اللہ
 تک اُسکے بندوں کا دستورِ عمل ہے پس وہ انسانی ترتیب کا پابند ہو کے اپنے اصلی
 مقاصد کو کیوں برباد کرتا۔ صانعِ قدرت اپنی صنعتوں میں انسانی ترتیب کا مقلد نہیں ہے

نباتات اور اشجار میں اُس نے بڑے بڑے کرشمے قدرت کے نمایان کیے ہیں لیکن مٹکی
شاخ اور برگ میں وہ مساوات اور وہ تقابل پایا نہیں جاتا جسکو انسانی صنعت عموماً
اختیار کرتی ہے یا اینہم اس بے ترتیبی میں ارباب بصیرت وہ موزونی مشاہدہ کرتے ہیں
جنکے بیان سے زبان قاصر ہے وَاللّٰہُ کَڈُ مَعِیْ قَالَ۔

تکلف بری ہو حسن ذاتی قبائے گل میں گل بوٹا کمان ہو

معانی قرآن

قرآن کی سبب کتاب میں چند احکام بیان ہوئے ہیں لیکن زیادہ تر اُن عقائد
حقہ پر زور دیا گیا ہے جنکا تعلق تصفیہ روحانی سے ہے جیسا کہ قبل اسکے کچھ نمونے دکھائے
گئے تھے۔ تمام تر احکام قرآنی معتدل اور فطرت انسانی کے موافق ہیں اور اعتقادات کے
ذخیرہ کو جو چاہے عقل کی کسوٹی پر کس لے اُس میں ایک ذرہ کے برابر بھی غل غش
کی آمیزش نہیں ملے گی۔ یہ مبارک شجرہ ریگستان عرب میں سرسبز اور بلور ہوا جہان مدتوں
سے حکمت کا ایک بیج بھی زمین پر نہیں گرا تھا اور لاعلمی اس حد تک ترقی کر گئی تھی کہ تہذیبی
و تشاوری کے ساتھ جو شخص صرف فن کتابت میں مہارت رکھتا تھا اُسکو قبائل عرب
اوج کمال پر فائز سمجھتے اور کامل کی ڈگری عطا کرتے تھے پس جس قوم میں صفیٰ ترین
معیار کمال قرار پائی ہوں اُسکے افراد کی نسبت یہ قیاس کب ہو سکتا ہو کہ ذائقہ الہیات
کی جھلک عالم خواب میں بھی دیکھی ہوگی لیکن قدرت کی کارساز یوں کو یہ کیسے کہی قوم میں

معانی قرآن

لغو توحید بلند کرتا ایک اُمی اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے اتنے دور کے مسائل حکمت بتا دیے
 جنکے رموز تک نہ بٹے بٹے فلاسفوں کی رسائی ہوئی تھی اور نہ توریت شریف اور
 انجیل مقدس میں ویسی تشریح کا نام و نشان تھا۔ بلندی مضمون کے ساتھ اُس بیان میں
 روحانی قوتوں کے جلوے نمایاں تھے جنکے اثر سے وہ قلوب جنین حجریٹ آگئی
 تھی تیسچہ پھر موم ہوئے آخر کار محبت الہی کی گرمی سے پگھل گئے۔ یہودی معجزات
 موسوی کے تذکرے کرتے ہیں اور عیسائیوں کے دفتر میں بڑی لمبی فہرست معجزات
 کی موجود ہے جن پر انکی تبلیغی حجتوں کا دار و مدار رہتا ہے لیکن قرآن نے باغراض اپنی
 تصدیق کے اعجاز محمدی پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ فطرت الہی کی مضبوط زمین پر استدلال
 کی بنیاد رکھی اور واقعات تاریخی پر توجہ دلا کے اپنی حقیقت اور پروردگار کی عظمت
 کو اس طرح بدلائل عقلی ثابت کر دیا کہ ذوق سلیم کی محبتوں سے مغلوب ہو گیا اور اس
 دور میں بھی کہ عقلی جود عجیب و غریب کرشمے صنعت کے دکھا رہی ہو اُن محبتوں کا
 حلقہ اثر بڑھتا ہی جاتا ہے۔ مسٹر وشن ایک انصاف پسند روشن دل فرماتے ہیں
 ”اُن تبدیلات مضامین میں جو مثل برقی تیز و طرار ہیں اس کتاب (مستمران)
 کی ایک نہایت خوبصورتی پائی جاتی ہے اور گو سچھی (ایک مشہور ترین جرمن ناول)
 کا یہ قول بجا ہے کہ جس قدر ہم اُسکے قریب پہنچتے ہیں یعنی اُس پر زیادہ غور کرتے ہیں
 وہ ہمیشہ دو کھینچتی جاتی ہے یعنی زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے وہ بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر
 متعجب کرتی ہے اور آخر کار فرحت آمیز تحسین میں ڈال دیتی ہے“ اور مسٹر

جان ڈون پورٹ اپنی کتاب اپالوجی فار محمدینڈومی قرآن
میں جو انیسویں صدی کی تصنیف ہے تحریر فرماتے ہیں ”منجملہ بہت سی اعلیٰ درجہ کی
خوبیوں کے جو قرآن کے لیے واجب طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں دو خوبیاں
بہت بڑی ہیں۔

ایک اُسکا مودبانہ اور سبب و رعب سے بھرا ہوا طرزیان ہے جو ہر ایک مقام پر
جہاں خداوند تعالیٰ کا ذکر یا اُسکی ذات کی طرف اشارہ ہے اختیار کیا گیا ہے اور جسمین خداوند عالم
کی طرف اُن جذبات اور اخلاقی نقائص کی نسبت نہیں کی گئی ہے جو انسان میں پائے
جاتے ہیں۔

دوسرے کردہ اُن تمام خیالات باطل اور الفاظ رکیک اور قصص سے مبرا ہے جو شریعت اور
خلاف اخلاق اور نامعذب ہوں لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہ عیوب کتب مقدسہ یہودین و مسلمانین
پائے جاتے ہیں و تحقیقت قرآن ان سخت عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اُس میں خفیف سے
خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں ہے اور ابتداء تا انتہا پڑھ جاؤ مگر اُس میں کوئی لفظ ایسا نہ ملے گا
جو رکیک اور مشرم و حیا کے خلاف ہو۔ قرآن میں ذات باری کی تعریف مشرق اور صاف
ہے اور جو نہ سبب اُس نے اپنی خوبیوں کے ساتھ قائم کیا ہے وہ وحدت الہی کا پختہ اور مستحکم
یقین ہے جو سبب اُس کے کہ خدا کو فلسفیانہ طرز پر ایسا سبب الاسباب مان لیں جو اس عالم
کو مقررہ قوانین پر چلا کے خود ایسی شان و عظمت کے ساتھ الگ ہے کہ اُس تک کوئی شے پہنچ
نہیں سکتی از روئے تعلیم قرآنی وہ ہر وقت حاضر و ناظر اور عالم کائنات میں عامل و تصرف ہے

علاوہ برین اسلام ایسا مذہب ہے جسکے اصول میں کوئی امر متنافع فیہ نہیں ہے اور چونکہ وہ
 کسی ایسے معممہ پر شامل نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے اور جسکو زبردستی قبول کرنا پڑے
 اسلئے وہ خیالات کو ایسی سیدھی سادی اور ایسی پرستش پر قائم رکھتا ہے جو تغیر پذیر
 نہیں ہے حالانکہ تیز و تند اور ادا دھند جو شذہبی نے پیروان اسلام کو اکثر اوقات
 آپے سے باہر کر دیا ہے اور سب سے اخیر بات یہ ہے کہ مذہب اسلام ایسا مذہب ہے جسکے
 ولیوں شہیدوں تبرکات اور تصویروں کی پرستش اور ناقابل باتین اور حکیمانہ بایکیمان
 اور اہبوں کی تجرید و تعذیب نفس بالکل خارج کر دی گئی ہے، اب طالب حق کو غور
 کے ساتھ انصاف کرنا چاہیے کہ کس زمانہ میں اور کس قوم کے حلقہ میں قرآن نازل
 ہوا اُس نے کیسے اعمال حسنہ اور عقائد حقہ کی ہدایت کی۔ اُسکا نور ہدایت تھوڑا ہی
 و فون میں کسطح پھیلا اور دنیا کے اخلاق پر اُس نے کیا اثر ڈالا اُسکی تحریک سے عباد اور
 رب العباد کے بگڑے ہوئے تعلقات کیسی موزون حالت پر قائم ہو گئے ہر چند زمانہ
 نے کروٹیں بدلیں لیکن اس عقلی دور میں بھی آزاد و دشمن اُسکی خوبیوں کو کتنی دل ویرانی
 کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ میں کیا کہوں بعد اس فکر کے جسکی سفارش کی گئی خود ہی ہوش
 طالب حق اعتراف کرے گا کہ یہ پاکیزہ اور پرتاثر ہدایتوں کا مجموعہ لا دِیْبَ فِیْہِ
 الہامی ہے قوت بشری کا کام نہ تھا کہ ایسے موثر بلند خیالات کا اظہار بالخصوص اُن
 دنوں میں کر لیتی جب کہ اولاد آدم بُت پرستی کی شہید اور بد اخلاقیوں کی خوگر
 ہو رہی تھی

ریورنڈ میٹر نے اسلام کے متعلق اپنا تیسرا ٹیکل اخبار سینٹ جمیس میں شائع کر دیا ہے جس کا انتخاب ہم میگزین المنار مصری سے بتائید اپنی رسل کے حسب ذیل تحریر کرتے ہیں ”مجملة ان معجزات کے جنکو دیکھ کر انسانی عقل کو نہایت حیرانی پیش آتی ہے وہ دقیق حکمتیں ہیں جن سے قرآن مجید کے احکام کو ایک ممتاز فوقیت حاصل ہوا اور انسان کی مذہبی طبیعت کے اقتضا پر ان احکام کا ایک عجیب طور پر تعلق ہونا اور پیروں کے دلوں پر انکی عجیب و غریب تاثیر پڑنا اور انکے نفوس کا انسانی کمالات کی طرف متوجہ ہونا حقیقت قرآن کی ایک زبردست دلیل ہے پس اسلام اپنے پیروں کو دو تمندی اور فراغ دستی کی حالت میں وقار کا لباس پہنانا اور مفلسی و تنگ دستی میں صبر اور رضا و تسلیم کے خلعت سے آراستہ کرتا ہے بیشک مسلمانوں کو حق حاصل ہے کہ وہ ہم سے پوچھیں کہ کیا مثل محمدؐ کے کسی اُمی کے لیے بغیر خدا کی وحی کے اور اسکی مدد کے ممکن ہے کہ ایسے اعلیٰ درجہ کے حقائق و وقائق اور ایسے احکام بیان کرے جو انسانی نفوس پر مسلط ہو جائیں جیسے کہ قرآن مجید نے بیان کیے ہیں“

خبر

اخبار بالغیب

قرآن پاک میں ضرورت کے موافق آنے والے واقعات کی خبریں صاف الفاظ میں دی گئی ہیں ایسے بیان کرنے والے پر یہ بدگمانی نہیں ہو سکتی کہ اُس نے واسطے

ترجمہ اس مضمون کا ہندوستانی اخبار دن میں بھی ماہ جولائی ۱۹۷۷ء چھاپا گیا ہے ۱۲

بڑھانے اعتقاد کے ایسی اُچھی تقریریں کی ہیں جنکا کوئی نہ کوئی پہلو واقعاتِ عالم سے کم و بیش مطابقت پیدا کر لے جن باتوں کا تعلق زمانہٴ مابعد الموت سے جو ان کی حقیقت تو اُسی وقت کھلیگی جبکہ تدبیروں کے دروازے بند ہو جائیں گے اور چند پیشین گوئیوں کا وقت ظہور ابھی کچھ دور ہے لیکن حق کے ڈھونڈھنے والے ذیل کی پیشین گوئیوں سے کیوں استفادہٴ اطمینان نہیں کرتے جنکی تصدیق ہو چکی یا نایاں طریقہ سے ہو رہی ہے

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنَافِعُونَ ۝ (۱)

(پارہ ۱۴ - سورۃ الحججہ رکوع ۱)

ابتداءً نبوت سے تا وقت وفات پیغمبر علیہ السلام کے قرآن کی آیتیں ضرورت کے موافق نازل ہو اکیں اُن دنوں اہل عرب کتابی تدوین سے ناواقف تھے یا پروردگار کو اپنی قدرت کا یہ جلوہ دکھانا منظور تھا کہ بگڑتی بگڑتی حالتوں کا سنبھال دینا اُسکے نزدیک دشوار نہیں ہے بہر حال قرآن کے بے بہا موتی سلک تحریر میں منسلک نہیں ہوئے تھے کہ آفتاب نبوت کو ابر رحمت نے پھیلایا اُسکی غیبت کے ساتھ ہی سلامی دنیا پر مشکلات کی تاریکی چھا گئی اور اُن سب میں زیادہ لائق توجہ فساد کی وہ ظلمت تھی جسکو مسیلہ جھوٹا دعویٰ اربوبت خطہ میں مین پھیلا رہا تھا روشن ضمیر خلیفہ نے وقت مناسب پر جنگی قوتوں سے فساد کی جرہ کاٹ دی لیکن زخ مروجہ سے زیادہ یہ کامیابی ہنسلی پڑی یعنی بارہ سو دہائیے اٹھا رہے مسلمان اُس حملہ میں مارے گئے جو چھوٹے سے قصبہ کامہ پر کیا گیا تھا۔ الحاصل نوید فتح کے ساتھ جب اراخلافیت میں

شہدائے جنگ کی تفصیل بیان کی گئی تو ہر گھر سے گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہوئیں اور خود خلیفہ کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپکتے۔ اس لڑائی نے اقبال مندوں کے جوش کو ٹھنڈا نہیں کیا لیکن دوراندیشی نے ان کو اندیشہ دلایا کہ اگر ایسی ہی مزید لڑائیاں اور بھی لڑنی پڑیں تو وہ جماعت جو قرآن کو صندوق سینہ میں محفوظ رکھتی ہے ٹوٹ جائیگی اور اُسی کے ساتھ کیا عجب ہو کہ قرآن کا کوئی حصہ نسیا منیا ہو جائے چنانچہ ایک سال بعد وفات نبویؐ کے قرآن اشکل کتاب لکھ لیا گیا مگر برسوں گزر گئے اور اُسکی اشاعت کی نوبت نہیں آئی جسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُس زمانہ کے مسلمان قوت حافظہ کو قرآن پرفدا کر رہے تھے انکو پروا نہ تھی کہ باغراض یادداشت کاغذ و قلم سے استمداد کریں لیکن خلیفہ ثالث کے دور حکومت میں اسلامی جماعت بہت بڑھ گئی اسلئے قرآن مرتبہ کی نقلیں دور دراز شہروں کو بھیجی گئیں۔ وہ جلد جلیفہ کے استعمال میں تھی اب تک مسجد مدینہ میں محفوظ اور زیارت گاہ خلائق ہے ۶۷۵ ہجری میں مسجد نبویؐ کی عالیشان عمارت مع تمامی سامان موجودہ کے جل گئی لیکن وہ قنبہ حسین مصحف عثمانی رکھا تھا صاف بچ گیا اسی طرح ۷۵۰ ہجری میں بجلی گری اور اکثر حصہ مسجد کا جل گیا لیکن اس واقعہ میں بھی تاریخی مصحف کو کوئی صدمہ نہیں پہونچا۔ بعد اُس اشاعت کے جس کا تذکرہ کیا گیا کثرت سے قرآن کی نقلیں ہوتی رہیں قدرت کی کارسازیاں لائق حیرت ہیں کہ وہی آیتیں اور سورتیں جو کبھی کھجور کے پتوں اور خرے کی چھالوں پر لکھی جاتی تھیں تھوڑے ہی دنوں میں مٹاؤ مذہب اوراق پر دیدہ نیاز کی پتلیاں ننگیں کتابت کی تمام

ہنرمندیان اُن پر نثار ہوئیں اور تکلفاں گئے وہ وہ رنگ دکھائے کہ چشم تاشا انگوٹھ کھلے
 حیران رہ گئی چنانچہ سنا جاتا ہے کہ شاہان تیموریہ کی سرکار میں ایک ایسا قرآن موجود
 تھا جس کے اوراق سونے کے پتر سے بنائے اور اُن پر قیمتی جواہر کے ترشے ہوئے
 حروف جمائے گئے تھے۔ اچھل ایجا دچھا پہ سے پہلے اکثر مسلمانوں کے گھر میں
 متعدد جلدیں قرآن کی موجود تھیں اور بعد ایجا دچھا پہ کے تو لاکھوں جلدیں ہدیہ
 شائقین ہو چکیں اور اب تک خریداری کی گرم بازاری بدستور ہے یہ تو تحریری سامان حفاظت
 کا بیان ہوا قدرت نے اُس سے بھی زیادہ مضبوط ایک دوسرا سامان حفاظت مہیا کر دیا
 ہے کہ لاکھوں عقیدہ مندوں کے سینہ میں پورا قرآن محفوظ ہے اور روز بروز حفظ قرآن کا
 شوق ترقی کر لجاتا ہے۔ حفظ کا شوق یا حافظوں کی کثرت اتفاقی بات نہیں ہے کیونکہ خدا
 نے بالقصد انسانی حافظہ پر قرآن کو آسان کر دیا ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی وَلَقَدْ
 يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلَّذِي كَرِهَ مِنْ مُّشْكِرٍ** (پارہ ۲۴ - سورۃ البقرہ - رکوع ۱)
 تمام حصص دنیا میں مسلمان پھیلے ہوئے ہیں اور ترتیب مسترآن کو تیرہ سو برس کا
 زمانہ گزر چکا ہے لیکن اتنی بڑی کتاب کی ایک آیت کی نسبت بھی تحریف کا الزام کسی
 دانشمند نے نہیں لگایا۔ اور نہ قیاساً آئندہ کسی تحریف کا گمان پایا جاتا ہے۔

اس عالم کا خداوند اپنے ارادوں کا نفاذ اسباب کے اوٹ میں کرتا ہے ایسے ناظرین
 واقعات مذکورہ پر غور کر کے اندازہ کریں کہ یہ پیشین گوئی کس و ثوق کے ساتھ کی گئی تھی

۱۲ ہم نے قرآن کو واسطیہ کے آسان کر دیا ہے جس کو کوئی کہہ سکے یا دکرے ۱۲

اور بیشین گوئی کرنے والے نے کیسے قوی اسباب حفاظت قرآن کے مہیا کر دیے ہیں۔
 اپنے عہد تک تحریف کا نہو نامسرولیم میور صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ
 اپنی کتاب لایف آف محمد میں تحریر فرماتے ہیں ”نہایت قوی قیاس سہم کہتے ہیں
 کہ ہر ایک آیت قرآن کی محمد کے غیر محرف اور صحیح الفاظ میں ہے“ ذی علم مصنف اگر نہ صفا
 آزادی کو کام میں لاتے تو انکو بجا سے قوی قیاس کے یقین کا لفظ استعمال فرمانا اور
 جن آیتوں کی نسبت وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرتے ہیں انکو خداوند خدا کی طرف
 منسوب کرنا چاہیے تھا لیکن انکا اتنا اقرار بھی غنیمت ہے باقی رہی تھوڑی سی بھیج اسکو
 بھی کیا عجب ہے کہ یورپ کے روشن ضمیر اسوقت ترک کردین جبکہ متعصبانہ جوش اور
 تقلیدی نفرت کو شاید شکی کا دور مٹائے۔

(۲) **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط**
وَأَنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّكَاسِ ط
 إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ (پارہ ۶- سورۃ المائدہ - رکوع ۱۰)

یہ آیہ کریمہ جنگ احد کے بعد نازل ہوئی اور بعد اس کے نزول کے کوئی بداندیش حضور کو
 جسمانی صدمہ نہ پہونچا سکا دنیا کے بادشاہ واسطے ذاتی حفاظت کے بہت کچھ سامان

لے اے پیغمبر جو پیام تم پر تھا اسے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئے ہیں لوگوں کو پہونچا دو اور اگر
 تم نے ایسا نہ کیا تو گویا پروردگار کی رسالت کو نہیں پہونچایا اللہ تمہاری حفاظت آدمیوں سے کرے گا بیشک

اسدؓ لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا جو کافر ہیں ۱۲

موجود رکھتے ہیں لیکن پھر بھی اُنکی حالت خطرہ سے یقیناً محفوظ نہیں رہتی چنانچہ اگلے زمانہ میں بشمار ایسے واقعات گزسے ہیں کہ کوئی حقیر دشمن جان پر کھیل گیا اور اُسکے دستِ تم نے بڑی قیمتی جان ضائع کر دی۔ ہم دور کی سند کیون لائین تاریخ کے ٹھٹھنے والے جانتے ہیں کہ ذی اقتدار خلیفہ دوم اور عالیفتہ خلیفہ چہارم پر کس طرح ایک ذلیل جان باز کو موقع دستِ س مل گیا اور اُس نے وہ کامیابی حاصل کر لی جو قیصر و کسریٰ کے حوصلہ سے بھی باہر تھی۔ پیغمبر علیہ السلام کے حلقہٴ وعظ و پند میں دوست و دشمن صادق و منافق ہر قسم کے آدمی شریک ہتے تھے ذاتی خفاطت کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا بابائہمہ اُنکا دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنا اگر حیرت انگیز نہ تو بھی ایک واقعہ لائق لحاظ ضرور ہے۔ کون نہیں جانتا کہ دنیا میں بشمار اقبال مندوں نے محفوظ زندگی کا استفادہ کیا ہے لیکن مقصود بیان یہ ہے کہ مشتبہ حالت میں وعدہ کیا گیا اور نتیجہ اُسی کے موافق پیدا ہوا اسیلے وہ خبر جو دی گئی سلسلہٴ اخبار بالغیب میں داخل اور صداقت قرآن پر اطمینان دلانے والی ہے۔ (س)

جو تشی اور رمال بھی واقعات آئندہ کی خبریں دیتے ہیں اور انہیں کچھ صحیح نکل آتی ہیں سطح ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کا یہ بیان صحیح نکلا لیکن بر بنائے اُسکی صحت کے کیونکر اطمینان ہو کہ وہ خدا کا بیان ہے۔ (ج) جو تشیوں اور رمالوں کی باتیں کچھ جھوٹ اور کچھ سچ ثابت ہوتی ہیں لیکن قرآن کی کسی پیشین گوئی پر اتنا بک الزام کذبِ عالم نہیں ہوا ہے۔ دقیقہ سنج خیالات پر یہ واقعات قوی اثر ڈالتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کی

دشمندی اُن کے مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن دشمنی دعویٰ انبوت صاف الفاظ میں بھی ایسا بیان نہیں کر سکتا جسکا دوسرا پہلو بھی ممکن الوقوع ہو کیونکہ ایسی حالت میں صریح اندیشہ ہے کہ نتیجہ خلاف پیدا ہوا اور خود اپنے بیان سے سلتے بٹے دعویٰ کی تردید ہو جائے۔ حضور اقدس کو کوئی ضرورت داعی نہ تھی کہ اپنی ذاتی عصمت کے متعلق ایک ایسا بیان کر دیتے جسکی صداقت مشتبہ تھی اور بالخصوص ایسا بیان جسکو سُن کے دشمنوں کے حوصلے بلند ہوں اور باغراض جھٹلانے وعدہ عصمت کے مخالفانہ تدبیروں کو زیادہ وسعت دیں۔

انسؑ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں سعد اور حذیفہ خیمہ نبوی کا پہرہ اُسے پہنے تھے کہ یہ آئے نازل ہوئی اور اُسی وقت باعتماد وعدہ آئی معمولی نگرانی کا بھی انتظام توڑ دیا گیا پس واقعات مظہرہ بالا ظاہر کرتے ہیں کہ یہ خبر اُس عالم الغیب قادر تو انانے دی تھی جسکو اپنے علم ازلی پر اعتماد ہو اور جسکے ارادے کو کوئی قوت بشری روک نہیں سکتی۔

(۳) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيِّدِيكُمْ وَيُخْرِجُهُمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوقَهُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ وَيَذْهَبْ غَيْظُ قُلُوبِهِمْ ۖ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَيَّ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (پارہ ۱۰۔ سورۃ التوبہ۔ رکوع ۲)

اے اُن لوگوں سے لڑو اللہ تمہارے ہاتھوں اُنکو مزا دیگا اور اُنکو تباہ کرے گا اور مسلمانوں کا سینہ ٹھنڈا اور اُنکا غصہ دور کر دیگا اللہ جسکی توبہ چاہے قبول کر لے اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے ۱۲

یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی اُسوقت مسلمانوں کی قوت ضرور بڑھ گئی تھی لیکن پھر بھی مشرکوں کی جماعت نے دعویٰ ہمسری نہیں چھوڑا تھا۔ چنانچہ جب فسخ معاہدہ کی آنکھو اطلع دی گئی تو خیرہ چشمی کے ساتھ کہنے لگے کہ ہمتے عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اب درمیان ہمارے اور محمد کے تیغ آزمائی اور نیزہ بازی کے تعلقات باقی رہ گئے ہیں تاہم اللہ کی دیکھیے کہ بعد نزول اس آیہ کے صرف معمولی حملے ہوئے اور پھر تمام خطہ عرب انس و خاشاک شرک سے اسپا پاک ہوا کہ تیرہ صدیاں گزر گئیں زمانہ نے کتنے رنگ بے لیکن شرک کا کوئی پودا اب تک اُس دین پر سرسبز اور بار آور نہیں ہوا ہے۔ اب نگاہ کچھ اور اونچی کرو اور دیکھو کہ تھوڑے ہی دنوں میں خود سرقابل جو بربادی اسلام کے ساعی تھے اُسکے جان نثار حامی بن گئے اسیلئے پچھلا حصہ آیہ کریمہ کا واقعات سے یوں مطابق ہوا کہ بوجہ اتحاد باہمی مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے ہوئے معاندانہ خیالات کی جگہ برادرانہ تعلقات نے چھین لی۔ خدا نے اتنی بے اعتدالیوں کے بعد بھی ہمتوں کی توبہ قبول کی اور ایسے سرکشوں کو تابع فرمان بنا کے اپنی حکیمانہ شان دکھا دی بعض مغلوب الغضب مسلمانوں کو وجہ تعجب حاصل تھی کہ اپنے رسول کے ایسے دشمنوں کو تہراتی کیوں ایک طلت برباد نہیں کر دیتا لیکن عالم علم ازل جانتا تھا کہ بے ادب گمراہ کبھی با ادب بن کے راہ راست پر چلین گے اُن میں کچھ کام کے آدمی ہیں اور ایک دن مثل بندگان مخلص اسلام کے کام آئیں گے پس لفظ علیم اس آیہ میں واسطے تنبیہ اُن تعجب کرنے والوں کے آیا ہے جو اسرار الہی سے ناواقف اور درحقیقت عجلت پسند تھے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۖ اِنَّهُمْ لَمُتَوْا لَوْلَا
 وَلاَ جُنْدٌ نَّالَهُمُ الْغَلِبُونَ ۚ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّى حِينٍ ۚ وَابْصُرْ لَهُمْ
 فَسَوْفَ يَنْصُرُوهُ ۚ

(پارہ ۲۳- سورہ انفٹ - رکوع ۵)

انبیاء سابق مطلع کیے گئے تھے کہ نبی عربی فتح پائیں گے اور یمن اُس فتح و نصرت
 کے خداوند خدا اپنا جلال کبریائی ظاہر فرمائے گا۔

آیہ محولہ میں اصحاب رسول اللہ مراد لیے گئے ہیں اور خدا نے اپنے پیغمبر کو لشکین
 دی جو کہ ہم آپ کی بعثت سے پہلے انبیاء مرسلین سے کہہ چکے ہیں کہ ہماریاں
 پیغمبر آخر الزمان اعدائے دین پر غالب آئیں گے لہذا آپ چندے انتظار کریں
 مشرکوں کی جماعت خود جلد دیکھ لیگی کہ اُسکا انجام کیا ہوتا ہے۔

یہ آیتیں اُس زمانہ میں نازل ہوئیں جبکہ اسلام ماجگاہ مصیبت ہو رہا تھا اور بظاہر اُسکے
 ابھرنے کے سامان دکھائی نہیں دیتے تھے لیکن مسبب الاسباب نے غیر مترقبہ سامان
 مہیا کیے اور آخر کار اپنے پاک وعدہ کو پورا کر دیا۔ تاریخی روایتیں شہادت دیتی ہیں
 کہ خدا کا لشکر جو اصحاب محمدی سے مرتب ہوا تھا جب تک دنیا میں قائم رہا سلسلہ وار
 کامیابیاں حاصل کرتا گیا اُسے گنتی کے برسوں میں خطہ عرب سے جو بنی قیدار کا وطن ہے

۱ یعنی اپنے بندوں سے جو درجہ رسالت پر فائز ہوئے پہلے ہی کہہ دیا کہ وہ لوگ (مسلمان)

نعمت مند ہوں گے اور بیشک ہمارا لشکر غالب آئے گا پس اے پیغمبر چند روز اُن لوگوں (مشرکوں) سے

تعرض نہ کرو اور اُن کو دیکھا کرو جلد وہ لوگ خود دیکھ لیں گے ۱۲

ظلمت شرک کو مٹا دیا اور ہر چند اُس کے ارکان خود بھی مٹ گئے لیکن اُنکی فتح مند یوں کی داستان جب تک کارگاہ عالم قائم ہو صفحات تاریخ سے مٹتی نظر نہیں آتی الغرض یہ قرآن اور دیگر کتب ساوی کی گھلی ہوئی بیشین گوئی تھی جو پوری ہوئی چنانچہ آیہ قرآنی کو تو ہم بلفظہا نقل کر چکے اب کتاب یسعیاہ کا کچھ انتخاب ملاحظہ ہو۔ ”بیابان اور سوسکی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے لکاریں گے۔ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے اور بحری ممالک میں اُسکی شناخوانی کریں گے۔ خداوند ایک بہادر کے مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کے مانند اپنی غیرت کو اُسکا ینگا“ (باب ۴۲۔ کتاب یسعیاہ۔ ورس ۱۱۔ لغات) پھر اُسی کتاب اور اُسی باب کے ورس ۷ میں ارشاد ہوا ہے ”مے پیچھے مٹیں اور نہایت پشیمان ہوں جو کھدی ہوئی مورتوں کا بھروسا رکھتے ہیں اور ڈھالے ہوئے تہوں کو کہتے ہیں کہ تم ہمارے آگے ہو“

قیدار حضرت اسمعیل کے بیٹے تھے (دیکھیے کتاب پیدائش باب ۲۵۔ ورس ۱۱ لغات) قریش اور چند دیگر قبائل عرب اُنھیں کی اولاد سے ہیں (دیکھیے انساب کی کتابین) سلع ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ میں واقع ہے (دیکھیے لغات عرب کی کتابین) جنگ احزاب میں اسی کوہ سلع کے دامن میں لشکر اسلام نے خیمے ڈالے اور اُس سے

۱ علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں کہ اگر قطان اولاد اسماعیل سے تسلیم کیا جاسا کہ بعض مورخوں کی رائے ہے

تو سب اہل عرب بنی اسماعیل ہیں کیونکہ قطان و عدنان اُنکی سب شاخوں پر حاوی ہیں ۱۲

تھے بغرض حفاظت خندق کھودی تھی۔ اعداد کی کثرت نے بدانہ نشیون کو امید دلائی کہ اب بنیاد اسلام ہل جائیگی اور اُسی بنیاد پر بُزدل منافق مسلمانوں پر طرح طرح کے آوازے کئے گئے۔ مسلمان بھی اتنے گھبرائے کہ واسطے انکی تسکین کے ارادہ کیا گیا کہ قبیلہ فزارہ اور غطفان کو ایک ٹلٹ پیداوار نخلستان مدینہ کی دی جائے تاکہ وہ لشکر قریش سے علیحدگی اختیار کریں اور دشمنوں کی جماعت اس تدبیر سے گھٹ جائے لیکن سرداران انصار نے جان بازی کا حوصلہ ظاہر کیا اور یہ مغلوب پالیسی تمام چھوڑی گئی۔ مشرکان قریش بڑے سامان سے آئے اور اپنے بہادر دوستوں کے علاوہ ایک فتنہ انگیز جماعت یہودیوں کی بھی ساتھ لائے تھے لیکن جیسی کہ دھوم تھی معرکہ کارزار کو گرم نہ کر سکے اور میدان کی ہوا کچھ ایسی بدلی کہ دشمنوں کے دل ہل گئے اور شامت کے مارے اپنے سر پر پائون رکھ کے سیدھے گھر کو سدھائے۔ مشرکان کہہ کی یہ آخری کوشش تھی اور بعد اُن کے انہزام کے پیغمبر علیہ السلام نے یہ پیشین گوئی فرمائی لَنْ يَغْزُقَاكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هَذَا اس سال کے بعد ہرگز قریش تم لوگوں سے جنگ آزمائی نہ کریں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ خلاصہ یہ ہر کہ ایسی سخت آزمائش میں ساکنان مدینہ ثابت قدم رہے اور انکی دلیری نے دامن اسلام پر دولت کی چھینٹ بٹے نہیں دی۔ اسی ایک معرکہ پر منحصر نہیں ہر ہر ایک معرکہ میں وفادار انصار آٹے آئے اور ہمیشہ اُن کے زور بازو سے جلال کبریائی کا مظہر ہوتا رہا اسی وجہ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِيَةُ الْاِيْمَانِ

حُبِّ الْاَنْصَارِ وَآيَةُ الْفَقَاقِ بَعْضُ الْاَنْصَارِ۔

درس (۱۱) کی یہ تشریح ہو کہ نبی آخر الزمان کے عہد میں بادیہ نشین عرب اور بنی قریظہ اور نجرہ توحید بلند کریں گے اور بالخصوص سلع کے پہننے والے حمد الہی کے خوشنوا ترانے گائیں گے پہاڑوں کی چوٹی سے دشمنان خدا کو ڈانٹیں گے اور پھر عرفات کے پہاڑ پر لبیک کی صداؤں سے مشرکوں کے دل ہلا دیں گے۔ اہل مدینہ کی نسبت سلع کی طرف ایسے کی گئی ہو کہ اسکی حوالی میں ان سعادتمندوں نے بے مثل استقلال کا اظہار کیا اور انھیں کے استقلال نے آخری حملہ قریش کی مکر توڑ دی اور پھر وہ بڑھکے مسلمانوں پر کوئی حملہ نہ کر سکے۔

درس (۱۲) کا یہ بیان ہو کہ اہل مدینہ کی تقویت کے لئے توحید بلند ہو گا اور وہ لوگ بعد فتح کے مکہ معظمہ میں جو قریب ساحل بحر عرب کے واقع ہو خدا کی ثنا خوانی کریں گے۔

درس (۱۳) میں لفظ خداوند سے خدا یا ہمارے خداوند نعمت محمد مصطفیٰ روحی خدا مملو اور اس صورت اول میں ظاہر ہو کہ خادم مامور علی الحدیث کی کارروائیاں آقا کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور بصورت تعبیر ثانی مطلب زیادہ تر صاف ہو چکا پھر رسول خدا مدتوں سکوت کے ساتھ مظالم کفار کو سہتے رہے لیکن دشمنوں نے ٹھان لیا کہ حضرت عیسیٰ کا سا سلوک اُن کے ساتھ بھی برترین تب موسوی پالیسی کا اختیار کرنا گزیر پڑا اور واسطے مٹانے ظلمت شرک کے قاہرانہ شان شجاعت دکھائی گئی۔ پیغمبر علیہ السلام مامور بالہما دیو کے

۱۴ انصار کی دوستی ایمان کی اور اُن کی دشمنی نفاق کی نشانی ہو ۱۲

مدینہ شریف سے نکلے تھے اور ترتیب فقرات سے بھی یہ اشارہ پیدا ہوتا ہے کہ اُسی مقام سے جہان کو ہر مسلح واقع ہوا اور جہان کے پہننے والے خدا کا جلال ظاہر کریں گے خداوند بہادرانہ خروج کرے گا۔

درس (۱۷) میں اُن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو بعد فتح مکہ عالم ظہور میں آئے یعنی بُت توڑے گئے بُت پرستوں کی جماعت ٹوٹ گئی مشرکوں نے غلبہ اسلام کو بحشم خود دیکھ لیا اور سمجھ گئے کہ اُن کے بنائے ہوئے معبود خود اپنے تئیں دشمنوں کے ہاتھ سے بچاؤ نہ کر سکتے تھے تو یہ جاریوں کی کب تکیری کر سکتے ہیں۔

(۵) **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ هُمْ أَجْرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا النَّبِيَّ هُمْ**

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ أَلْ بُرُكَاؤُكَ أَوْ يَعْلَمُونَ ۚ أَلَمْ يَكُنْ
صَابِرًا وَاعْلَىٰ زِكْرِهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۚ (پارہ ۱۳- سورہ النحل رکوع ۶)

عموماً سرداروں کی حالت اُنکے توابع سے اچھی ہوتی ہے اسیلے جب اُن دنوں کی تمدنی حالت کا پتہ لگانا مطلوب ہو تو پیغمبر علیہ السلام کی طرز معاشرت پر جسے ہم آئندہ بریں کریں گے نظر کر کے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ عام مسلمانوں کی تمدنی عسرت کس حد تک کیفیت تھی۔ عربوں کا یہ خیال تھا کہ پیٹ پر پتھر باندھ لینے سے گرسنگی کی تکلیف کم ہو جاتی ہے۔ ابوطلحہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگوں نے آنحضرت سے بھوک کی شکایت کی

لہ اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں بے غلوم ہونے کے گھر چھوڑا انکو ہم دنیا میں اچھی جگہ دیں اور آخرت کا اجر تو بڑا

ہو کہ شوق لوگ جانتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں ۱۲

اور اپنے شکم پر پتھروں کی بندشیں دکھائیں حضور نے بھی دامن اٹھایا تو ظاہر ہوا کہ ہلکے
ایک ایک پتھر باندھے ہوئے ہیں اور شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہیں۔ جہاں گرسنگی کو
اس طرح تسکین دیجاتی تھی وہاں دیگر اسباب آسائش کا کیا ذکر چنانچہ حضرت عمرؓ ایک دن
حاضر خدمت ہوئے اور دیکھا کہ آپ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہیں چمڑے کا ٹکیہ جبین کھجور کی
چھال بھری تھی سر کے پیچھے ہوا اور چٹائی کے نقش جسد مبارک پر ابھر آئے ہیں پیغمبر
علیہ السلام ایسی مصیبتیں جھیلنے لگے لیکن عشق الہی میں ایسا استغراق تھا کہ دنیاوی
تکلیفیں محسوس نہیں ہوتی تھیں یا محسوس ہوتی تھیں مگر انکی کچھ پروا نہیں فرماتے تھے۔
آقا کی جب یہ حالت تھی تو پھر تعجب کی کیا بات ہو کہ جان نثار خادم اکثر ہاجروں کے
بن پر پڑے کپڑے شتے فاقون پر فاقہ کرنا ان بزرگوں کا معمولی شعار ہو گیا تھا
انہیں مصیبت کے دنوں میں خداوند عالم نے وسعت آئندہ کے وعدے کیے لیکن غور
کرنے والے اس موقع پر غور کریں کہ ظاہری سامان کچھ نہ تھا پھر ان وعدوں پر کیا وجہ
اطمینان حاصل تھی کہ اُسکے بھر سے پرتار کا ن وطن خاورستان مصیبت کی کڑی نوزلین
طر کر رہے تھے اور جب یہ مصیبتیں ترقی کرتی تو انہیں کے پیمانہ پر مقصدانہ ثابت قدمی
کو بڑھا لیتے۔ کتب تواریخ کے پڑھنے والے تفصیل جان سکتے ہیں کہ سورۃ النحل کا
وعدہ بحق مہاجرین کیونکر پورا ہوا مگر میں بالاختصار تحریر کرتا ہوں کہ نبوت کے سطور میں
برس قصر کسری سعد بن وقاص ایک مہاجر کے قبضہ میں تھا اور ماہ صفر سنہ مذکور میں
انہوں نے نماز جمعہ اُسی قصر کے اندر پڑھی تھی۔ عبدالرحمن بن عوف کا بھی شمار

فقرے مہاجرین میں تھا اسلئے چہری میں انھوں نے وفات کی لیکن خدا نے اُن کے
پیشہ تجارت میں ایسی برکت دی کہ پانچ سو عربی گھوڑے مجاہدوں کی نذر کیے اور ایک
مرتبہ قطعہ اراضی کی فروخت سے چالیس ہزار دینار حاصل ہوئے اور پورا زرخشاں خدا
کی راہ میں بانٹ دیا پھر مالک شام سے نو سو اونٹ مال سے لئے ہوئے اُن کے
پاس آئے اور حامل کو مع معمول خیرات کر دیا مگر باوجود ایسی فیاضیوں کے اُنکے
متروکہ سے بموجب وصیت چالیس ہزار دینار صحابہ بدر کو دیے گئے اور ایک کروڑ
اٹھائیس لاکھ دینار وارثوں کے ہاتھ آئے۔ اس طرح روایت کی گئی ہے کہ زبیر بن العوام
کے متروکہ کی قیمت چار کروڑ درہم لگائی گئی تھی اور اُن کے غلاموں کا شمار ایک ہزار
تک پہنچ گیا تھا۔

(۶) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ قُوَّتِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنَّهُ لَا شِرْكَ لَنَا بِشَيْءٍ

ایک دینار وزن میں ایک سو جو سونے کے برابر اور تقریباً ہے، کھدار کا ہونا ۱۲
ایک درہم کی قیمت ہر سے کچھ زیادہ ہوتی ہے اور ایک سو درہم کو وزن میں ۲۶ ۱/۲ تولہ اور قیمت میں
۱۲ کھدار (انگریزی) کے برابر سمجھنا چاہیے
تم لوگوں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اُنے خدا نے وعدہ کر لیا کہ اُنکو با بعد در زمین پر خلیفہ (بادشاہ)
بنائے گا جیسا کہ اُنے انھوں کو خلیفہ بنایا اور جس دین کو اُن کے لیے پسند کیا ہے اُنکو اُنکے واسطے مضبوط کرے گا
اور اُن کے خوف کو اطمینان سے بدل دیگا وہ لوگ ہماری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو ہمارے شریک نہ کریں گے
اور جو لوگ اس کے بعد ناشکری کریں وہ نافرمان ہیں ۱۲

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱۸﴾ (پارہ ۱۸ - سورۃ النور - رکوع ۷)

یہ پیشین گوئی یوں پوری ہوئی کہ بعد وفات نبی کریم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دس برس تک خلافت کو انجام دیا اور ان کے بعد دس برس چھ مہینہ چار دن خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ کا دور رہا یہ دونوں خلافتیں مجموعہ الوجہ خلافتیں بن نون کے ہمنگ تھیں بعد شہادت حضرت عمرؓ کے عثمانؓ رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور چند دن کم بارہ برس فراز و اوسے بچھلے چھ برس تک یہ دور بھی شیخین کے طرز پر چلا لیکن اُس کے بعد ارکان خلافت متزلزل ہو چلے اور بلوایان مصر کے ہاتھوں اس دور کا خاتمہ ہوا ۳۵ ہجری میں منبر خلافت نے علی مرتضیٰ کے قدموں سے عزت پائی چار سال نو مہینے زمام خلافت اُن کے مقدس ہاتھ میں رہی اور باغیوں سے لڑائیاں ہوا کین آخر کار ۴۰ ہجری میں یہ شیع خلافت بھی ایک بد بخت مدعی اسلام کے ہاتھ سے گل ہو گئی۔ اس آیت میں خدا نے مہاجر اور انصار کی طرف خطاب فرمایا تھا چنانچہ زمانہ خلافت راشدہ میں وعدہ الہی حرت بھرت پورا ہوا استحکام دین کی پوری تکمیل ہو گئی ممبران گروہ مخاطب نے اپنی عمر میں خدا پرستی میں بسر کیں اور شرک سے اٹھ کر طبعی نفرت رہی اب سوال یہ ہے کہ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۵ سے کون لوگ مراد ہیں میں کہتا ہوں کہ بلوایان مصر اور باغیان شام اور ہر گاہ یہ لوگ اُس مقدس فرقہ میں شامل تھے جن سے اس پیشین گوئی میں

خطاب کیا گیا تھا اسیلے بعد لفظ کفر کے ضمیر خطاب کا نہ لانا ایک ایسا ملیح اشارہ ہے جس کی لطافت سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔

(۶) **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّا أَخَطَيْنَاكَ الْكُوفَرَ فَاصْطَلِ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ**

لَإِن شِئْنَا لَنُكَفِّرَنَّ عَنْكَ هَؤُلَاءِ بِذُنُوبِهِمْ (پارہ ۳۰)

کوفّر کے معنی کثیر کے ہیں اور اس لفظ سے مراد خیر کثیر ہے اور اتر کے لغوی معنی دم بریدہ کے ہیں محاورہ میں یہ لفظ مقطوع اہل متروک لفظ کے معنی ہے یا رویددگار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی جبکہ مسلمان معدنیے چند اور وہ بھی تقیم الحال تھے پیغمبر علیہ السلام کے صرف ایک دہائیے کئی صاحبزادے قبل از ہجرت عالم ظہور میں آئے لیکن یا ام طفولیت گہوارہ عدم میں سوئے اہل عرب لڑکیوں کو بخینگی کی نشانی جانتے مگر اولاد ذکر کے نئے دلدادہ تھے جنگی نسبت اُنکا خیال تھا کہ مصیبتوں میں ہمدرد اور میدان جنگ میں باپ کا ہاتھ بٹانے والے ہیں مرنے کے بعد انھیں سے پرستی ناموری قائم رہتی ہے اور وہی دوستوں کو نیک سلوک کا معاوضہ دیتے اور دشمنوں سے سلوک ہم کا جو ان کے باپ کے ساتھ کیا جائے بدلا لیتے ہیں اسی خیال کی بنیاد پر عاص بن اُمیہ ابو جہل ابولہب اور دیگر جہلاے عرب پیغمبر علیہ السلام پر تعریضیں کرتے کہ وہ اولاد اور قسم ذکر زمین رکھتے مرنے کے بعد کوئی اُن کا نام لیوا اور بات کا نباہنے والا نہ ہوگا۔

لَے پیغمبر یعنی مکو خیر کثیر دیا ہے پس خدا کی نافرمانی ہو اور آئے نام پر قربانی کر دو جتنا راجہ چاہے

اُسی کا نام لیوا نہ ہے گا ۱۲

مقتضائے فطرت انسانی ہے کہ دشمنوں کی ایسی چوٹیں عموماً دھراش ہوتی ہیں اور بالخصوص ایسی حالت میں کہ سارا زمانہ دشمن ہو رہا تھا مٹھی بھرتا بعین کی اور خود اپنی جان معرض خطر میں تھی اور صاحبزادوں کے صدمہ فراق نے ملامت قلب کو درد مند کر دیا تھا ہم قیاس کہہ سکتے ہیں کہ اعدائے ملت کی یہ تعریضیں کس قدر جانگزا روح فرسا رہی ہو گی چنانچہ وہ وادیدان حالات کے پروردگار نے اپنے رسول کو تسکین دی کہ آپ گھبراہٹ میں نہیں آپ کے لیے بڑی بڑی برکتیں مقدر کی گئی ہیں اور آپ پر تعریض کرنے والے بالضرور مقطوع النسل ہو جائیں گے اور دنیا میں اُن کا ذکر خیر کرنے والا باقی نہ رہے گا۔

اب ہم اور طرح کی برکتوں سے قطع نظر کر کے بلحاظ کثرت نفوس پیغمبر علیہ السلام اور اُن کے قریشی بدخواہوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ایچ زیلر ڈاکٹر کٹر محکمہ شمار اعداد جرمنی نے حال میں ایک کتاب پڑان جملہ مذاہب کے متعلق تحریر کی ہے اور اُن کا یہ خیال ہے کہ منجملہ ایک پدم چون کو پینتالیس لاکھ دس ہزار اُس آبادی دنیا کے جو کسی مذہب کی پابند ہے سترہ کروڑ باون لاکھ نوے ہزار مسلمان ہیں لیکن یہ تعداد جسکو ڈاکٹر موصوف نے تحریر کیا لائق اعتماد کے نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کی آبادیاں صحراے افریقہ اور دور افتادہ جزائر میں موجود ہیں جہاں ٹھیک تخمینہ دشوار ہے اور اسی طرح وسط ایشیا اور مالک چین میں مسلمانوں کا شمار اب تک لائق اطمینان نہیں ہوا ہے تو بعض تخمینہ کر نیوے بہت کہتے ہیں لیکن زیادہ تر قرین قیاس یہ تخمینہ سمجھا جاتا ہے کہ دنیا میں پیروان دین محمدی کی تعداد درمیان چالیس اور پچاس کے درمیان ہے

بہر حال تیرہ صدیوں میں دینی خادموں کی تعداد لائق حیرت ترقی کر گئی ہے۔ ان خادموں کی عقیدت اپنے آقا کے ساتھ اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ اگر کوئی صاحب کرامت ذمہ داری کرے کہ اس عالم میں وہ سبے انور کی جھلک دکھائے گا تو آج ہزاروں عقیدت مند اپنے ال و عیال کو اس شوق کی نذر کر دیں گے کہ ایک نظر جمال محمدی کی زیارت مرے سے پہلے کر لیں۔ آنے والے معقدوں کی ایسی نیاز مندی ان رسول اللہ پر پوشیدہ نہ تھیں چنانچہ حضور نے انکی نسبت یوں اخبار بالغیب فرمایا ہر اَنِّ مِّنْ اَشَدِّ اُمِّي لِحٰی وَجْہَانَا سَ یَکُوْنُ بَعْدِیْ یَوْذَ اَحَدٌ هُمْ لَوْ ذَا دَرْنِیْ بِاَهْلِہٖ وَ مَالِہٖ (مشکوٰۃ لمصابیح) انھیں خادموں کی جماعت سادات بنی فاطمہ کی بھی شامل ہے جنکی رگوں میں خون محمدی دوڑ رہا ہے اور وہ اپنے تئیں رسول اللہ کا نسبی یادگار قرار دیتے ہیں خدا کی مصلحت تھی جو اُس نے ماکان محمد ابا احکم من رجا لکھار شاد فرمایا اور آپ کا سلسلہ اولاد کو رد کیا میں قائم نہیں ہوا یہ بھی سچ ہے کہ نواسے عموں پدری خاندان کی طرف کھینچتے ہیں لیکن جب وہ مادری سلسلہ کو پدری سلسلہ پر مرجح یا اُسکے برابر کر دیں تو پھر بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد میں کوئی فرق ماہہ الامتیاز نکالا نہیں جاسکتا ہیں کیا شک ہے کہ جو فواہد بقائے نسل سے مقصود ہوتے ہیں وہ سب بدرجہ کامل جناب سالتماک کو بنی فاطمہ کے وجود سے اور انکی کثرت سے حاصل ہو گئے۔ اب ایک نظر مشرکون کی طرف بھی

لے برے نئے دوست وہ لوگ ہیں جو برے مرنے کے بعد ائین گے اُسمین سے بعض خواہش کریں گے کہ کاش

ہنزال اور عیال کو نذا کر کے مجھے دیکھ لیتے ۱۲

کیجیے اکثر وہ بہت بُرا ہوا دین گزیرین کہ انکی اولاد کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور اگر کچھ لوگ انکی نسل سے باقی بھی ہے تو انھوں نے اپنی نسبت بدنام موروثی کی طرف کرنی چھوڑ دی۔ الحاصل اگر ان لوگوں کی نسل کا وجود فرض کر لیا جائے تو بھی ایسا وجود عدم سے اچھی حالت میں نہیں ہو۔ ذکر خیر کا تو کیا ذکر کو نسا دن ہو کہ کروڑوں عین بد بخت روحوں کو نہیں چونکا تین اور رات دن میں کون ایسا لمحہ خالی جاتا ہو کہ کوئی نہ کوئی جماعت اسلامی اُن پر نفرین کے انگاڑے نہ برساتی ہو۔

(۸) **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى غَلِبَتِ الرُّومُ قِيَادَ الْأَكْذَرِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلِبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ لَاقِي رَضْعَ سِنِينَ ۝ اللَّهُ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَقَرُّ الْمُؤْمِنُونَ لِبَصَرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ وَعَدَ اللَّهُ مَا لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝** (پارہ ۲۱ - سورۃ الروم - رکوع ۱)

عرب کے تعلقات کم و بیش روم و ایران دونوں کے ساتھ تھے لیکن عیسوی المذہب رومی وحدت باری کے مقرر تھے اور آتش پرست ایرانی یزدان و اہرمز دو مختلف

دینوں کے ملک میں رومی مغلوب ہو گئے لیکن وہ لوگ بعد مغلوب ہونے کے چند برسوں میں دوبارہ

آجائیں گے۔ پہلے اور پچھلے واقعات سب اللہ کے اختیار میں ہیں۔ رومیوں کے غلبہ کے دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے وہ جسکی مدد چاہتا ہو کتابی اور روحی زبردست مدد والا ہو۔ اللہ نے وعدہ کر لیا اور

اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر آدمی نہیں سمجھتے ۱۲

خالقون کا اعتقاد رکھتے تھے۔ ان دونوں ہی اقتدار قوموں میں قبل از ہجرت لڑائی
 ٹھن گئی اور حجاز عرب کے قریب مقام اذرعات و بصری میدان جنگ قرار پایا۔
 انسان کو بالطبع اپنی بھلائی مرغوب ہو اور پھر وہ درجہ بدرجہ اُن لوگوں کی بھلائی چاہتا ہو جس کے
 ساتھ نسبی ملکی خواہ اتحادی و اعتقادی قربت رکھتے ہوں چنانچہ حجاز یون نے ہر چند اس
 لڑائی میں حصہ نہیں لیا لیکن بہ تحریک اعتقادی جنسیت کے گھر بیٹھے مسلمان عیسائیوں کی
 اور مشرکین ایرانیوں کی خیر مناتے تھے۔ اتفاقاً اُس لڑائی میں عیسائی مغلوب ہوئے
 اور مشرکون نے زردشتیوں کی فتح کو اپنے غلبہ کے لیے فال نیک قرار دی پھر کیا تھا
 حامیان توحید پر مشرکین آوازے کئے گئے کہ عیسائیوں کی طرح تمہیں بھی ایک دن نیچا
 دکھنا پڑیگا۔ مسلمانوں پر جب یہ آوازے گرانے لگے تو خدا نے اُنکی تسکین کے لیے
 ارشاد فرمایا کہ چند سال میں پاسبان جے گا اور جہن عیسائی غالب آئیں گے اُسی دن
 مسلمان بھی امداد اُسی پر خوشیاں منائیں گے چنانچہ ہجرت کے دوسرے برس ٹھیک
 اُسی دن جبکہ جنگ بدر میں مسلمانوں نے فتح پائی عیسائیوں نے بھی زردشتیوں کو
 مار ہٹایا اور دامن تک کھدیڑتے چلے گئے۔ مسلمانوں کو وعدہ قرآنی پر قلبی اطمینان
 تھا اسلئے ایک جلسہ میں در بیان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابی بن خلف
 کے تکرار ہو پڑی ایک نے اصرار کیا کہ ایسا ضرور ہو گا اور دوسرے نے کہا کہ کبھی
 نہیں آخر کار دس اونٹوں کی شرط اور تین برس کی میعاد واسطے انتظار نتیجہ کے ٹھہر
 گئی۔ خدا نے زمانہ کا تعین بقید سال نہیں فرمایا تھا اور وضع کے لفظ سے

مجادد عرب میں تین سے دس تک اعداد مراد لیے جاسکتے ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام کو بتعلیم الہی ظہور پیشین گوئی کا زمانہ معلوم تھا اسلئے آپ نے ہدایت فرمائی اور برضا مندی فریقین انوثون کی تعداد ایک سو اور ميعاد انتظار سات سال تک بڑھا لیکن چنانچہ رسول اللہ کے یار غار کامیاب ہوئے اور خدا کا وعدہ حریف بھرت پورا ہوا ﴿فَإِنَّمَا أَنتَ مُبَشِّرٌ﴾ (س) قرآن کی پہلی سورہ میں جبکو سورہ الفاتحہ

کہتے ہیں ﴿إِنَّا لَنَعْبُدُكَ أَيُّهَا الْمَلِكُ تَعَالَى﴾ اور اسطرح کے دیگر الفاظ واقع ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کلام الہی نہیں ہے کیونکہ خدا کی طرف خطاب کیا گیا اور جسکی طرف خطاب ہوا اُسی کو خطابی کلام کا متکلم سمجھنا نا دانی ہے۔ (ج) اڑکون کا معلم جب ادب کی تعلیم دیتا ہے تو ان کو وہ فقرات بھی سکھاتا ہے جن کا استعمال بزرگوں اور استادوں کے حضور میں کرنا چاہیے ایسے فقرات کا استعمال اطفال دبستان کرتے ہیں لیکن وہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ کلام استاد کا ہے اور انھیں کی مقدس زبان سے نکلا ہے۔ عمر بن شریحیل نے اس سطورہ کی کیفیت نزول یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سخراب گور زخرا سان نے ہرقل کو بزائد حکومت کسری پرورد شکست دی اور بطور فخر تہنظیمیہ تک پہنچ گیا لیکن سات برس کے بعد کسری کو ہرقل نے ایسی ہی شکست فاش دی ۱۲ (ابن خلدون)

اختلاف ہے کہ پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی یا سورہ اقرآ باسم بک۔ لیکن ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی سلسلہ میں نازل ہوئی ہوں۔ اجمال مسلفون کا عقیدہ سورہ فاتحہ کے نسبت یہی ہے کہ پروردگار کے الفاظ میں

عرض نیا کا طریقہ انکو سکھایا گیا ہے ۱۲

بمشورۃ خدیجۃ الکبریٰ در قدیم نفل سے اپنی حالت بیان کی کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں تو یہ آواز سنائی دیتی ہے **وَاقْرْ** (پڑھو) **وَرَقَّ** دانشمند بزرگ تھے انھوں نے صلاح دی کہ جب ایسی آواز سنو تو کھڑے رہو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا خدا کا فرشتہ آیا اور اُس نے کہا کہ پڑھو **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** آخر سورۃ

الفلقحہ تک پس وحیقت خدا کی بڑی مہربانی تھی کہ اُس نے اپنے رسول کو خود وہ کلمات سکھائے جنکے ساتھ اپنے تئیں مخاطب کرنا اُس کو خوش معلوم ہوتا تھا۔ اس سورہ میں سات آیتیں ہیں جسے خدا کی ثنا ظاہر ہوتی ہے اسی لیے **اُسْکُو السَّبْعَ الْمَثَانِیَ** بھی کہتے ہیں۔ **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَقَدْ اَتَيْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیَ**۔

(بارہ-۱۲- سورۃ الحجہ- رکوع ۶)۔

پس جو اعتراض کیا گیا اور جسکی نسبت ایک مشہور رفاہ مرکبٹن کیجاتی ہے وہ محض خفیف اور معترض کی بے خبری پر چشمک کرنے والا ہے۔ (س) پھر قل (کو) کے لفظ سے مثل اور سورتوں کے کیون یہ سورہ شروع نہیں کی گئی۔ (ج) اس سورہ کا نام ایسے فاتحہ رکھا گیا ہے کہ اُسی سے نادرین قرآنی قرأت شروع کی جاتی ہے پس اگر لفظ قل شروع میں لایا جاتا تو یہ مطلب فوت ہو جاتا یا ایک لفظ قل سورہ کا چھوڑ دینا پڑتا اور یہ دونوں تشکیل حسن ادب کے خلاف تھیں۔ (س) سورہ مریم رکوع دوسے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے گوارہ میں ایسے وقت باتیں کیں جبکہ انسان کے

۱۲ سورہ فاتحہ) ۱۲

بچے بول نہیں سکتے دنیا کا دستور ہو کہ پیروان ملت اپنے رہنما کی کرامتیں بڑھا کے بیان کرتے ہیں بس جب اناجیل اربعہ میں ایسے حکم قبل از وقت کا تذکرہ پایا نہیں جاتا تو ہم کیونکر باور کر لیں کہ قرآن کی روایت سچی ہو اور مولفان انجیل کو سکی خبر نہیں ملی یا یہ کہ انھوں نے بالقصد ایسے بیان کو چھوڑ دیا۔ (ج) مسیح علیہ السلام صرف تینتیس برس چھ مہینہ اس عالم میں رونق افروز ہے لوقا باب ۲۳ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے جسوقت منادی شروع کی اسوقت عمر شریف ۳۰ برس کی حد تک پہنچ گئی تھی لہذا صرف ساٹھ تین برس کا قلیل زمانہ باقی رہ گیا جسکے دوران میں جڑیوں کو استفادہ فیوض صحبت کا موقع ملا۔ جب سچی برکتیں آسمان پر صعود کر گئیں تو چند دن اُسکے بعد بطور لایف یا ملفوظات کے ہیں انجیلوں کی تالیف عمل میں آئی جنہیں بالفعل چار مشہور اور مقبول ہیں ان چار کے مصنفوں میں صرف متی اور یوحنا حواریت کی عزت سے بہرہ مند تھے اسلیے اگر انکی تصنیفوں پر زیادہ بھروسہ کیا جائے تو لوقا اور مرقس کو وجہ شکایت کی حامل نہیں ہو سکتی اب ملاحظہ کیجیے کہ زمانہ طفولیت کے

۱۱۔ یہ عرصہ مسیح کی طاقت رفت امام رازی نے تحریر کیا ہے مگر بعضوں نے تینتیس برس اور ابن خلدون نے صرف بتیس برس لکھا ہے ۱۲

۱۳۔ انجیل متی باب ۹ میں تحریر ہے کہ جب یسوع وہاں سے آگے بڑھا تو متی نے ایک شخص کو معصوم کی چوکی پر بٹھا دیکھا اس طرزیان سے خیال کیا جاتا ہے کہ مصنف انجیل متی کوئی دوسرا شخص ہے ۱۲

۱۴۔ کہا جاتا ہے کہ پطرس حواری نے اس انجیل کو رومی زبان میں لکھا اور اپنے شاگرد مرقس کی طرف منسوب کیا مگر یہ بیان قرن قیاس پایا نہیں جاتا ۱۲

مختصر تذکرے صرف متی اور لوقا نے کیے ہیں۔

متی نے یہ حکایت تحریر کی ہے کہ چند پوربی مجوسی مسیح کی کھوج میں گھر سے نکلے ہیرو دیس بادشاہ نے اُن سے گفتگو کی اور جب اُسکو معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے یہودیوں کے بادشاہ کا ستارہ پورب میں دیکھا اور اب اُسکو سجدہ کرنے آئے ہیں تب اُس نے ان لوگوں کو اپنی طرف سے بھی تفتیش حال پر مامور اور بیت لحم کی طرف روانہ کیا۔ آسمان کا ایک ستارہ ان اربوں کی رہبری کرتا ہوا چلا اور وہاں جا کر ٹھہر گیا جہاں لڑکا موجود تھا وغیرہ وغیرہ۔ اس حیرت انگیز واقعہ سے زمین اور آسمان دونوں کا تعلق تھا لیکن دوسری انجیلوں میں اتنے بڑے واقعہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ لوقا تحریر فرماتے ہیں کہ قبل از حمل خدا کا فرشتہ مریم کے پاس آیا اور بعد اداے رسم سلام اُنکے حاملہ ہونے اور لڑکا جننے کی بشارت دی۔ قرآن میں بھی ایسی بشارت کا تذکرہ موجود ہے لیکن اور انجیلوں میں اُسکی بھنبک بھی نہیں سنائی دیتی۔ لوقا کہتے ہیں کہ مریم حاملہ ہو کے ماریو حنا کے پاس تشریف لائیں اور یوحنا مان کے پیٹ میں اُچھل پڑے رحم کے بچہ کا یون اظہار نیار زکرا کو کلمہ فی المہد سے زیادہ تعجب خیز تھا لیکن اور مؤلفوں نے اُسکا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ **ووستو** النصاب کرو اور بلحاظ طرذالیف ان مؤلفوں کے سچ بتاؤ کہ اگر کلمہ فی المہد کا تذکرہ ان لوگوں نے متروک کیا تو تعجب کی کیا بات ہے۔

حضرت مریم ایک شریف خاندان کی عورت تھیں اور معمولی سمجھ کا آدمی بھی تسلیم کریں کہ غیر معمولی ولادت پر پڑوسیوں اور رشتہ داروں میں سخت برہمی پیدا ہوتی تھی اور کنواری مگر بچہ دار بے گناہ پر ہر طرف سے ملامت کی بوجھاڑیں پڑی ہوتی لیکن

انجیلوں میں واقعہ ولادت بہ شکل معمولی بیان کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُسکے مولفوں نے پُروردہ واقعہ ملامت کو بالقصد ترک کیا ہے اب سوال یہ ہے کہ غیر متن عفت مآب نبی کو جو روح اللہ کی مان بنائی گئی تھیں کیا خدا نے بے پناہ چھوڑ دیا کہ ملامت کرنے والے تیز و تند فقرات سے اُسکے نازک دل کو چھیدتے رہیں اور وہ کوئی دلیل بہ تائید اپنی عصمت کے پیش نہ کر سکے ؟ دوسروں کو اختیار ہے کہ اس سوال کے جواب میں جو کچھ چاہیں ارشاد کریں مگر ہم خادمانِ مسیح کا یہ خیال ہے کہ معجز نمائے کی مان کو خدا سے جلیل بے عدل نے ہرگز ایسی مصیبت میں نہ پھنسیا ہو گا کہ تیس برس یعنی اُسوقت تک کہ سحاب نبوت نے باران فیض برسانا شروع کر دیا تو دم و شہر سار بدنامی کے انگاروں پر لوٹتی رہے۔

مریم کے پاس فرشتہ آیا یا یہ کہ یوسف نے خواب دیکھا یہ بیانات واسطے صفائی کے کافی نہ تھے اور سخت ضرورت داعی تھی کہ کوئی ایسا کرشمہ قدرت دکھایا جائے جسکو دیکھ کے اقل درجہ اہل خاندان اور قریب کے رشتہ دار تو مطمئن ہوں کہ انکی عزت کو پاک اس لڑکی نے بے نہین لگایا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک اسی قرین قیاس شورشن اور قرین عقل و تشکیں کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وقت وضع حمل مریم گھر سے دور کسی جگہ جا بیٹھیں اور جب اختر سعادت کا ظہور ہو چکا تو سب کو گود میں لیے گھر لوٹیں لوگوں نے ملامت شروع کی آپ نے بچے کی طرف اشارہ کیا اور اُسے اپنے مارج بطور اعجاز بیان کیے یعنی یہ تھا کہ قدرت دیکھ کے ملامت کرنے والوں نے سمجھ لیا کہ مولود مسعود غیر معمولی ہے اس لیے غیر معمولی ولادت بھی الزام کے لائق نہیں ہے۔

رشتہ داروں اور دوستوں کا دنیا میں دستور ہے کہ ایسے واقعات پر جن سے نیک نامی پر ہرگز
آتا ہو پردہ ڈالتے ہیں چنانچہ اُن لوگوں نے جو ایسے تعلقات حضرت مریم کے خاندان سے
رکھتے تھے ہر چند اپنا اطمینان کر لیا لیکن غیروں کو سمجھانا اور اُن کو مطمئن کر دینا دشوار تھا
اسی لیے غیر معمولی ولادت کی شہرت ناپسند کی گئی اور تیس برس تک سب لوگ کہتے اور
سمجھتے رہے کہ مسیح علیہ السلام یوسف کے بیٹے ہیں (تو قبا اب ۳ ورس ۲۳) قوی قیاسات
نے واقعات کے رخ سے پردہ ہٹا دیا اور میں امید کرتا ہوں کہ اعتراض کرنے والے اس
بات کی ترک و پہونچ کے خود سمجھ لیں گے کہ کیوں اس معجزہ کی شہرت ہونے نہیں پائی تھی
(س) سورہ آل عمران رکوع ۵ میں مسیح کا یہ دعویٰ تحریر ہے کہ میں چڑیوں کی شکل مٹی
سے بناتا اور اُس میں پھونک رہا ہوں اور وہ کلین خدا کے حکم سے پرنہ بن جاتی ہیں
اور سورہ المائدہ رکوع ۵۷ سے بھی اس معجزہ کی سند ملتی ہے لیکن اباحیل اربعہ میں اسکا تذکرہ
نہیں ہے اسی لیے صداقت بیان مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔ (رج) میں نے قبل اسکے ثابت کر دیا ہے
کہ مولفان انجیل نے مکمل حالات تحریر نہیں کیے پس جس طرح ایک کے بیان کیے ہوئے
معجزہ کو تین نے متروک کیا ہو یا ہی قرین قیاس ہے کہ بعض واقعی معجزوں کا تحریر کرنا چاروں
نے ترک کیا ہو اسی لیے دلیل تردید صریحاً ناقص ہے۔ اسیسویں صدی کی امت ہر چند اس
معجزہ کی صحت پر مطمئن نہ ہو لیکن وقت نزول قرآن تو ولادت مسیح کو صرف چھ صدیاں گزری
تھیں اور خطہ عرب کے عیسائی اس معجزہ کے معتقد تھے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو سب کو پیغمبر
علیہ السلام اپنی بنائی کتاب میں (جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے) کیوں جگہ دیتے۔

(س) سورۃ التوبہ پارہ ۱۰۔ رکوع ۵ میں تحریر ہے کہ یہود عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں حالانکہ یہودیوں نے کبھی ایسا نہیں کہا ہے۔ (ج) کہا جاتا ہے کہ ایک فرقہ یہود کا بڑا نہ رنزل قرآن اس طرح کا عقیدہ رکھتا تھا مگر اب اُس عقیدہ کے پیرو باقی نہیں رہے ممکن ہے کہ اس بیان کے قبول کرنے میں معترض کو تامل ہوا اسلئے میں عرض کرتا ہوں کہ عبری زبان میں عزیر کے معنی گلزن گشت کے ہیں اور اس سے مراد یعقوب علیہ السلام بوجہ اپنے حسن و جمال کے لیے گئے ہیں جنکو یہودیوں کی کتاب میں خدا کا بیٹا بلکہ پلوٹھا بیٹا کہا گیا ہے (کتاب خدج باب ۲ ورس ۲۳)

سمجھنے کی بات ہے کہ مدینہ میں یہ سورہ نازل ہوئی جہاں کہ یہودیوں کی جماعتیں موجود تھیں اسلئے ممکن نہ تھا کہ اُن لوگوں کی طرف کسی ایسے عقیدہ کی نسبت کر دی جائے جس کا وہ اظہار نہیں کرتے تھے۔ (س) قرآن میں وارد ہے اَللّٰهُمَّ تَكْرِيفَ فَعَلَ سَرَّ بِكَ بِاَصْحَابِ الْاَيْلِ الْاَعْمٰیجِ عَلٰی كَيْدِهِمْ فِيْ تَضْلِيلٍ وَاَرْسَلْ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبْسِلَ تَزْمِيْهِمْ بِمَكَارَةِ مِرْنٍ سَيَجْلِيْ فُجْعَاهُمْ كَصَفِّ مَالٍ يَّوْلٰہ یہ حکایت قیاس میں نہیں آتی۔ (ج) خدا نے بنظر حفاظت اُس مقدس گھر کے جو قدیم الایام میں اُسے

۱۲ ایسی ہی تعبیر مارتن لغات عبرانی جناب مولانا غایت رسول چراکوٹی فرماتے تھے

۱۳ اے پیغمبر کیا نہیں دیکھتے کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا بڑا کیا کیا کئے

داؤن کو بچھا نہیں دیا اور اُن پر پستے بھند کے بھند بھجے جو اُن پر پٹی لے ہوئے پتھر پھینکتے تھے اور

انگوٹھیں جپاسے ہوئے تھیں کے کر دیا ۱۲

اُسکی پرستش کے بنایا گیا تھا اپنا یہ کرشمہ قدرت دکھایا تھا ہندو یہودی عیسائی جتنی طرف
 ہمارے لئے خطاب ہو اس ایک کرشمہ پر کیوں اعتراض کریں جبکہ خود انکی مذہبی کتابیں یہی
 سیکڑوں حیرت انگیز روایتوں سے بھری ہیں لیکن ہم ثابت بھی کر دیتے ہیں کہ واقعی ایسا
 کرشمہ دکھایا گیا تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ خطہ یمن پر ان دنوں **جلشہ** کا بادشاہ **اصحٰمہ بنی سبی**
 فرمان روا تھا اور اُسکی طرف سے **ابراہیمہ** ایک عیسوی المذہب **یمن** کا گورنر تھا چنانچہ ابراہیمہ
 نے شہر صنعاء میں جو اُس ملک کا دار الحکومت تھا ایک مسجد بنایا اور جیسا کہ باقتدار عقیدوں
 کا شعار ہے جہاں تک ہو سکا اُسکی تعمیر اور آرائش میں بڑے بڑے تکلفات کئے اس کنیسہ کا
 نام **قلیس** رکھا گیا اور اُسکے بانی نے با مجرم ارادہ کر لیا کہ اپنی رعایا کو حج کعبہ سے
 روک دے اور بجائے اُسکے قلیس کی سالانہ زیارت کرائے۔ **ابراہیمہ** کا بنایا ہوا مسجد
 باوجود اپنی سادگی کے مدون قبائل عرب کا زیارت گاہ رہ چکا تھا اور وہ لوگ مشکل جبین
 عقیدت کو اُسکے آستانے سے اٹھا سکتے تھے ایسے رعایا اور حکومت میں بڑی ہوجی
 سو اتفاق سے انھیں دنوں کسی عرب نے کنیسہ میں آگ لگا دی یا وہ اتفاقہ جل گیا
 بہر حال ابراہیمہ نے یہی رائے قائم کی کہ معقدین کعبہ نے براہ تعصب اُسکا معبد پھونک
 دیا ہے ایسے اُسکا شعلہ غضب بھڑک اٹھا اور وہ جشیون کی بہت بڑی جماعت ساتھ لے کے
 مکہ پر چڑھ دیا تاکہ انہدام کعبہ سے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرے۔ افریقیہ میں ہاتھیوں کی کثرت
 پہلے بھی بہت تھی اور یہ جانور زمانہ قدیم کی لڑائیوں میں بڑا کارآمد سمجھا جاتا تھا ایسے
 لشکر کی جاؤں میں ایک یا متحدہ ہاتھی بھی آئے تھے۔ عرب میں ہاتھی نایاب ہیں انکے یہاں عرب کو

بہت عجیب معلوم ہوئے اور حملہ آوروں کو صحابہ فیل کا لقب اُن لوگوں کی طرف سے دیا گیا۔ الغرض درمیان حملہ آوروں اور قبائل عرب کے راہ میں خفیف چھڑ چھاڑ ہوتی چلی آئی لیکن سیل حبش ریگستان عرب کو طر کرنا ہوا حوالی مکہ میں پہنچ گیا آخر کار وہ واقعہ پیش آیا جس کا حوالہ اس سورہ میں دیا گیا ہے یہ واقعہ ٹھیک سنہ ولادت میں پیغمبر علیہ السلام کے گذرا تھا۔ اُم المؤمنین عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے فیل باؤن کو چشم خود دیکھا کہ اندھے ہو کے مکہ میں بھٹکتے تھے اور اس میں تو مطلق شک نہیں کہ وقت نزول اس سورہ کے بہت آدمی ایسے موجود تھے جنکی آنکھوں نے واقعہ صحابہ فیل کو دیکھا تھا وجودِ قلیس کے ثبوت میں تو یہ تاریخی روایت موجود ہے کہ **ابوالعباس سفاح** پہلے عباسی خلیفہ نے جو ۱۳۰ ہجری میں سر ریخت ہو گیا تھا ابوالعباس بن ربیع عامل **مین** کو حکم دیا اور اُسے قلیس کا کھنڈر کھود کے مال کثیر برآمد کیا۔ یہ تو قیاس میں نہیں آتا کہ کسی ایسے قوم غلط کا قرآن میں حوالہ دیا جاتا جسکے جھٹلانے والے بکثرت موجود تھے پس قرآن کا بیان ضرور صحیح ہے لیکن اُس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ طائر آبا بئیل سے کیا مراد ہے اور تبصرہ برسانے کی کیا کیفیت گذری تھی بعض مفسرون نے بیان کیا ہے کہ کنکریان ایک جانب گرتین اور یدن کو چھید کے دوسری جانب سے نکل جاتین لیکن **تفسیر کبریٰ** میں لکھا ہے کہ عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کنکریان جب حبشیوں کے بدن پر پڑتین تو آبلہ اُبھرتا اور داندھائے چھپک نمودار ہو جاتے بصورتِ صحت اس روایت کے جو زیادہ لائق اعتماد ہے حیرت کرنے والوں کی حیرت کچھ کم ہو سکتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آدمیوں کی

کثرت اور ہاتھیوں کی غیر معمولی سکین دیکھ کے کسی درہ سے ہارٹی چڑھیں نکل پڑیں
 انکے چنگوں میں درہ کی زہریلی مٹی سنگریزوں کے ساتھ ملی ہوئی چلی آئی ہوا کے
 جھونکوں سے جشیوں کے برہنہ بدن پر سہمی مادہ گرا اور اُس نے بالیاصہ چپک کی
 بیماری شکرین پھیلا دی یہ بھی ممکن ہو کہ جب کرمخالف کیمکے قریب پہونچا تو ہر وقت
 قبائل عرب دوڑ پڑے فلاخن سے یا اور طور پر اسطرح پتھر اود کیا کہ حملہ آور وں کے بدن
 بٹھر گئے عربوں کی تعمیر طیر کے ساتھ اسیلے کی گئی ہو کہ وہ بڑی بڑی منزلیں طکر کر کے
 عاجلانہ واسطے حمایت کعبہ کے پہونچ گئے تھے الغرض استعارہ سے کام لیا گیا ہو یا
 نہیں لیکن جو خدا نے فرمایا اور جو مقصود اُس زمانے کے آدمیوں نے سمجھا تھا وہ
 الزام کذب سے بری ہو۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دل و جانم فدائے ناشاد

عرب میں ہر گاہ تحریری یادداشت کا دستور نہ تھا اسیلے تعین اوقات واقعات
 گذشتہ میں راویوں نے بہت اختلاف کیا ہوا و ہم لوگوں کے لیے ایک بیان کا دوسرے
 پر ترجیح دینا وقت سے خالی نہیں ہوا اسنمہ کسی قدر مشہور روایتوں کو اختیار کر کے
 میں تحریر کرتا ہوں کہ آفتاب عالم تاب نبوت مکہ کی مقدس زمین پر جب کایا غلظت آسمانوں
 کی رفعت سے زیادہ بلند ہو وقت صبح روز و شنبہ تبارج ۱۲۔ ربیع الاول اُسی سال

تذکرہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

طلوع ہوا جسین واقعہ فیل نے قبائل عرب کو بہت بڑا تاشا سے قدرت دکھایا تھا دنیا کا
 دستور یہ کہ اُسکی مصیبتیں برگزیدگان خدا کی قدسوسی میں سبقت لیجاتی ہیں چنانچہ وہی
 مہینے مدت حمل کے گزے تھے کہ حضور کے والد سیدنا عبدالمطلب کو سفر
 آخرت پیش آیا اور جب آپ چھ برس کی عمر کو پہنچے تو مان کا دامن شفقت بھی سر سے
 اٹھ گیا پھر تو پیرانہ شفقت کے علاوہ مادرانہ نگہداشت بھی جد بزرگوار کو کرتی پڑی لیکن
 نوین سال ولادت میں موت کے ہاتھوں نے یہ تسیر ستم کیا کہ عبدالمطلب بھی درفانی
 سے چل بسے۔ **ابوطالب** برادر عینی عبداللہ کے ہر چند نامور سردار قریش کے
 بیٹے تھے لیکن اُنکی مالی حالت اتنی بھی نہ تھی کہ اپنی اور اپنے عیال کی خاطر خواہ
 شکم پروری کر سکیں باوجود اس تنگی معاش کے نیک دل رشتہ دار نے مصیبت زدہ بھتیجہ کو
 آغوش شفقت میں لے لیا اور خود اپنی صلیبی اولاد سے زیادہ تادم مرگ اُسکے ساتھ
 بزرگانہ الطاف کا برتاؤ کرتے رہے مگر احتیاج اور عسرت کا یہ تقاضا تھا کہ دین و دنیا
 کے بادشاہ کو نبوت سے پہلے اہل مکہ کی بکریاں چرائی پڑیں۔ جو شخص طفلی سے جوانی
 تک ایسی مصیبتوں میں مبتلا رہا ہو اُسکی نسبت وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ اہل علم کی
 صحبت سے استفادہ ہوایا اُسکو ایسے دانشمندان سے تبادُل خیالات کا موقع ملا جو پُرلِیل
 معاملات میں بلند پروازی کر سکتے ہوں۔ اُن دنوں ایک حجازی عرب کی خوشحالی یہی
 تھی کہ چند اونٹ اور کچھ بکریاں اُسکے پاس ہوں۔ اکثر کھجور و نر سے اور کبھی نان جوین
 سے اپنی شکم پروری کر لیتا ہوا اور ایسا آدمی تو اُنکی جماعت میں بڑا اقبال سمجھا جاتا تھا

جو ملک کی کم وقعت پیداوار شام کے آباد شہروں کو لیجاسے اور انکو بیچ کے وہاں سے
 کچھ ایسے سامان جسکی ضرورت بے آب و گیاہ خطہ کو تھی اونٹوں پر لادلائے۔ چنانچہ تھین
 اقبالمندون میں ایک بیوہ عورت **خدیجہ بنت خویلد** کا بھی شمار تھا جو بذریعہ اپنے
 ملا دموں اور غلاموں کے کاروبار تجارت چلا رہی تھیں۔ پیغمبر علیہ السلام جب پچیس سال
 کی عمر کو پہنچے تو عمر بان چچاسے بہ حوالہ عیال داری اور قلت معاش کے اپنی رسلے
 ظاہر کی کہ خدیجہ سے درخواست ملازمت کرنا مقتضائے مصلحت ہے۔ اس مشورہ کی خبر ان
 بی بی کو بھی مل گئی چار اونٹوں کا بعداً وٹہ خدمت عطا کرنا قبول کیا اور ان کے غلام میسرہ
 کے ہمراہ ہمارے آقائے نعمت شام کی طرف بھیجے گئے اور تجارتی منافع کے ساتھ بخیر
 و خوبی واپس آئے۔ گرم ملکوں میں موسم بلوغ آجاتا ہے لیکن غالباً باقتضائے عسرت
 معاش حضور نے اب تک تاہل کا ارادہ نہیں کیا تھا اگر خود خدیجہ الکبریٰ کو بہ لحاظ شرافت
 و دیانت و زیادہ تر بوجہ ان حرکات کے جنکو میسرہ نے دوران سفر میں دیکھا اور اپنی ناکہ
 سے بیان کیا تھا آپ سے نکاح کی رغبت پیدا ہوئی اور ملکی رواج کے موافق نکاح ہو گیا
 عرب میں نکاح کا یہ اثر تھا کہ شوہر زوجہ کے مال و متاع کا بھی مالک بن جائے اسلئے
 اس تعلق میں مالی فائدہ اسی قدر حاصل ہوا کہ نفقہ عیال کا یا ر اٹھا نا نہیں پڑا اور خو اپنی
 ضروری کفالت کی ایک صورت نکل آئی۔ نکاح کے سو طویں برس وحی آئی کہ نزل ہوا اور
 نزل وحی کے چوتھے برس اعلان نبوت کی نوبت آئی پھر تو اپنے اور بیگانوں کے ہاتھ
 سے رسول خدا کو وہ مصیبتیں جھیلنی پڑیں جبکہ تحمل مستقل سے مستقل دنیا دار نہیں کرسکتا

ہتھے قبل اسکے اُن مصیبتوں کا کچھ تذکرہ کر دیا ہے اور جن لوگوں کو پوری داستان مصیبت کی جستجو ہو وہ کتبِ سیرِ ملاحظہ کریں۔ بہر حال تیرہ برس جو مسیح کے ساٹھ تین برس کے سے تلخ اور ناگوار تھے صبر و سکوت میں گزر گئے اور آخر کار پیغمبرِ اسلام اور اُن کے ساتھیوں کو ترک وطن کر کے مدینہ جانا پڑا جو مکہ سے گوشہ شمال اور مغرب پر واقع ہے اور آجکل ۱۲- روز میں یہ مسافت اونٹوں پر طرکیجاتی ہے مدینہ منورہ میں صرف دس برس ابر نبوت وہ بارانِ ہدایت برساتا رہا جس نے آج تک چغتستان توحید کو شاداب رکھا ہے اور جسکی بدولت دنیا میں وہ آبشاریں پھوٹ نکلیں جنکی آبیاری سے حیات ابدی کا خوشگوار ثمرہ حاصل ہوتا ہے اسی دس سال کے دوران میں اپنی حفاظت اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے جیسا کہ لیسعیانہی نے پیشین گوئی کی تھی جنگی پیرایہ میں خدا کا جلال ظاہر ہوا بہت توڑے گئے بُت خانے برباد ہوئے اور تقریباً کل خطہ عرب ظلمتِ شرک سے پاک کر دیا گیا۔ ابراہیم اور اسمعیل نے خود اپنے ہاتھوں سے ایک گھر جسکو کعبہ کہتے ہیں باطناریا بنایا تھا کہ اُس میں خدائے واحد کی پرستش ہو کرے لیکن جاہل مشرکوں کی حمایت میں تین سو ساٹھ بتوں نے صرف اعتقادِ وحدت کو نہیں لوٹا بلکہ خانہ خدا پر بھی اپنا مخالفانہ قبضہ جما لیا تھا۔ ہجرت کے نوین خواہ اٹھویں برس بضمن فتح مکہ تدابیر کا یہ عمدہ نتیجہ پیدا ہوا کہ بیت اللہ سے سب ذخیلِ بیجا نکال دیے گئے اللہ والوں نے ہنگامہ خدمات کی ذمہ داریاں اٹھائیں اور بحمد اللہ تیرہ صدیوں سے اُس گھر میں نغۂ توحید بلند ہو رہا ہے۔ اُس زمانہ کی مفتوح قوم اس کا روئی کو ظالمانہ قرار دیتی تھی اور اسلام کے

مخالفت اب تک اپر نکتہ چینیان کرتے ہیں لیکن قیاس کرنا چاہیے کہ بنیان کعبہ کی لوح پر فتوح
 نضائے جنت میں اس کا رگزار ہی کی کس قدر ممنون منت ہوگی اور غیر تمند پروردگار کو احقاق
 حق کی یہ کوششیں کس حد تک بھائی ہوگی احوال فتح مکہ نے خدا کے وعدہ وَاللّٰهُ مُتِّمٌ
 ثَوْرُہٗ وَکُوکِرَہٗ الْکَافِرُونَ کو پورا کر دیا اور اُس کے تھوڑے ہی دن بعد قنیل
 عرش کی چکیلی روشنی (روح احمدی) جلوہ حق دکھائے اپنے مقررہ صلی کو واپس چلی گئی۔
 بزمانہ قیام کہ جو تحمل برتا گیا اُس پر تو ہمارے مخالفت منہ نہیں کھول سکتے
 ہاں مدینہ کی وہ سالہ ملی اور جنگی تدبیروں کو سن کے تیور بدل دیتے ہیں اور ان کی زبان دنیا
 خدا اعتدال سے تجاوز کر جاتی ہیں۔ طالب حق کا فرض ہے کہ وہ دوست و دشمن و وزن
 کی جماعت سے علیحدہ کھڑا ہوا اور غامض نظر سے دیکھے کہ ایسی کارروایاں خود غرضی
 کی تحریک سے کی گئیں یا یہ کہ عقل سلیم ظاہر کرتی ہے کہ وہ مناسب وقت تھیں اور خداوند عالم
 نے بالاستحقاق اُنکے عمل کی ہدایت فرمائی تھی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ مرحلہ بدد قیاس
 طر کیا جاسکتا ہے اور اُن بزرگوں کی روشنی بھی بطور سند پیش کی جاسکتی ہے جو جبکا تقدس
 جماعت مخالفت تسلیم کرتی ہے چنانچہ میں چند وجوہ کو معرض بیان میں لاتا ہوں جو اُن وزن
 کی رہنمائی کر سکتی ہیں دنیا کی مذہبی حکایتیں اور عمدہ عقیق کی پُرانی روایتیں ظاہر کرتی ہیں
 کہ اگلے زمانہ میں جب بنی آدم جرائم سرکشی کے مرکب ہوئے اور اُنکی مشرارتیں حد سے
 باہر چل نکلیں تب قادر توانا نے قاہرانہ دباؤ والا بیاریاں پھیلین آگ برسی اور ایک مرتبہ
 پانی کا ایسا طوفان آیا کہ سولے چند نفوس کے تمامی ساکنان ارض کو بہائے گیا ایسی

معاذ اللہ تعالیٰ میں مختلف تدبیر و ان کی آزمائش

عبرت انگیز آفتوں نے چند روز اپنا اثر قائم رکھا لیکن پھر آدمیوں کا جتنی گروہ اگلی
روش پر چل کھڑا ہوا اور واقعات گذشتہ کو اُس نے اتفاقی کہا یا تارون کی گردش
واقعی آثارات سے اُنکا جوڑ ملا لیا۔

آیات قاہرات نے لاکھوں بچے کروڑوں جانور بھی گناہگاروں کے ساتھ برباد کیے
اور خدا کے پُر رونق بازاروں کو دم کی دم میں لوٹ کے ویرانہ بنا دیا۔ ہر گاہ بمقابلہ ایسے
سنگین نقصانات کے فائدہ اُٹانے نام حاصل ہوا تھا ایسے قدرت نے دوسری پالسی اختیار
کی۔ پیروان حق مامور ہوئے کہ مہتیار اُٹھائیں اور کافرانِ نعمت اُسی کو اُنکے کردار کی
سزا دیں۔ یہ پالسی کسی قدر ملامت تھی اور علاوہ تنبیہ مجرمان کے اُسی کے ضمن میں مابینِ ارباب
کی آزمائش بھی ہوئی اور گراں بہا انعامات خدمت اُن کو ملا کیے لیکن پھر بھی کہنے کے لیے
یہ سختیاں باقی رہیں۔

اولاً۔ صرت سرکشوں تک نائرہ غضب محدود نہ تھا بلکہ اُن کے بچوں اور
پالو جانوروں تک کبھی کبھی اُسی لپک پہنچ گئی۔

ثانیاً قوتِ قہریہ نے دروازہ توبہ کو ایسا گھیر لیا کہ سرکشوں کے لیے کوئی راہ
نجات کھلی نہ رہی۔ (دیکھیے موسیٰ کی کتابین اور اُنکے بعد از نبیوں کے صحائف)

جب یہ تدبیر بھی سخنِ جبینی سے محفوظ نہ رہی تو صبر و اخلاق کے اوتار مسیح علیہ السلام بھیجے گئے
جنکی تعلیم کا یہ پردہ اڑا تھا کہ ایک گال پر طیا پنچہ کھا کے دوسرا گال ضارب کے روبرو پیش
کر دوا کر کوئی ایک کوس کے لیے بیچارہ پکڑے تو اُسکے ساتھ دو کوس چلے جاؤ جاہل

عربوں میں ایسی تعلیم کا کیا اثر ہوتا اسکی تشریح غیر ضروری ہو کر پڑھے لکھے مذهب اسرافیلیوں نے بھی فروتنی کی قدر نہ کی اور برج و مرجان قدسی نفس کو ذلت کے ساتھ سولی پر چڑھا مایا کہ جب زمین پر پناہ نہیں ملی تو خدا نے اپنے سفیر با تو قیر کو آسمان پر واپس بلا لیا۔ تین طرح کی آزمائشوں کے بعد ما بین الافراط والتفریط یہ متوسط تدبیر پسند کی گئی کہ اللہ والوں کے ہاتھ ظالموں کو سزا دی جائے مگر وہ خلقت بے گناہ مخلوق (عورتیں بچے جانور) پر مردانِ حسد شیعِ آزمائی نکرین اور سرکشوں کو موقعِ دین کہ ایمان لاس کے برگزیدگان پروردگار کے شامل ہو جائیں یا جزیہ و خراج دیکے گردن اطاعت جھکا لیں۔ یہی چوتھی تدبیر پیغمبرِ آخر الزمان کے عہد میں برتی گئی اور وہ درحقیقت قرین عقل و قرین مصلحت تھی اور اسکا اعتدالِ استحقاق تھا کہ دوست دشمن دونوں تحسین کرین مگر بات یہ ہو کہ کام کیسا ہی معقول ہو فطرتِ انسانی کوئی نہ کوئی پہلو اعتراض کا پیدا کر لیتی ہو چنانچہ تعلیم یافتہ مشنری بھی جو اگلی کارروائیوں کو الہامی سمجھتے ہیں اس چوتھی کارروائی پر معترض ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اسلام کی روائی سے کیسے عمدہ نتیجہ نکلے کہ اُسے خدا کے رسول کی آبرور قرار رکھی اور دنیا کو بھی سنگین نقصان نہیں پہونچایا۔ بسلسلہ جستجو سے اسنادِ ظاہر ہوتا ہے کہ سری رام جی اور سری کرشن جی نے اپنے اپنے وقتوں میں راجہسون کے خون سے کرہِ خانی کو گل رنگ کر دیا اور اسی خونریزی کی بدولت دھرتی کا بار اُترا اور زمین کا دامن کفر کی لوٹ سے پاک ہو گیا۔

شکر چارج کا ہر چند اواروں میں شمار نہیں ہو لیکن وہ بھی ہندستان میں

بہت بڑے فاضل برگزیدہ پر مشورہ سمجھے جاتے ہیں۔ انھیں کی تحریکیت بودہ مذہب جمہور تمام ملک
 میں پھیل گیا تھا مقدس سرزمین بھرت کھنڈ سے جبراً ہٹایا گیا بڑے بڑے نامی مندروں کو
 گئے اور انہیں بے دست و پا بنا کر کٹی موتیں ویرانوں میں ان دست دراز یوں کی شکستہ
 کر رہی ہیں جو ان پر کی گئیں کسی مذہب کا جسے ملک میں اپنا عام اثر پھیلا رکھا ہو جڑ سے
 اکھڑوینا آسان نہ تھا اسلئے ظاہر ہو کہ سخت خونریزیوں کے بعد بید خوان برہمن اپنے
 ارادوں میں کامیاب ہوئے اور اکثر قومی جماعتیں پیروان بودہ کی جب پیوند خاک
 ہوئیں تو اس وقت باقی ماندوں نے تبادلہ ملت کی تلخی گوارا کی یا اپنے وطن سے اُجڑ گئے
 اب یہودیوں اور عیسائیوں کے روبرو بھی اُنکے معتقد علیہ بزرگوں کی کارروایاں اور
 خداوندیہوداہ کی ہدایتیں پیش کرتا ہوں اور انکو چند انتخاب پر علاوہ ان انتخابوں کے
 توجہ دلانا ہوں جو قبل اسکے معرض تحریر میں آچکے ہیں کہ میرا فرشتہ تیرے آگے چلے گا
 اور تجھے اموریوں اور جستیوں اور فرزیوں اور کنعانیوں اور حیویوں اور یسویوں کے
 بیچ میں لائے گا اور میں انکو ہلاک کروں گا بہر تو ان کے معبودوں کو سجدہ مت کرنے انکی
 عبادت کرنے ان کے سے کام کر بلکہ تو انھیں صاف ڈھالے اور ان کے بتوں کو
 توڑ دال، (کتاب خروج باب ۲۳ و ۲۴)

کتاب الاعداد باب ۳۱ میں اُس چڑھائی کا ذکر ہے جو اہل میدان پر کی گئی تھی اور ظاہر ہوتا
 ہے کہ موافق اُس حکم کے جو خدا کی طرف سے بنام موسیٰ پہنچا تھا بنی اسرائیل نے سب
 مردوں کو مار ڈالا مگر عورتوں اور بچوں کو زندہ چھوڑ لائے کلیم اللہ کو اس رعایت پر بڑا غصہ آیا

اور سرداران لشکر سے سوال کیا کہ کیا تم نے سب عورتوں کو زندہ رکھا ہے؟ اور بعد ازاں فرمایا کہ جو کچھ ارشاد ہوا اُسکو اسی باب کے ورس ۷ اور امین انصاف کی عینک لگا کے ملاحظہ کیجیے۔ سو تم اُن بچوں کو جتنے لڑکے مین قتل کرو اور ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف تھی جان سے مارو۔ لیکن مے لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں اُنکو اپنے لیے زندہ رکھو، کتاب استثناء کے باب ۷ مین خدا نے موسیٰ کو وہ سلوک بتائے جو کفانی وغیرہ مفتوح قوموں کے ساتھ کرنا لازم تھا۔ سو تم اُن سے یہ سلوک کرو تم اُن کے مذبحوں کو ڈھا دو اُنکے بتوں کو توڑ دو اُنکے گھنے باغوں کو کاٹ ڈالو اور اُنکی تراشی ہوئی مورین اگ مین جلادو۔ (ورس ۵)

اب نئے سے بڑا تیز نظر مکتبہ چین اگر قرآن اور حدیث بلکہ فقیہوں کی تصنیفات کو بھٹی رِق ورق الٹ جائے اور ہر سطر اور ہر حرف پر گہری نظر ڈالتا جائے تو مین باور کرنا ہوں کہ کبھی ایسے سخت احکام کا وجود شرع محمدی مین نہ ملے گا ایسے کیون تسلیم نہیں کیا جاتا کہ جو جنگی کارروائیاں بعد زمانہ ہجرت کے ہوتی رہیں وہ شان نبوت کے خلاف تھیں بلکہ خدا کی قہاری مقتضی تھی کہ واقعہ مسیح کے بعد کافروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک برتا جائے۔ (رس) پیغمبر علیہ السلام کی نسبت شبہ ہے کہ لوٹ کے لاچ اور تحصیل خراج کے شوق مین اُنھوں نے یہ درد سر گوارا کیا تھا۔ (ج) کتاب الاعداد باب ۳۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینا کی جنگ مین بنی اسرائیل کو چھ لاکھ پچھتر ہزار بھیڑ بکریاں، نہتر ہزار گائے بیل، اکتھ ہزار گدھے اور تیس ہزار کنواری لڑکیاں بطور غنیمت ہاتھ آئی تھیں اور یہ تعداد علاوہ باغی تین

مال غنیمت اور خراج کا تذکرہ

اور بچوں کے بیان کی گئی ہے جو حکم موسیٰ علیہ السلام کے پہنچ کر دیے گئے افسوس ہے کہ ان مقتولوں کی تعداد تحریر نہیں ہے لیکن بہرہ کنواری لڑکیوں کے قیاس کرنا چاہیے کہ انکی تعداد غالباً تیس ہزار سے کم نہ رہی ہوگی۔ لڑائی میں جو لوگ مارے گئے انکا شمار غیر ضروری ہو سیکن بعد اختتام جنگ جن نابالغ مردوں کو بنی اسرائیل نے برسرِ موقع ہلاک کیا انکی تعداد بھی میں نہیں ہزار سے کیا کم رہی ہوگی الغرض بعد اس سخت خونریزی کے جو مال غنیمت لائق تقسیم قرار پایا اور تقسیم بھی ہوا اُس میں حسبِ تجویز موسیٰ علیہ السلام خدا کا حصہ نکالا گیا تھا۔ بھیر بکر یاں چھ سو پچھتر۔ گائے بیل بہتر۔ گدھے اکٹھ۔ کنواری لڑکیاں تیس۔ ہمارے پیغمبر نبی الرحمہ کو زیادہ سے زیادہ قیدی مع مال غنیمت جنگ حنین میں ملے تھے۔ لڑائی میں تو کشت و خون ہوا ہی کرتا ہے اور اس لڑائی میں بھی ہوا تھا لیکن بعد ہونے معرکہ کارزار کے مسلمانوں نے تلوار کا کیا ذکر پھول کی چھڑی بھی کسی کو نہیں ماری اور اس لڑائی میں (بشمول غنائم و طاس و طائف) جو کچھ مسلمانوں کے ہاتھ لگا اُسکی تفصیل اور اُسکا انجام بھی سن لیجیے۔ قیدی چھ ہزار۔ بھیر بکر یاں چالیس ہزار سے کچھ زیادہ۔ اونٹ پچیس ہزار۔ چاندی چار ہزار اوقیہ۔ قیدیوں کو تو بعد ایسی لڑائی کے جس میں مسلمانوں نے سخت بدنامی اٹھائی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف چھوڑ دیا اور رہائی کے معاوضہ میں ایک جبہ بھی بطور فدیہ نہیں لیا اموال غنیمت میں بہت اونٹ اور چاندی کے ٹٹے نو مسلمانوں کو بخش دیے کہ ان دنیا داروں کی پیاس بجھے اور اسلام کی فیاضیوں کو

مشاہدہ کر کے شاید وہ سچے ایماندار بن جائیں۔ دامنِ صلح کے پہننے والے انصار رسول اللہ کو جو رکنِ عظمیٰ شاعتِ دینِ متین کے تھے اسطرح کی فیاضیوں سے بہرہ مندی نہیں پائی اور وہ نے تو زبان نہیں کھولی لیکن نوجوانانِ انصار نے اپنی محرومی کا کچھ گلہ کیا رہنما حقیقت نے ان کو سمجھا دیا کہ تمہارے ایمان پر تو پورا اعتماد ہو دوسروں کو یہ متلغ و نیا بعض نالیفِ قلوب دی گئی ہے کیا تم پسند نہیں کرتے کہ یہ لوگ اونٹ اور بکریاں لیجائیں اور تم رسول اللہ کو لے کے گھر لوٹو؟ اس کلمہِ حق کو سُن کے ولولہٴ محبت میں انصار یہاں تک روئے کہ انکی مبارک ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور جوش کے لہجہ میں کہنے لگے کہ ہم خوش ہیں کہ ہم نے حضور کی ذاتِ اقدس کو حصہ میں پایا ہے۔ **دوستو** پیغمبرِ علیہ السلام کے رحم انکی بے غرضی پر غور کرو اور مسلمانوں کی قناعت اور اُن کے جوشِ عقیدت پر نظر ڈالو پھر سچ کہو کہ کیا تمہارا کائناتس قبول کرتا ہے کہ یہ لوگ بے رحم قزاق تھے (جیسا کہ بعض متعصب کہتے ہیں) یا محض رضائے الہی کے طالب تھے دولتِ دنیا کی پروا نہ تھی اُنکا جان و دنیا اور جان لینا صرف اسی لیے تھا کہ آوازہٴ کفر دھیمّا پڑے اور نعرہٴ توحید دنیا میں بلند ہو۔ باسٹنناے چند جن میں زیادہ سختیاں برتی گئیں اُن کو ان میں بنی اسرائیل کا عام دستورِ عملِ خدا کے اس حکم پر ہمارا اور جب خداوند تیرا خدا ہے تیرے قبضے میں کر دیوے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھارسے قتل کر مگر عورتوں اور لڑکوں اور مویشی کو جو کچھ اُس شہر میں ہو اُسکا سارا لوٹ اپنے لیے لے اور تو اپنے دشمنوں کی اُس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے کھا لیو + اسی طرح سے

تو ان سب شہروں سے جو مجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہروں میں سے
نہیں ہیں کیجیو (کتاب استنباب باب ۲۰ ورس ۱۳ الغایت ۱۵)

اب خراج یا جزیہ کی کھٹک معترض کو وحشت لا رہی ہو لہذا اسکی تسکین کے لئے ہم خداوندی
تجویز کی سند تورات مقدس سے پیش کرتے ہیں ”اور جب تو کسی شہر کے پاس اُس سے
لڑنے کے لیے آہو پئے تو پہلے اُس سے صلح کا پیغام کرتب یوں ہوگا کہ اگر وہ تجھے
جواب دے کہ صلح منظور اور دروازہ تیرے لیے کھول دے تو ساری خلق جو اس شہر میں
پائی جائے تیری خراج گزار ہوگی اور تیری خدمت کریگی (کتاب استنباب ورس ۱۱)

ترجمہ عربی اربانوسیس ۱۲۷۶ء میں چھاپا گیا اور اُس میں فقرہ آخر کے یہ الفاظ ہیں ”کیونکہ انکو
لَكَ عَيْدًا يُعْطَوْنَ الْفَحْشَاءَ الْخَيْرِيَّةَ“ یعنی وہ لوگ تیرے غلام بن کے تجھے جزیہ دیں گے
بنی اسرائیل اور بنی اسمعیل دونوں کا خدا ایک ہی ہے اور جو حکم اس خصوص میں تورات کا
ہو وہی قرآن میں موجود ہے ”يُحْطُوا الْجَزَايَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ“
یعنی تاکہ وہ لوگ ذلیل ہو سکے جزیہ دین - (س) فرق یہ کہ مسلمان تین سو ستع میں
قبول اسلام کی بھی فرمائش کرتے تھے اور انبیاء بنی اسرائیل کی یہ روش نہ تھی۔
(ج) یہ تو اسلام کی زیادہ رحمدلی اور بلند خیالی کا ثبوت ہے۔ دنیا کے بادشاہ باغیوں
کو سزائے موت دیتے ہیں انکی جایہ ادا دین ضبط کر لیتے ہیں لیکن کبھی معافی تفصیر کا بھی فرمان
صادر کیا جاتا ہے اور اس طرح کی درگزر میں مصالح ذیل مضمر ہوتے ہیں۔

اولاً ملک عام بربادی سے محفوظ ہے۔

ثالثاً تم کہدہ راہ باغی شاید شاہانہ عنایت کے ممنون ہوں اور وفادار رعایا بنجائیں۔

ثالثاً وہ نہیں تو انکی آئندہ نسلیں ممکن ہو کہ اپنے تئیں جان نثار ہوا خواہ سلطنت ثابت کریں۔ ابھی کتنے دن ہوئے کہ عہدہ امین کو رنک پاہیوں نے فساد کیا اور خود اپنے خدو و دان نسبت کے مقابلہ پر کمزور بن دیان کین لیکن بعد مناسبت کو شمالی کے حضور ملکہ معظمہ

و کٹوریہ قیصر ہند نے اُن بختوں کے قصور معاف کیے ہلکی ہوئی رعایا کا استال

کیا اس رحم بھری دانشمندانہ کارروائی نے نائرہ بغاوت کو جلد بجھا دیا اور آج تمام دنیا

میں اُس عاملانہ معافی کا تذکرہ تحسین و آفرین کے ساتھ کیا جاتا ہے ممکن ہو کہ بنیال

باغیوں نے صدق دل سے اقرار اطاعت نہ کیا ہو لیکن اب تو انکی بچی بچائی اولاد ہو ملوخواہ

دولت ہو اور اُن میں اور وفاداران قدیم کی نسل میں کوئی فرق ماہ الامتیا نظر نہیں آتا

پس دونوں جہان کے حاکم علی الاطلاق نے اگر گنہگار بندوں کے لیے دروازہ معافی

کھول دیا کہ اظہار اطاعت کر کے فتح مندوں کے گروہ میں مل سکیں تو کیا ستم کیا

اور کونسی عقلی یا اخلاقی خرابی دنیا میں پھیل گئی۔ اعتراض کرنے والوں کا شاید یہ مقصد

ہو کہ اعتقاد ہی اطاعت کی تحریک نہ کی جاتی یا ایسی اطاعت کا اقرار نامنطور کر دیا جاتا

اور انتقام کی کشش سب زہن و مرد اور اُن کے بچوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیتی

پس اگر درحقیقت یہ مقصد ہو تو صفات الفاظ میں بیان فرمائیں تاکہ انکی خوش خیالی

اور رحم دلی دنیا پر ظاہر ہو جائے۔ میرا تو یہ خیال ہو کہ دور احمدی میں اگر وہ بختیان

جو عہد عتیق میں ہوئے عمل میں آتیں تو نہ متمون کا طوفان اور بھی تیز و تند ہو جاتا اور عرض

کرے وہ صرف دین کی خاک نہ اڑاتے بلکہ زمین کو بھی سر پر اٹھا لیتے۔ (س) پیغمبر اسلام نے سلسلہ ہجری میں نبینِ حاتم کو ساتھ ایک جماعت مسلمانوں کے متعین کیا اور وہ ایک روز تجارت کا مال لوٹ لائے لیکن ایسی رہزنی کرنا اور بد امنی پھیلانا شانِ نبوت کے شایان تھا (ح) واقعہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ کے مظالم سے پیغمبر علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے ترک وطن کیا اور پھر بھی ظالموں نے تدبیر ایذا رسانی سے دست برداری نہیں کی ہمیشہ اندیشہ تھا کہ موقع پائے کہ وہ لوگ مدینہ پر چڑھ آئیں اور مہاجر و انصار کا خاتمہ بالآخر کر دیں۔ زمانہ تعمیر سے دوست و دشمن دونوں مجاز تھے کہ زیارت سے خانہ کعبہ کے سعادت حاصل کریں لیکن قریش نے اربابِ توحید کے ساتھ ایسی تنگ دلی برتی کہ وہ زیارت کعبہ سے قطعاً محروم کیے گئے۔ دینی حق کی مضبوطی پر روانہ اسلام کو زیادہ اگھری اور ان لوگوں نے یہ واجب پالیسی اختیار کی کہ مشرکوں کو یہ موقع نہ ملے کہ بڑھکے حملہ کریں بلکہ وہ اس قدر دبا لے جائیں کہ حقوقِ معصوبہ کی واپسی پر مجبور ہوں۔ سب جانتے ہیں کہ معرکہ جنگِ ین مالی قوت بڑے بڑے کرشمے دکھائی ہو دنیا کا قدیم الایام میں یہی دستور تھا اور اب بھی مذہبِ قوین دشمنوں کی رسد بے تکلف لوٹ لیتی ہیں اور انکی مالی قوت کے گھسانے میں تدبیروں کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتیں۔

یہ مکہ والے سلسلہ تجارت کا ملکِ شام سے قائم کیے ہوئے تھے اور خوشحالی کم کا مدار اسی تجارت پر تھا چنانچہ دشمنانِ اسلام کا ایک کا روانہ جنمیں البسفیان اور صفوان ابن امیہ اور حوطلب بن عبدالعزی اور عبدالسد بن ربیعہ بھی شامل تھے نجد کی لڑائی سے

گذر رہا تھا زید بن حارثہ مامور ہوئے اور انھوں نے بمقام قردس کاروان کو
 جالیا۔ مسلمان اپنی بڑی خوش نصیبی سمجھتے اگر سردارانِ مشرک ماسے جاتے یا گرفتار ہو کے
 مدینہ لائے جاتے لیکن وہ سب بھاگ نکلے اور صرف ایک لاکھ خواہ سوا لاکھ دہم کا مال
 عسکرِ اسلام کے ہاتھ آیا۔ اس تاختِ مین غالباً سردارانِ قریش کی ذات پر اثر ڈالنا
 مقصود بالذات تھا لیکن حصولِ مال سے بھی دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ لشکرِ
 اسلام مالِ غنیمت سے اپنی حالتِ واسطے آنے والے معرکوں کے کم و بیش سدھار کا
 اورد و سرفائدہ جو زیادہ لائقِ قدر تھا یہ ہوا کہ مشرکوں کی مالی قوت ٹھننے نہ پائی جسکی مد
 سے ممکن تھا کہ وہ بدویوں کو جمع کر کے مدینہ پر جلد حملہ کر دیتے۔ یہ کارروائی اُسوقت لائقِ
 الزام ہو سکتی جبکہ مسلمان کسی ایسے قافلہ کو لوٹ لیتے جس سے علانیہ مخالفت نہ ہوتی اور
 عارِ تگری سے محض مالِ مفت کالے لینا اُن کو مقصود ہوتا۔ یہ مال ایسے لوگوں کا لوٹا گیا
 جن سے کوئی معاہدہ نہ تھا عہدِ عتیق مین تو کافروں کی قوت مالی گھٹانے کے لیے
 اس سے بڑھ بڑھ کے کارروائیاں ہوئی ہین ”اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے
 کے موافق کیا اور اُنھوں نے مصریوں سے روپیہ کے برتن اور سونے کے برتن اور
 کپڑے عاریت لیے اور خداوند نے اُن لوگوں کو مصریوں کی نگاہ مین ایسی عزت
 بخشی کہ اُنھوں نے اُنھیں عاریت دی اور اُنھوں نے مصریوں کو لوٹ لیا کتاب

خروج باب ۱۲ ورس ۳۵ و ۳۶

خدائی لوٹ اگر لائقِ اعتراض ہو تو یہودیوں اور عیسائیوں کو پہلے اُس لوٹ کا جواب

دینا چاہیے جسکا تذکرہ ان کی کتاب مقدس میں اب تک موجود ہے۔ ہمارے نبی کریم نے جب مکہ سے ہجرت کی تو اُس وقت حضور کے قبضہ میں مشرکان مکہ کا مال کثیر ودیعت تھا لیکن اس دیانت کو دیکھیے کہ حضور نے اپنے عزیز بھائی علی بن ابی طالب کو ایسے مکہ میں چھوڑ دیا تھا کہ بعد تشریف بری کے چند روز ٹھہر جائیں اور کل مال ودیعت کو اپنے اہتمام میں واپس کر دین محتاج سے زیادہ محتاج مسلمان پر الزام نہیں لگایا گیا کہ وہ مشرکین مکہ کا مال و اسباب مدینہ لے کے بھاگ گیا۔ اعتراض کرنے والے اگر انصاف پسند ہیں تو سبحو التاخرت زید بن حارثہ یاد دوسرے واقعات کے جو اس کے ہنشل ہونے میں سبب الام پر زبان طعن دراز نہ کریں اور جناب سید کے اس ارشاد ہدایت بنیاد سے سبق حاصل کریں۔ ”کیون اُس تکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہو دیکھتا ہو پر اُس کا نظری پر جو تیری آنکھ میں ہو نظر نہیں کرتا“ (متی باب ۷ ورس ۳)

(س) پیغمبر اسلام نے محمد ابن سلمہ کو ساتھ چند جانبا زون کے مامور کیا اور اُس نے کعب بن الاشرف کو دغا سے مار ڈالا پھر ابو رافع سلام بن ابی اہتق کی جان بھی اس طرح کی تدبیر سے لی گئی حالانکہ ایسی کارروائیاں بزدلانہ اور ناقابل تحسین ہیں۔ (ج) یہ دونوں مقتول سرداران بنو نضیر سے تھے اس فرقہ یہود نے حوالی مدینہ شریف میں سکونت اختیار کی تھی اور اپنی حالت کو بذریعہ تجارت اور داد و ستد کے خوشگوار بنالیا تھا ہر گاہ اس بغلی گھونٹے سے بے پروائی کرنا دانشمندی سے بعید تھا ایسے پیغمبر علیہ السلام نے ان لوگوں سے معاہدہ اتحاد کی خواہش ظاہر کی اور انھوں نے

بنو نضیر کا اخراج اور ان کے دوسرے واروں کا قتل

بالاتفاق اقرار کر لیا کہ ہم آئندہ معرکوں میں مسلمانوں کا ساتھ دین گے اور نہ اُن سے مخالفت کریں گے۔ مسلمانوں نے اس معاہدہ کو غنیمت جانتا اور بخیر تو امید نہایت بدمرسان + لیکن بنو نضیر کے دل میں کھوٹ رہی۔ ہم اہل اسلام معترف ہیں کہ یہودیوں پر برکت اُنکے جد اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کے خدائے بڑی بڑی ہر بانیان مبذول کین مگر افسوس ہو کہ یہ لوگ ہمیشہ بزرگان دین کو ستاتے اور خدا کے عہد کو توڑتے تھے چنانچہ عہد عتیق کے صحائف اس قوم کی بد عنوانیوں کے شاہد ہیں اور سچ کے ساتھ اُن لوگوں نے جو سلوک کیا اسکے دردناک تذکرے انا جیل اربعہ کے ناظرین کے دلوں میں اب تک چٹکیاں دیتے ہیں متی باب ۲۳ میں سلسلہ وار فریسیوں کو جو اپنے تئیں رہنمائے ملت موسوی قرار دیتے تھے ملائیت کی گئی ہیں اور خود معجز بیان مسیح نے اُنکو سانپ اور سانپ کا بچہ نہ پایا جسمیں یہ اشارہ لطیف موجود ہے کہ یہ لوگ اسی قابل ہیں کہ اُنکا زہر سلاسل کھل دیا جائے۔ قرآن نے بھی شوکت بھرے فقروں میں خدا کے احسانات جتلے اور اس فرقے پر بڑے بڑے الزام ناشکری کے لگائے ہیں پارہ ۶ کے آخر میں یوں ارشاد ہوا سِرَ لَٰحِدًا لَّآ اَشَدُّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَلَيْهِمْ هُوْدٌ وَالَّذِيْنَ اٰتٰهُمْ سِرًا

الغرض ان اسناد سے ظاہر ہے کہ یہودیوں کے مزاج میں ہمیشہ ایک طرح کی شورش موجود تھی جسکو وہ لوگ دینی حمیت کے ساتھ تعبیر کرتے ہوں گے لیکن اُنکے حریف اس شورش کو عناد اور تعصب کے ساتھ نامزد کرتے آئے۔ زمانہ صلح میں بنی نضیر کے ساتھ

۱۲ لے پیغمبر مسلمانوں کے ساتھ سخت عداوت رکھنے والے یہود اور مشرکوں کو پاؤ گے ب لوگوں میں ۱۲

مسلمانوں نے کچھ جھجھکاؤ نہیں کی لیکن جب بدر کی لڑائی میں مسلمان کامیاب ہوئے تو کعب
ابن الاشرف کا شعلہ حسد اسکے سینہ پر کینہ میں بھر کر اٹھا وہ دوڑا ہوا مکہ پہنچا
 مقتولان بدر پر جی کھول کے رویا پر زور مہینے پڑھے لیکن ان سب ہمدردیوں کی تین
 مطلب یہی تھا کہ قریش کو مسلمانوں کی بیخ کنی پر آمادہ کرے ان سب کو تو تون کے بعد وہ
 مدینہ کو لوٹا اور اپنی شاعرانہ لیاقت کا یہ بیودہ مگر اشتعال دینے والا نکالا کہ پیغمبر علیہ السلام
 کی ہجو کرتا اور مسلمان شریف عورتوں کے ساتھ عاشقانہ مضامین کے جوڑ بند لگایا کرتا تھا
 پھر اس سے بھی تجا و ذکر کے ایک روز پیغمبر علیہ السلام کو بہ حیلہ دعوت بلوایا مگر ارادہ یہ تھا
 کہ جلسہ دعوت میں دعا بازی کے ساتھ اظہار عداوت کرے لیکن عین وقت پر حضور کو اس
 ارادہ فاسد کی اطلاع مل گئی اور مہمان کشی کی تدبیر نام تمام رہی۔ پس جب سیحان فساد کی مہمانک
 نوبت پہنچ گئی تھی تو اب سولے اسکے اور کیا چارہ تھا کہ مادہ فاسد دور کیا جائے اور
 اُس جھگاری پر جس سے اندیشہ تھا کہ تمام ملک میں آگ لگ جائے پہلے ہی پانی ڈال دیا جائے
 عام طور پر **بنی نضیر** نے ابھی عہد اتحاد کو نہیں توڑا تھا لیکن اُن سے یہ توقع نہ تھی کہ اپنے
 سردار کو سکوت کے ساتھ حوالہ کر دیں گے۔ چونکہ ایک دشمن کے لیے عام خونریزی
 خلاف مصلحت تھی اس لیے یہ کارروائی پسند کی گئی کہ بنی نضیر کی وہی انگلی جس سے مادہ
 فاسد پھوٹ نکلا تھا کاٹ دی جائے چنانچہ جانباز بہادروں نے اسکو اسی کے قلعہ کے اندر
 تدبیروں کی اوٹ میں مار ڈالا ایسی خونریزی عام صورتوں میں اگرچہ غیر محمود ہو مگر خاص
 حالتوں میں دور اندیشی کی سفارش کرتی ہے۔ بروایت غالب یہ واقعہ جنگ احد سے

پہلے گدرا اور بنی نصیر اس وقت تک اپنے عہد پر قائم رہے۔ لیکن جنگ احد میں اُن لوگوں
 نے بھانپ لیا کہ مشرکین مکہ میں اتنی سکت موجود ہو کہ اگر باب توحید کو دبا لیں پھر تو سیفِ اُن
 نے آنکھیں پھیر لیں اور چپکے چپکے دشمنوں کو واسطے قلع اور قلع بنیاد اسلام کے گسانے
 لگے۔ کسی گفتگو کے لیے خود پیغمبر علیہ السلام اُن لوگوں کے محلہ میں تشریف لے گئے
 اہل محلہ نے بظاہر معزز مہمان کا خیر مقدم کیا اور آپ ایک دیوار کے پاس بٹھائے گئے
 لیکن تبریرہ کی گئی کہ عمر بن محاش سقف پر جا کے سر مبارک پر پتھر کی پچی گر لے۔ فرشتے نے
 خبر دی اور حضور وہاں سے واپس چلے آئے۔ اب انصاف کرو کہ بحالت ایسی
 بے اعتمادی کو بنی نصیر کی سکونت مدینہ کے حوالی میں کیونکر گوارا کیجاتی۔ الغرض وہ قبیلہ
 بہ الزام بد عہدی گھروں سے نکالا گیا اکثر خاندان ملک شام یعنی اپنے موروثی وطن
 کو واپس چلے گئے لیکن دو خاندان جن میں ایک ابو الحقیق کا گھرانہ بھی تھا مدینہ سے تین
 روز کی مسافت پر بمقام خلیجِ جابلسے۔ پکلا ہوا سانپ **ابورافع** سلام
 ابن ابی الحقیق بعد ترک وطن مسلمانوں کا سخت دشمن بن گیا ایک جماعت کے ساتھ کہ گیا
 قریش و غطفان اور قبائل یہود کو اس طرح بھڑکایا کہ دس ہزار آدمیوں کا جنگ جو لشکر
 مدینہ پر چڑھ آیا اُن دنوں مسلمانوں کی جماعت میں صرف تین ہزار مرد میدان تھے اس لیے
 اُن لوگوں کی قوت بمقابلہ مشرکین بہت کم تھی لیکن محض خدا کے فضل سے مدینہ دشمنوں
 کے دست برد سے محفوظ رہا۔ الحاصل انھیں بدکاریوں کے نتیجہ میں ابورافع کے ساتھ
 بھی وہی کارروائی کی گئی جو کعب بن الاشرف کے ساتھ عمل میں آچکی تھی۔ جس زمانہ میں

یہ دونوں یا اُسکے ہم شکل کارروائیاں ہوئیں اُس زمانہ میں مدافعت کا یہی طریقہ رائج تھا اور ہر گروہ اپنے مخالفوں کے با اثر ممبروں کو کبھی کبھی ایسی ہی تدبیروں سے دفع کرتا تھا چنانچہ بعد جنگ بے کے عمیر بن وہب الحبحی تحریک سے صفوان بن امیہ کے اسیلے مدینہ آیا کہ پیغمبر علیہ السلام پر تیغ آزمائی کرے لیکن خدا نے توفیق دی کہ اُس نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ اُسکے شر سے محفوظ رہے اس طرح کے حملہ عتیقین میں بھی ہوئے اور اُنکا تذکرہ کتاب مقدس میں بطور امداد غیبی کیا گیا ہے چنانچہ قاضیوں کی کتاب باب ۳ میں تحریر ہے کہ جب خدا کے روبرو بنی اسرائیل گڑ گڑائے تب خدا نے اُنکے لیے اہود سپہ جہاز کو اٹھایا وہ مواب کے بادشاہ عجولون کے پاس ہدیہ لے گیا اور پھر اُسکے بیٹ میں ایک تلوار جسے چھپاکے ساتھ لے گیا تھا گھسیڑ دی۔

اب اہم بحث یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام درحقیقت خدا کی طرف سے مامور تھے کہ دنیا کو شریعت اُسی سکھائیں اور اطراف عالم میں اعتقاد توحید کی برکتیں پھیلا دیں یا یہ کہ ترفع کی تمنا اور حکومت کی حرص نے آمادہ کیا تھا کہ پیغمبری کا دعویٰ کریں اور اپنے ذاتی خیالات کو جھوٹا خدا کی طرف منسوب کر دیں عقلاً اس بحث کا تصفیہ نظر بامور اربعہ ہو سکتا ہے۔

اولاً۔ شکل تعلیم پر نظر کیجئے کہ اُسکی کیا حالت ہے۔

ثانیاً۔ دعویٰ اربوبت کا طرز عمل دیکھا جائے کیونکہ دنیا میں آدمی کی روش دیکھ کے اُسکے دلی جذبات کا پتا لگ سکتا ہے خصوص ایسی صورت میں کہ تمام زندگی کا طرز عمل معتمد مورخوں نے پیش نظر کر دیا ہو۔

مثلاً۔ اگر ممکن ہو تو اگلے صحائف کی پیشین گوئیوں سے پتہ لگایا جائے۔
رابعاً۔ جو خوارق عادات و دعویٰ اربوبت نے ظاہر کیے ہوں اُن پر
 بعمق نظر کر کے اطمینانِ تسلی کی صورت پیدا کی جائے چنانچہ اب میں اشکالِ رابعہ کو
 حق پسند ناظرین کے پیش نظر لاتا ہوں۔

تعلیمِ محمدی

تعلیمِ محمدی

قبل اسکے کچھ تذکرہ اسلامی تعلیم کا بحوالہ حدیث و قرآن کے لکھا گیا ہے جس کے
 ملاحظہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تعلیمِ محمدی کتنی مقدر اور صلاح دینی و دنیوی پر کس قدر
 محیط ہے اور درحقیقت موازنہ کے بعد اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہر چند دیگر ادیان ملت نے بھی
 اعتقادی و اخلاقی مرحلے طے کیے ہیں لیکن جو موزونیت اس مدرسہ کی تعلیم میں ہے وہ دوسری
 جگہ پائی نہیں جاتی بہت بڑی اور لائقِ قدر تعلیم جس پر تیرہ سو برس سے اسلام فخر کر رہا ہے
 متعلق توحید ذات و تقدیس صفات خالق کائنات کی ہے اور یہ ایک ایسی نورانی تعلیم ہے
 جسکی چمک اور دکنے دشمنوں کی تندنگاہوں کو خیرہ کر دیا زبان نے ہر چند سخن پڑی
 نہیں چھوڑی لیکن وہ قلوبِ جنمیں کچھ مادہ صلاح موجود تھا اسکی عظمت کا درپردہ
 اعتراف کرتے ہے اور اب تک کرتے جاتے ہیں۔ عیسائی مذہب نے ظہور اسلام سے
 بھی پہلے بہت بڑا فریغ مچا کر لیا تھا اور ان دنوں دانشمندی کا مرکز یعنی خطہ یورپ
 اُسی کے حلقہ اثر میں داخل ہے لیکن مدین گدگئیں اُن لوگوں نے توحید کا سبق فراموش کر دیا

اور تثلیث کے جو بندگان اپنا قیمتی وقت رائگان کر رہے ہیں۔ سخت حیرت بہہ کہ ایسے
 خردمند کی احس جو صنائع بدائع میں بے انتہا قابلیت اور بے نظیر لطافت عقلی کے جوہر
 دکھائے ہیں اعتقادی معرکوں میں کمزور پائے جاتے ہیں اور خاص وجہ اسکی یہ ہے کہ یورپ
 کے رہنے والے دنیاوی مشاغل میں اسقدر منہمک ہیں کہ انکو فلسفہ الہی پر غور کرنے کی
 کم فرصت ملتی ہے اور جو غور کرتے ہیں وہ استدلال کی جھونک میں دائرہ حق سے باہر
 نکل جاتے ہیں اور تاثیرات عناصر کو اکب کی دھن میں مذہب کا مقدس دامن بھی کھینکے
 ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے چنانچہ ان دنوں دہریت کا اعتقاد کثرت کے ساتھ سرزمین
 یورپ پر پھیلا ہوا ہے اور زیادہ تر وحدت فی التکلیف کا مسئلہ اندیشہ دلاتا ہے کہ مین یہ دانشمند
 قوم اشکار تثلیث کے ساتھ عام طور پر خالق کائنات کے وجود کا بھی انکار نہ کر جائے۔
 مذہبی معاملات میں ایشیا کے آدمی زیادہ جتہتی ہیں اور ان لوگوں کو جب ممبران مشن
 اجتماع ضدین یعنی توحید و تثلیث ذات کو استدلالاً سمجھا نہیں سکتے تو یوں بات کو
 مٹاتے ہیں کہ اس مسئلہ کی سمجھ عقل کے بس میں نہیں سادق الایمان عیسائیوں
 پر باپ بیٹے کی مہربانی اور برکات روح کی فراوانی آخر کار اپنی حقیقت کے رمز کو کھول
 دیتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ دانشمندان کو اعتقاد حقیقت قبل ہو جائے معقیدہ تثلیث کے
 حاصل نہیں ہو سکتا اور امید یہ دلائی جاتی ہے کہ بعد استحکام اعتقاد کے اس عقدہ کو فیضان
 اکی حل کر دیگا وَ هَلْ هَذَا لَا تَقِفُ الشَّمْعُ عَلَى نَفْسِهِ دَهْوًا عَالٍ۔

(س) مسلمان بھی تو کہتے ہیں کہ خدا کی کنہ ذات اور رموز قدرت کا جاننا طاقت بشری ہے

باہر ہو پس واعظان سچی اگر حقیقتِ ثلثیت کو سمجھا نہیں سکتے تو ان پر کیا الزام ہو
 (ج) کسی اترک عقل کی رسائی نہ ہونا ممکن ہو لیکن خلاف عقل ضدین کا جمع ہونا نیز
 اسکان سے خارج اور خداوند قادر علی المملکات کے بھی حلقہ اقتدار سے اسی طرح خارج
 ہو جیسا کہ کسی شریک فی الالوہیت کا پیدا کرنا یا خود اپنے تئیں حادث بنالینا اُسکی
 قدرت کا ملہ سے باہر ہو۔

کہتے ہیں کہ پیید وحدت کی تعلیم دیتا ہو لیکن نہ کھتے یہ ہیں کہ عام ہندو دس مشہور اتارون
 کے معتقد ہیں اور اگر ہم غیر مشہور اتارون کو بھی داخل حساب کر لیں تو اُنکی تعداد چوبیس
 تک پہنچ جاتی ہے الغرض ابتدائی تعلیم جو کچھ رہی ہو لیکن اعتقاد حلول اور تجزیہ اتاری
 نے معتقدان اتار کو مسلک توحید سے دور کر دیا ہے اور اُنکی پُرانی روایتیں عقلی محبتوں کا
 مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ چند دنوں سے کچھ روشن خیال ہندو توحید کی طرف مائل ہیں اور
 ہکو خوشی کے ساتھ اپنے بھائیوں کو ایسے واجب اعتقاد پر مبارکباد کہنا چاہتے ہیں لیکن
 الفاضل کی بات یہ ہے کہ وہ روشنی جسکی طرف ہمارے بلند نظر دوست جا رہے ہیں وہی ہے
 جو کہ سے نکلی مدینہ میں بلند ہوئی اور ساحت ہند کو بھی اُس نے کم و بیش بہرہ مند
 کیا ہے۔

یہودیوں کا فرقہ البتہ مسلک تعہید پر چل رہا ہے لیکن جب طح قرآن پاک خدا کی عظمتوں کو
 سکھار رہا ہو وہ بات حضرت موسیٰ کی کتب اربعہ میں پائی نہیں جاتی اور اس واسطے کی
 تائید میں اسی قدر کہنا کافی ہے کہ اُن کتابوں میں صرف بہ حوالہ امور معاشِ عظمتِ باری کا

اظہار کیا گیا ہے اور معاد کی جزا و سزا کوئی صاف تذکرہ انکے اوراق میں پایا نہیں جاتا
پس باوجود اقرار توحید اس مذہب کی تعلیم بھی محمدی تعلیم سے پیچھے پڑ گئی محمدی تعلیم
میں بڑی خوبی یہ ہے کہ اُس نے خدا کو اُن کمالات سے متصف بیان کیا ہے جسکے
ساتھ خلاق عالم کی ذات کو عقلاً متصف ہونا چاہیے اسکے علاوہ ہادیان ملت کی
روحش اور انکے طرز عمل پر بھی کوئی ایسا الزام نہیں لگایا ہے جو شان نبوت کے خلاف
ہو۔ یوں تو کسی واقعہ تاریخی کا جھٹلانا یا کسی ایسی خبر پر جو واقعات آئندہ سے تعلق رکھتی
ہو تعریض کر دینا آسان ہے لیکن پھر بھی قیاس انسانی طالب حق کو ایک طرح کا اطمینان
دلا سکتا ہے اور اگر غبار تعصب حاجب نہ ہو تو دانشمند آدمی کے لیے خود اپنے امتیاز سے
ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینا زیادہ دشوار نہیں ہے **تفسیر** دیکھیے کہ عیسائی
مسیح علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں انکے بعض فرقے مریم عذرا کو بھی شریک فی الالوهیت باور
کرتے تھے لیکن خدا کا پابند حواج انسان بن جانا خلاف عقل اور خلاف قیاس ہے چنانچہ
خداوند عالم اپنے کلام میں اسی حجت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ
اَلَا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهٖ الرُّسُلُ وَاُمُّهُ صِدِّيْقَةٌ ط كَا نَا يَا كَلِيْنَ
اَلطَّعَامُ ط اُنْظُرْ كَيْفَ نَبِيْنُ لَهُمُ الْاَيَاتِ ثَرَا ط لَآ تَنْ يُّوْفِكُوْنَ ۝

لے بڑا مناسب ملک عرب میں ایک فرقہ نصارا کا حضرت مریم کو داخل ثنیت کرتا تھا اور انکے لیے ایک
قسم کی روٹی تیار کرتا تھا مگر اب اس فرقہ کے پیروں کا وجود پایا نہیں جاتا ۱۲
لے مریم کے بیٹے مسیح تو صرف رسول تھے اُن سے پہلے اور بھی رسول گذرے ہیں انکی مان خدا کی
سچی بندی تھیں یہ دو تون کھانا کھایا کرتے تھے۔ لے پیغمبر دیکھو ہم اُن کے لیے کیسی واضح دلیل پیش
کرتے ہیں اور وہ کہ ہر جھگڑتے جاتے ہیں ۱۳

(پارہ ۶ - سورۃ المائدہ - رکوع ۱۰)

حضرت مسیحؑ کو گویا سکھاتے تھے اُسکی قرین قیاس تشریح یوں فرمائی ہو وَاَقَالَ
الْمَسِيحُ بَنِيَّ اِسْرَآئِيْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّنَا وَرَبِّكُمْ اِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ
بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وَاٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ
مِنْ اَصْحٰبٍ ۝ (پارہ ۶ - سورۃ المائدہ - رکوع ۱۰)

مسلمانوں اور عیسائیوں میں ذات مسیح کی بابت جو جھگڑا ہو وہ ایک روز قاضی محشر کے درجہ
پیش ہوگا اور مسیح کا اظہار بھی ضرور ہو کہ لیا جائے عقل کہتی ہو کہ اُنکے اظہار کا خلاصہ ہی
ہوگا جسکا پتا ذیل کی آیت سے مناسب وَكَذَّٰلَ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى ابْنَ مَرْيَمَ
عَمَّا نْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخَذُوْنِيْ وَاٰتِيَ الْهٰمِيْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ
مُبْحَنًا مَّا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّ ط اِنْ كُنْتَ قُلْتَ
فَقَدْ عَلِمْتَهُ ط تَعْلَمُوْا مَآ فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَآ فِيْ نَفْسِكَ ط اِنَّكَ اَنْتَ

۱۷ مسیح نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہو اور کچھ شک نہیں کہ جو کوئی
اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرے اُس پر اللہ کی طرف سے جنت حرام ہو اور ایسے شخص کا ٹھکانا دوزخ
میں ہو اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہو ۱۲

۱۸ اور جب اللہ علیہ السلام بن مریم سے پوچھے گا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری
والدہ کو سوائے خدا کے دو معبود بناؤ تو وہ عرض کریں گے کہ تیری ذات پاک ہو میں کیوں ایسی
کہتا جسکا مجھ کو حق نہیں ہو میں نے اگر ایسا کہا ہوگا تو مجھ کو صبر فرمے معلوم ہوگا کیونکہ تو میرے
دل کی بات جانتا ہو اور میں تیرے راز کو نہیں جانتا غیب کی باتوں کو بے شک تو ہی
خوب جانتا ہو ۱۲

عَلَامُ الْغُيُوبِ ۵

(پارہ ۷ - سورۃ المائدہ - رکوع ۱۶)

اب الصفات پسند ذی شعور غور کرین کہ یہ باتیں دل نشین ہیں یا وہ روایتیں جنکی نسبت حواریوں کی طرف کی گئی ہیں۔ مسلمان مسیح کو یا اُن اوتاروں کو جنکی پرستش مہند و کرتے ہیں خدا یا خدا کی خدائی میں شریک تسلیم نہیں کرتے لیکن برگزیدہ تعلیم نے اُن کو سکھایا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل اور جملہ انبیاء اُن کے ساتھ جنھیں درحقیقت خدا نے واسطے ہدایت خلق کے مامور کیا تھا معتقدانہ نیاز مندی برتیں۔ تَوَلَّوْا امْتِنًا بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلَ الْبَيِّنَاتِ وَمَا اَنْزَلَ اِلَىٰ اٰبَرٰهٖمَ وَنَهْمُجِلٍ وَاسْحٰقٰی وَيَعْقُوبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اَوْتٰی مُوسٰی وَعِيسٰی وَمَا اٰتٰی بِلٰی السَّيِّئُوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا تُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَتَحْسَبُوْهُمْ كَلِمَةً مَّشْجُوْنًا ۵ (پارہ ۱ - سورۃ البقرہ رکوع ۱۶)

اس سے زیادہ اور کیا مہذب روش اعتقاد کی ہو سکتی ہے اور اُس سے بڑھ کے عمدہ کو نہ اس کلمہ حق ہے جو خدا اور خدا کے مقبول بندوں کے حق میں کہا جاسکے۔ مسلمانوں کا فرقہ باشتناے چند اور نبیوں کا (صلوات اللہ علیہم اجمعین) نام و نشان بتا نہیں سکتا لیکن بے تفریق نسل اور ملک کے ان سب بزرگوں کی عظمت کرنا اُسکے دینی فرائض میں داخل ہے۔ بہت بڑی قوی دلیل جس سے تعلیم محمدی کی راست بازی ثابت ہو

مسلمانوں کو کہ ہم اللہ پر اور جو ہم پر و ابراہیم واسمعیل واسحاق و یعقوب اور اولاد یعقوب کے امترا اور جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ کو دیا گیا اور جو اور نبیوں کو خدا نے عطا کیا ایمان لائے ہم اُن لوگوں میں کوئی

تفریق نہیں کرتے اور ہم خدا کے فرمان بردار ہیں - ۱۲

یہ ہے کہ ہر زمانہ بعثت احمدی دنیا میں شرک فی اللہ و ہیت کا مادہ پختہ ہو گیا تھا مشرکین عرب کی طبیعتوں سے اس فاسد مادہ نے خاص مناسبت پیدا کر لی تھی اور عیسائیوں کو بھی اصرار تھا کہ خداوند عالم جسمانی صورت میں ظہور کر سکتا ہو پس اگر بانی اسلام کی یہ غرض ہوتی کہ ذاتی یا قومی فوائد کے لیے اپنے تئیں نمایاں کریں تو ان کے لیے یہ دعویٰ زیادہ آسان تھا کہ خدا یا خدا کے ایک حصہ نے ان کے قالب میں حلول کیا ہے اور وہ بھی خدا کے دوسرے بیٹے ہیں۔

ادنیٰ درجہ کا بیان جو مشرکین کی دلچسپی کو اپنی طرف مائل کر لیتا یہ تھا کہ ان کے کسی مضمون خدا نے ایسے اوتار لیا ہے کہ اپنے پوجاریوں کو دنیا کے جاہ و جلال سے بہرہ مند کر دے لیکن اُس ذات پاک نے یہ کچھ نہیں کہا اور تمام عمر ہی کوشش میں بسر ہوئی کہ خدا کے بندے پروردگار کی عظمت اُسکی شان کے موافق کریں نعم دنیا کو حقیر جانیں اور عبادات و اخلاق کی وہ پاکیزہ روش اختیار کریں جسکے نتیجہ میں نجات اخروی کا خوشگوار ثمرہ حاصل ہو۔

بادشاہوں کے سفیر ان کے بندگان خاص سے پہنچتے ہیں ایسے قرین قیاس نہیں ہے کہ تمام عالم کا بادشاہ ایسے آدمی کو واسطے ادائے رسالت کے منتخب کرتا جسکی صداقت اور جسکی وفاداری لائق اعتماد کے نہوتی پس پیغمبر علیہ السلام نے جو کچھ بیان اس خصوص میں فرمایا ہے کہ وہ مقبول بارگاہِ صمدیت تھے یہ بیان ان کا بغرض خود ستائی کے نہ تھا بلکہ ایک واقعی بیان تھا جس سے تصدیق اُنکے

رتبہ رسالت کی ہوتی تھی۔ اس دعویٰ کی تائید میں کہ خدا کے برگزیدہ نبی نے اپنے
 آقا کے پیام کو بلا کم و کاست پہنچا دیا میں چند قرآنی آیتوں کا حوالہ دیتا ہوں جس
 عام رستی اور راست بازی کی جھلک دوست و دشمن دونوں مشاہدہ کر سکتے ہیں
 اور پھر یہ عقیدہ دل نشین ہو جاتا ہے کہ پیغام لانے والے کو کسی قسم کی بیجا نا اہلیت متصور
 نہ تھی ورنہ وہ ایسی روایتیں خدا کی طرف منسوب کیوں کرتے جن سے انکی ذاتی
 بے احتیاری آشکارا ہوتی ہے۔ **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْمَنَاسِكُ**
الْحُكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ ۚ فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا
يُلْهِشْ إِلَىٰ عِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝ (بارہ - ۱۶ - سورۃ الکہف - رکوع ۱۲)
قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ طَوَّافٌ عَلَيْكَ بِالْعُلَمِ
الْغَيْبِ لَا سَتْلَکَ ثَرَّتْ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسْنِيَ السُّوْءُ ۚ إِنَّا أَنَا لَا
نَذِيرٌ وَلَٰكِنَّ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِمْ فَيُؤْمِنُوا بِهِمْ (بارہ - ۹ - سورۃ الاعراف - رکوع ۲۳)

۱۱ اے پیغمبر لوگوں سے کہو کہ مثل تمھارے میں بھی آدمی ہوں اتنا فرق ہے کہ مجھ پر خدا کی وحی اُترتی ہے
 مگر تمھارا معبود خدا ہے واحد ہے پس جبکو خدا سے ملنے کی آرزو ہو وہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار
 کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے ۱۲

۱۲ اے پیغمبر لوگوں سے کہو کہ میں خود اپنے فائزہ و نقصان پر اختیار نہیں رکھتا اسد جو جانتا ہے
 کرتا ہے اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو بہت فائدے حاصل کر لیتا اور جگہ کوئی گزند نہ پہنچتا۔ میں اور کچھ نہیں
 ہوں صرف اُن لوگوں کو جو ایمان لانا چاہتے ہیں خدا کے غضب سے ڈرنے والا
 اور اُسکی رحمت کی خوشخبری سننے والا ہوں ۱۲

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِيَ خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا
أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ؕ إِنِّي أَنبِئُكُمْ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَلَقَدْ هَمَمْتُ
لَآتِيَنَّكُمْ بِالْبَصِيرَةِ أَوْ لَا تَتَفَكَّرُونَ ؕ (پارہ ۷ - ۷)

سورة الانعام - رکوع ۵

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ؕ قُلْ إِنِّي كُنْتُ نَبِيًّا مِن
اللَّهِ أَحَدُهُ وَلَكِنْ أَحَدًا مِّنْ دُونِهِ مُلْتَحِدًا ؕ (پارہ ۲۹ - سورہ النہج - رکوع ۲)
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ
فَاتَّخَذُوا ظُلُمًا ؕ (پارہ ۲ - سورہ آل عمران - رکوع ۱۳)

اسی طرح کی اور بھی آیتیں قرآن میں موجود ہیں اور ایسی حدیثیں بہ کثرت روایت
کی گئی ہیں جن میں پیغمبر علیہ السلام نے عظمت و جلال باری کے روبرو اپنی خاکساری
اور تضرع و زاری کا اظہار کیا ہے۔ یہ لمحہ جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا اور نہ عقل باور کرتی ہو

۱۷ اے پیغمبر لوگوں سے کمد و کمین تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں
یا میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا کہ میں فرشتہ ہوں میں تو وہی روش اختیار
کرتا ہوں جسکا حکم اللہ کی طرف سے ملتا ہے۔ اُن لوگوں سے پوچھو کہ اندھا اور جسکو سوچھ پڑتا ہے کیا
دونوں برابر ہیں کیا تم لوگ سوچتے نہیں ۱۲

۱۸ اے پیغمبر لوگوں کو سمجھا دو کہ تمہارے نفع نقصان پر محکوم اختیار نہیں ہے یہ بھی کمد و کمین کے
غضب سے محکوم کوئی سچا نہیں کہتا اور نہ اُسکے سولے محکومین ٹھکانا مل سکتا ۱۲

۱۹ اے پیغمبر تمہارا کچھ اختیار نہیں ہے خدا چاہے تو اُن پر رحم کرے یا اس بنیاد پر کہ وہ
لوگ زیادتی کرنے ہیں اُن کو سزا دے ۱۲

کہ جس شخص کو خدا کا اعتقاد نہ ہو یا خدا کے مواخذہ سے نظر ہو وہ بلا ضرورت اپنے متقدمین
 کے حلقہ میں اسطرح کی بیچارگی ظاہر کر چکا چورون کو جب کسی خزانہ پر دست رس مل جائے
 تو وہ اشرفیوں کو چھوڑ کے پیسوں سے جیب نہیں بھرتے اسلئے ہم کیونکر قیاس کریں کہ بانی
 اسلام نے خود غرضی کے جوش میں گریبان نبوت پر زور آزمائیاں کیں اور دامن
 الوہیت کو بالکل محفوظ چھوڑ دیا۔ (مس) دعوی الوہیت کے ساتھ ضرورت
 پڑتی کہ غیب کی باتیں بتائی جائیں اور غیر معمولی برکتیں آسمان سے اُتاری جائیں
 اور ہر گاہ یہ کارروائیاں بانی اسلام کے اختیار سے باہر تھیں اسلئے دعوی نبوت پر
 قناعت کر لینا اپنے حق میں مفید سمجھ لیا تھا۔ (ج) غیب کی باتوں کا اپنی قوت سے
 جانتا اور بات ہو اور خدا کے بتانے سے اخبار بالغیب کرنا دوسری بات ہے مسلمانوں
 کا فرقہ باور کرتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے بذریعہ وحی والہام کے بہت پیشین گوئیاں
 کیں اور وہ سب صحیح ترین اور اسطرح سیکڑوں معجزات کی نسبت وہ اپنے نبی کی طین
 کرتا ہے اسلئے ان کرامتوں کا اپنے تئیں فاعل مختار قرار دینا پیغمبر اسلام کے لئے دشوار
 نہ تھا۔ ہاں جو فرماشیں کیجاتیں اُن سب کا پورا کرنا ضرور غیر ممکن تھا لیکن اُسکے
 مال دینے کا بہت اچھا حیلہ یہ تھا کہ ہماری ازلی حکمت اسوقت ایسی قدرت دکھانے کی
 مقتضی نہیں ہے پھر جھوٹے مدعی کو جھوٹے گواہ دینا میں مل ہی جاتے ہیں چنانچہ اسی
 حجت سے غیر مسلم گروہ ہمارے پیغمبر کی معجزنا کارروائیوں سے انکار کرتا ہے اور
 انکو راویوں کی صداقت پر اعتماد نہیں کرتا اسلئے کیا شکل بات تھی کہ مردوں کو جلائے

اور اندھون کو بینا کرنے یہاں تک کہ آسمان سے سونا چاندی برس آنے کے چند گواہ ہم پہنچائے جاتے اور پھر کچھ تدبیروں سے اور کچھ برزور شمشیر محمد اللہ یا محمد ابن اللہ کا نقارہ اطراف عالم میں بجا دیا جاتا۔ (س) عرض یہ تھی کہ کوئی انوکھی بات نکالی جائے تاکہ جدت پسند طبیعتیں اس کی طرف متوجہ ہوں اسی لیے عیسائیوں کی سی حکایتیں بیان کرنا مفید نہ تھا (ج) اگر ایسا خیال ہوتا تو بحفاظت اپنے اعزاز کے زیادہ تر مناسب تدبیر یہ تھی کہ مسیح کی الوہیت اور نبوت دونوں کا انکار کر دیا جاتا اور یوں کہا جاتا کہ ہر گاہ دین مسیحی نے استحقاق الوہیت پر بیجا حملہ کیا اور اُس حملہ میں کامیاب ہو چلا ہو اسیلے اپنے حقوق کی حفاظت کو خود خداوند عالم عرش معلیٰ سے اُتر آیا ہو۔ (س) دعویٰ الوہیت کی سخت مخالفت یہودیوں کی طرف سے مظنون تھی اسیلے بانی اسلام نے وہ پالیسی اختیار نہیں کی۔ (ج) دعویٰ نبوت کے ساتھ بھی یہودیوں کا وہی اختلاف متوقع تھا جو دعویٰ الوہیت کی صورت میں مظنون تھا اسیلے قیاس سے باہر ہو کہ محض براندیشہ مخالفت یہود کے اتنا بڑا معزز دعویٰ ترک کر دیا گیا ہو۔ (س) دنیا میں اس سے عوارض دماغی کا وجود ہر جنسی تحریک سے انسان اپنے تئیں خدا رسیدہ خواہ کسی ملک کا بادشاہ باور کر لیتا ہو اسیلے ممکن ہو کہ بانی اسلام کے دماغ میں خیال نبوت جم گیا ہو اور اُسی جوش میں عرفانی باتیں کرتے ہوئے ہوں۔ (ج) اولاً یہ احتمال دیگر مدعیان نبوت کی نسبت بھی گنجائش پذیر ہو اور اُنکے توابع اپنے نبی کی حالت کا

جسطح عارضہ مایخو لیا سے پاک ثابت کریں اسطرح ذات ستودہ صفات محمدی بھی
ایسے عوارض سے پاک ثابت کیجا سکتی ہو۔ ثانیاً اسلامی تعلیم جیسا کہ ہم نے قبل
اسکے بیان کیا مصالح عقلی پر مبنی ہو اور اس کو مسکن کے کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ یہ عمدہ
بنیاد اس شخص نے ڈالی ہو جسکا دماغ صحیح نہ تھا بلکہ ہر انصاف پسند اقرار کرے گا کہ ایسے
حکیمانہ اصول کے بنانے والے کی نسبت کسی عارضہ دماغی کا الزام وہی شخص لگا سکتا ہو
جو خود دیوانہ ہو یا اس کے دماغ پر تعصب کا فاع اسطرح گرا ہو کہ انصاف کی قوت عقل
کی طاقت کلیۃً زائل ہو گئی ہو۔

طرز عمل

طرز عمل

زمانہ طفولیت سے اس وقت تک کے پیغمبر علیہ السلام نے اپنے تئیں خدا کا
رسول ظاہر کیا ان پر دوست و دشمن کسی نے ایسے فعل کا الزام نہیں لگایا جو صداقت
و دیانت یا عام شرفیافتہ روش کے خلاف ہو بلکہ زمانہ جاہلیت میں آپ کو سب لوگ اس
کے لقب سے یاد کرتے تھے اور ربیع ابن خثیم سے روایت ہو کہ اس تاریک
دور کے متخاصمین حضور کو اس لیے منتخب کیا کرتے تھے کہ انکا باہمی جھگڑا چکا دین
ایسے جب قریش مجلس شورہ میں دعوی رسالت کے متعلق بحث کر رہے تھے تو انضر
ابن الحارث نے اپنی یہ مقول لے ظاہر کی کہ لڑکپن میں محمد تم لوگوں میں سے
زیادہ متدین اور استبدان سمجھے جاتے تھے جب بڑھاپا آچلا تو ان پر سحر کا الزام لگایا

مین خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ وہ ساحر نہیں ہیں۔ **ابو جہل** کی عداوت اسلام کے ساتھ
شہور ہر جہہ بھی آپ کی صداقت کا معترف تھا اور ایک مرتبہ اُس نے صاف کہہ دیا کہ میں
تم کو جھوٹا نہیں کہتا لیکن جو پیام خدا کے نام سے لائے ہو اُسکو جھٹلاتا ہوں چنانچہ اُن پر یہ
فَاتَهُمْ كَالْكَذِبِ يُؤْنَتُ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَخْتَدُونَ ۝۵
(پارہ ۷۔ سورۃ الانعام۔ رکوع ۴) میں اسی بیان کی طرف اشارہ کیا گیا۔

بزرگان قریش ہمیشہ آپ کو عنادت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور حضور نے بھی
ایسی موقع میں اپنے ذاتی معاملات کے متعلق اُنکی دل آزاری نہیں کی لیکن خدا کا پیام
پہونچا نافرمانی منصبی میں داخل تھا جب وہ پیغام پہونچا یا گیا اور معبودانِ باطل کی
تردید کی گئی اور اُن کے پوجاریوں کی تحقیر تو اسوقت اہل مکہ دشمن جان اور ہوا خواہان
آبرو بن بیٹھے اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ **عتبہ و عقیبہ** پیغمبر علیہ السلام کے برادر
عم زاد جنکو وادامی کی قربت بھی حاصل تھی ایسے برہم ہوئے کہ عالی نژاد نیک نہاد
بیبیوں کو جو ان معاملات میں محض بے گناہ تھیں طلاق دیدیا اور کینحت **عتبہ** نے
تو یہاں تک بہ تندی اختیار کی کہ چہرہ مبارک پر جسکی تعظیم پر اخلاقاً واجب تھی تھوک
بھی دیا۔ ان حکایتوں سے قیاس کرنا چاہیے کہ غیرون کی شورش کس حد تک تھی
اگر گئی ہوگی لیکن پیغمبر علیہ السلام استقلال کے ساتھ خدمت متعلقہ کو انجام دیتے رہے
اور رفتہ رفتہ ایک مختصر جماعت اُنکے معتقدون کی کھڑی ہو گئی۔ اُن دنوں قبائل عرب

۱۔ مکہ نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اسکی نشانوں کا انکار کرتے ہیں ۱۲

اتحاد قومی کے شیدائی تھے اور یہی اتحاد ملک میں اُنکے اعزاز کا ذریعہ اور حفظ جان مال کا کفیل تھا۔ دانشمندان قریش نے چاہا کہ جو تخم نفاق بھوٹ نکلا ہو اُسکو بٹھنے نہ دیں اور بقوت مصالحت جوڑے اُکھیر ڈالیں چنانچہ سربراہِ آورده مشائخ **ابوطالب** کے گھر آئے اور خود ابوطالب نے بھی اپنے عزیز بھتیجے سے سفارش کی کہ سرداران قوم کے ساتھ بلا میپیشی آئیں اور موجودہ رنجشوں کو رفع کر لیں الغرض کئے والوں نے پہلے اُس منادی کی شکایت کی جو بحوالہ رسالت کیجاتی تھی اور پھر ہمدردی کے لہجہ میں یہ کلین مصالحت کی پیشکش۔ اگرچہ آپ کو مال کی ہوس ہو تو ہلوگ ایسی مالی مدد دیں کہ آپ تمام قبیلہ میں بڑے مالدار شمار کیے جائیں اور اگر سرداری کی تمنا ہو تو ہم آپ کو اپنا سردار بنالیں اور جملہ معاملات قومی کا فیصلہ آپ ہی کی تجویز سے ہوا کرے اور ان دنوں سے بڑھ کے اگر بادشاہی کا حوصلہ ہو تو ہم سب حاضر ہیں کہ گردن اطاعت خم کرین در آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں۔ اگلے زمانے میں جیسا کہ انا جیل اربعہ سے بھی پتا چلتا ہے دنیا کے خیال میں سایہ استیسا کا اعتقاد راسخ تھا ایسے اُن لوگوں نے آخر میں یہ بھی کہُنایا کہ اگر اس قسم کی کوئی شکایت عارض ہو تو ہم لوگ دل کھول کے اپنا مال خرچ کرین اور جہاں تک ممکن ہو رفع شکایت کی تدبیریں عمل میں لائیں۔ مبتلاے مصیبت کو یہ کلمات ہمدردی لُبھانے والے تھے لیکن طالبِ رضائے حق نے نہ اپنے مرنی چچا کی پروا کی اور نہ سرداران قریش کی مروت نے اُن کو مغلوب کیا ایسے جواب میں

صاف کہدیا کہ میں خدا کی طرف سے مامور بالرسالت ہوں اگر تم لوگ میری ہدایت کو قبول کر لو تو دین و دنیا میں بہرہ مند ہو گے اور اگر نہ قبول کرو تو میں اپنی حالت پر اُسوقت تک صبر کروں گا کہ وہاں اور تمہارا فیصلہ کرے پس کیا عقل میں یہ بات آتی ہے کہ کوئی دنیا دار اس بے خطر کامیابی کو چھوڑ دیتا اور موہوم امید کے بھروسہ پر اپنی جان و آبرو کو خطرہ میں ڈالتا۔

خداوند عالم نے دنیا میں طرح طرح کی ضرورتیں اور نعمتیں پیدا کی ہیں ضرورتیں تقاضا کرتی ہیں اور ہر ایک فی روح اپنے حوصلہ کے موافق نعمتوں کی جستجو کرتا ہے لیکن قانع طبعیتوں کو ایک حد پر پہنچ کر سکون ہو جاتا ہے اور حریص دنیا داروں کی عمریں اُسی دوادوش میں کٹ جاتی ہیں اور تادم مرگ میدان طلب میں اُن کو فترا رہیں آتا ان ضرورتوں میں خواہش طعام سب پر مقدم ہے اسیکی دھن میں تمامی جاندار مبتلا دیکھے جاتے ہیں اور اُسیکے شوق میں بسا اوقات انسان ناکردنی افعال کا ارتکاب کر گذرتا ہے۔ کارگاہ عالم میں ہر چند شاہ و گداسب کے سب پیٹ کے بندے ہیں لیکن محدود دے چند فرشتہ خصال بزرگوں نے اس بشری ضرورت کی برائے نام اُطاعت کی ہر اور گرسنگی کی دہکتی ہوئی آگ کو اُنکے قناعت نے دھپا کر لیا ہے پیغمبر علیہ السلام باوجود اس مرتبہ عالی کے جو ایک بادشاہ کو اپنے ملک میں اور کسی پیشوے ملت کو اپنے معقدوں کے حلقہ میں حاصل رہتا ہے اس ضروری آسائش کی بھی پروا نہیں کرتے تھے لذیذ اقسام طعام کا تو کیا ذکر نان جوین سے بھی ہر روز سیری کا موقع نہیں ملتا

اور اہل بیت نبوت کی متواتر تائین فاقون کی رحمت میں کٹ جاتیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی اتفاق پیش آیا کہ جینے بھر کھجورون پر قناعت کرنی پڑی اور ایک دن بھی روٹیوں کا خشک ٹکڑا میسر نہیں ہوا۔ **ترمذی** نے ابو ہریرہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا خلاصہ مطلب تحریر کیا جاتا ہے۔ سخت گرمی کے دنوں میں رسول اللہ خانہ مبارک سے باہر تشریف لائے **ابو بکر و عمر** بھی راہ میں مل گئے اور بطریق استفسار عرض کیا کہ اس دھوپ میں بہ تقاضاے شدت گرمی ہلوگ گھر سے باہر نکلے ہیں حضور نے فرمایا کہ میری بھی یہی حالت ہے الغرض یہ تینوں بزرگ **ابوالمہتمم** انصاری کے گھر تشریف لے گئے جسکے قبضہ میں بہ کثرت کھجور کے درخت اور بکریاں تھیں چنانچہ اتفاق سے غیر حاضر تھا لیکن کچھ دیر کے بعد آب شیرین لیے ہوئے واپس آیا خوش نصیب میزبان نے معزز ہمانوں کی تشریف آوری پر خدا کا شکر کیا اور اپنے خلستان کی کچھ کھجوریں پیش کیں اور پھر گوشت اور روٹیاں حاضر لایا حضرت نے ایک ٹوٹی اور کچھ گوشت انصاری کے حوالہ کر کے فرمایا کہ فاطمہ کے پاس پہنچا دو کیونکہ ان کو کئی دن سے کھانا میسر نہیں ہوا ہے اُسکے بعد ہمراہیوں کے ساتھ کھانا نوش فرمایا کھجوریں کھائیں بعد سیری و سیرابی کے ہمراہیوں سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ گھر سے بھوکے نکلے اور دُوبی سے پہلے اس نعمت سے بہرہ مند ہوئے قسم ہے اُس ذات پاک کی جسکی قدرت میں میری جان ہو قیامت کے دن تم لوگوں سے اس نعمت کا حساب ہوگا۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ رزق کی تنگی کس حد تک پہنچ گئی تھی لیکن جب معمولی سامان فراہم ہو جاتا تو

اُسکو بھی نعمت ہے اُسی سے شمار کرتے اور اختصار کا روبرو راندیشہ حساب سے سب کو دیش
 نہ کرتا۔ شروع زمانہ ہجرت میں تو بہت سخت مصیبتوں کا سامنا رہا کچھ دنوں کے بعد فی الجملہ
 سہولت پیدا ہوئی لیکن معتد روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فقر و فاقہ کا سلسلہ آخر عمر تک
 تک برقرار رہا چنانچہ **امام مسلم** عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ تین برابر
 رسول خدا نے کبھی شکم سیر ہو کر کھا نا نہیں کھایا اور یہی حالت اُس وقت تک رہی کہ سفر
 آخرت پیش آ گیا۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ حضور کو ایک دن گرسنہ دیکھ کے میں
 رو پڑی اور عرض کیا کہ میری جان آپ پر فدا ہو کا ش آپ کو اتنا حصہ دنیا کا ملتا جو ضرورتاً
 طعام کو کافی ہوتا جواب میں ارشاد ہوا کہ اے عائشہ دنیا کو مجھ سے کیا واسطہ ہے میرے
 برادران حوصلہ مند رسولوں نے اس سے زیادہ مصیبتوں پر صبر کیا اور پروردگار کی
 حضوری میں پہونچ کر سرفرازیان حاصل کیں مجھے شرم آتی ہے کہ معاش دنیا میں وسعت
 حاصل ہوا در مراتب آخرت میں اُن لوگوں سے کچھ مل جاؤں مجھ کو تو ان آسائشوں سے
 زیادہ مرغوب یہی ہے کہ اپنے بھائیوں اور دوستوں سے مل جاؤں۔ صدیقہ فرماتی ہیں
 کہ اس گفتگو کو صرف ایک ہی مہینہ گزرا تھا کہ جناب رسالت مآب نے وفات فرمائی۔
 کھانے کے بعد انسان کپڑوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتا ہے لیکن پیغمبر علیہ السلام
 نے آخر عمر تک پیوند ٹکے ہوئے کپڑوں کا استعمال فرمایا چنانچہ **بخاری** اور **مسلم**
 دونوں نے **ابو ہریرہ** سے روایت کی ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اُن کو پیوند
 لگی چادر اور موٹے کپڑے کا تہ بند کھایا اور ظاہر کیا کہ ہنگام قبض روح یہی دونوں

کپڑے جسد مبارک پر تھے۔ یہ عفت مآب بی بی ازواج موجودہ میں رسول اللہ کو زیادہ عزیز دھین لیکن اُنکے گھر میں کپڑے کا بچھونا خواہ کئی نہ تھا چڑے کی تو شک اور چڑے کا تمکبہ خمین خرے کی چھال بھری تھی ہمارے آقائے نعمت کے استعمال میں ہاکیا ناظرین تعجب کریں گے کہ خطہ عرب قبضہ میں تھا مال غنیمت کی بھی فراوانی ہو چلی تھی ایسی حالت میں پیشوائے امت کو یہ مصیبتیں کیوں جھیلنی پڑتی تھیں اسلئے حقیقہ حال بیان کی جاتی ہے کہ جو آمدنی آتی وہ عام حالتوں میں بلا توقف غریبا اور مساکین اور دیگر ارباب استحقاق پر تقسیم کر دی جاتی اور خاص اپنی ضرورتوں کے لیے کوئی سرمایہ جو آئندہ کام آئے بچایا نہیں جاتا تھا چنانچہ **ترمذی** نے انس رضی سے روایت کی ہے کہ رسول خدا کو کوئی چیز کل کے لیے اٹھانیں رکھتے تھے۔

بہت بڑی بات جو دنیا طلبوں میں ہونیں سکتی یہ تھی کہ فراخ دستی کے دنوں میں نبی کریم اپنوں کی ضرورتوں پر غیروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے اور معاملات منصبی میں جوش و رابت اپنا اثر نہیں دکھاتا چنانچہ **عمر رضی** فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن **فاطمہ زہرا** سے کہا کہ آکبشی سے میں تنگ آگیا ہوں تمہارے باپ کے پاس قیدی آئے ہیں اُن سے کسی خادم کی درخواست کرو ورنہ یہ مسطفوی نے فرمایا کہ میرے ہاتھ میں بھی آگوندہ ہتھ گوندہ چھالے پڑ گئے ہیں۔ الغرض آپ پر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئیں تہنیک باپ نے پوچھا کہ بیٹی کیسے آئی ہو عرض کیا

سلام کو لیکن باقتضائے حیا اصل غرض کو گندہ ارش نہ کر سکیں اور گھر کو لوٹ آئیں۔ احتیاج
 بڑی چیز جو اس نے مجبور کیا اور یہ مقدس دن و شو ساتھ گئے اور ضرورتوں کو عرض کر کے
 انجام مرام کی خوشگاری کی لیکن خداے بے نیاز کے رسول نے صاف جواب دیا
 کہ اہل صفہ (مسکینوں کی ایک جماعت تھی) فاقے کرتے ہیں اور میرے پاس کوئی سامان
 نہیں ہے کہ اُنکا چارہ کار کروں اسلئے میں تمکو خادم نہیں نے سکتا بلکہ ان قیدیوں کا
 زرخشن حاصل کر کے اُن مسکینوں کے نفقہ میں دون کا الغرض دونوں برگزیدہ حسد
 واپس چلے آئے اور ایک ایسی چادر اُڑھ کے پڑے ہے جو سر اور پاؤں دونوں کو بوقت
 واحد چھپا نہیں سکتی تھی کچھ دیر کے بعد جناب سالتاب خود تشریف لائے اور ان عزیزوں
 سے پوچھا کہ کیا میں تمکو ایسی چیز بتا دوں جو اُس سے بہتر ہو جسکی تم لوگوں نے دست
 کی تھی پاک نژاد فرزندوں نے اثبات میں جواب دیا اور رہنمائے عالم نے انکو ایک وظیفہ
 بتا دیا جسکا ورد ایک ہزار و نوسمان کرتے ہیں۔

سالمون کے ساتھ تعمیل حکم و اَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَہْہُہُ اُپ اس طرح کا تحمل کرتے
 جو اہل دنیا کی طاقت سے باہر ہو۔ **نقل** ہے کہ ایک مرتبہ بدوی سالمون نے حضور
 کو گھیر لیا اور اس طرح پلٹے کہ ردے مبارک کو بھیچ لے گئے پھر بھی آپ رنجیدہ نہیں
 ہوئے اور فرمایا کہ میری چادر تو دید و اور باور کرو کہ اگر ان جھاڑیوں کی تعداد کے
 برابر میرے پاس چار پائے ہوتے تو میں تم لوگوں کو بانٹ دیتا اور تم لوگ مجھکو بخیل
 جھوٹا اور نامرد نہ پاتے۔ اس سے بھی زیادہ دوسرے موقع میں شانِ اَشْک

لَعَلَّ حَقِّ عَظِيمٍ ظاہر فرمائی۔ صحیحین میں انس خادم رسول اللہ سے مروی ہے کہ حضورِ حاشیہ دار چادر اوٹھے تھے ایک بدوی نے چادر کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ آپ اُسکے پاس جا پڑے اور شانہ مبارک پر حاشیہ چادر کا نشان اُبھر آیا اس حشیانہ حرکت کے بعد بدوی نے عرض کیا کہ اے محمد خدا کے مال سے کچھ مجھ کو دلا دو آپ مہنس پڑے اور سائل کو کچھ دلا دیا۔

علمائے اسلام نے بڑی جستجو اور تحقیق سے اخلاقِ محمدی کے بیان میں بڑی بڑی کتابیں تحریر کی ہیں جسکا جی چاہے اُنکا مطالعہ کرے، مہنسے بالا اختصار جو چند واقعات تحریر کیے ہیں اُنکو دیکھ کے ہر حق پسند اقرار کر لیا کہ بانی اسلام طالبِ دنیا نہ تھے بلکہ اُن راست بازوں سے بھی چند قدم آگے تھے جسکا انتخاب عہدِ عتیق میں واسطے خدا تا رسالت کے ہوا تھا۔ (س) یہ باتیں جو کہی گئیں سننے کے لیے خوش آہنگ ضرور ہیں لیکن اُنکی روایت تو صرف مسلمانوں نے کی ہے اسلئے روایتوں کی صداقتِ مشتبہ ہے (ج) انصاف پسندی وقتِ سوال کو پسند کرتی ہے لیکن اُسکا یہ جواب زیادہ تر بات ہے کہ دوسری قوموں نے اُس زمانہ کے واقعات تحریر نہیں کیے جن سے ان بیانات کی تردید ہو۔ عام طور پر واقعات مندرجہ تاریخ کی جانچ عقل اور قیاس سے ہوتی ہے اور دستِ ناظرین طرزِ بیان کو دیکھ کے افراط و تفریط کا اندازہ کر لیتے ہیں جتنے جو کچھ بیان کیا وہ کسی ایک راوی کا مسلسل بیان نہیں ہے بلکہ مختلف شہادتوں کا خلاصہ اخذ کر کے ایک مختصر سلسلہ کھڑا کر لیا گیا ہے اگر یہ راوی جھوٹے ہوتے تو اُن کا بیان مسلسل ہوتا

اور اُن بیانات میں ایسا مبالغہ دیکھا جاتا جسکے قبول کرنے سے عقل انکار کرتی یا یہ کہ ایک بیان سے دوسرے کی تردید ہوتی بڑا قرینہ صحت کا یہ ہر کہ ہزاروں آدمی بانی اسلام کی پیروی میں سرکھٹے تھے ترک وطن کیا مصیبتیں پھیلیں اور اُن لوگوں میں اکثر وہ کی لائف کو ارباب تاریخ نے زائد نہ بیان کیا ہے پس اگر پیغمبر علیہ السلام کا میلان دنیا کی طرف ہوتا یا انکی کارروائیوں میں خود غرضی شامل ہوتی تو سخت مزاج عرب انکی تعلیم کا ایسا اثر قبول نہ کرتے اور اُسکے بدولت زائد وہ کی جماعت جسکے پیرواب بھی جا بجا موجود ہیں کھڑی نہوتی مبالغہ کے لیے دوسرے طور پر میدان بہت وسیع تھا کہ پیغمبر کے پاس سوئے چاندی کے طبق میں ہشتی کھانے آتے تھے آسمانی کپڑے آپ کے زیب میں رہتے لیکن اُن پر اُنھیں لوگوں کی نگاہیں پڑتیں جو سچے ایماندار تھے مگر صحیح حدیثوں میں جو بیانات متعلق طریق تمدن کیے گئے ہیں اُنہیں اسطرح کا مبالغہ نہیں ہو اور عنوان بیان کے دینا ہر کہ یہ بیانات بغیر کسی بندش کے بطور تذکرہ کیے گئے ہیں ہندوؤں یودیوں اور عیسائیوں کے بیان جو روایتیں اُن کے پیشواؤں کے طرز تمدن کے متعلق موجود ہیں آخر انکی تائید بھی تو غیر قوموں کی تحریر سے نہیں ہوتی جاہلون کا تو کوئی ذکر نہیں لیکن دشمن مخالف اُن روایتوں پر بطور تذکرہ تاریخی نظر ڈالتے ہیں اور صرف انھیں واقعات کی صحت سے انکار کرتے ہیں جو خلاف عقل ہوں یا جسکی تردید میں دوسری معتبر روایت موجود ہو پس اسلام بھی سچی ہو کہ دنیا اسکی روایتوں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے اور جب تک معقول وجہ تردید موجود نہ ہو محض اس حجت سے انکی صحت کا انکار نہ کرے

اگر اُس زمانہ کے یہودیوں اور عیسائیوں نے اُنکے متعلق اپنی تصنیضیں نہیں چھوڑی ہیں
 مسیح علیہ السلام کا ظہور تربیت یافتہ یہودیوں میں ہوا۔ رومیوں کی مذہب قوم اُن دنوں
 فرمان و اتھی لیکن کوئی تحریری شہادت اُن لوگوں کی تہا مسیحی تقدس یا اُن کے معجزات
 کے نشان نہیں دیے جاتے۔ مصر سے بنی اسرائیل کا لوٹنا اور حضرت موسیٰ کا وہ معجزہ دکھانا
 جس کا تذکرہ کتاب خروج میں تحریر ہے یہ سب ایسے اہم واقعات تھے جن سے بے پروائی نہیں
 ہو سکتی تھی لیکن کیا کسی قطبی تصنیف خواہ ملک مصر کے قدیم کتبوں سے ان واقعات کی
 تائید ہوتی ہو؟ اور کیا بحالت نہ ملنے ایسی تائیدوں کے انصاف اجازت دیتا ہو کہ جملہ
 واقعات بلکہ ہارون و موسیٰ کے وجود سے بھی انکار کر دیا جائے؟ یون تو خبر کی صفت
 ہو کہ فی نفسہ محتمل صدق و کذب ہو لیکن حتیٰ یہ کہ دینا کا کوئی مذہب دعویٰ نہیں کر سکتا کہ
 مسلمانوں نے جس طرح شہادت واقعات میا رکھی ہو ویسی شہادتوں کا دفتر اُسکے گھر بھی
 موجود ہو یا یہ کہ اُسکے متقدمین نے بھی اُنکی طرح اسماء الرجال کے متعلق بسیط کتابتیں لکھیں
 کی ہیں پس حیرت ہو کہ کوئی دانشمند اسلامی روایتوں پر دوسرے مذہب کی روایتوں کو
 ترجیح دے اور آب باران سے محفوظ رہنا مقصود ہو مگر کسی پرنا لے کے پیچھے پناہ لے۔

اگلے صحائف کی پیشین گوئی

مجموعہ عمدتین میں کچھ مبہم بیانات شامل ہیں اور ٹھیک سمجھ میں نہیں آتا کہ لکھنے
 والوں کا ایسی تحریروں سے کیا مقصود تھا بہر حال فرقہ یہود جس کا یہ فخر و نازیہی تقدس مجموعہ

مذہب اپنی خاطر خواہ ان عقود کی گریہیں کھولتا رہا اور باب مل غیر کو اُسکے اُبھھاؤ اور
 سلہاؤ سے کوئی سروکار نہ تھا لیکن بعد طور ملت عیسوی موسائیوں کی یکتائی جاتی رہی
 پھر بعد عروج کو کتبہ اسلام کے میدان تفتیش کو زیادہ وسیع ہونا پڑا۔ اگلوں نے جو لاسکا
 فکر میں بہت دوڑ دھوپ کی اور پچھلون نے اُس سلسلہ کو علی حالہ برقرار رکھا ہی طرزیان
 پہلے ہی دائرہ ابہام میں چکر لگا رہا تھا مترجموں کی تنگ خیالی نے اُسکی رفتار کو کچھ
 اور بھی تیز کر دیا اور اُن سب پر طرہ یہ ہو کہ ایک فرق حریفانِ مشین کے بالقصد محو و اثبات
 کاشاکی ہو۔ الغرض سلسلہ اخبار بالغیب میں جسکی جستجو ہر حد یقین پر پہونچنا دشوار ہے لیکن
 یقین کے بعد گمان غالب کا درجہ ہو اور کون نہیں جانتا کہ دنیا کے اکثر کاروبار اسی
 ظن کے بھروسے پر چلتے ہیں اور ہم بھی اسی دستور کے موافق ہر سہ فریقوں کے
 خیالات پر کچھ بحث کرتے ہیں یہودیوں کو اصرار ہو کہ واسطے تصدیق دین سچی اور محمدی
 کے کوئی پیشین گوئی صحائفِ قدیمہ میں موجود نہیں پائی جاتی لیکن بغیر کسی جنبہ داری
 کے ان منکروں سے کہا جاسکتا ہو کہ ان دونوں گروہ کا فروغ جو موسائیوں سے بہتر
 بڑھ گیا ہو اعتقادات پر موثر ہو انبیائے سابق کو اگر اخبار بالغیب کی قدرت حاصل
 تھی تو اُنکا فرض تھا کہ ایسے واقعات اہم کو فرو گدشت نہ کرتے اور اپنے معتقدوں کو بتا
 جاتے کہ ایک ناصری اور دوسرا کی مذہب حق پر حملہ کریگا اور اُن دونوں کی تعلیم از غرق
 تا غریب پھیل جائیگی مگر تم لوگ اور اراقِ توریت سے پلٹے رہنا اور انجیل و قرآن کے فقر
 میں نہ آنا مگر دیکھا جاتا ہو کہ کوئی تردیدی روایت اتنی بھی نہیں ہو کہ تائیدی انتخاب کے

پانسک ہو سکے ایسے بصورتِ سلیم اگلی روشن ضمیر یوں کے پچھلی امتوں کا یہ بیان اقرب
بالصواب ہے کہ بتائید صداقت اُنکے مذہب کے پیشین گوئیوں موجود ہیں اور تقریر میں
کم و بیش ابہام ایسے رکھا گیا ہے کہ پیروان ملت تنقیح مقصود کی وقت اٹھائیں اور اپنے
پروردگار سے کارکردگی کا معقول انعام حاصل کریں اب عیسائیوں کی حالت دیکھیے
کہ وہ مسیح کی پیشین گوئیوں صحائفِ قدیمہ سے اخذ کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کو خزانہ مذہب
سے کوئی حصہ دینا گوارا نہیں کرتے پس ناظرین کو صرف اس قدر دیکھ لینا کافی ہے کہ
جس شکل سے نتیجہ صداقت مسیح نکالا جاتا ہے اُسی شکل سے نبوت محمدی کا بھی نتیجہ
حاصل ہوتا ہے یا نہیں چنانچہ واسطے رفع اسی ضرورت کے میں دونوں فریق کی چند
جھگڑوں کو معرض بیان میں لاتا ہوں۔ انصاف کرنے والے اگر کچھ سمجھ رکھتے ہوں تو
بعد ملاحظہ طریقہ استدلال کے مغز سخن تک پہنچ جائیں گے۔

مُحْتَسِمِی

(۱)

ہوئیغ نبی کی کتاب (باب ۱۱- ورس ۱) میں تحریر ہے ”جب اسرائیل
لڑکا تھا میں نے اُسکو عزیز رکھا اور اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا“ موسائی اس فقرہ کا
مطلب یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ موسیٰ کے وقت کی کہانی ہے جبکہ وہ بنی اسرائیل کو
مصر سے نکال لائے تھے چنانچہ صیغہ ماضی اُسپر دلالت کرتا ہے اور بیٹے کا لفظ ہر چند
واحد ہے لیکن اُسکا اطلاق اور جگہ بھی تمام بنی اسرائیل پر ہوا ہے ”تب تو فرعون کو

یون کہو خداوند نے یون فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے سو میں تجھے کتنا ہون
 کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے، ”دکتاب خروج باب ۴- ورس ۲۲
 و ۲۳) جناب متی اپنی کتاب کے باب ۲ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس پیشین گوئی کا
 تعلق مسیح سے ہے کیونکہ یوسف اُنکو مصر لیکے تھے اور بعد وفات ہیرودیس کے واپس لائے
 یسوعیاہ نبی کی کتاب (باب ۷- ورس ۱۴) میں تحریر ہے، ”دیکھو کنواری حاملہ
 ہوگی اور بیٹا بنے گی اُسکا نام عمانوئیل رکھے گی وہ دہی اور شہد کھائے گا جو وقت تک
 وہ بڑا ترک کر نیکا اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز پائے، ”موسائی اسی کتاب کا باب ۸
 دکھاتے ہیں کہ وہ لڑکا مدتوں پہلے مسیح کے پیدا ہوا لیا اور یہ کہ عیسائیوں نے جس
 لفظ کا ترجمہ کنواری کر لیا ہے اُسکا صحیح ترجمہ جوان عورت ہے۔ متی اپنی کتاب میں فرماتے
 ہیں کہ یہ پیشین گوئی مسیح سے تعلق رکھتی ہے لیکن اُنکی رائے پر چند شبہ وارد ہوتے ہیں۔
اولا۔ مریم عذرا نے اپنے فرزند کا نام یسوع رکھا تھا نہ عمانوئیل۔

ثانیاً۔ ثابت نہیں ہوتا کہ زناہ طفلی میں حضرت عیسیٰ شہد اور دہی کھایا
 کرتے تھے اور اگر ان الفاظ سے فیوض آہی مراد لیے جائیں تو وہ اب تک اُس
 قدسی صفات پر مبذول ہیں۔

ثالثاً۔ عیسائی تو مسیح کو خدا کہتے ہیں پس کیا خدا پر بھی کوئی ایسا زنا نہ گذر گیا
 ہے کہ نیک بد میں امتیاز نہ بین کرتا تھا ؟

متی فرماتے ہیں، ”اور ایک شہر میں جب کا نام ناصرت تھا جا کے رہا کہ وہ جو
 (۳)

نسیون نے کہا تھا پورا ہو کہ وہ (مسیح ناصری) کملائیکا (باب ۲- ورس ۲۳)
 یہ پیشین گوئی بڑی بڑھیا تھی مگر افسوس ہے کہ اُسکا وجود کتب موجودہ میں پایا نہیں جاتا
 اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہ پیشین گوئی زبانی تھی اور سیبسیہ چلی آتی تھی یا یہ کہ جس کتاب
 میں وہ تحریر تھی اُسکو دشمنوں نے ضائع کر دیا ہو۔

(۴) یرمیاہ نبی کی کتاب (باب ۳۱ ورس ۱۵ الغایت ۱۷) میں یہ فقرات موجود ہیں
 "خداوند یوں کہتا ہے کہ رامہ میں ایک آواز سُنی گئی ہے نوحہ اور زاری کرنے کی۔ راخل
 اپنے لڑکوں پر روتی ہے اور اپنے لڑکوں کی بابت تسلی نہیں چاہتی کیونکہ میں نہیں
 خداوند یوں کہتا ہے کہ اپنی زاری کی آواز کو روک اور اپنی آنکھوں کو آنسوؤں سے
 باز رکھ کہ تیری محنت کے لیے اجر ہے۔ خداوند کہتا ہے۔ اور مے دشمنوں کی زمین سے
 پھر آویں گے اور تیری عاقبت کی بابت امید ہے خداوند کہتا ہے کہ تیرے لڑکے اپنی
 سرحد میں پھر داخل ہوں گے،" متی اپنی کتاب کے باب ۲ میں منشا تقریر یہ ظاہر کرتے
 ہیں کہ راخل (زوجہ یعقوب علیہ السلام) کی گریہ وزاری بوجہ قتل اُن بچوں کے تھی جنکو
 ہیرودیس نے بہ اشتباہ ہونے مسیح کے ہلاک کیا تھا مگر یہودی کہتے ہیں کہ یہ داستان
 غم خود ارمیاہ کے زمانہ کی ہے جبکہ **نصرت** نے بنی اسرائیل کو قتل اور بھلاے وطن
 کیا تھا اور اگر گریہ وزاری مقتول بچوں کے ساتھ محدود کر دی جائے تو فقرہ آخر
 بے معنی رہ جاتا ہے کیونکہ جو مر گئے یا مائے گئے وہ نہ ملک عدم سے واپس آئے
 اور نہ واپس آسکتے ہیں۔

زکریاؑ کی کتاب (باب ۹- ورس ۱۰۹) میں تحریر ہے: "اور وہ فروتن ہوا اور
گدھے پر بلکہ جو ان گدھے پر مان گدھے کے بچے پر سوار ہوا اور میں افراسیم کی گاڈیان اور
یروشلیم کے گھوڑے کاٹ ڈالوں گا اور جنگی کمان توڑ ڈالی جائیگی اور وہ قوموں کو صلح
کا مزدور دیگا اور اُسکی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریا سے زمین کے انتہا تک
ہوگی" متی باب ۳۰ میں تحریر ہے: "کہ ایک گدھے کا بچہ منگوایا گیا اور اسپر مسیح علیہ السلام
سوار ہوئے تاکہ یہ پیشین گوئی پوری ہو۔ فقرات منقولہ میں صاف تحریر ہے کہ وہ قوموں
کو صلح کا مزدور دیگا مگر مسیح علیہ السلام نے خود اپنی زبان مبارک سے یوں ارشاد فرمایا کہ
"دریست جھوٹے میں زمین پر صلح کرنے آیا صلح کرنے نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں
کیونکہ میں آیا ہوں کہ مرد کو اُسکے باپ اور بیٹی کو اُسکی مان اور بہو کو اُسکی ساس سے
جد اکروں" (متی باب ۱۰- ورس ۳۴ ۳۵ ۳۶)

اسلامی محبت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ
الَّذِي يَخِذُّ مِنْهُمْ مَثَلًا فِي الْتَوَارَةِ وَالْإِنْجِيلِ ۚ

سورۃ الاعراف - رکوع ۱۹ -

خدا انہی کتاب (جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے) صاف شہادت دیتی ہے کہ اُنکے پیغمبر کا

جو لوگ پیروی کرتے ہیں اُس نبیؐ کی جیسا کہ اپنے بیان کی تائید اور انجیل میں پاتے ہیں ۱۲

تذکرہ صحائف قدیمیہ میں موجود ہے، متقدمین کامل الایمان نے تو صرف اسی شہادت پر یقین کر لی لیکن پھلوں نے جَزَاهُمْ اللہُ خَيْرَ الْجَزَاۗءِ اوست جستجو کو دراز کیا اور وہ باب اور ورس ڈھونڈ نکالے جنہیں بشارت ظہور اُنکے رہنما سے ملت کی موجود تھی چنانچہ انہیں میں چند کا تذکرہ اس موقع پر کیا جاتا ہے۔

(۱) روشن ضمیری نے ابراہیم علیہ السلام کو توحید کا سبق پڑھایا اور خدا کی ہر بانیان اپنے راست باز بندہ پر مبذول ہوئیں یہ بزرگ (جو علم الہی میں بڑے بڑے قبائل کے جد اعلیٰ ہونے والے تھے) مدتوں لا ولد ہے ایسے اُنکی زوجہ حضرت سارہ کو انقطع نسل کا اندیشہ پیدا ہوا اور شوہر کو بائید اولاد اجازت دی کہ اُنکی خادمہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ تعلق شوہری پیدا کریں چنانچہ ایسا تعلق پیدا کیا گیا اور خدا کی کار سازی سے بارور ہوا۔ ہاجرہ فرزند زینہ جنہیں حبسکو باپ نے موافق ہدایت فرشتہ کے اسماعیل نامزد کیا۔ کچھ دنوں کے بعد سارہ بھی بیٹا جنہیں اور اُسکا نام اسحاق رکھا گیا پھر سو کنون کا اتفاق اہل بیت نبوت میں بھی رنگ لایا اور بہ تحریک زوجہ اولیٰ اسماعیل اپنی ان کے ساتھ اس طرح نکالے گئے کہ صرف چند روٹیاں اور پانی کا ایک مشکیزہ عورت کے کندھے پر رکھ دیا گیا اور موافق ظاہر عبارت تورات کے لڑکا بھی اُسی مبارک دوش پر بٹھا دیا گیا تھا ابراہیم علیہ السلام ملائم دل کے آدمی تھے اور فرزند اکبر کے ساتھ اُنکی شفقت اتنی بڑھی تھی کہ جب اُن کو ولادت اسحاق کی بشارت دی گئی تو خدا کی طرف خطاب کر کے عرض کیا کہ کاش

اسماعیل تیرے حضور جیتا ہے۔ اس بے دردی کو جو بے قصور عورت اور بے گناہ فرزند کے ساتھ برتی گئی وہ کبھی گوارا نہ فرماتے لیکن خدا کے حکم سے مجبور ہو کے اُن بکیوں کو خدا کی راہ میں چھوڑ دیا۔ کہا گیا ہے کہ حکم ربانی ابراہیم علیہ السلام چھوٹے بیٹے کی گردن کاٹنے پر آمادہ ہوئے تھے مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ بڑے فرزند کی مصیبت پھر بھی زیادہ سنگین تھی کیونکہ چھوٹے کے گلے پر اگر چھری چل جاتی تو فتولے موت ایک ہی دم میں نافذ ہو جاتا اور بڑا تو ایسی خطرناک حالت میں چھوڑا گیا تھا کہ اپنی شفیق مان کے پیش نظر گھل گھل کے بھوکون مرے جلتی ریگ میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کے ہلاک ہوا نہ ہینا کہ مصیبتوں کے علاوہ بڑا اندیشہ یہ تھا کہ کوئی درندہ بھوکے پیاسے غریب الوطنوں کو نگل جائے۔

پس یہ بھی ایک طرح کی قربانی تھی جو نایاب فرائض کی بہ تحریک زوجہ اولیٰ کے تحت ارشاد پروردگار عالم عمل میں لائے۔ باپ کی یہ خدا شناسی ضرور لائق آفرین تھی لیکن مان اور بیٹے کچھ کم لائق تھیں نہیں ہیں جنہوں نے کوئی کلمہ شکایت کا زبان سے نہیں نکالا اور متوکل علی اللہ ایک طرف چل کھڑے ہوئے باب ۲۵ اور س ۲۹ کتاب پیدائش سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسماعیل بھی مثل اسحاق کے بوڑھے باپ کی تجویز و تکفین میں شریک تھے اس لیے ہم باور کر سکتے ہیں کہ سعادت مند بیٹے نے باپ کے سلوک پر اپنا دل میلا نہیں کیا اور وہ بہر حال رضائے الہی پر شاکر تھا۔

اسماعیل و اسحاق دونوں صلب ابراہیمی سے تھے فرق صرف یہ تھا

کہ اسماعیل کی ولادت زوجہ اولیٰ کی خادمہ سے ہوئی تھی لیکن آجکل کے مذہب غلام و
 آزادین فرق کرنا داخل بے دردی سمجھتے ہیں کیا خداوند عالم جو ان ہندوؤں کا خالق ہے
 اس فرق کا ایسا حامی تھا کہ وہ اولاد مسالہ کا پورا طرفدار بن گیا اور اپنی صابری بڑی
 ہاجرہ اور شاگردہ اسماعیل کی نسبت یہ فیصلہ کر دیا کہ انکی اولاد کبھی رتبہ نبوت پر
 فائز نہ ہو اور یہ خوشگوار نمرہ اُسی شاخ درخت سے لٹکا ہے جو تہذیب و تمدن میں
 اس طرح آزمائی نہیں گئی تھی۔ یہودی اور عیسائی جو کچھ کہیں لیکن خداوند خدا اُس مصیبت
 سے بے پروا نہ تھا جو اسماعیل اور انکی بیکیں مان کو اٹھانی پڑی تھی چنانچہ پہلی مرتبہ
 جب ہاجرہ کو بہ مجبور ہی گھر چھوڑنا پڑا اور خداوند کے فرشتے نے اُس سے کہا کہ تو اپنی
 بی بی کے پاس پھر جا اور اُس کے تابع رہ + پھر خداوند کے فرشتے نے اُسے کہا کہ میں تیری
 اولاد کو بہت بڑھاؤں گا کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے + اور خداوند کے فرشتے نے اُسے
 کہا کہ تو حاملہ ہو اور ایک بیٹا جنے گی اُسکا نام اسماعیل رکھنا کہ خداوند نے تیرا دکھ سُن لیا
 وہ وحشی آدمی ہوگا اُسکا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اُسکے برخلاف ہوں گے اور
 وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کریگا، کتاب پیدائش باب ۱۶- ورس ۱
 لغایت ۱۲)

دوسری مرتبہ کے واقعات اسی کتاب کے باب ۲۱- ورس ۱۴- لغایت ۲۱- میں

۱۰ محققین کہتے ہیں کہ ہاجرہ فرعون شاہ مصر کی بیٹی تھیں اور واسطے تربیت کے خدمت میں

ابراہیم علیہ السلام کے دی گئی تھیں یعنی وہ کسی نوٹری نہ تھیں ۱۲

ملاحظہ کیجیے، تب ابراہام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک شکلی اور
 ہاجرہ کو اُسکے کاندھے پر دھر کر دی اور اُس لڑکے کو بھی اور اُسے رخصت کیا وہ روانہ
 ہوئی اور یرسبع کے بیابان میں بھٹکتی پھرتی تھی + اور جب مشک کا پانی چک گیا
 تب اُس نے اُس لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا + اور آپ اُسکے سامنے
 ایک تیر کے پتے پر دو رجا بیٹھی کیونکہ اُس نے کہا کہ میں لڑکے کا مرنا نہ دیکھوں، سو
 وہ سامنے بیٹھی اور چلا چلا کے روئی + تب خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور
 خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اُس سے کہا کہ لے ہاجرہ تجھ کو کیا
 ہوا؟ مت ڈر کما اُس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی + اٹھ اور لڑکے کو
 اٹھا اور اُسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اُسے ایک بڑی قوم بناؤں گا پھر خدا نے
 اُسکی آنکھیں کھولیں اور اُس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جاکر اُس مشک کو پانی
 سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا اور خدا اُس لڑکے کو ساتھ تھا اور وہ بڑھا اور بیابان
 میں رہا کیا اور تیر انداز ہو گیا + اور وہ فاران کے بیابان میں رہا اور اُسکی ماں نے
 ملک مصر سے ایک عورت اُس سے بیاہنے کو لی + یہ تو ہاجرہ سے وعدے ہوئے
 تھے اور جو کچھ خدا نے ابراہیم علیہ السلام سے اقرار کیا وہ ان فقرات سے ظاہر ہے
 ”و اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری دعائی دیکھ میں اُسے برکت دوں گا اور اُسے
 برومند کروں گا اور اُسے بہت بڑھاؤں گا اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے
 اور میں اُسے بڑی قوم بناؤں گا“ (باب ۱۷- ورس ۲۰)

تقصیب اور سخن پرستی بڑی بلا ہے استحقاق کی وہ حالت خدا کے وعدوں کی کیفیت
 مگر اس لیے کہ پیغمبر آخر الزمان کے دعوی نبوت کی تائید نمونے پائے ہمارے مخالفین
 کو اصرار ہے کہ وادی فاران سے مراد حجاز کا خطہ نہیں ہے اور نہ خانہ کعبہ کی تعمیر
 ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی یہ سب باتیں مسلمانوں نے بضرورت برپا کرنے
 سلسلہ حجت کے بنالی ہیں۔ خدا سید احمد خان کی قبر کو نورانی کرے جنھوں نے خطبات احمدیہ
 میں عالمائے تحقیق سے شبہات دور کیے ہیں لیکن میں صرف عقیدہ کمون کا کہ دنیا کی اگر
 کوئی پرانی روایت صحیح ہے تو عرب کی یہ روایت کہ اسماعیل اور انکی ماں نے سرزمین
 مکہ پر سکونت اختیار کی اور باپ بیٹے نے خدا کی پرستش کے لیے وہاں ایک گھر
 بنایا کیونکہ تسلیم کیجائے اور اگر خاندانی اور قومی روایتیں بلا دلیل اسطرح بے اعتبار
 کر دی جائیں تو پھر نہ بنی اسماعیل کا پتا ہے اور نہ بنی اسرائیل کا نشان ہے بلکہ آدم حوا
 بھی ایسی دو مورتیں ہیں جنکو خیال کے ہاتھوں نے گھڑ لیا ہے۔

کیا اسلام کے مخالف نہیں سوچتے کہ رسم ختنہ جو سنت ابراہیمی ہے عرب کے زمانہ توحید
 میں بھی متروک نہیں ہوئی تھی۔ کیا اپنی عقل پر اتنا بھی زور نہیں دے سکتے کہ اگر مسلمان
 کو جھوٹ بنا ہوتا تو وہ کیوں اپنا سلسلہ اسماعیل تک ملاتے جنکی حقارت یہودیوں
 کے دل میں جمی ہوئی تھی اور کیوں اس مضمون کو چھوڑ دیتے کہ بعض قبائل عرب
 بھی بنی اسرائیل سے ہیں اور اس عہد سے حق استفادہ رکھتے ہیں جسکی بندش
 اولاد اسحاق سے ہوئی تھی۔

نحالوں کے ایسے سفطوں کی حقیقت آزاد طبع دشمنوں پر مخفی نہیں رہ سکتی ایسے انکی
 طرف اشارہ کرکے زمین ناظرین بالاضافہ کو خدا کے شفقت بھرے وعدوں پر اور بالخصوص
 ورس ۲۰ متذکرہ بالا پر دوبارہ توجہ دلاتا ہوں۔ اس ورس میں خداوند صادق الودعہ
 نے پانچ وعدے نسبت اسماعیل کے کیے ہیں۔ وہ بزمند ہونگے۔ اُنسے بڑی قوم
 پیدا ہوگی۔ انکو برکت دی جائیگی۔ وہ اعلیٰ درجہ کی ترقی پر فائز ہونگے۔ انکی اولاد سے
 بارہ سردار پیدا ہوں گے۔ حضرت اسماعیل کے بارہ فرزند پیدا ہوئے اور بیابان
فاران یعنی خطہ حجاز انکی اولاد و اسفاد سے بھر گیا۔ عہد برکت علانیہ فضائل
 روحانی سے متعلق پایا جاتا ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ اسماعیل علیہ السلام بھی تہ نبوت
 پر فائز ہوئے تھے لیکن وہ وعدہ جو اسحاق سے ہوا تھا انکی اولاد مجاد تک سرایت
 کر گیا اسطرح جس برکت کا وعدہ اسماعیل سے کیا گیا اُسکے اثر سے انکی اولاد کیوں
 محروم سمجھی جائے اب یہ اقرار کہ اسماعیل کو بہت بڑھاؤن گا کون کہہ سکتا ہے کہ قبل
 ظہور محمدی پورا ہوا کیونکہ اسوقت تک اولاد اسماعیل دینی و دنیوی دونوں قسم کی
 فضیلتوں میں بمقابلہ بنی اسرائیل بہت پیچھے تھی لیکن دواحمدی میں سالٹ حکومت
 اور ہر طرح کے فضائل کا دروازہ اسماعیلیوں پر کھل گیا اور سرزمین کمان جسکے عطا
 کا وعدہ حضرت ابراہیم سے ہوا تھا اور جسکو خاندان کی ایک شاخ کھو چکی تھی
 دوسری شاخ نے بہ توفیق الہی دشمنوں سے چھین لیا اور اطراف عالم میں برکات توحید
 کو اسطرح پھیلا دیا جسکی آب و تاب اب تک علی حالہ باقی ہے و وعدہ جسکو پہنچنے پر (۵)

ذکر کیا ہے کہ جاتا ہے کہ قبل ظہور اسلام پورا ہو گیا اور اُنکی سند میں مخالفین اسلام کتاب پیدائش باب ۲۵ ورس ۶ اکایہ ٹکڑا پیش کرتے ہیں، اور یہ بارہ فرزند ان اسماعیل، اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے، لیکن خاندان کا بڑا بڑھا دنیا میں معمولاً رئیس اپنے خاندان کا ہوا ہی کرتا ہے اور فرزند ان اسماعیل بھی اسی دستور کے موافق سرخیل خانہ تھے لیکن خدائے زور شور کے ساتھ جو اظہار شفقت فرمایا تھا اُس سے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ گھر کے احاطہ سے اسماعیلی بزرگوں کی سرکاری محدود درہنگی بلکہ جہانتک قیاس سلیم تائید کرتا ہے اُس سے دین یا دنیا کسی طرح کی ولایت عامہ مراد ہے اور غالباً اُس سے ائمہ اثنا عشر خواہ بارہ اولو العزم نامور شاہان اسلام مقصود ہیں جنکے رقبہ حکومت کو سلیمان کے رقبہ حکومت سے بڑھا ہوا ارباب تاریخ تسلیم کرتے ہیں۔

نکست

درس ۱۶ باب ۱۷۔ کتاب پیدائش میں نسبت اولاد سارہ کے وعدہ ہوا ہے کہ انہیں ملکوں کے بادشاہ پیدا ہوں گے مگر اولاد ہاجرہ کی نسبت صرف کوئی لفظ بمعنی صاحب حکومت استعمال کیا گیا ہے اور وجہ تفرقہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسرائیلی فرمان روا شاہانہ لقب رکھتے تھے لیکن اسماعیلی فرمان رواؤں نے کبھی شاہی لقب اختیار نہیں کیا بلکہ حضرت ابو بکرؓ خلیفہ رسول اللہ کے ساتھ

ملقب تھے اور کچھ دنوں حضرت عمرؓ بھی خلیفہ ابو بکرؓ کے گئے پھر امیر المومنین کا لقب اختیار کیا گیا اور آخر وہ خلافت عباسیہ تک چلا گیا۔ ایسے ایسے گہرے رمز پیشین گوئیوں میں موجود ہیں مگر افسوس ہو کہ اہل کتاب اُس پر غور نہیں فرماتے۔

(۲)

کتاب اشتہاب ۱۸- ورس ۱- لغایت ۱۹- میں موسیٰ کا خدا کی طرف سے اسطرح پیام پہنچانا تحریر ہے ”اور خداوند نے مجھے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا سوا چھا کہا میں اُنکے لیے اُنکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُس سے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کیگا“ اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو جھینے وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سُنے گا تو میں اُسکا حساب اُس سے لوں گا“ مسلمانوں کا بیان ہے کہ یہ پیشین گوئی اُن کے پیغمبر کے ظہور سے تعلق رکھتی ہے۔
اولادہ مثل موسیٰ علیہ السلام کے صاحبِ شریعت تھے اور دیگر نبیائے بنی اسرائیل شریعت موسوی کے پیرو تھے۔

ثانیاً وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں تھے۔

ثالثاً بعد موسیٰ جنکو احکام عشرہ خدائی الفاظ میں سنائی دیے جملہ انبیاء سابق کے دل پر معنی کلام الہی کا الہام ہوتا تھا اور صرف رسول عربیؐ نے دعویٰ کیا کہ قرآن پاک خدا کا کلام لفظی ہے جسکا القائے پر ہوا اور پھر اُنکی مقدس زبان سے دوسروں کے کان تک پہنچا۔ واسطے جانچِ صحت بیان کے عاقلانہ روش یہ ہے کہ ہم دیکھیں

کہ ایسی برکت کو خداوند عالم نے کیوں بنی اسرائیل سے سلب کر کے اُن کے اسماعیلی بھائیوں کے حوالہ فرمایا چنانچہ ٹھیک فقرات مجملہ کے پہلے ہم ورس ۱۶- کو ساتھ ان الفاظ کے موجود پاتے ہیں ”اس سب کے مانند جو تو (فرقہ بنی اسرائیل) نے خداوند اپنے خدا سے حورب میں مجمع کے دن مانگا اور کہا کہ ایسا نہو کہ میں خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سنوں اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں تاکہ میں مر نہ جاؤں“ یہ اشارہ ہر طرف مضمون ورس ۱۹- باب ۲۰- کتاب خروج کے جو ان الفاظ کے ساتھ ہے ”تب انھوں نے موسیٰ سے کہا کہ تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں لیکن خدا ہم سے نہ بولے کہیں ہم مر نہ جاویں“ پس ظاہر ہے کہ ہر گاہ کچے دل اسرائیلی ہم کلامی کی عزت کو بردست نہ کر سکے تو جلال کبریائی نے اپنی اُس رحمت کو اولاد ابراہیم کی دوسری شاخ پر نازل کیا جو علاوہ استحقاق کے طاقت تحمل اور لیاقت عمل بھی رکھتی تھی۔ موسائی اس لئے کی تردید میں موسیٰ کا یہ کلام پیش کرتے ہیں ”خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میرے مانند ایک بنی برپا کرے گا تم اُسکی طرف کان دھریو“ (کتاب تثنیا باب ۱۸- ورس ۱۵)

بنیاد تردید یہ ہے کہ تیرے ہی درمیان کے الفاظ کا منشا یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں ہوگا متکلمین اسلام (مصنف کتاب تفسار وغیرہ) نے حجت کی ہے کہ یہ الفاظ الحاقی ہیں اور قدیم ترجموں میں پائے نہیں جاتے لیکن واقعہ الحاق پر اسلئے اطمینان نہیں ہوتا کہ اگر ایسا ارادہ حقیقت کیا گیا ہوتا تو فقرات مابعد میں اُسکا الحاق کیوں متروک ہوتا یا انتہی تعجب ہے

کہ خدا کے کلام پر جو فقرات مابعد میں بیان کیا گیا حضرت موسیٰ نے یہ اضافہ کیوں کیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے تسکین خاطر کے لیے مقام لغت کے بتانے کا ارادہ کیا اور یہ سمجھا یا کہ وہ بنی اُن ممالک میں جہانکی سرزمین سے تم لوگ نا آشنا ہو مبعوث نہوگا بلکہ وہ ہر چند بموجب عہد خداوندی تمھارے بھائیوں سے ہوگا لیکن اُسکی لغت تمھارے ہی درمیان یعنی اُس خطہ میں ہوگی جان تمھاری قومیں رہتی رہتی ہوگی چنانچہ **محمد مصطفیٰ** روحی فدائے مکہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ میں قائم و برپا ہوئے جہاں بالخصوص یہودیوں کی آبادی موجود تھی اور عموماً خطہ حجاز بھی اُنکے قبائل کا ماویٰ اور مسکن سمجھا جاتا تھا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ مثلث کے لیے تطابق کلی غیر ضروری ہے لیکن کثرت وجوہ تمثیل اور بالخصوص وہ وجوہ مماثلت جو اشاعت دین سے متعلق ہیں خیالات کو پیغمبر علیہ السلام کی طرف رجوع کرتے ہیں مثلاً بالزام تبلیغ احکام الہی ستایا جانا اور ہجرت کرنا بدولت تبعیت احکام الہی اپنی قوم کو دینی و دنیوی برکات سے بہرہ مند و سرفراز کر دینا بر صیغہ اعلا سے کلمۃ اللہ ہتھ پڑا اٹھانا۔ ناظرین غور کریں کہ یہ مماثلت کتنی چسپان ہے کہ بعد موسیٰ ایک غیر شخص (یوشع بن نون) اُن کے خلیفہ ہوئے اور ارض موعود کو بعد موسیٰ اپنے قبضہ میں لائے جیسا کہ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ غیر خاندان کے آدمی ہمارے پیغمبر کے جانشین ہوئے اور نہ صرف شام پر بلکہ اور ممالک پر بھی جسکی عطا کا وعدہ خدا نے پیغمبر علیہ السلام سے کیا تھا بعد انکی وفات کے قبضہ کر لیا۔ کتاب اعمال باب ۳۔ ورس ۲۱۔ لغایت ۲۳ سے ثابت ہوتا ہے

کہ پتھر سوار می نے بھی اس شہین گوئی کو حضرت مسیح سے متعلق نہیں سمجھا تھا اور دلیل اس لئے کی انکی تقریر ذیل سے نکل آتی ہے ”ضرور ہو کہ آسمان اُسے لے لے اُفتو“
 ہم کہ سب چیزیں جنکا ذکر خدا نے اپنے سب پاک بندوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آمین کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ۔

”خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے ایک بنی میرے ہند اُٹھائے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اسکی سب سنو“ اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اُس نبی کی سنتے وہ قوم سے نیست کیا جائے گا“

اور پھر یہ سلسلہ اسی بیان کے فرماتے ہیں ”تمہارے پاس خدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اُٹھا کے پہلے بھیجا کہ تم سے ہر ایک کو اُسکی بدیوں سے پھیر کے برکت دیے (دوسری ۲۶) فقرات محولہ میں چند امور لائق لحاظ ہیں۔

اولاً۔ ظاہر ہوتا ہے کہ بانتظار ظہور نبی موعود مسیح علیہ السلام آسمان ٹھہرے ہیں۔
 ثانیاً۔ اُس نبی کے ظہور سے پہلے مسیح مبعوث ہو چکے۔

ثالثاً۔ تیسرے ہی درمیان کے الفاظ متروک میں جنکو مخالفان اسلام واسطے تردید دلائل اسلامی کے اہم خیال کرتے ہیں۔

نکستہ

خداوند عالم قرآن پاک میں فرماتا ہے وَإِنْ تَبْذُرُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ

اَنْ تَخْشَوْهُ حَتَّىٰ تُنْكَبُوا بِهِ ۚ وَرَٰىكُمْ فِيْ شَاۡءٍ وَّيَعْنِيْ بِ مَنْ يَّشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پارہ ۳ - سورۃ البقرہ - رکوع ۳۹)

اور پھر مختلف آیتوں میں خدا نے اپنی شان بطور حساب گیرندہ کے ظاہر فرمائی ہے پس
اس فقرہ میں جو میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہہ نہ سنے میں اُسکا حساب
لے گا، اشارہ ملیح طرف اُس تعلیم محمدی کے ہر جسمین خفی و جلی اعمال و اعتقادات
کی محاسبہ فہمی کا خوف دلایا گیا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحْزِنُوْنَ اَلْکَلِمَۃَ عَنْ مَّوَٰضِعِهَا
(پارہ ۵ - سورۃ النصار - رکوع ۷)

اور سورۃ المائدہ میں بھی ایسی تحریف کی خبر دی گئی ہے اسیلئے مسلمانوں کو واقعہ تحریف
پر پورا اطمینان ہے لیکن دوسرے کوشاں صحت الزام میں کچھ گفتگو ہوا اسیلئے میں
چند فقرات کتاب یسعیاہ باب ۲۱ - کے ترجموں سے جو انیسویں صدی عیسوی
میں مشتمل کیے گئے پیش کرتا ہوں جن کو دیکھ کے ہر انصاف پسند قیاس کر سکتا ہے
کہ جب پچھلون کی یہ حالت ہے تو اگلوں کی اُس زمانہ میں جبکہ صناعت چھاپے کا
وجود نہ تھا کیا روش رہی ہوگی بہر حال اُسی ضمن میں ناظرین ایک کھلی ہوئی ہینشنگیوں

۱۱ اگر تم اپنی بات کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے اُسکا حساب لے گا پھر جسکو چاہے بخشے جسکو چاہے

عذاب دے اور ادبہر چیز پر قادر ہے - ۱۲

۱۲ بعض یہودی لفظوں کو اپنی جگہ سے ہٹاتے ہیں ۱۲

جی مطلع ہو جائیں گے جو ظہور پیغمبر عربی قیداری سے متعلق ہے۔

ترجمہ عربی الشہادۃ

قال لی الرب اعد اقلک دید بان الذی
یراہ اخبر به ونظرت فارسین راکبین احدهما راكب حمار
والاخر راكب جمل یسمو اسماعا کثیرا وادع اور یادید بتہ
الرب و قال وقفت کل حین وایامو علی للعسکر وقفت انا
اللیل کلہ و اذا هو اقبل راكب من الاثنین و اجاب و قال
سقطت بابل العظمی و کل اضا مہا و مصنوعات الایدی الی
استحقت علی الارض اسمعوا ایہا المتقون و المتوجعون اسمعوا
ما سمعت من قبل رب الجیوش الہ اسرائیل اخبرکم النبوة
فی ادم اهل ساعیر الذی ہم بنو عیسے ادعونے من ساعیر احفظوا
الشر اریف احفظ بالغداة تطلب اطلب النبوة فی العرب
و بنی قیدار و عندی اسکن من الغاب یضطلع مساعرا
فی طریق دادان۔

(درس ۶۔ لغایت ۱۳)

۱۔ تین انتخاب مقدم الذکر کتاب تفسار مطبوعۃ الشہادۃ ہجری سے لیے گئے ہیں ۱۲

ترجمہ فارسی ۳۹۸ء

چہ خداوند مرا چنین فرمودہ است بیا و حارسے برج بنشان تا ہرچہ بیند اطلاع دہ
 و او یک ارابہ و دو سوار دید کہ یکے برخرے سوار و دیگرے بر شتر و بہ فکر تمام مترصد است
 و حارس فریاد بر کشید و گفت اے خداوند برج راست خود تمامی روز و تمام شب
 و بر مکان خود قرار گرفتہ و اینک سوار ارابہ باد و سوار درینجامی رسند پس در جواب
 می گوید بابل افتاد بابل افتاد و ہمہ اشکال بتانش بر زمین ریزہ ریزہ شدند۔ اے
 خرمین گاہ و اے غلہ انبار من ہر آنچہ من از خداوند خدے افواج خدے اسرائیل
 شنیدم بر شما آشکار کردم۔ آیت درباب دومہ بندے از سعیر بسوے من رسید با جراح
 شب چسیت اے حارس با جراحے شب چسیت۔ حارس در جواب می گوید کہ صبح میرسد
 و شب نیز گرمی پر سید باز بیاید۔ آیت درباب عرب پلے کاروان ہاے دیدانی
 و ربایان بوقت شب منزل کنید۔ (ورس ۶۔ لغایت ۱۳)

ترجمہ اردو ۲۵۸ء

مجھے یوں فرمایا ہر بیواہ نے کہ جا اپنے مکان پر بٹھلا نگہبان کہ جو کچھ دیکھے
 مجھے بتلاوے۔ اور اُس نے ایک گاڈی دیکھی اور دو سوار ایک تو گدھے پر سوار اور
 دوسرا اونٹ پر اُس نے بڑی فکر سے تاکا اور جو چوکی پر دیکھتا تھا چلایا۔ میرے خداوند

میں کھڑا رہا اپنی چوکی پر تمام دن اور تمام شب میں اپنے مکان پر بیٹھا رہا۔ اور دیکھ
 اُن سواروں میں سے ایک آدمی آیا ہوا کہتا ہے کہ بابل گر گیا بابل گر گیا اور اُسکے
 بتوں کی ساری کھودی ہوئی موتیں زمین پر توڑی گئیں۔ اے میرے کھلیان
 اے میرے انبار کے غلے جو کچھ میں نے سنا ہوا ہ لشکروں کے خدا اسرائیل کے خدا
 سے تجھ سے کہہ دیا۔ اووم کا بوجھ ۴ وہ مجھے ساعیر سے بلاتا ہے اے نگہبان رات
 کے کیا خبر اے پاسبان رات کا کیا ماجرا۔ پاسبان بولا صبح ہوتی ہے اور رات بھی تم جو
 پوچھتے ہو تو پوچھو۔ عرب کا بوجھ ۴ اے سفر کرنے والو دیدانی قافلو تم عرب کے
 میدان میں رہو۔

ترجمہ اردو ۱۵۹۵ء

کہ خداوند نے مجھے یوں فرمایا جا نگہبان بٹھلا۔ جو کچھ دیکھے سو بتلائے۔ اس نے
 سوار دیکھے گھوڑ چڑھوں کے جو دودو آتے تھے اور گدھوں پر بھی سوار اور اونٹوں
 پر بھی سوار۔ اور اُس نے بڑی فکر سے تاکا + تب اُسے شیر کی سی آواز سے بکا رہا
 کہ اے خداوند میں اپنی دید گاہ پر تمام دن کھڑا رہا اور میں نے تمام رات کو اپنی چوکی پر
 کاٹا۔ اور دیکھ سپاہیوں کے غول اور اُن میں گھوڑ چڑھے دودو کر کے آتے پھر اُسے
 بات بڑھا کے یہ کہا بابل گر پڑا گر پڑا۔ اور اُسکے الاءوں کی ساری پتلیاں اُسے
 زمین پر ٹپک ڈالیں + اے دوائے مئے اور میرے کھلیان کے غلے جو کچھ میں نے

رب الافواج اسرائیل کے خدا سے سُنا تم سے کہدیا +
دومہ کی بابت الہامی کلام پکسی نے مجکو شعیر سے پکارا کہ اے نگہبان رات کی کیا
خبر ہو؟ اے نگہبان رات کی کیا خبر ہو؟ نگہبان بولا صبح ہوتی ہو اور رات بھی اگر تم
پوچھو گے تو پوچھو تم پھر کے آؤ۔

عرب کی بابت الہامی کلام ۱۳ عرب کے صحرائین تم رات کا ٹوگے اے دوانیون کے
تافلو + پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تہما کی سرزمین کے باشندہ وروٹی
لیکے بھاگنے والے کو ملنے کو نکالو ۱۴ کیونکہ اے تلواروں کے سامنے سے نکلے تلوار
سے اور کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں ۱۵ کیونکہ خدا نے
انجکویون فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدوروں کے سے ایک ٹھیکے س میں قیدار
کی ساری حشمت جاتی رہیگی + اور تیر اندازوں کے جو باقی ہے قیدار کے بہادر لوگ
گھٹ جائیں گے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یون فرمایا (دورس ۶ لغایت ۱۷)
اب غور کیجیے کہ ترجمہ عربیہ میں کیا تھا اور شدہ شدہ ۱۹ عیسوی کے ترجمہ نے
کیا ستم کیا کہ ضمون بشارت کو یک ملت بدل دیا بہر حال دشمن خوش خیال
سمجھ سکتے ہیں کہ استعارہ میں کچھ خبریں دی گئی ہیں مگر الفاظ ایسے مبہم ہیں
کہ باوجود اہتمام بلینہ مترجموں نے تعبیر میں اس قدر موقع اختلاف اور
تصرف کا پایا ہے با اینہم رسول عربی کے ظہور کی بشارت ان ٹوٹے پھوٹے
فقرات سے نکلتی ہے۔

تنبیہ

چند فقرات زائد جو ترجمہ ۱۹۵۷ء سے نقل کیے گئے اُن سے اشارہ ہجرت پیغمبر علیہ السلام کا پیدا ہوتا ہے۔ مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کے ہمارے لوگ گھٹ جائیں گے۔ ایک فقہ لائق غور کے ہے میرا یہ خیال ہے کہ ہر گاہ مزدور صرف دن میں کام کرتے ہیں ایسے اُنکے ایک برس بحساب گھنٹوں کے تقریباً دو برس میں پورے ہوتے ہیں چنانچہ اندر دو سال کے وقت ہجرت سے بدر کا مشہور معرکہ ہوا اور عظمیٰ قریش اور قریشی قبیلہ کی تعداد اور قومی عزت گھٹ گئی۔

(۴) وہ کس کو دانش سکھا دیگا؟ کس کو غذا کر کے سمجھا دیگا؟ اُن کو جبکا دودھ چھوڑا گیا جو چھاتیوں سے جدا کیے گئے؟ کیونکہ حکم پر حکم پر حکم پر قانون پر قانون پر قانون پر قانون ہوتا جاتا تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ ہاں وہ وحشی کے سے ہونٹھوں اور اجنبی زبان سے اس گروہ کے ساتھ باتیں کر گیا کہ اُس نے اُن سے کہا کہ یہ وہ آرام گاہ ہے تم اُنکو جو تھکے ہوئے ہیں آرام دیجو اور یہ چین کی حالت ہے پر پڑے شنوائیں ہوئے۔ سو خداوند کا کلام اُن سے یہ ہو گا حکم پر حکم پر حکم پر قانون پر قانون پر قانون پر قانون تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں تاکہ اُسے چلے جائیں اور پچھاڑی گرین اور شکست کھا دیں اور دام میں پھنسن اور گرفتار ہو دیں (کتاب یسعیاہ باب ۲۸ - ورس ۹ - لغایت ۱۳)

یہ بشارت ظہور رسول عربی کی ہو اور نزول آیات قرآنی کی بھی کیفیت سمجھائی گئی ہو کہ وہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوگا اور احکام میں مناسب وقت تبدیلیاں ہونگی اُس مجموعہ مقدس میں ایسی ترتیب ہوگی کہ احکام سلسلہ کے ساتھ ایک جگہ ہوں بلکہ تھوڑے بیان اور تھوڑے وہاں۔ عربوں نے قبل ظہور اسلام الہیات کی تعلیم نہیں پائی تھی اسلئے انکی تشبیہ بے سمجھ بچوں کے ساتھ دگئی ہو اور یہی بچے بعد از تعلیم بلوغ عقلی کو پہونچے اور آخر کار سجادہ تلقین پر انکو رتبہ شیخ الشیخ کا حاصل ہو گیا۔ آخر فقرات میں اشارہ طوط غزوہ حیدریہ موقوفہ سنہ ہجری کے ہر جبکہ پیغمبر علیہ السلام نے قریش سے خواہش زیارت حرم محترم کی ظاہر فرمائی مگر اُن لوگوں نے دارالامن مکہ میں مسافر مسلمانوں کو آرام کرنے کا موقع نہیں دیا اور واجبی خواہش کے شنوائن نہیں ہوئے چنانچہ انکی بردکداری کا وہی انجام ہوا جو ورس مابعد میں تحریر ہوئے معنی فرامحت کرنے والوں نے شکست کھائی اور دام مذلت میں پھنس گئے۔

نوٹ

عبری بولنے والے ساکنان عرب کو وحشی اور عربی زبان کو وحشیوں کی زبان کہتے تھے لیکن ایسی تعبیر سے عربوں کی توہین مقصود نہ تھی بلکہ وہ لفظ جسکا ترجمہ وحشی کیا گیا ہو درحقیقت بعضی اجنبی بولاجاتا تھا چنانچہ خود یسعیاہ نبی نے وحشی ہونٹھوں کی تفسیر اجنبی زبان سے کر دی ہو اور بتا دیا ہو کہ جس خوش نصیب کی

بشارت دیجاتی ہواسکی زبان عبری ہوگی۔ باب-۱۶۔ کتاب پیدائش میں وہ بشارت جسے خدا کے فرشتہ نے ہاجرہ کو نسبت ولادت اسمعیل کے دی تھی تحریر ہے اور اُس میں بھی موافق مذاق عبری بولنے والوں کے یہ فقرہ موجود ہے وہ وحشی آدمی ہوگا۔ ہر دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ فرشتہ نے اچھی خبروں سے دل شکستہ ہاجرہ کی دل دہی کرنی چاہی تھی اسلئے ملکوئی امتیاز کے خلاف تھا کہ وہ بلا ضرورت مصیبت نہ عورت سے کہتا کہ تیرے بیٹے میں وحشت ہوگی اور وہ جانوروں کا سامان کریگا پس صیح تعبیر اُس فقرہ کی یہی ہے کہ وہ لڑکا غیر ملک یعنی خطہ عرب میں سکونت کریگا اور پدری زبان کے علاوہ اجنبی زبان اسکے استعمال میں رہیگی۔ یسعیاہ نبی نے مذکورہ بالا پیشین گوئی میں وحشی کا لفظ بالخصوص واسطے اس اشارہ لطیف کے منتخب فرمایا ہے کہ وہ واعظ اور معلم جسکی خبر دیجاتی ہے حضرت اسماعیل کی ولادت سے ہوگا اور انھیں کے لہجہ میں باتیں کریگا۔

غزل الغزلات سلیمان (باب ۵۔ ورس ۱۰۔ لغایت ۱۶) میں علیہ محمدی
(۵) تحریر ہے اور عبری زبان کی کتاب میں نام نامی جناب سرور کائنات کا بلفظ محمدیم
وارد ہے لیکن اُردو کے مترجم نے اُس لفظ کا ترجمہ ان الفاظ سے کر دیا ہے ”ہاں
وہ سراپا عشق انگیز ہو“ اور ہم نے قبل اسکے اشارہ کر دیا ہے کہ ہمارے مہربان مترجم
محمدی بشارتوں کے اُڑانے میں کیسے کیسے تصرف الہامی کتا بون میں
فرماتے ہیں۔

انجیل کے انتخابات ذیل کو جو کتاب اُردو مطبوعہ ۱۸۹۵ء عیسوی سے لیے جاتے ہیں محفوظ فی الذہن کیجیے۔

(۱)۔ اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشگا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ اُسے نہ دیکھتی ہو اور نہ اُسے جانتی ہو لیکن تم اُسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہو اور تم میں ہوگی میں تمہیں تیرم نہ چھوڑوں گا میں تمہارے پاس آؤں گا۔ (یوحنا باب ۱۴۔ ورس ۱۶۔ لغایت ۱۸)

(۲) میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ ہوتے ہوئے تم سے کہیں لیکن وہ تسلی دینے والا جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجا گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھا دیگا اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے کہی ہیں تمہیں یاد دلادیگا (یوحنا باب ۱۴۔ ورس ۲۵ و ۲۶)

(۳) پر جبکہ وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے لیے باپ کے طور سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہو آئے تو وہ میرے لیے گواہی دیگا اور تم بھی گواہی دو گے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو۔ (یوحنا باب ۱۵ ورس ۲۶ و ۲۷)

(۴)۔ لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لیے میرا جانا بھی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آ دیگا پر اگر میں جاؤں

تو میں اُسے تم پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آنکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائے گا۔ گناہ سے اسیلے کہ مے بھپرا یاں نہیں لائے۔ راستی سے اسیلے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے عدالت سے اسیلے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمھیں کہوں پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ روح حق آئے تو وہ تمھیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی اسیلے کہ وہ اپنی نہ کیسکی لیکن جو کچھ وہ سنیں گی سو بکلی تمھیں آئندہ کی خبریں دیگی وہ میری بزرگی کریگی اسیلے کہ وہ میری چیزوں سے پاؤ گی اور تمھیں دکھا دیگی۔ سب چیزیں جو باپ کی ہیں وہ میری ہیں اسیلے میں نے کہا کہ وہ میری چیزوں سے لگی اور تمھیں دکھا دیگی۔ (یوحنا باب ۱۶۔ درس ۷۔ لغایت ۱۵)

(۵)۔ اور جب بنیتکست کا دن آیا تھا وہ سب ایک دل اکٹھے ہوئے۔ اور ایکبارگی آسمان سے ایک آواز آئی جیسے بڑی آندھی چلے اور اُس سے سارا گھر جہان مے بیٹھے تھے بھر گیا۔ اور انھیں جدی جدی آگ کی سی زبانیں دکھائی دین اور انھیں سے ہر ایک پر ٹھہیں تب وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں جیسی روح نے انھیں بولنے کی قدرت بخشی بولنے لگے۔ (اعمال باب ۲۔

درس ۱۔ لغایت ۴)

(۶) اور دیکھو میں اپنے باپ کے اُس موعود کو تم پر بھیجتا ہوں لیکن تم جب تک عالم بالاک قوت سے ملبس نہویرو شلم شہرین ٹھہرو (لوقا باب ۲۴۔ درس ۴۹)

(۷) ”لیکن جب مے تھیں حوالہ کریں فکر نہ کرو کہ ہم سطح یا کیا کہیں گے کیونکہ جو کچھ تھیں کہنا ہوگا سو اسی گھڑی تھیں اُنکی آگاہی ہوگی۔ کیونکہ کہنے والے تم نہیں بلکہ تمہارا باپ کی روح جو تم میں بولتی ہے“ (متی باب ۱۰-۱۹- لغایت ۲۱) مذکور بالا ورسوں میں جس لفظ کا ترجمہ تسلی دینے والا کیا گیا ہے وہ یونانی زبان کا ایک لفظ پرکیلیطاس ہے اور مسلمانوں کو اصرار ہے کہ درحقیقت مسیح علیہ السلام نے اس موقع پر فارکیلیطاس کا لفظ استعمال فرمایا تھا جس کا ترجمہ یونانی زبان میں یہ لفظ پرکیلیطاس کیا گیا تھا یا کرنا چاہیے تھا اور یہ لفظ ہر گاہ عربی زبان میں ہم معنی لفظ احمد کا ہے اسلئے تصدیق آیہ کریمہ **وَصَلَّىٰ رَاسًا مِّنْ لَّدُنْهُ يٰٓأَيُّهَا مَن لَّدُنْهُ اٰمَنُوْا** (پارہ ۲۸- سورہ الصف رکوع ۱) کی ہوجاتی ہے۔ مسلمانوں کے خیال کی تائید وقرینگیس نے فرمائی ہے اور اُنکی تقریر و لہجہ خطبات احمدیہ میں بفضل نقل کی گئی ہے۔ صاحب موصوف ارشاد فرماتے ہیں کہ قبل ظہور اسلام ایک شخص بائینی آس نے بدعوی نبوت اپنے تین پرکیلیطاس ظاہر کیا تھا اُسوقت عیسائیوں نے بغرض تردید دعوی اس لفظ کو پرکیلیطاس بنایا اور اُسکے سانچے میں اُس واقعہ کو ڈھال لیا جو موافق انتخاب منبری مدتوں پہلے ظاہر ہو چکا تھا۔ پرکیلیطاس اور پرکیلیطاس میں بہت تھوڑا

لہ اور ایک پیغمبر کی خوشخبری سنا، ہون جو میرے بعد آئیں گے اور اُنکا نام احمد ہے۔ ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت آمنہ نے مدت حل میں خواب دیکھا اور اُن کو یہ ہدایت ہوئی کہ آپ کا نام احمد کہیں

فرق ہوا و جن کتاہون میں بڑی بڑی تحریفوں کے نشان دیے جاتے ہیں انہیں بہت قرین قیاس ہو کہ اس تھوڑی سی ترمیم سے بوقت ضرورت پر مہینہ کیا گیا ہوگا بہر حال پوری جانچ اب بھی نظر بحال دیگر مضامین کے ممکن ہو جنکو میں تفصیل وار بیان کرتا ہوں۔

اولاً۔ انتخاب نمبری ۲۔ میں تحریر ہو کہ وہ سب چیزیں تکو سکھائے گا اور میری باتیں تکو یاد دلائے گا لیکن آتشی زبانوں نے تو سو اسے تعلیم زبان دانی کے اور کچھ نہیں کیا۔

ثانیاً انتخاب نمبری ۳۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنے والا مسیح کے حق میں مثل حواریوں کے گواہی دیگا لیکن پری کلیطاس نے تو کوئی گواہی نہیں دی بلکہ خود اُسکے ظہور کا واقعہ محتاج شہادت ہو گیا۔

ثالثاً۔ انتخاب نمبری ۴۔ میں تحریر ہے کہ جب تک میں نہ جاؤں وہ نہ آئے گا مگر خیال میں نہیں آتا کہ موجودگی مسیح اُسکی تشریف آوری کی کیوں حاجت تھی حالانکہ انتخاب نمبری ۷۔ سے ثابت ہوتا ہے کہ روح حق نے مسیح کی موجودگی میں حواریوں کی ہمراہی اختیار کر لی تھی۔ اور متی باب ۳۔ ورس ۱۶۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ روح مسیح پر کبوتری کی شکل میں اُتری تھی۔ اس انتخاب میں بھی جو خدمتیں آنے والے کے متعلق بیان کی گئی ہیں دشمنانِ ظہور فرامین کہ منشاءے انتخاب نمبری ۵۔ کب انجام کو پہنچیں۔

رابعاً۔ ثالثہ من جو صفات الوہیت عیسائی بیان کرتے ہیں

وہ اُنکے مذاق کے موافق اُسکی ذاتی اور قدیمی صفات ہیں اور دیگر معتقدین روح القدس بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جو کمالات اُن کو مل سکتے تھے وہ قبل تخلیق آدم مل گئے پس روح القدس نے حسب انتخاب نمبری ۴۔ وہ کون چیز تھی جو باپ خواہ بیٹے سے بعد صلیب مسیح کے حاصل کی۔

خامساً۔ انتخاب نمبری ۲۔ کا منشاء یہ ہے کہ آنے والا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کا اور عقل سلیم باور کرتی ہے کہ یہ وہی سبق توحید کا ہے جسکو معتقدین تثلیث نے منہ موش کیا اور دور احمدی میں یاد دلایا گیا۔ مگر زبانہ ظہور زبانہ آتشین حواری کوئی سبق بھولے تھے نہ زبانہ آتشین نے اُنکو کوئی بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ پس ان وجہ سے اُس لئے کی پوری تائید ہوتی ہے جسپر مسلمانوں کو اصرار ہے کہ مسیح انتحابات مذکورہ بالا میں چند تردیدی مواد کا بھی نشان دیا جاتا ہے اور میں ان کو ساتھ جواب کے لکھے دیتا ہوں۔

جواب

تردید

خطاب شخصی نہیں ہے بلکہ نوعی ہے اور مراد یہ ہے کہ جماعت انسانی آئیوالے کے فیض سے بہرہ مند ہوگی چنانچہ خطاب نمبری ۱۰ میں مسیح نے اپنی تشریف آوری کا وعدہ کیا تھا

انتخابات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئیوالا موجودگی حواریوں کے آئے گا لیکن پیغمبر اسلام تو مدتوں بعد وفات حواریوں کے تشریف لائے۔

جو ابھی تک پورا نہیں ہوا اور بعد میں جس
ظہور عارضی کا عیسائی اظہار کرتے ہیں وہ
واسطے چارہ کار تئیبی کے کافی نہ تھا۔

مراد یہ ہے کہ تاثر شریف کو نئی شخص موعود کے پیروں
مسیح یروشلیم سے لپٹے رہیں اور اسی کو اپنا قبلہ قرار
دیں لیکن بعد رونق افزوی شخص موعود کے سچے
عیسائی خانہ کعبہ کی طرف سجدہ کرین۔ طرح کی
تاویل اسلئے ضروری ہے کہ جملہ الہامات و وحی جو پہنچا

انتخاب نمبری (۶) میں حواریوں کو بانظار
آنے والے کے حکم دیا گیا ہے کہ یروشلیم میں
ٹھہرے رہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ
بزناہ بحیات حواریوں کے شخص موعود
آنے والا تھا۔

اگر تفسیر مفسرون کی ایجاد ہوا دین میں ٹھانی گئی
ہو تو وہ لائق احتجاج کے نہیں ہیں اور بظاہر قیاس
کیا جاتا ہے کہ یہ اضافہ مفسرون نے کیا ہے کیونکہ مسیح
کو غیر معمولی تشریح کی ضرورت تھی پھر روح کا اطلاق
پیغمبروں پر بھی ہوا ہے (دیکھیے یوحنا کا پہلا خط
باب ۴) پس یہ اصرار سچا ہے کہ اس لفظ سے
خواہ مخواہ ثالث ثلثہ مراد ہے۔

آنے والے کی تفسیر ان انتخابات میں
روح حق اور روح القدس کے ساتھ
فرمائی ہے جس سے ثالث ثلثہ مراد سمجھا جاتا ہے

اگر ان انتخابات سے بشارت ظہورِ غیرِ اسلام مراد لی جائے تو پھر انتخابِ نمبری (۱) کے اس فقرہ کی کیا تعبیر ہوگی یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ وہ ہے دکھیتی ہو اور نہ جانتی ہے لیکن تم اُسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہاری ساتھ ہے اور تم میں ہوئے گی۔

جس فقرہ کی تعبیر چاہی جاتی ہے اُس کے معنی میں فی نفسہما ترزلزل ہو اور موجودگی روح کے ساتھ وعدہ ترسیل آئندہ ناظرین کے دل میں ابھن پیدا کرتا ہے پس اگر یہ تفسیر زبانِ فیض ترجمان سے جنابِ مسیح کے نکلی ہو تو اُس کا مقصود یہ ہے کہ روح حق یعنی نفسِ غیرِ مری کو نہ دنیا دار دیکھتے نہ اُس کے مراتب و احوال اور رکھتے ہیں لیکن تم لوگ ایک غیرِ مری کے ساتھ ہو اسیلئے اُس کی عظمت کو جانتے ہو اور آئندہ نبی موعود تمہیں ایسے صادقین میں جلوہ افروز ہوگا اور اُس کی تعلیم قیامت کے مومنین صادقین کی ساتھ دیگی۔

(۷) انجیل یوحنا کے باب ۱- ورس ۱۹- لغایت ۲۲- میں یہ قصہ تحریر ہے کہ حضرت یحییٰ سے کاہنوں اور لایوں نے سوال کیا کہ کیا تم مسیح ہو انھوں نے کہا کہ نہیں پھر پوچھا کہ کیا الیاس ہو انھوں نے فرمایا کہ نہیں ان دونوں سوال کے بعد پوچھا کہ کیا تم وہ نبی ہو جو اب بلا کہ نہیں۔ اس موقع میں حیرت ہے کہ اُس نبی کا کوئی نام و نشان بیان نہیں کیا گیا یا انہم نے ظاہر ہے کہ وہ کوئی جلیل الشان نبی علاوہ مسیح کے تھا جس کے ظہور کا علماءِ نبی اسرائیل اعتقاد مستحکم رکھتے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کون بزرگ ہیں۔ ہم مسلمانوں کو عین یقین ہے کہ یہ وہی نبی قیامی ہیں جنکے ظہور کی بشارت تو ریت مقدس سے نشان دہی ہوئی۔ مجکو بہ کجا حالت اس سال کے صرف چند پیشین گوئیوں کی تحریر کا موقع ملا لیکن میں واقف ہوں کہ علمائے اسلام نے بہت سی پیشین گوئیوں کا تیا لگا لیا ہے اور اس خصوص میں بسط کتاب میں تحریر کی ہیں واللہ یرہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

تنبیہ

میں دشمنان اہل اسلام کو باقتضای ضرورت وقت برادرانہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ لوگ مجموعہ بائبل کو زیر نظر رکھیں کیونکہ ان میں بہت باتیں ایسی مل سکتی ہیں جن سے حقیقت اسلام اور وقعت تعلیم پیغمبر علیہ السلام پوری طرح روشن ہو اور بتائید اُس روحانی قوتوں کے جنکو اسلام برابر دکھاتا آیا ہے مخالفان اسلام کے اکثر اعتراضوں کا جواب خود انھیں کے مسلمہ صحائف میں مل جائے۔ ان کتابوں کی اشاعت عیسائی سوسائٹی نے بدین امید کی ہے اور کرتی جاتی ہے کہ مثل دیگر مذہب کے اسلام پر بھی مضر اثر ڈالے لیکن درحقیقت قدرت نے یہ سامان واسطے تقویت دین اسلام کے فراہم کر دیا ہے اسلئے ہم سب فدائیان اسلام کا فرض خلاص ہے کہ اس ضد سازانہ سے باغراض نصرت دین متین سید المرسلین کے فائدہ اٹھائیں۔ (س) ممکن ہے کہ کوئی دوسرا نبی (عربی قیامی) مبعوث ہونے والا ہو اور جن پیشین گوئیوں کا نشان

دیا گیا وہ ایسی ذات قدسی صفات سے تعلق رکھتی ہوں۔ (ج) جب ایک مسمیٰ نبوت پر پیشین گوئی ان منطبق ہو گئیں اور دیگر دلائل باہرہ سے بھی اُنکے دعوے کی صداقت ثابت ہو چکی تو اب اس طرح کے خیالات داخل سفسطہ ہین اور اگر انکی کچھ وقعت کی جائے تو بعثت مسیح علیہ السلام پر بھی اُسکا بُرا اثر پڑیگا اور ہمیشہ کے لیے پیشین گوئیوں بے سود ہو جائیں گی ایسے انتظار کا آخر نتیجہ یہی ہے کہ ایک دن حضرت اسرافیل اپنا صو بھونکے دن اور امت منتظرہ اپنے خیالات کے ساتھ کف افسوس ملتی ہوئی ملک عدم کو چل بسے۔

خوارق عادات

خوارق عادات

کتاب خروج باب ۷ و ۸۔ میں اُن کرشموں کا ذکر موجود ہے جنکو ساحران مصر نے بمقابلہ معجزات موسوی پیش کیا تھا اور سچ یہ ہے کہ وہ سب کے سب غرابت سے خالی نہ تھے۔ ہر چند حضرت موسیٰ اُن لوگوں پر غالب آئے اور جملہ اہل کتاب باور کرتے ہیں کہ ساحرون کی مجال نہ تھی کہ کلیم اللہ پر سبقت لیجائے لیکن جن قوموں کو نبوت موسیٰ کا اقرار نہیں ہے وہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہر فن اور ہر ایک ہنر میں کوئی نہ کوئی درجہ بلند رکھتا ہے اسیلئے جو کچھ موسیٰ نے دکھایا اور مصریوں نے دیکھا وہ بھی ساحرانہ کرشمہ تھا جسکو سب سے اعلیٰ درجہ کے ماہر فن نے نمایاں کیا تھا۔ الغرض اشتباہ کی گروہ اسوقت کھل سکتی ہے جبکہ درمیان سحر اور اعجاز کے کوئی معقول و باہرہ امتیاز بیان کیا

لیکن افسوس ہے کہ آسمانی کتابوں میں ایسا فرق بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ مکیں اسلام نے اپنے قیاس سے یہ فرق نکالا ہے کہ خالق عادات جسکو معجزہ کہتے ہیں صرف سچا مدعی نبوت ظاہر کر سکتا ہے اور جھوٹے دعویداران نبوت کی قوت سحریہ اسطرح زائل ہو جاتی ہے کہ وہ کوئی کرشمہ خلاف عادت دکھانہیں سکتے۔

یہ فرق جو بیان کیا گیا مستعمل ہے اور ممکن ہے کہ اسکی صلیت بھی ہو لیکن کوئی سند قابل اطمینان نہیں ملتی کہ حقیقت قدرت الہیہ نے ایسا فرق موجود کر دیا ہے اور جھوٹے مدعیان نبوت سے قوت سحریہ سلب کر لی جاتی ہے اور میرا ذاتی قیاس یہ ہے کہ اگر خدا کو دنیا میں اسطرح کا قدرتی تفرق دکھانا پسند ہوتا تو وہ جھوٹے مدعیان نبوت کی قوت کلم زائل کر دیتا یا اور کوئی بلاؤں کا ذبوں پر ایسی نازل کر دیتا کہ دغا باز یون کا انسداد ہو جاتا اور دوسرے فریبیوں کو حوصلہ اضلال خلاق کا پیدا نہوتا محض خرق عادت کا کرشمہ دلیل نبوت نہیں ہے اسلئے موسیٰ علیہ السلام نے جھوٹے نبی کی یہ شناخت بیان کی ہے کہ جب وہ خدا کے نام سے ایسی خبریں جو جھوٹی ثابت ہو تو سمجھنا چاہیے کہ اُس نے گستاخی کی یعنی جھوٹا ہے و کتاب استننا آخر باب ۱۸ اور مسیح علیہ السلام نے سچے اور جھوٹے نبی کی پہچان کا معیار اُسکی تعلیم کو بتایا ہے (متی باب ۷ ورس ۱۵- لغایت ۲۰) متی باب ۱۰- سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح نے منجملہ بارہ شاگردوں کے یہود اہ اسقربویتی کو بھی خوارق دکھانے کی قدرت عطا کی تھی حالانکہ وہ ایسا کبخت ازلی تھا کہ اُس نے اپنے روحانی اُستاد کو صرف بیس پیہ معاوضہ لے کے دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار کر دیا پس جب غی خوارق دکھانے والوں کا

ایسا بڑا انجام ممکن ہے تو پھر ان کرشموں میں کیا بات رہی جسکو دیکھ کے ہم لوگ باور کریں
 کہ کرشمہ دکھانے والا درحقیقت مقبول بارگاہ ایزدی تھا اور اسکی پیروی ہمارے لیے
 ذریعہ نجات اخروی ہو سکتی ہے۔ یہی خالص نکتہ ہی کہ قرآن پاک میں اسطرح کے خوارق عادت
 دلیل حقیقت رسالت محمدی بیان نہیں کیے گئے اور خداوند خدا نے وہ روشنی استدلال
 کی اختیار کی جس میں سحر اور شعبہ کے شبہوں کی گنجائش نہ تھی افسوس ہے کہ قاصر نظر حجتی
 اس نکتہ کو نہیں سمجھتے ارشادات موسوی اور ہدایات عیسوی پر نظر نہیں ڈالتے اگلے تردید
 نبوت محمدی کے لیے یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ قرآن میں اعجاز محمدی کا تذکرہ مک نہیں
 ہوا ہے حالانکہ اُنکا یہ بیان خیالی بھی صداقت سے خالی ہے۔ سچے مدعی نبوت کی یہ
 صفت ہے کہ اُسکی تعلیم عقلاً عمدہ اور اسکا طرز عمل اخلاقاً پاکیزہ ہو اُسکی رفتار سے
 راست بازی عیان اور اُسکی گفتار سے موحدانہ خدا شناسی نمایان دکھی جائے ایسے
 مقدس بزرگوں کی ذات سے جو خوارق عادت ظاہر ہوئے اُنکو معجزہ کہتے ہیں اور اگر
 بلا دعوی نبوت پاک بازون سے کوئی خارق عادت ظاہر ہو تو اسکا نام کرامت ہے لیکن
 جو لوگ حلیۃ تقدس سے عاری ہوں اور کسی قسم کا کرشمہ دکھائیں اُنکو ساحر شعبہ باز
 خواہ صاحب استدراج سمجھنا چاہیے طالب حق کو لازم ہے کہ اس فرق کو گہری نگاہ
 سے دیکھے اور متاع اعتقاد کو ہوشمندی کے ساتھ دعا بازون کی دست برد سے
 بجائے انبیاء کون کے نفوس مقدس کو ہر چند وقتاً فوقتاً معجزوں سے اسلیے تائید ملا
 کی کہ اُنکے دشمن مغلوب ہوں یا دوستوں کا حسن اعتقاد مستحکم ہو جائے لیکن معلوم ہوتا ہے

کہ بروقت استدعاے منکرین خواہ مخواہ وہ لوگ اُن خوارق کے ظاہر کرنے پر قادر نہ تھے جنکی خواہش ظاہر کیجاتی تھی اور ظاہر ہو کہ جو باتیں مصلح خداوندی کے خلاف تھیں وہ کوئی اندیشوں کے اصرار پر اصول حکمت سے قطع نظر کر کے کیوں دکھائی جاتیں چنانچہ انجیل متی کے ملاحظہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چند دنیا پرستوں نے مسیح سے درخواست کی کہ کوئی معجزہ دکھائیں لیکن آپ نے انکار کیا۔ پڑوسی نے جسکو امید تھی کہ وہ کوئی کرامت دیکھے گا اُسکو بھی جناب ممدوح نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا بلکہ اُسکے سوالات کا جواب بھی نہیں دیا (لوقا باب ۲۳ و ۲۴) حالانکہ بظاہر وہ اچھا موقع تھا کہ دو ایک معجزہ دکھا دیے جاتے اور حاکم وقت کو جسکے روبرو مخالفان مسیح الزام لگائے تھے معتقد بنالیا جاتا اور اگر ایسا کیا جاتا تو پھر یہودیوں کی زبان غالباً بند ہو جاتی اور آج عیسائیوں کے ہاتھ میں عدالتی ثبوت معجزہ نمائی کا موجود ہوتا لیکن حق یہ ہے کہ جو بات خدا کو منظور نہ تھی اُسکو حضرت مسیح اپنی مرضی یا کسی کی درخواست پر کس طرح کر دکھاتے۔ ایسی ہی معذوریانِ غیر علیہ السلام کو بھی پیش آئیں جبکہ اُنکو موافق درخواستِ مشرکین کے خوارقِ عادات دکھانے کی قدرت یا اجازت نہیں دی گئی۔ کبھی معجزہ طلب کرنے والے احقاقِ حق کے لیے نہیں بلکہ صرف مشغلہ کے طور پر فرمائشیں کرتے تھے قرآن میں ایسے بے ادب سرکشوں کو الزامی جواب دیے گئے ہیں اور انجیل میں بھی تحریر ہے کہ شیطان نے مسیح سے درخواست کی کہ پتھر کو روٹی بنا دین اور بلند لنگرہ سے زمین پر کود پڑیں

لیکن آپ نے اُسکی درخواست کو نامنظور فرمایا (متی باب ۴- ورس ۳- لغایت ۱۰)
 اسی طرح فقیہوں اور فریسیوں نے نشان دیکھنا چاہا لیکن مسیح نے کوئی نشان نہیں دکھایا
 اور جواب یہ دیا کہ ”اس زمانے کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں“ (متی
 باب ۱۲- ورس ۳۹)

اکثر شاگردوں نے بر بنائے معجزہ مسیح کی پیروی اختیار نہیں کی تھی بلکہ حضور نے روحانی
 اثر ڈالا چند سعادتمندوں کا مادہ قابل تھا ایسے وہ متاثر ہو کے رہنا حقیقت کے ساتھ
 چل کھڑے ہوئے ہمارے پیغمبر کی روحانی قوت بہت زبردست تھی اُنکے فیضِ عجبیت اور اثر
 تعلیم سے بہت بڑی جماعت صادقین اولین کی کھڑی ہو گئی جنہیں بعضوں کا مرتبہ حواریوں
 سے بڑھا ہوا تھا بابائے ہمہ ہزار ہا معجزے آپ سے ظاہر ہوئے جو کتبِ حدیث اور سیر
 میں تحریر ہیں اور اُنکا ثبوت روایتاً اُن معجزوں سے زیادہ قوی اور لائقِ اطمینان کے
 ہی جو نسبت معجزاتِ مسیحی کے پیش کیا جاتا ہے۔ ہر چند یہ مختصر رسالہ تحمل نہیں ہو کہ اُن
 معجزاتِ احمدی کی کوئی مقبول نقد و بیان کیا سکے لیکن میں تبرکاً چند معجزوں کا تذکرہ کیے تا ہوں۔

معجزہ

قال الله تعالى قُتِرَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَلَنْ يُؤَايَا يَعْرِضُوا

۱۔ قیامت قریب آئی اور چاند شق ہوا اور رے لوگ کوئی نشانی دیکھیں مگر وہ کوئی نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سحر ہی جو سدا ہوتا ہے اُپار
 جمہورِ مفسرین کہتے ہیں کہ واقعہ انشقاقِ قمر لغوی است عجزاً و ظاہراً ہو چکا لیکن بعضوں کی رائے ہے کہ قرآن میں اُس واقعہ کی خبر دی گئی ہے جو
 قریب قیامت نمایان ہوگا۔ مولانا تسلیم لے جمہور جو حجت الزامی بقا لہل کتاب تحریر کی ہے وہ بجا لیا واقعہ ہے ۱۲

وَيَقُولُوا سِحْرًا مُّسْتَعْتَبًا (پارہ ۲۷- سورۃ القمر رکوع ۱)

امام مسلم نے عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس و شعبہ و انس سے معجزہ شق القمر کی روایت کی ہے اور دیگر ائمہ حدیث کی روایتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ کی درخواست پر باشارہ محمدی قرص قرعے دو ٹکڑے نمایاں دیکھ گئے پس کوئی وجہ موجب نہیں ہے کہ اُسکے وجود سے انکار کیا جائے (س) اجرام سماوی میں اس طرح کا خرق اصول حکمت کے خلاف ہے اور پھر اگر اُسکا ظہور ہوا ہوتا تو غیر ممکن تھا کہ دوسری قوموں کے مورخ ایسے واقعہ بدیعہ کو ضبط تحریر میں نہ لاتے۔ (ج) خالق اجرام سماوی کے لیے اُسکا پھاڑ دینا اور پھر جُبا دینا عقلاً کیا دشوار تھا فلسفین نے اپنے خیالات کی تائید میں جو دلیلین بیان کی ہیں اُسکی تردید کافی طمّاعے اسلام نے اپنی تصانیف میں کر دی ہر مَن شَاءَ فَلَيْتَ نَظُرُ فِي كَتِّهِمْ۔ رات کا وقت تھا ممکن ہے کہ دوسروں نے اس واقعہ پر توجہ نہ کی یا یہ کہ جن لوگوں نے دیکھ بھی لیا انکو اپنی خطائی نظری کا شبہ پڑ گیا۔ اس معجزہ کی صحت پر زیادہ تراہل کتاب اعترض کرتے ہیں اور طبعیتوں کی جودت دکھاتے ہیں مگر آفتاب پر خاک ڈالنے والے خود اپنے گھر کی خبر نہیں لیتے ”اور جسدن خداوند نے امور یون کو بنی اسرائیل کے آگے لاکے اُنکے قابو میں کر دیا اُس دن شیوع نے خداوند کے حضور بنی اسرائیل کی آنکھوں کے سامنے یون کہا کہ لے آفتاب جعجون پر ٹھہرا رہ۔ اور لے ماہتاب تو بھی وادی ایا کے درمیان! تب آفتاب کھڑا رہا اور ماہتاب ٹھہر گیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے دشمنوں سے

انتقام لیا، کیا یہ کتاب الیا شرین نہیں لکھا ہے؟ اور آفتاب آسمانوں کے بیچون بیچ
ٹھہرا رہا اور قریب دن بھر کے پچیم کی طرف کو مائل نہ ہوا۔ در کتاب یشوع باب ۱۰۔

درس ۱۲-۹-۱۳

دوستو! ان تصرفات سماوی کو دیکھو اور غیر قوموں کی تاریخوں میں ٹھونڈو
کہ اس دن دوپہر کے واقعہ کو کس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور اگر ایسی کوئی سند ملے
تو پھر عجزہ محمدی پر محض ایسے کہ اسکی نسبت پیغمبر علیہ السلام کی طرف کیجائی ہے
زبان و رازیان نہ کرو تم لوگوں کو اقرار ہے کہ موسیٰ کے خلیفہ نے آفتاب اور ماہتاب
دونوں کو قریب بارہ گھنٹے کے انکی طبعی روش پر چلنے نہیں دیا پس اُس برگزیدہ خدا
نے جو موسیٰ کے مثل تھا اگر چند ساعت کے لیے ماہتاب کے ٹکڑے کر دیے
تو اسکی بدولت نظام عقلی کیون درہم اور برہم ہوا جاتا ہے۔ متی باب ۲۰ میں قصہ
تحریر ہے کہ چند بخو سیوں کو آسمان کا نوخیز تارا رہنمائی کرتا ہوا چلا اور جہان مسیح علیہ السلام
آشریف لکھتے تھے پہونچ کے ٹھہر گیا مگر اس سیارہ کا تذکرہ بخومیون نے تحریر نہیں کیا
اور نہ کوئی فلسفی اس حکایت کی صداقت کو تسلیم کر سکتا۔ پس انصاف کی بات
نہیں ہے کہ شق قمر کی تردید میں وہی جتین قبول کیجائیں جنکا اثر جناب متی کے
سیارہ پر پڑتا ہو مگر وہاں یہ جتین مقبول نہیں کیجائیں۔

معجزہ ۲

امام مسلم نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ جن دنوں حوالی مدینہ میں خندق کھودی جاتی تھی اُنھوں نے صرف ایک صاع جو آٹا پسوایا اور ایک کبری کا بچہ ذبح کیا لیکن چونکہ سامان ضیافت بہت مختصر تھا اسلئے پیغمبر علیہ السلام کو چپکے اطلاع دی کہ حضور مع چند اصحاب کے تشریف لیچیں مگر جناب رسول نے اہل خندق کو پکار دیا کہ جابر نے تمھاری دعوت کی ہے چنانچہ ہزار آدمیوں کی جماعت جا پہنچی اور جابر اس کثرت کو دیکھ کے گھبرا گئے حضور نے لعاب دہن مبارک آٹے میں ملا دیا اور کچھ ہانڈی میں بھی ڈالا پھر خود کی برکت ایسی نازل ہوئی کہ سب ساتھیوں نے سیر ہو کے کھایا اور اُلتی ہوئی ہانڈی اُسی طرح جوش مارتی رہی اور آٹا بھی علیٰ حالہ موجود تھا۔ متی نے اپنی کتاب باب ۱۴- میں تحریر فرمایا ہے کہ پانچ روٹھوں اور دو مچھلیوں سے قریب پانچ ہزار مرد علاوہ عورتوں اور لڑکوں کے کھلائے گئے اور پھر بارہ ٹوکریان ٹکڑوں سے بھری ہوئی اُٹھائی گئیں۔ اب غور کرنے والے انصاف کریں کہ مسلم راوی کو اگر سبالغہ کرنا منظور ہوتا تو ہزار کی جگہ دس ہزار کی تعداد بغرض مقابلہ اعجازِ سیحی کے کم دینا کیا دشوار تھا

معجزہ

دارمی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ سفر میں رسول اللہ کے ہمراہ تھے

۱۰ ایک صاع دو ٹوہاسی روپیہ کھلار کے برابر ہوتا ہے یعنی ساٹھ تین سیر انگریزی سے مراد

بقدر دو روپیہ وزن میں زیادہ ہے ۱۴

کہ ایک دیہاتی عرب آیا آنحضرت نے اُس سے پوچھا کہ کیا تو گواہی دیتا ہو کہ لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاحِدًا لَا شَرِيكَ لَهُ وَ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ دیہاتی نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں اُس پر کون گواہ ہر حضور نے ایک درخت کی طرف جو وادی کے کنارہ تھا اشارہ کیا وہ درخت بموجب طلب زمین کو بچھاڑتا حاضر آیا آپ نے تین مرتبہ اُس سے شہادت طلب کی اور اُس نے ہر مرتبہ آپ کی رسالت پر گواہی دی اور پھر اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔ یہ ایک دنی کرشمہ قدرت کا تھا اور جس خدا سے قدیر نے دانہ سے درخت جمائے درخت سے شاخیں نکالیں اور شاخوں میں پھل لگائے اُس کے لیے کسی درخت میں قوت و رفتار و طاقت گفتا رسید اگر دنیا کون کہہ سکتا ہو کہ دشوار تھا۔ صدق نیت اور صفائی قلب کی ضرورت ہو ورنہ صادق الایمان آدمی خدا کا نام لے کے بہت کچھ کر سکتا ہو۔ چنانچہ مسیح نے ایک موقع میں حواریوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہو ”کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تمہیں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا اور کوئی بات تمہارے لیے ناممکن نہوتی“ (متی باب ۱۷- ورس ۲۰)

معجزہ

امام مسلم اور بخاری دونوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہو کہ پیغمبر علیہ السلام جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور شکایت

اساک باران دعا کی خواستگاری کی آنحضرت نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور تین مرتبہ
 کہا اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنَا سَسْ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم لوگوں کو آسمان پر نہ گھٹانا نظر آتی تھی
 اور نہ بدلی کا کوئی ٹکڑا دکھائی دیتا تھا اور درمیان ہمارے اور کوہ سلع کے کوئی گھر
 یا محالہ حائل نہ تھا پس کوہ مذکور کے پیچھے سے ڈھال کے برابر بدلی اٹھی اور وسط
 سما میں پہونچکے پھیل گئی اور پانی برسنے لگا تا آنکہ ایک ہفتہ تک ہم لوگوں نے
 آفتاب کی صورت نہیں دیکھی۔ دوسرے جمعہ کو جناب رسول خطبہ پڑھ رہے تھے
 کہ ایک آدمی آیا اور اُس نے کثرت بارش کی شکایت کی آپ نے ہاتھ اٹھا کے حضرت
 باری میں عرض کیا کہ ہم پر نہیں بلکہ ہمارے حوالی پر یا اللہ ٹیلون بلند یون نالون اور
 درختوں کے جتنے کی جگہ پر پانی برسا الغرض پانی کھل گیا اور سب لوگ مسجد سے سایہ
 آفتاب میں باہر نکلے۔ بڑوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں مولف کتاب ہذا نے بھی ایک
 واقعہ بر چشم خود دیکھا ہے جسکو بلا کم و کاست بیان کرتا ہوں۔ جن دنوں یہ نیاز مند تحصیل
 علوم عربیہ میں مصروف تھا ایک سال ایسا اساک باران ہوا کہ عامہ خلایق بلبل اٹھی
 ایک طرف گرانی غلہ نے ارباب احتیاج کو ستانا شروع کیا اور دوسری طرف فصل
 خریف کی امیدوں پر مردنی چھا گئی قصبہ محمد آباد کو بہنہ ضلع غلگندہ کے مغرب ایک
 چھوٹا قطعہ میدان کا واقعہ ہوا بان اسوۃ العلماء العالمین قدوة الفقہاء الرائعین
 اُستادنا و مولانا حافظ **واجد علی** اعلیٰ اللہ مقامہ فی اعلیٰ علیین مع ایک جماعت
 مسلمانوں کے تشریف لے گئے اور نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ بطریق مسنون

نماز ہستقا پڑھی ہم لوگ دعا سے فارغ ہوئے تھے کہ گوشہ شمال و مغرب ابر نمودار ہوا اور اکثر نماز پڑھنے والے بھیگتے ہوئے اپنے گھر کو لوٹے۔

حکایت

مولانا مرحوم بارادہ حج گھر سے روانہ ہوئے لیکن کلکتہ میں بعارضۂ تپ مبتلا ہوئے کہ راہی ملک بقاء ہوئے۔ چینی باغ میں جہان تاجران شکر ضلع عظیم گڈہ کی دوکان میں واقع ہیں ساتھیوں نے دفن کیا دو سال کو بعد زمین نشیب کو جہان قبر واقع تھی پانی کی کٹوتی کاٹ دیا اور نقش شریف تغیرات جسمانی سے مبرا نمودار ہوئی۔ ایک سعادتمند مسیحی شیخ میرن نے نقش کو قبر سے نکالا اور بعد دینے غسل اور پھنانے کفن جدید کے بلند جگہ پر اُسی باغ میں پھر دفن کر دیا۔ شاید بسبب خشک ہوجانے رطوبت جسمانی کے بال اور ناخن بڑھ گئے تھے جنکو شیخ مذکور نے بوجہ اپنی لاعلمی کے ترشویا اور تراشہ کو تبرگہ ایک بوتل میں بند کر کے چینی باغ کی مسجد میں رکھوا دیا جو غالباً اب تک محفوظ ہے۔ میں نے ان واقعات کو خود نہیں دیکھا ہے لیکن شیخ میرن و دیگر معتبرین نے مجھ کو خبر دی اور مجھ کو اس روایت کی صداقت پر کامل بھروسہ ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ کوئی انوکھی غیر معمولی بات نہ تھی کیونکہ ایسے واقعات بہ کثرت سُننے گئے ہیں اور یہ تو میری آنکھوں کا دیکھا واقعہ ہے کہ حوالی شہر عظیم گڈہ میں حافظ وحید الدین کی قبر بخیتہ کی جاتی تھی اتفاقاً یہ صندوق لحد کھل گیا اور

غش و کفن دونوں کی یہ حالت تھی کہ گویا قبر کے اندر کسی نے ابھی رکھ دیا ہے حالانکہ تدفین سے اُس وقت تک کئی ہفتے گزر چکے تھے اور حافظ صاحب کو دم مرگ حبس بول کی شکایت لاحق تھی جو تعجیل بوسیدگی کی محرک خیال کی جاتی ہے۔

مالک بن انس نے روایت کی ہے کہ چھیا لیس برس بعد واقعہ

اُحد کے عمرو بن الجحج اور عبداللہ بن عمرو بن حزام شہدائے احد کی قبریں بوجہ سیل کے کھل گئیں اور دونوں کی نعشیں ایسی تازہ تھیں جیسے کہ کل مے ہین۔ اُن میں ایک کا ہاتھ جراحت پر تھا وہ اپنی جگہ سے ہٹا لیا گیا تو زخم سے خون جاری ہوا اور جب چھوڑ دیا گیا تو پھر بہ ستور موقع جراحت پر جا لگا۔ اس طرح جابر بن عبداللہ انصاری نے روایت کی ہے کہ معاویہ نے اپنے زمانہ خلافت میں کوہ احد کی طرف سے ایک نہر نکالی اور اس ضرورت سے شہیدوں کی قبریں کھودنی پڑیں راوی کہتے ہیں کہ لوگ مردوں کو لیجاتے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوئے ہیں اسی نامحمو کا رروائی کے ضمن میں سید شہداء امیر حمزہ کے پاسے مبارک پر ایک پھاوڑا لگا اور اُس سے خون جاری ہوا الغرض ان روایتوں سے تصدیق آئے کہ یہ **وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ یَقْتُلُ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ** **طَبَلْ اَجْبَاءٌ لَّکِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ** ۵ بارہ بار سورہ البقرہ کو (۱۸) بخوبی ہوتی ہے۔

۱۵ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کو مرا ہوا نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم لوگ

معجزہ

صفوہ بن عدی سے مروی ہے کہ بروز احد قتادہ بن النعمان کی آنکھ میں تیر لگا اور حدقہ چشم اپنی جگہ سے باہر نکل پڑا جناب رسالتؐ نے اُسکو اصلی جگہ پر رکھ دیا وہ آنکھ قتادہ کی دوسری آنکھ سے زیادہ خوشنما بن گئی۔ چنانچہ روایت کی جاتی ہے کہ پسر قتادہ عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا خلیفہ نے پوچھا کہ تم کو کون اُسے یہ اشعار پڑھا

فردت بکف المصطفیٰ ایتما	انا ابن الدی سالت علی الخدیعة
فيا حسن ماعين وياطليب ما رد	فعا دت كما كانت لاحسن حالها

پاک اعتقاد خلیفہ نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو میرے پاس سفارش لانا ہوا انکو ایسا ہی ذریعہ پیش کرنا چاہیے۔ ایسے معجزات لائق انکار کے نہیں ہیں کیونکہ تو مانے بھی روایت کی ہے کہ مسیح نے ملکہوس کا کٹا ہوا کان جوڑ دیا تھا۔

معجزہ

عن ابن عباس قال ان امرأة جاءت بابي	ابن عباس سے روایت ہے کہ کما انھوں نے کہ ایک عورت
لها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت	اپنا بیٹا جناب رسولؐ کی حضوری میں لائی اور عرض کیا کہ

لہ میں بیٹا اس شخص کا ہوں جسکی آنکھ زخارہ پر رہ آئی تھی۔ اور جناب مصطفیٰؐ کی تسلی نے اُسکو ٹوڑا دیا۔ پس وہ صبری تھی

وہی ہی عمدہ حالت میں ہو گئی۔ کیا اچھی آنکھ تھی اور کیا خوب ٹوٹائی گئی ۱۲

یا رسول اللہ ان ابغی بہ جنوۃ وانہ
 لیاخذہ عن غدائنا وعشاءنا افسیر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ وودعا فنتعۃ
 وخرجہ من جوفہ مثل الجرد والاسود
 یسع - (رواہ الدارمی) جو دوڑتی تھی -

عارضۃ کلب الکلب میں ایک قسم کے کیرٹے شکل بچہ سگ مریض کے بول میں دیکھ جاتے
 ہیں اس طرح ممکن ہے کہ لڑکے کے پیٹ کسی قسم کا مادہ فاسد بقوت اعجاز خارج ہوا ہو اس سے
 بہت زیادہ عجیب ایک قصہ متی باب ۸ - میں بیان کیا گیا ہے کہ دو آدمیوں پر دیوسو ایتھے
 جنگی شورش سے راستہ بند ہو گیا تھا جب مسیح علیہ السلام ان کے قریب پہنچے تو دونوں نے
 فریاد کی اور اسی فریاد کے ساتھ یہ درخواست بھی کی کہ انکو سورون کے غول میں جانے دین
 چنانچہ یہ درخواست منظور ہوئی اور سورون کا غول دریا میں ڈوب مرا -

معجزہ

دوئی ابن عدی وابن ابی الدنجلو البیہقہ روایت کی ابن عباسی ابن ابی الدنیا و بہیقی و
 وابو نعیم عن انس رضی اللہ عنہ قال کنا ابو نعیم نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھوں نے

۱۰ حق یون ہر کہ اگر چھوٹ کہنا منظور ہوتا تو عنوان بیان یہ اختیار کیا جاتا کہ عورت کی بیکسی پر رسول اللہ کو
 رحم آیا اور آپ نے قُم بَاذِیٰ لکے مودہ کو جلایا ۱۲

فی الصفة عند رسول الله صلى الله
 عليه وسلم فاتته عجموز عميا ومهاجرا
 ومعهما ابن لها قد بلغ فلم يلبث
 ان اصابه وباء المدينة فمرض
 اياما ثم قبض فغمضه النبي صلى
 الله عليه وسلم وامره اى انسا
 بجهازه فلما اردنا ان نغسله
 قال يا انس انت امة فاعلمها قال
 فاعلمتها فجاءت حتى جلست عند
 قداميه فاخذت يدهما ثم قالت
 مات ابني فقلنا نعم فقالت اللهم
 انك تعلم اني اسلمت اليك
 طوعا وخلعت الاوثان زهدا
 وخرجت اليك رغبة اللهم
 لا تشمت بي عبدة الاوثان
 ولا تتحملني في هذه المصيبة
 ملاطقة لي

کہ ہم لو کہ صفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
 تھے کہ کیا انہی بڑھیا ہجرت کر کے آئی اور اسکے
 ساتھ اسکا لڑکا بھی جو حد بلوغ کو پہنچ گیا تھا
 اسی عرصہ میں وہاں مدینہ کا اثر لڑکے پر پڑا
 چند سے بیمار رہ کر مر گیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اسکو ملاحظہ کیا اور انس کو اسکی تجہیز کا حکم دیا
 راوی کہتے ہیں کہ جب ہم لوگوں نے غسل دینے کا
 ارادہ کیا تو حضور نے فرمایا کہ اے انس متوفی کی بنا
 کو جا اگر خبر دو پس میں نے اس عورت کو خبر دی
 وہ آئی اور متوفی کے قدموں کے پاس بیٹھی اور
 دونوں پاؤں پکڑ کے پوچھنے لگی کہ کیا میرا بیٹا
 مر گیا؟ ہملوگوں نے کہا کہ ہاں تب اسنے کہا
 کہ اے پروردگار تو جانتا ہے کہ میں بخوشی حاضر تیرا
 ایمان لائی اور بتوں کو بوجہ پرہیز گاری چھوڑ دیا
 رغبت کے ساتھ تیری طرف آئی۔ اے پروردگار
 میرے معاملہ میں بت پرستوں کو خوشی کا موقع
 نہ دے اور اس مصیبت میں وہ بوجہ مجھ پرٹال

بجاءه قوا الله ما انقضی کلامها
 حثه حرك قد میته والقی الثوب
 عن وجهه وطعمه وطعمها معه
 وعاش حتی قبض النبی صلی الله علیه و
 سلم وھلکت امه - وهذا وان کان
 کرامة لامه فانما اعطیتھا ببرکتہ
 صلی الله علیه وسلم لدخولھا
 فی دینہ وکل کرامة لولہ
 فھي معجزة لنبیہ -

جسکی برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں ہے پس
 خدا کی قسم اُس عمر نے اپنی بات پوری نہیں کی
 تھی کہ متوفی کے پانوں میں حرکت پیدا ہوئی اور نہ
 سوائے کپڑا ہٹا دینا دُسنے کھا نا کھایا اور
 ہم لوگوں نے اُسکے ساتھ کھایا بعد وفات جتنا
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی ان کے بھی لڑکا
 زندہ رہا۔ یہ واقعہ ہر حنفی عورت کی کرامت ہے لیکن
 آخر یہ کرامت بہ برکت نبی علیہ السلام کے بسبب
 قبول کرنے اُنھیں کچھ دین کے حاصل ہوئی اور

(القیہ النبویۃ الآثار المحمدیۃ للشیطان)

سب کرامتیں ملی کی اُسکے نبی معجزین داخل ہیں
 کہنے والے اس وایت کی صداقت پر گفتگو کریں گے یا یہ نکتہ نکالیں گے کہ مریض کو سکتے ہو گیا تھا
 اور پھر قوت طبعی نے ہر سکوت کو توڑ دیا لیکن اس طرح کے وسوسے تو ہر ایک خبر میں اور نسبت
 ہر معجزہ و کرامت کے پیدا کیے جاسکتے ہیں چنانچہ ہم مثیلاً اُس معجزہ اُحیاء موتے کا تذکرہ
 کرتے ہیں جو بہ برکت قدسی نفس مسیح علیہ السلام کے ظاہر ہوا تھا۔ لوقا باب ۸ - میں یہ
 حکایت تحریر ہے کہ ایک لڑکی مر گئی مسیح علیہ السلام فوراً موقع پر تشریف لے گئے اور
 لڑکی کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ اے لڑکی اٹھ چنانچہ وہ اٹھ بیٹھی۔ اس طرح یوحنا کی کتاب باب ۱۲
 سے ظاہر ہوتا ہے کہ مریم اور متھا اور اُن دونوں کے بھائی لعز کو مسیح پیار کرتے تھے

لعزیز اور ایک غار میں دفن کر دیا گیا اور غار کے منہ پر پتھر رکھ دیا گیا تھا چار دن کے
 مسیح نے اُس پتھر کو ہٹوایا اور لعزیز کو پکارا نامبروہ مع کفن کے غار سے نکل آیا۔
 عیسائیوں کی طرح ہم سب مسلمانوں کو اعتقاد ہے کہ مسیح علیہ السلام مردوں کو زندہ
 کر سکتے تھے لیکن ہنود اور یہود کو تو ان دونوں معجزات پر انھیں شہوں کے
 وار د کرنے کی گنجائش باقی ہے جنکو عیسائی جنٹلمین اعجاز محمدی پر عائد کرتے ہیں۔
 سچ تو یہ ہے کہ انکی محبتوں کی دودھارین ہیں جنکی زدا عجاز محمدی اور مسیحی یکساں
 پڑتی ہیں بلکہ جسکا خاص رخ مسیحوں کی طرف ہے وہ زیادہ تیز دکھائی دیتی ہے
 کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ درمیان مسیح اور خاندان لعزیز کے سلسلہ نیاز و اہم تھا
 آپس کی سازش میں وہ زندہ درگور کیا گیا اور پھر کفن کھڑکھڑاتا جیتا جاتا غار سے
 نکالا گیا۔ (س) مسلمان جو روایتیں معراج کے متعلق بیان کرتے ہیں عقلاً
 مستبعد پائی جاتی ہیں۔ (ج) واقعہ معراج کی بابت درمیان علمائے اسلام کے
 اختلاف ہے بعض اُسکو جسمانی اور بعض روحانی قرار دیتے ہیں الغرض اُسکی جو کچھ حقیقت
 تسلیم کیجائے لیکن ممکن ہے کہ بقدرت اُسی وجود پذیر ہوئی ہو خواب تو ہم لوگ بھی دیکھتے
 اور لیٹے لیٹے چند ساعتوں کے اندر دور و دراز مقامات کی سیر کرتے ہیں۔ ہماری
 روح اور ہمارے خیالات سے بہت زیادہ انیاؤن کے جسم خاکی لطیف تھے
 ایسے تسلیم معراج جسمانی بھی کوئی استحالہ عقلی و قیاسی اور محققات اہل اسلام کے
 عائد نہیں ہوتا۔ حق یہ ہے۔ کہ جو لوگ خدا کے وجود اُسکی قدرت اور عام

تصرفات روحانی سے منکر ہیں اُنکے ساتھ مناظرہ کی دوسری شکل ہے جسکو متکلمین اسلام نے اپنی تصانیف میں بوجہ احسن نمایان کر دیا ہے اور اس موقع میں اُن کا بیان کرنا موجب تطویل متصور ہے مگر ارباب مذاہب مشہورہ تو بہت بڑے بڑے واقعات غیر معمولی کا اظہار بر بناے قدرت الہیہ کرتے ہیں پس اُنکو گنجائش باقی نہیں ہے کہ معراج محمدی کو خلاف عقل اور دور از قیاس ثابت کر سکیں۔ عیسائیت کے منادی کرنے والے کبھی بھی فلسفیوں کا دامن پکڑنے کے تعریضین کرتے ہیں ایسے میں اُن بزرگوں کو اُنھیں کے پیشوا پولوس مقدس کی چند روایتیں یاد دلاتا ہوں ”بے شبہہ اپنا فخر کرنا مجھے مناسب نہیں پر میں خداوند کی رویتوں اور مکاشفوں کا بیان کیا چاہتا ہوں۔ مسیح کے ایک شخص کو میں جانتا ہوں کہ چودہ برس گزے ہوں گے (کہ وہ یا تو بدن کے ساتھ کہ یہ مجھے معلوم نہیں یا بغیر بدن کے یہ بھی مجھے معلوم نہیں خدا کو معلوم ہے) تیسرے آسمان تک یکا یک پہنچا گیا۔ اور میں ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ (وہ ہی یا بدن کے ساتھ یا بدن کے بغیر کہ مجھے معلوم نہیں خدا کو معلوم ہے) فروس تک یکا یک پہنچا یا گیا، اور اُسے وہ باتیں سنیں جو کبھی نہ سنیں اور جنکا کما بشر کا مقدور نہیں) پولوس کا دوسرا خطر فریٹیوں کے نام باب ۱۲۔ ورس ۱۔ لغایت ۱۷)

دیکھیے مسلمانوں کی جماعت میں جو اشتباہ در باب معراج جسمانی و روحانی پڑ گیا ہے وہی شصہ پولوس کو بھی پڑا تھا اور حسب طح اسرار الہی کو پولوس کے صاحب معراج نے ظاہر نہیں کیا ویسا ہی قرآن پاک میں اُسکے بیان سے اعراض ہوا ہے

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ

(پارہ ۲۷- سورہ النجم- رکوع ۱)

مَآ سَرَّاهِی۔
میرا تو یہ خیال ہو کہ تیسرے آسمان تک کوئی گیا ہو لیکن فردوس تک جانے والے
ہم اے پیغمبر علیہ السلام تھے اور شاید مسیح نے معراج محمدی کی خبر اپنے شاگردوں
کو دی تھی انھیں سے سُن کے پولوس نے بطور پیشین گوئی اُسکا تذکرہ فرما دیا ہے
اور صیغہ ماضی کا واسطے واقعات آئندہ کے سبب متعل ہوا ہے جیسا کہ کتب حدیث
میں اُسکا استعمال اکثر پیشین گوئیوں میں دیکھا جاتا ہے۔ ہمارے خیال سے علما
مسیحی کب اتفاق کرنے لگے لیکن یہ تو اُن کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ ایسی معراج جسکا عقائد
مسلمان رکھتے ہیں ممکن ہو اور تابعان مسیح بھی اُسکا استفادہ کر چکے ہیں۔

رحمت پروردگار

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَاسْتَعِزُّوْكَ عَنِ الرُّوحِ طِفْلِ

النَّوْءِ مِنْ أَمْرِ رَبِّهِ وَمَا أَوْثَقْتُمُ الْعِلْمَ إِلَّا قَلِيلًا (پارہ ۱۵- سورہ نبی اسرائیل- رکوع ۱)

۱۔ پس روح کی خدا نے اپنے بندہ کی طرف جو وحی کرتی تھی۔ جو کچھ پیغمبر نے دیکھا اُسین اُن کے

قلب نے جھوٹ نہیں ملایا ۱۲

۲۔ پیغمبر لوگ تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تم اُن سے کہہ دو کہ روح میرے پروردگار

کے حکم سے ہوا اور تم لوگوں کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے ۱۲

تذکرہ رحمت پروردگار

اس آیسے اشارہ سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ روح ایک حلیل القدر مخلوق خدا ہے اور اُس کے دامان حقیقت میں کچھ ایسے بھید چھپے ہیں جنکا ظاہر کو یہ حکمت الہی نے پسند نہیں کیا لیکن جیسا کہ اقتضائے فطرت بشری ہے اس پر وہ داری نے شوق تفتیش کو زیادہ بھڑکایا۔ عقلمندوں نے موشگافیان کین اور بال کی کھال نکال ڈالی با اینہم خود اٹکھا باہمی اختلاف نہ گیا اور نہ اتنا ک کوئی صورت اطمینان دکھائی دی کہ ان جستجو کرنے والوں میں کسی نے گوہر مراد کو بھی پالیا ہو یا سب کے سب بر سر غلط سنگریزوں کو دُرِ غلطان سمجھ رہے ہیں۔ باوجود اعتقاد و مآؤنیۃ میں اَلْعِلْمُ الْاَقْلَبُ لَا میں خیال کرتا ہوں کہ یہ جو ہر نورانی مسافر آسمانی بحکم ربانی ظلمت کے جسمانی میں حلول کرتا اور سرِ قلب پر متمکن ہونے کے نامی اعضاء و جوارح پر جو حقیقت اُس کے ارکان دولت ہیں شاہانہ فرمان روائی کرتا ہے۔ اُسکی غایت سفر یہی ہے کہ واراں الامتحان دنیا میں اچھے کام کرے اور ذخیرہ سعادت سے بہرہ مند ہو کہ عالم علوی کی طرف شاد و خرم لوٹ جائے لیکن نا آزمودہ کار فرمان روا کے فرومایہ الہکار عناصر خسیسہ کے فرزند ہیں۔ ان رذیلوں کی صحبت اپنا اثر ڈالتی ہے اور پھر شیطان جو تجربہ کار اور پُرانا دشمن اولاد آدم کا ہر اُس غریب کو آسانی کے ساتھ بدراہ کر لیتا ہے اس حال چند روزہ دَورِ سلطنت بدکرداریوں میں کٹ جاتا ہے اور اپنی ذاتی خوبیوں کو بھی برباد کر کے عالم صغیر کا بد بخت بادشاہ شقاوت کے بوسے سر پر دھرے واپس جاتا اور زمامت کی آگ میں جلتا خواہ جلایا جاتا ہے کھپتے

خوش نصیب و حین ایسی وضعدار بھی ہیں جن پر باندیشوں کے چکے نہیں چلتے کا رگہ عالم
 میں وہ اپنی نیکیاں چھوڑ کے ساحت قرب الہی میں جسکی تعبیر صحائف قدیمہ کیں سانی
 بادشاہت کے ساتھ کی گئی ہو واپس جاتی اور علی قدر مراتب قرب باری کا استفادہ
 کرتی ہیں۔ یہ وہی پاک روحین ہیں جنکو وقت چھوڑنے نفس عنصری کے یہ
 مژدہ جانفزاں سنا یا جاتا ہے **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً**
مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَلَا ادْخُلِي جَنَّاتِي (پارہ ۳۰۔
 سورۃ الفجر)

خداوند اوتو قادر توانا بخشنده بے منت ہونیک بندوں کے طفیل میں مجھ
 گنہگار تہہ کار کو توفیق خیر دے۔ اور اس حسرت آگین ساعت میں کہ عزیزوں
 کا سلسلہ و داد و ستون کا سرشہ اتحاد قریب الانقطاع ہو اپنے پاک فرشتوں کو حکم
 دیدے کہ اس پر تقصیر کے اعمال سید سے قطع نظر کریں اور تیرا یہ مبارک پیام
 مجھ کو بھی سنا دیں۔

ای از کرمت امیدوارم	جز مرحمت تو کس ندارم
رحم کن و دستگیر من شو	اے فیض رسان جملہ عالم

یہ عذر ناقابل قبول ہے کہ دشمنوں کی خلش نا جسنوں کی آمیزش نے ایسی کشمکش
 پیدا کر دی کہ سلطان روح کو راہ راست پر چلنا غیر ممکن ہو گیا کیونکہ آخر صالحین کی
 روحوں کو بھی تو باندیشوں سے سابقہ پڑا اور وہ متاع تقویٰ کو رہزنون کے

دست برد سے صاف بچائے لیکن ایسے ساتھ یہ فریاد بھی لائق التفات کے ہے کہ انسان کے لیے خواہش نفسانی کا اُجھاؤ بہت سخت ہے جو اُلو العزم اُسکے پھندے سے بچ نہ سکے وہ ضرور حُسنِ خدمت کے صلہ میں مستحقِ بخشش اور بخشائش کے ہیں مگر جو پھنس گئے اُنکی حالت زار بھی بواہر حالات آفائے کریم کی نظرِ شفقت کو اپنی طرف توجہ دلا رہی ہے۔ اس واقعہ کا تو خدا شاہد ہے کہ اوامر کی تعمیل نواہی سے پرہیز ایسے ذمہ داری کے کام ہیں کہ عظیم الشان مخلوق اُنکے اُٹھانے سے ڈر گئی لیکن انسان کی جاہلانہ حوصلہ مندی نے اُس بارگراں کو بے عذر اپنے سر پر لے لیا **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَئِنْ عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَيُّنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَكُمَا الْأِنْسَانُ لَئِنْ كَانَ ظَلُومًا جَبُولًا لَإِيَعِدَنَّ اللَّهُ الْمُتَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالشِّرْكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا**۔ (پارہ - ۲۲ -)

سورۃ الاحزاب - رکوع ۹

لاریب و دشمنی کی بات نہ تھی کہ ایسی خطرناک بازی کھیلی جاتی مگر میں قیاس کرتا ہوں

لہ ہننے ذمہ داری کو آسمان و زمین اور پہاڑ پر پیش کیا تو اُنھوں نے اُسکے اُٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے اور آدمی نے اُسکو اُٹھا لیا وہ بیشک بڑا طاعن الم اور نادان ہے چاہل ذمہ داری کا یہ ہے کہ اندر منافق اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے اور ایمان لانے والے مردوں اور عورتوں پر رحم کرے

اسدِ بخشش والا اور مہربان ہے - ۱۲

کہ انسان نے ذمہ داری کا بوجھ محض رحمت الہی کے بھروسے پر اٹھایا اُسوقت اُسکو یہ اندیشہ نہ تھا کہ دنیا میں جا کے خدا کا انکار یا شرک فی الاولوہیت کا اعتقاد کرے گا باقی رہیں مرحلہ اعمال کی خفیت لغزشیں اُنکی معافی آقاے کریم کے حضور سے حاصل کر لینا اُسے چند ان دشوار نہیں سمجھا۔ سادہ طبیعت روحانیوں کو مادی ضرورتوں کا تجربہ نہ تھا اور شیطانی وسوسوں کا بھی وہ ٹھیک اندازہ نہ کر سکے۔ اچھل وقت عرض امانت ذمہ داریوں کا قبول کر لینا آسان معلوم ہوا لیکن کارگاہ دنیا میں شکلا کی حقیقت کھلی اور اچھے اچھے بزرگ اندیشہ حساب سے کانپ اُٹھے۔

کہ عشق آسان نمود اول وے افتاد مشکلا

دشمنہ فکر کرنے والے جانتے ہیں کہ خدا کی نعمتیں بشمار ہیں انسان کی مجال نہیں کہ اپنی محدود طاقتوں سے بشمار نعمتوں کا شکر اور ایسے منعم کا فرض عبودیت ادا کر سکے۔ چنانچہ اسی بنیاد پر نیک کار بندے بھی حُسنِ عمل پر مطمئن نہیں ہیں اور اُنکی دوہرین چشمِ تمنا مثل ہم ہتید ستون کے خدا ہی کے دستِ کرم کو نکھر رہی ہو۔

حدیث

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لَنْ یُجَبِّیَ
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں کوئی بوجہ اپنے عمل کے

احدا منکم عملہ قَالَ رَجُلٌ وَلَا اِيَّاكَ يَا سُوْل
 اللّٰہُ قَالَ وَلَا اِيَّاكَ اِنْ يَنْتَحِلْ فِي اللّٰہِ مِنْہُ بَعْدَہُ
 وَلٰکِنْ سَدِّدُوا۔ (رواہ مسلم)
 نجات نہ پایگا ایک آدمی نے عرض کیا کیا آپ ہیں
 حضور نے فرمایا کہ میں بھی مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت سے
 مجھ کو ڈھانپے لیکن تم لوگ میانہ روی اختیار کرو
 پھر بھی نیک کاروں کے حق میں انکے اعمال حسنہ سفارش نجات کر سکتے ہیں لیکن ہم
 گنہگاروں کی جماعت کے لیے تو سولے رحمت الہی کے کوئی دوسرا سہارا نہیں ہے۔
 زاہدانِ نجستہ افعال شوق سے اپنی نیکیوں کی میزانِ دین صحیفہ اعمال کے گوشوارے
 بنوائیں ہم تمہید ستون کی رویداد معاملہ بہت مختصر ہے اگر داور عشر محض اپنے فضل سے
 بخش دے تو یہ اسکی بندہ پروری ہے اور اگر نہ بخشے تو سولے اس التجا کے کسی معذرت
 کا موقع حاصل نہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَعْزِمْ ذُنُوْبَنَا الْیَوْمَ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ
 بِفَحْوٰی کُلِّ حَزْبٍ بِمَا لَدَیْہُمْ فِرْحُوْنَ۔ ایک طرف بندگان صالح اپنے زہد و تقویٰ
 پر خوش دل ہیں اور دوسری طرف ہم خطا کاروں کے سینہ میں اعتقادِ رحمت الہی
 کا ولولہ اٹھ رہا ہے پس آج ہم کیوں اپنے معقدمات کے مزے نہ لیں اور ہم جنسوں
 کو مندرجہ ذیل تسکین وہ سندیں نہ دکھائیں۔

سند

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ
 مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ غَیْرِہٖ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ

فَقَدْ افْتَرَىٰ اِثْمًا عَظِيْمًا (پارہ ۵ - سورۃ النّار کو عے)

جب خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک فی الٰہویت کرنا گناہ عظیم ہے تو اُسکے وجود سے انکار کر جانا اگر شرک سے زیادہ سنگین نہوتا ہم اس سے کم بھی نہیں ہے۔ ان دونوں سے کم درجہ گناہوں کی نسبت پروردگار عالم خود خبر دیتا ہے کہ وہ صغیر ہوں یا کبیرہ سب کے سب ممکن بعفو ہیں۔ یہ خبر فرحت اثر بالضرور اطمینان دلانے والی ہے لیکن اُسکے ساتھ شرط مشیت نے اندیشہ پیدا کر دیا اور ٹھیک پتانین چلتا کہ کوئی کن سعادتمند فیض مغفرت سے بہرہ مند ہوں گے اور کن بہنجون کو اُس نعمت عظمیٰ سے محرومی نصیب ہوگی۔ دنیا کے بادشاہ ایسے باغیان سرکش کے جرائم معاف نہیں کرتے جنہوں نے حکومت شاہی کی متواتر تحقیر کی ہو اس لیے منکران توحید کے حق میں جو حکم قہری صادر ہو چکا وہ حقیقت بیجا نہیں ہے۔ موصدون کی جماعت میں بھی کچھ ایسے کوتہ اندیش موجود ہیں جو اقرار توحید کی اوٹ میں بصیغہ ارتکاب جہلم مباحی کا اظہار کرتے ہیں ایسے مجرموں کی حالت باغیوں سے زیادہ اچھی نہیں ہے اور غالباً انہیں سیاہ کاروں کی شوخ چٹمی باعث ہوئی کہ شان مغفرت کے سامنے مشیت کا پردہ لٹکا دیا گیا۔ ان دونوں جماعت مبتلاے طغیان و طوفان عصیان کج سوا موصدون کا ایک ایسا فرقہ بھی حاضر ہے جو میدان اطاعت میں نیاز مندی کے ساتھ دُڑتا

لے بیشک اس گناہ کو کہ اُسکے ساتھ شرک کیا جائے نہیں بخشتا اور اُس سے کم جگہ گناہ بڑھے معاف کرتا ہے

جو اس کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو اُسے بڑے گناہ کا طوفان باندھا ۱۲

لیکن خواہش نفسانی کے دام میں اُبھ کے گر پڑتا ہے اُسکو اس دوڑ میں پھنسا جانے سے
 ندامت ہر ندامت کے ساتھ حسرت حسرت کے ساتھ اعتقاد رحمت اور اُس اعتقادِ حمت
 کے ساتھ مغفرت کی امیدیں وابستہ ہیں۔ ایسے گنہگاروں کی پیشانی سے مشکل ہر کہنگ
 نجات دور ہو لیکن قیاساً وہی لوگ معافی کے لائق ہیں اور امید قوی ہے کہ کردگار
 خطا بخش و خطا گذار کی مشیت عموماً انھیں کے بخشنے میں اپنی فیاضی کے جلوے
 نمایاں کر لگی۔ چند آیتوں کے بعد اسی سورہ کے رکوع ۱۸۔ میں پھر ارشاد ہوا ہے
 اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ۚ وَ
 مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۙ اَبْعَدًا ۝۱۹ تسلیم بے نظیر کے کلام میں تیکر
 صرف معنوی نہیں بلکہ لفظی بھی دو زمین اس قدر نزدیک ایسے گوارا کی گئی کہ اعتقاد
 شرک کی تحقیر ہو اور تسکین ارباب توحید کے لیے وعدہ مغفرت کی توثیق کی جائے۔
 ناظرین یہ خیال نہ کریں کہ مؤلف خود اہل غرض ہے ایسے درازی دامن مغفرت کا اندازہ
 اپنے مفید مطلب کر رہا ہے کیونکہ ایک حلیل الشان عارف بالقرآن نے مجھ سے پہلے
 اور مجھ سے زیادہ فضلاء امید میں بلند پروازی کا اظہار کیا ہے چنانچہ امام فخر الدین
 رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے امیر المومنین عمر بن الخطاب
 کی موجودگی میں فرمایا کہ مجھ کو امید ہے کہ جس طرح مشرکوں کے عمل صالح اُنکو فائز نہیں دیتے

۱۹ بیشک اس گناہ کو کہ اُسکے ساتھ شرک کیا جائے نہیں بخشا اور اُس سے کم جسکے گناہ کو چاہے معاف کرنا ہو

اور جو اس کے ساتھ کسیکو شرک کرنا ہو وہ (سیدھی راہ سے) حقیقت دور بہک گیا ہے ۱۲

اُسی طرح ارباب توحید کو کوئی گناہ ضرور نہیں پہونچائے گا اور امیر المؤمنین اس تقریر کو سن کے ساکت رہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سکوت سے اشارہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو ابن عباس کی رائے سے اتفاق تھا مگر انتظامی ضرورتوں کے خیال سے انکی دورانِ شیعہوں نے صراحت کو مصلحت کے خلاف سمجھا۔

سند

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَدَايِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَامْتَحَنِي كَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا (پارہ ۵۔ سورۃ النہار۔ رکوع ۲۱)

امام رازی فرماتے ہیں۔

قال اصحابنا دلت هذه الآية على انه لا يعذب صاحب الكبرياء الا بالفرض الكلام في من شكر وامن ثم اقدم على الشر او الزنا هذا اوجب ان لا يعاب بدليل قوله تعالى۔

ہمارے علمائے نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب عذاب نہ ہو گا کیونکہ ہم فرض کریں کہ کسی نے شکر کیا اور ایمان لایا پھر اُسے شراب پی یا زنا کیا تو فجائے قول اللہ تعالیٰ کے لازم ہے کہ ایسا شخص سزا نہ پائے۔

قرآن کے الفاظ صاف ہیں اور علمائے ماہر نے انکی معقول تعبیر فرمائی ہے بعض ناقص اللہ دراک

لہ اگر تم لوگ شکر کرو اور ایمان لاؤ تو خدا کو تمہارے عذاب کرنے سے کیا حاصل ہے۔

خدا شکر کا قبول کرنے والا دانا ہے ۱۲

مفہوم عام کو قیود و شرائط سے پابند کرنا اور حلقہٴ مغفرت کو شکل اپنے خیالات کے محدود بنانا چاہتے ہیں لیکن الحمد للہ کہ جنت و دوزخ کے حلقوں پر ان لوگوں کو حکومت نہیں دی گئی ہو ورنہ وہ شاید جنت کے دروازوں پر دھڑھڑے قفل لگاتے اور دوزخ کے راستوں کو اتنا کشادہ کر دیتے کہ باستثنائے معدوئے چند سب بندگان الٰہی کی بارگی دہکتی آگ میں جھونک دیے جاتے۔ منعم کی ستائش جو بمعاضتہ انعام کیجائے اسکو شکر کہتے ہیں لیکن ستائش دکنار خدا کی نعمتوں کا شمار کرنا قدرت انسانی سے باہر ہے۔ ان نعمتوں سے جو اس کے خلق میں مبذول ہوئیں اور جو اس کی پرورش میں دمیدم مبذول ہوتی رہتی ہو قطع نظر کر کے غور کرے تو توفیق ستائش ایک بڑی نعمت ہے۔ اسلئے ہر ایک شکر کی توفیق پر دوسرا شکر واجب ہے اور سلسلہ ستائش کتنا ہی دراز ہو لیکن غیر ممکن ہے کہ سرشتہ نعمت کی برابری کر سکے۔ ہر گاہ پروردگار اپنے بندوں کو ایسی خدمتوں کی تکلیف نہیں دیتا جو انکی طاقت سے باہر ہوں اسلئے ظاہر ہے کہ اس آیت کریمہ میں تفصیلی نہیں بلکہ اجمالی شکر مراد ہے اور صرف ایک مرتبہ الشکر للہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہ۔ صدق دل سے کہ لینا اسلئے کافی ہے کہ شکر کرنے والا بندگان شاکرین شمار کیا جائے اور بخشش شہما الٰہی سے بہرہ مند ہو کیونکہ ازسے ترکیب لفظی لاسم استفراق نے کلمہ شکر کو جملہ نعمتوں کا مقابل کر دیا اور ذخیرہ حمد پورا بیچ رہا۔ اب منعم فیاض جوصلہ دے وہ پروردگانِ نعمت کے لیے بہت مگر خود اسکی شان فیاضی کے مقابلہ میں کم ہے۔

حدیث

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال
 اذا انعم الله عبدًا نعمةً فيقول العبد الحمد لله
 فيقول الله تعالى انظر والى عبدی
 اعطيتہ ما لا قدر له فاعطانی
 ما لا قيمة له۔ (التفسير الكبير)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے
 بیان کیا کہ جب اللہ کسی بندہ کو کوئی نعمت
 دیتا ہے اور وہ الحمد للہ کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے کہ کھڑے
 میرے بندہ کو میں نے اسکو بقدر نعمت دی
 اور اسنے میرے حضور میں بے بہا نذر پیش کی۔

جب خدا کی سرکار میں ایسی نکتہ نوازیان اور اسطرح کی قدر دانیان ہوتی ہیں تو کیوں کر
 قیاس کیا جائے کہ ارباب توحید پر جو زمانہ عمر میں لاکھوں مرتبہ الحمد للہ کہ چکے ہیں حکم سزا
 صادر ہوگا اور انکی ایسی مرغوب نذرین رائیگان جائیں گی۔

سند

قال الله تعالى قُلْ لِمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَفِی السَّجٰوٰتِ
 کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃُ لِيَجْعَلَکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ ؕ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا
 اَنْفُسَہُمْ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ (پارہ ۷ - سورۃ الانعام رکوع ۲)

اے پیغمبر! بوجھو کہ جو کچھ آسمان اور زمین کے بیچ میں ہے کس کا ہے تم کو اللہ کا جس نے اپنے اوپر رحمت کے لازم کر لیا
 اور تم لوگوں کو قیامت کے دن جو ضرور آنیوالا ہو یک جا کر گناہو لوگ خود اپنا نقصان کر رہے ہیں وہ ایمان لائیں گے نہیں ۱۲

پروردگار کی صفات کمالیہ میں رحمت و قہر دونوں شامل ہیں کسی مجال ہو کہ اُسکے اُزاق
اختیالات میں قید و بند لگائے یا اُسکو کسی عمل پر جو شیت کے خلاف ہو مجبور کر سکے
لیکن یہ تو اُسی فاعل مختار کامل الاختیار کی بندہ نوازی ہو کہ اُسنے بیچاروں کے چارہ کار
کے لیے خود اپنی ذات پاک پر جلوہ رحمت کا دکھانا لازم کر لیا ہے۔ آیہ محمولہ سے پتہ ملتا
ہے کہ یہ رحمت جسکا تذکرہ مریانہ لہجہ میں کیا گیا اُس دن نمایاں ہوگی جب کہ نیک و بد
عرصہ محشر میں حاضر ہوں اور جیسا کہ خود قاضی محشر نے بتا دیا ہے دنیاوی شفیقوں کے
تمام سلسلے درہم و برہم ہو جائیں۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ يَفْعَلُ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ**
وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (پارہ ۳۰۔ سورہ عبس)

یون تو انسان ضعیف البنان کے لیے خدا کی رحمت اور اُسکی مدد ہر خطہ اور ہر سہ
درکار ہو لیکن ایسی کڑی گھڑی میں کہ عزیز و آشنا سمٹھ موڑ لیں اور خود اپنے اعضا تعلقا
ہمدردی چھوڑ دیں اشد ضرورت پیش آنے والی ہو کہ رحمت الہی گنگاراں بے یار
و دیار کی مددگار ہو۔ انسان وہی دکھٹکھٹاتا ہو جسکے کھلنے کی توقع ہو مانگتا ہو میں ہو
جہاں کچھ ملنے کی امید ہو پس جب خود قبلہ حاجات نے پُر زور الفاظ میں امید دلائی
ہو تو حاجت مند آدمی زبان مقال لسان حال سے اسطرح کی التجا کیوں معرض
اُس دن آدمی اپنے بھائی اور باپ اور چور و اور لڑکوں سے بھاگے گا اور ہر آدمی کے لیے

اُس دن ایک شغل ہو جس میں پھنسا ہوگا ۱۲

عرض میں نہ لائے۔

عرض نہ لائے مے عصیان جرم ہی کا
 الہی تجکو غفور رحیم کہتے ہیں
 کہیں عد نہ کہیں دکھ کے مجھے یا یوس
 یہ اسکے بندے ہیں جسکو کریم کہتے ہیں

اسی سورہ کے رکوع ۶- میں ارشاد ہوا ہُوَ الَّذِي يُؤْمِنُ بِالْإِتِنَا
 فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَا أَنَّهُ مَنَعَكُمْ سُوءًا
 بِمَعْصِيَتِكُمْ بَلْ أَنَّهُ وَصَّلَ فَاتَهُ غُفُورًا ۖ رَحِيمُهُ اس آیت
 میں اُن سعادتمندوں کا ذکر ہے جنہوں نے ارتکاب معاصی کیا اور پھر تائب ہو کر
 راہ راست پر چل کھڑے ہوئے لیکن ضمن بیان میں جملہ کتب علی نفسہ الرحمۃ کا
 ایک ہی سورہ میں دوبارہ لانا بہت پر معنی ہے۔ ہر حنیفہ جملہ محل خاص میں بریں ا
 کیا گیا لیکن رحمت عام کی شان محض بوجہ خصوصیت محل کے اپنے اثر کو کم نہیں کرتی
 یعنی یہ نتیجہ پیدا نہیں ہوتا کہ جو لوگ بعد توبہ اصلاح حالت نہ کر سکے وہ رحمت الہی
 سے محروم ہیں۔ چنانچہ میں ایک حدیث صحیح کو نقل کرتا ہوں جس سے امیدواران
 مغفرت اپنے پروردگار کے درگزر کا کچھ اندازہ کر سکیں گے۔

حدیث

۱۱ لے پیغمبر جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں جب تمھارے پاس آئیں تو ان سے کہو کہ تم پر سلامتی ہے
 تمھارے پروردگار نے رحمت کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے جو کوئی تم میں سے بوجہ نادانی گناہ کرے پھر اس کے بعد
 توبہ کرے اور اصلاح حال کر لے تو اسے بخشنے والا مہربان ہے ۱۲

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یحکم عن ربہ عز وجل قال اذْنبَ عَبْدُكَ ذَنْبًا قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اذْنبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا عَلِمَ اَنْ لَّهٗ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاذْنَبَ فَقَالَ اٰی رَبِّ اَغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَبْدِيْ اذْنبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنْ لَّهٗ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاذْنَبَ فَقَالَ اٰی رَبِّ اَغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اذْنبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنْ لَّهٗ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ اَعْلٰی مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ قُلْ عَبْدُ الْاَعْلٰی لَا دَرِيْ اَقَالُ فِيْ الثَّلَاثَةِ اَوْ الْوَابِعَةِ اَعْلٰی مَا شِئْتَ - (رواہ مسلم)

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے یہ حکایت کی کہ ایک بندہ نے گناہ کیا اور کہا یا اے میرا گناہ بخش دے پروردگار نے فرمایا کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور باور کیا کہ اُس کا ایک مالک ہے جو گناہ کو بخشتا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے پھر اُس نے گناہ کیا اور کہا اے پروردگار میرا گناہ بخش دے پروردگار نے فرمایا کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور باور کیا کہ اُس کا ایک مالک ہے جو گناہ کو بخشتا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے۔ پھر اُس نے گناہ کیا اور کہا اے پروردگار میرا گناہ بخش دے پروردگار نے فرمایا کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور باور کیا کہ اُس کا ایک مالک ہے جو گناہ کو بخشتا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے۔ اے بندہ جیسا تو چاہے عمل کر میں نے تجھے بخش دیا۔ راوی حدیث عبد الاعلیٰ نے کہا کہ مجھ کو یاد نہیں کہ تیسری بار پوچھی بار فرمایا کہ جیسا تو چاہے عمل کر۔

حاکم کی سخاوت بڑا کہ کی جوادی پرستے والے عموماً حیرت ظاہر کرتے ہیں اور کفایت شعار طبعیوں کو تو ان روایتوں پر اعتبار ہی نہیں ہوتا اس حیرت اور بے اعتباری کی بنیاد یہ ہے کہ ان لوگوں نے

اُس طرح کی فیاضیان کبھی نہیں دیکھیں اور جب خود اپنی طبیعتوں پر نظر کرتے ہیں تو انکی ہمتیں ایسی فیاضیوں کی متحمل پائی نہیں جاتیں پس جب ہم جنسوں کے محاسن کی یہ حالت ہو تو انسان کو محامد الہی پر جو مثل اپنی ذات کے عظیم مثل فقید النظر ہیں جو کچھ تعجب ہو اُس پر کوئی کیون تعجب کرے۔ اس حدیث کو سُنکے شاید کوئی حجتی اعتراض کرے کہ بار بار ایجاب معاصی کے بدلہ میں ایسی بخشش عام جب کا تذکرہ کیا گیا خلاف قیاس ہو اسلئے میں بتائے دیتا ہوں کہ گناہوں کا یہ معاوضہ نہیں ہو بلکہ صانع باکمال کو اپنے بنائے ہوئے پتیلے کی یہ نیاز مند سی بھاگئی کہ اُس نے گناہ کیا تو بہ شکنجی کی لیکن پھر بھی اُس کے حُسن اعتقاد نے آقا کا دامن عاطفت نہیں چھوڑا۔ اُس کو وسوسہ شیطانی نے مرحلہ طاعت سے بار بار ہٹایا لیکن جب جب ہٹایا گیا درگاہ عالم پناہ کی طرف رجوع لایا اور رحمت الہی کے قدموں پر گر پڑا۔

فلقد علمت ان عفوك اعظم
فمن الذي يبدو ويرجو المجرم

يا ارب ان عظمت ذنوبى كثره
ان كان لا يرجو الا احسن

سند

قال الله تعالى قل يا عبادي الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ

اے پروردگار ہر چند میرے گناہوں کی تعداد زیادہ ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تیری بخشش اُس سے بھی زیادہ ہے۔ اگر مرنے تک کا تیری درگاہ کا امیدوار ہو سکتا ہو۔ تو پھر گناہ نگار کو کچھ کچھ اور کسکی امید داری کرے ۱۲

لَا تَقْظُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَعْفُو الْأَنْثُوْبَ جَمِيعًا طَاتَهُ هُوَ
الْخَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (پارہ ۲۴ - سورۃ الزمر رکوع ۶)

ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک جواد دولت مند جسکی فیاضیاں مشہور ہیں اپنے قصر دولت کی چھت پر جلوہ افروز ہو اور ہاتون کے اشارے سے فقیروں کی جماعت کو اپنی طرف بلارہا ہو۔ افلاس زدہ گروہ میں ایک فلسفی بھی شامل ہو جسکے پانوں کی لغزشیں سکی فاقہ مستیان ظاہر کرتی ہیں۔ اشارہ کرنے والے نے کہا نہیں کہ وہ ان لوگوں کو بدعت کے لیے بلارہا ہو یا تہدید شدید کرنی ہو کہ یکشف چنستان عیش کی ہو اگو گندہ نہ کرے پھر ایک عقلی خطرہ یہ بھی موجود ہو کہ حاجتمندوں کے غوغائے آسائش میں خلل ڈالا اس لیے صاحب خانہ نے واسطے انکی گوشمالی کے تکلیف قدم کو ارفرائی ہو کون کہہ سکتا ہو کہ بدگمانیوں کے پہلو حلقہ امکان عقل سے خارج ہیں لیکن سوال یہ ہو کہ کیا بھوکا فلسفی اس اشارہ کو دیکھ کے ترتیب مقدمات میں وقت راں گان کر گیا یا اس لیے دوڑ پڑ گیا کہ سب سے پہلے دولت صدقہ سے بہرہ مند ہو ۹ میری تو یہ ہے کہ کھلی و مجزی کی حقیقتیں فرط امید میں فراموش ہو گئی اور کاسہ دماغ میں اسوقت اس خیال کے سواے اور کچھ نہوگا کہ اب شکول گدائی چند ساعت میں لبریز نعمت ہو اچاہتا ہو حاصل تمثیل یہ ہو کہ حکیمانہ مصالح سے ہر چند ابھی قطعی احکام مغفرت صادر نہیں کیے گئے

۱۰ لے پیغمبر کہہ دے کہ لے ہمارے بندہ جن بھون نے (بوجہ ارتکاب معاصی) اپنے اوپر یا دیتان کہیں اللہ

کی رحمت سے ناامید نہوہ تو بخشنے والا مہرباں ہو ۱۲

لیکن صد لے کرم نے بہرہ مندی کی ایسی امیدیں دلائی ہیں کہ انکی چمک اور دمک میں
 مایوسی کی تیرگی دکھائی نہیں دیتی۔ اس آیت کریمہ میں صراحتہً صرف ناامیدی سے نجات
 ہو کر اُسی کے ساتھ خدا نے اپنے رحم و مغفرت کا تذکرہ پُر زور الفاظ میں فرمایا ہے جن سے
 ظاہر ہوتا ہے کہ انعام الہی حاجتمندوں کے حوصلہ سے زیادہ اور ارحم الراحمین کے شایان
 ہوگا عِبَادِیٰ کا پیارا لفظ بچھینے والی دلہند تا کید اُن دونوں کے بعد جملہ ہُوَ الْغَفُوْرُ
 الرَّحِيْمُ عزیز و بڑا معنی خیز بہت انگیز ہے دنیا کے حاکم جب ایسے اشاروں کا استعمال
 کرتے ہیں تو آخر اُن سے تمھاری امیدیں نیک نتیجے پیدا کر لیتی ہیں پس جب شایان
 کا بادشاہ خود اُن کا استعمال فرماتا ہے تو پھر ایک دُسرے کو کیوں مبارکباد نہیں دیتے
 اور شکرانہ کامیابی میں جبین عقیدت کو واسطے سجدہ کہ نہیں جھکایلتے۔ از روے
 ترکیب عربی جملہ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ سے مخفی حصر پیدا ہوتے ہیں اور شک نہیں
 کہ رحم حقیقی اور بخشش واقعی وہی ہے جو معلل باغراض ذاتی نہ ہو۔ دنیا کے سب بابائیم
 جو دو کرم کا اظہار کسی نہ کسی غرض سے کرتے ہیں اور جسمانی خواہ روحانی کوئی کوئی
 فائدہ ذاتی انکی دامان شفقت میں چھپا رہتا ہے یہاں تک کہ ماں اور باپ بھی فرزندوں
 کے ساتھ اسی لیے رعایت کرتے ہیں کہ انکی خدمتوں سے آئندہ فائدے اٹھائیں
 انکی محبوب صورتیں کلچے میں ٹھنڈک پیدا کریں خواہ خاندان کا نام و نشان انکی
 ذات اور نسل سے قائم رہے۔ بٹے سے بڑا بے نیاز دنیا اپنی ناموری کا نیا دامن
 رہتا ہے اور اگر طبیعت پر ولولہ خدا شناسی غالب ہو تو رحم و غفو کا شعرا سیلے اختیار کرتا ہے

کہ رضا الہی کو حاصل کرے لیکن ذات پاک باری جامع کمالات ہے اور بے وقعت مخلوق سے اپنی ذات و صفات کے لیے کسی قسم کا استفادہ کرنا اُسکی شانِ اُلُوہیت کے خلاف ہے۔ وہ انسانی حمد و ثنا کی جو کچھ قدر افزائی کرتا ہے یہ اُسکی خالقانہ بندہ نوازی ہے ورنہ حقیقت مدح خوانی کی اُسکو پروا نہیں ہے اور نہ اسطرح کی حمد و ثنا سے اُسکو کوئی ذاتی فائدہ حاصل ہوتا ہے اسحاصل غفور وہی ہے رحیم وہی ہے دوسرے کیسی ہی نقلین اُتارین مگر غیر ممکن ہے کہ حد امتیازی مٹ جائے اور اصل و نقل کا تفاوت دور ہو۔

شند

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى نَبِيِّ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

وَإِنِّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ (پارہ ۱۴- سورۃ الحجۃ رکوع ۴)
 ٹھیک اسی آیہ کے پہلے ارباب تقویٰ کو جنت کی بشارتیں دی گئی ہیں ہمارا خدا رحمت کے ساتھ صفت علم سے مقصد ہے اور واقعات کا وَ مَا يَكُونُ سب اُسکے سامنے حاضرین پس غیر ممکن تھا کہ وہ نہ جان لیتا کہ اتقیا کے گروہ سے بڑی ایک جماعت اُسکے بندگان گنہگار کی ہے اور تذکرہ رحمت میں اُن بکسیون کی دلہی نہ کرنا بے نیاز کی شانِ بندہ نوازی سے بعید ہے۔ الغرض نبی کریم کو حکم ہوا کہ صلاے کرم اُن سب لوگوں کو سُنادین جو عبودیت الہی کا اعتراف کرتے ہوں۔ علم اصول فقہ کا یہ سلسلہ ہے کہ جب

۱۲ اے پیغمبر میرے بندوں سے کہہ دو کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں اور میرا عذاب دردناک عذاب ہے ۱۲

کسی صفت کے لگاؤ میں اُسکے مناسب حال حکم صادر ہو تو علت صدور حکم وہی صفت
 ہو کر تھی ہر مثلاً اگر کہا جائے کہ سارق مستوجب سزا ہے تو سمجھنا چاہیے کہ سرقہ حکم نرکی
 علت ہے علی ہذا خدا کے اس ارشاد سے کہ بندگان متقی جنت میں جائیں گے۔ ثابت ہوتا ہے
 کہ یہ سعادت اُن لوگوں کو بدولت تقویٰ حاصل ہونے والی ہے۔ اس آیت میں حکم ہے کہ میرے
 بندگان کو بشارت دو پس سمجھنے والے کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ شانِ رحمت نے گواہانین
 کیا کہ نیک کار بندے وعدہ الغام سے روحانی سرور حاصل کریں اور بندگان گنہگار
 مایوسی کے ساتھ منہ دیکھیں اسلئے شرف عبودیت نے تحریک کی اور یہ جانفزائے بشارت
 مقرران بالعبودیت کو دیکھی اس سند میں وہ سب اشارے موجود ہیں جنکی تشریح سند مقدم
 الذکر میں کی گئی لیکن انی و ان کی ضمیر متصل اور منفصل نے لطف اشارہ کو دو بالا کر دیا ہے
 فقرہ اَنْ عَذَابِنِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَکْبَرُ کا مفہوم بھی خدا کی جلالت کے ثبوت کی شان
 ہے۔ دنیا میں مروءتِ حکیم کی آتش غضب جلد بجھ جاتی نہیں اور جب بجھ جاتی ہے تو باسانی
 بجھتی نہیں اسی تجربہ پر قیاس کرنا چاہیے کہ اگر ان حلیموں کا خلاق اپنی قہری صفت کا
 اظہار کرے تو اُسکے شعلے کتنے بلند اور دیر پا ہوں گے لیکن گفتگویہ ہے کہ کیا برد حساب
 وہ ارباب توحید پر بھی اظہارِ قہر فرمائے گا؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو دوسرا سائل
 یہ ہے کہ کس حد تک؟ رموز قدرت کو خدا کے بندے بالخصوص وہ جو گنہگار ہوں کب
 جان سکتے ہیں لیکن جو اشارہ اُسی کے بیان سے پیدا ہوتا ہو یا جو خبر اُسکے رسول نے
 دی ہو وہ کسی کے چھپائے چھپ بھی نہیں سکتی۔ آیہ محمولہ میں پہلے خدا نے اپنی

ذات پاکِ رحمت و غفران کی صفت سے متصف ظاہر کیا اور اُس کے بعد اُس عذاب کا بھی تذکرہ فرمادیا جو اُس کے کارخانہ قدرت میں مہیا ہے لیکن پھر بھی بمقابلہ صفاتِ جمالیہ کے نہ اپنے تئیں معذب کہا اور نہ کسی دوسری قہری صفت سے موصوف ظاہر فرمایا ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس تفرقہ سے کوئی اشارہ پیدا ہوتا ہے؟ اور اگر پیدا ہوتا ہو تو وہی مقصود بیان اور ذریعہ تسکین خاطر ہم کنہ کاران ہے اشارہ قرآنی کو محفوظ فی الذہن رکھ کے دو حدیثوں کو اس موقع میں سن لیجئے۔

حدیث

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما خلق اللہ الخلق کتب فی کتابہ فہو عندہ فوق العرش ان رحمۃی تغلب غضبی (رواہ مسلم)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب خدا نے مخلوقات کو بنایا تو اپنی کتاب میں جو اُس کے پاس عرش پر ہے لکھ لیا کہ میری رحمت میرے غضب سے غالب ہوگی

شانِ رحمت کا غالب اور قوتِ قہریہ کا مغلوب ہونا تو ثابت ہو گیا اب اربابِ توحید کے انجام کو ملاحظہ کیجئے۔

حدیث

سردی ابو موسیٰ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم | روایت کیا ابو موسیٰ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال اذا كان يوم القيامة واجتمع اهل النار النار معهم من شاء الله من اهل القبلة قال لكفار لهما انتم مسلمين قالوا بلى قالوا فما اغنى اسلامكم وقد صرتم معان في النار فقد فضل الله تعالى بفضل رحمته قياموا باخراج كل من كان من اهل القبلة فيمخرجون منها فيود الذين كفروا لو كانوا مسلمين وقرء رسول الله صلى الله عليه وسلم بما بعد الذين كفروا لو كانوا مسلمين (تفسير كبير)

فرمایا کہ جب بروز قیامت دوزخی نوزخ میں اکٹھے ہوں گے اور ان کے ساتھ جنکو خدا چاہے اہل قبلہ بھی ہوں گے تو ان لوگوں سے کفار پوچھیں گے کہ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ اہل قبلہ کہیں گے کہ ہن تو تب کفار کہیں گے کہ جب تم بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں ہو تو تم کو اسلام کیا فائدہ ملا پس اس لیے فضل و رحمت سے مسلمانوں پر حسنا کر دیا اور حکم دیا کہ اہل قبلہ دوزخ سے نکال لیے جائیں اس وقت کفار تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے اور پیغمبر علیہ السلام نے بارہ ۱۳ کی پہلی آیت ٹیچی کیا ترجمہ یہ ہے کہ کافر بہتر تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے

بجا ہونے بھی ابن عباس سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم برابر مسلمانوں پر رحم کرتا جائے گا اور شفاعت انبیاء و ملائکہ کے انکو دوزخ سے نکال کے داخل جنت کرے گا ہے گا۔ اور آخرین حکم عام دیا کہ ہر مسلمان داخل جنت کیا جائے اس وقت کافر وہ تمنا ظاہر کریں گے جس کا بیان بارہ ۱۴ کی شروع آیت میں ہوا ہے۔

و دروازہ رحمت بہت وسیع ہے اور جنت کی عمارتیں بھی تنگ نہیں ہیں ہاں اکثر امیدواروں کے نقد عمل ضرور کھونٹے ہیں لیکن دنیا میں مفلس نہوں تو دست فیاض اسکو فیاضیاں دکھائے بھوکے نہوں تو صدقے کی روٹیاں کون کھائے پس خود

رحمت الہی کی وسعت خواستگار ہو کہ ہم لوگوں کی جماعت کو سہولت کے ساتھ قصرِ جنت میں پہنچا دے اور دوست و دشمن بنیانِ رفیع الشان کی جلالتِ قدر کو دیکھیں اور خدا کی حکیمانہ پروا کا اعتراف کریں۔

حضرت **نوح** ؑ نے جب اپنی کشتی بلا خیز طوفانِ مینِ ڈالی تو کہا **اَللّٰهُمَّ جَعَلْنِيْهَا**
وَمَرْسَمًا اِنْ رَّبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ان کلمات کی برکت سے اُنکی کشتی ساحلِ مِلّہ کو پہنچی
ہم بندگانِ الہی دن رات میں کتنی مرتبہ خدا کا نام ساتھ تذکرہ رحمت کے یلتمیں ایسے
بہت قرین قیاس ہو کہ ہماری امیدوں کی اُشتیانِ قیامت کے دن قبرِ بلا سے صحیح و سالم
اُٹھ کر آئیں۔ نامِ خدا خدا کے نام میں بہت بڑی برکت ہو وہ صرف نام لینے والے کو فائدہ نہیں
پہنچاتا بلکہ دور دراز وسائل تک کامبارک اثرِ سرایت کر جاتا ہے چنانچہ روایت
کی گئی ہے کہ ایک لڑکھیز نے راہ چلتے کسی قبر کو ملاحظہ کیا اور دیکھا کہ صاحبِ قبر
پر عذاب ہو رہا ہے اتفاقاً لوٹتے ہوئے پھر اُسی راستہ سے اُٹھا گذر رہا ہے اور یہ عجیب کشتہ
قدرت نظر آیا کہ ملائکہ رحمت طبقہ ماے نور صاحبِ قبر کے لیے دیہ لائے ہیں۔ اس
واقعہ کی حقیقت حال لائقِ تفتیش تھی نبی نے جنابِ باری کی طرف رجوع کیا وحی آئی کہ
اس میت نے دمِ مرگ اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑا تھا جو بعد وفات شوہر بیٹا جنی وہ بڑا
ہوا اور مکتب میں خدے رحیم کے نام کی تعلیم حاصل کی پھر تو دریا سے رحمتِ جوش
میں آگیا اور غیرتِ الہی نے گوارا نہیں کیا کہ سطحِ زمین پر بیٹا۔ خدا کا اس طرح نام لے اور
زیرِ زمین اسکے باپ پر عذاب ہوتا ہے صحیحِ بقیر مسیح کے تعلیم کی یہ ہو کہ اگر آدمی خدا پر

بھروسہ رکھتا ہوا اور پہاڑ کو حکم دے کہ مل جا تو اسکی مجال نہیں ہے کہ اپنی جگہ پر ڈٹا ہے
 بزرگانِ سلف میں ایسے بھروسہ کرنے والے بہت گزے ہیں اور آج انکی کارروائیاں
 جو محض حسنِ اعتقاد کی بنیاد پر ظاہر ہوئیں بنامِ کرامت تعبیر کیجاتی ہیں چنانچہ سرشکر
 اسلام خالد بن الولید کی نسبت حکایت کیجاتی ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 کہ کے ستم قاتل نوش کر گئے جان جانا تو بڑی بات تھی ایک بال بھی اُن کا بیکانہیں ہوا
 زیدؓ ابن حارثہ کسی منافق کے ساتھ مکہ سے طائف کو چلے دغا باز رفیق نے
 بحالتِ خواب اُنکے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیے اور آمادہٴ قتل نظر آ یا زید نے جب
 دستِ تدبیر کو بیکار پایا تو خلوصِ عقیدت سے پیکار اُٹھے یا دَحْمٰنُ اغْثِنِیْ اٰخِرَ کَارِ
 خدا کا فرشتہ آپہونچا باندھنے والے کو سزائے موت دی اور بندھے ہوئے کی بندشیں
 کھول دیں۔ اب بھی اگر اربابِ توحید پر سودے بے اعتمادی غالب نہو تو دین
 و دنیا دونوں جگہ کی مشکلات کو خدا کا نام لے کے حل کرنا کچھ بھی دشوار نہیں ہے۔

سند حدیث

عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے	عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَنَّهُ قَدِمَ کَوْ
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی آئے	رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِبَیْئَی
ایک عورت منجملہ اُن قیدیوں کے جستجو کرتی	فَاِذَا امْرَاۃٌ مِّنَ السَّبْیِ تَبْتَغِیْ اِذَا

وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ اخَذَتْهُ
فَالصَّبْقَةُ يُبْطِنُهَا وَارْضَعَتْهُ
فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَتُرَوْنَ هَذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِصَةً
وَكَدَهَا فِي النَّارِ قُلْنَا لَا وَاللَّهِ وَهِيَ
لَقَدْ رُعِيَ أَنْ لَا تَطْرَحَهُ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اللَّهُ اِرْحَمْ بَعَادَهُ مَنْ
هَذِهِ بَوْلِدُهَا (رواه مسلم)

اور جب ایک بچہ کو قیدیوں میں باقی تو اسکو
اٹھا کے پیٹ لپٹا لیتی اور وہ پلائی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ کیا
تم لوگوں کی راہ میں عورت اپنے بچہ کو آگ میں
ڈال دیں؟ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں خدا کی
قسم اگر اس کے امکان میں ہوتا تو ڈالیں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت اپنے بچہ پر
جتنی مہربان ہو اُس سے زیادہ پروردگار اپنے
بندوں پر مہربان ہے۔

حدیث

عن عامر الرام قال فبينما نحن عند أبيه
عند النبي صلى الله وسلم اذ اقبل رجل
عليه كساء وفي يده شيء قد انثقت
عليه فقال يا رسول الله اني لما رايت اقبلت
اليك فرئت بغيصه شجر فتمعت فيها
اصوات فلانخ طائر فاخذته فمس

عامر الرام سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ایک آدمی گلیم اوڑھے
پہنچا اور اُس کے ہاتھ میں کچھ حیر گلیم میں لپیٹی ہوئی تھی
اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے حضور کو
دیکھا اور آپ کی طرف چلا پس میرا گدرا کیا جھاری
میں ہوا اور وہاں چڑیوں کے بچوں کی وار سنی

فَوَضَعْنَهُنَّ فِي كِسَافٍ فَجَاءَتْ أُمَّهُنَّ
فَاسْتَدَارَتْ عَلَيَّ رَاسِي فَنُكْشِفْتُ
لَهُنَّ عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ فَلَنَقُوهُنَّ
فِي كِسَافٍ فَهُنَّ أُولَاءُ مَعِيَ فَقَالَضَهُنَّ
فَوَضَعَهُنَّ وَأَبَتْ أُمَّهُنَّ إِلَّا لَزُومَهُنَّ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ اتَّبِعُونِ لِرُحْمَاءِ الْأَفْرَاحِ
فِرَاحُهَا فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ
اللَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ
الْأَفْرَاحِ بَعَثَ رَاحَهَا رُجْعَ
بِهِنَّ حَتَّى تَضَعَهُنَّ مِنْ
حَيْثُ أَخَذْتَهُنَّ وَأُمَّهُنَّ
مَعَهُنَّ فَرَجَعَهُنَّ بِهِنَّ۔

اور انکو بچڑ کے اپنی کلیم میں رکھ لیا تب ان کی
مان آئی اور میرے سر پر چکر لگایا میں نے بچوں
کو دکھایا تو وہ ان پر گری پھر میں نے بچوں
کو کلیم میں لپیٹ لیا جو میرے پاس موجود ہیں
حصوے نے فرمایا کہ انکو رکھ دے اور میں نے رکھ دیا
مگر انکی مان انکے پاس سے نہ ٹلی پس نہ ریا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تم لوگ اس
شفقت پر جو ان کو اپنے بچوں پر ہے تعجب کرتے
ہو؟ اُس ذات کی قسم جس نے مجکو پجائی کے
ساتھ مبعوث کیا ہر آئینہ اسے اپنے بندوں پر
زیادہ شفیق ہے نسبت بچوں کی مان کے اپنے
بچوں پر اور فرمایا کہ انکو لیجا اور وہاں کھدے
جہاں سے نکالا ہوا اور انکی مان انکے ساتھ ہو

(رواہ ابو داؤد) پس وہ مردان کو لے گیا۔

ان حدیثوں میں انسانی اور حیوانی مانوں کے نمونہ شفقت ناظرین نے ملاحظہ کیے اور پھر
میں عرض کرتا ہوں کہ انسان ہر چیز خود غرض مخلوق ہے لیکن بسا اوقات مادہ رشتہ شفقت
عورتوں کو آمادہ کرتی ہے کہ اپنی عزیز جان کو بچوں پر فدا کر دیں۔ میرے ایک بڑے

ذی علم دوست کسی جگہ بہ تعلق ملازمت مع اہل و عیال سکونت پذیر تھے اتفاقاً گھر میں آگ
 لگی اور اُس کمرہ سے جس میں اُنکا بچہ سو رہا تھا آگ کے شعلے بلند ہو چلے ہمارے دوست
 قوی بازو مرد دلیر تھے لیکن غرق حیرت کھڑے رہے اور ناز پروردہ شریف بی بی جلتے
 ہوئے گھر میں گھس گئی اور پیائے بچے کو نکال لائی۔ ہر انسان مدنی بطبع تسلیم کرتا ہے
 کہ دنیا میں مان سے زیادہ دوسرے شفیق نہیں ہو وہ قبل از حمل تمنائیں کرتی ہو اور
 بعد حمل جان بوجھ کر کہ اسکو خطرناک مرحلہ درپیش ہو واسطے سلامتی اُس عہدیر کے
 جسکی صورت بھی نہیں دیکھی دعائیں شروع کر دیتی ہو۔ وہاں رحم میں پورا ڈھا پنچ
 نہیں بنا کہ یہاں خیر اندیش مان نے خیالی صورت کھڑی کر لی اور اپنے حوصلہ کے
 موافق اقبالِ مہندی کے تاج اور سعادتمندی کی قبائیں بجان قالب کو سپاتی
 شروع کر دیں۔ امیدوں کے ہجوم میں وہ فرزند نامہ اطاعت کی آس بھی صندوق
 سینہ میں چھپائے رہتی ہو لیکن ہر گاہ ہزاروں مشالین دیکھ چکی ہو کہ بے در
 فرزند جوان ہو کے اداری حقوق کو بھول جاتے ہیں اسلئے چمنستان تصور میں
 اُسکی امیدوں کی کلیان مڑھائی ہوئی دکھائی دیتی ہیں با این ہمہ شفقت
 فطری کا ہر اچھا باغ بدگمانیوں سے متاثر نہیں ہوتا۔ شک نہیں کہ اگر مان کو قطعاً
 معلوم ہو جائے کہ سلوک نیک کا کیا ذکر آئندہ چل کے صاحبزائے اُس کے
 تعلقات بطنی کو بھی فراموش کر دیں گے تاہم وہ اپنی خیر طلبی سے دست کش نہوگی
 چنانچہ تائید اس بیان کی حکایت ذیل سے ہوتی ہو جو کتاب سلاطین بابائین تحریر ہو

حکایت

دو عورتیں ایک ہی گھر میں سکونت پذیر تھیں تھوڑے تفاوت ایام میں دونوں بچے جنین ایک مگر کیا اور دوسرا زندہ رہا۔ دونوں عورتوں میں ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ زید بچہ اُسی کا زائیدہ ہے اور دوسری بچہ مگر کیا۔ یہ مقدمہ حضرت سلیمان کے اجلاس میں پیش ہوا اور پچیدگی یہ نظر آئی کہ سولے بیان دعویٰ اراں کے کسی شہادت ضعیف یا قوی کا وجود نہیں ہے۔ دانشمند فرمان والے تلوار منگائی اور حکم دیا کہ بچہ کے دو مساوی ٹکڑے کیے جائیں اور ایک ایک ٹکڑہ ہر عویدار کو دیدیا جائے، جھوٹی عورت اس فیصلہ پر رضامند ہو گئی کیونکہ حیر بھاڑ میں ہر چند ایک لگنا معصوم کی جان جاتی تھی لیکن حکام کا یہ مطلب تو حاصل ہوتا تھا۔

شام کہ از رقیبان دامن کشان گذشتم گوشت خاک ما ہم برباد رفتہ بہشت
لیکن سچی عورت کے پیٹ میں قبل نفاذ حکم پھر پان پر لگئیں اور وہ چلا اٹھی کہ منصف نہ
قطع و برید کی ضرورت نہیں سلم لڑکا دوسری عورت کو دیدیجیے۔ جب داری شفقت کا
پتہ چل گیا تو پھر فیصلہ میں دشواری باقی نہ رہی اور آخر الذکر عورت کی گود میں نزاعی بچہ
دیدیا گیا۔ بھیک مانگنے والی عورتیں گود میں بچہ دبائے صبح سے شام تک چکر لگاتی
در بدر ٹھوکرین کھاتی ہیں لیکن اس تنگ حالی میں بھی گوارا نہیں ہوتا کہ خود سیر ہو کے
کھائیں اور بچہ بھوکا ہے خدا ہی جانتا ہے کہ بد نصیب مائیں اپنے جذبات کو کس طرح

دبالی تھی ہیں لیکن دیکھنے والوں نے اکثر دیکھا ہو کہ گداگر عورت کو لگدائی سے نرم نرم
 لقمے چن کے اپنے فرزند کے منہ میں ڈالتی ہو اور خود نیچے بچائے خشک ٹکڑوں کو
 چبا کے پڑ رہتی ہو دن بھر کی تھکی ہوئی وہ گرم راتوں میں مروحہ جنبانی کرتی ہو کڑکڑاتے
 جاٹے میں نیچے کو گدڑی سے چھپالی تھی ہو اور اگر کوئی گوشہ بیچ رہا تو اُسی ناکافی حصہ
 واسطے اپنی آسائش کے قناعت کرتی ہو۔ شدت سرما سے کلیجہ کانپ رہا ہو لیکن
 اگر مجبوشی میں وہ اپنے خلت جگر کو سینہ سے لپٹا لیتی ہو کہ جسم کی حرارت غریزی سے
 بچے کو راحت ملے۔ یہ سچ ہو کہ بعض حالتیں معذوری کی ایسی بھی پیش آجاتی ہیں
 کہ سخت دل مائیں اپنے فرزندوں سے قطع تعلق کرتی ہیں لیکن اُن معذوریوں کی
 داستان اور اُن صدموں کی کیفیت جو ہنگام قطع تعلق دل میں چٹکیاں لیتی ہیں اگر کوئی
 صاحب دل اُن بے نصیبوں کی زبان سے سُن لے تو شک نہیں کہ مغر استخوان جل اُٹھے
 اور گرم آنسو کی جھڑی غیر موسم میں برسات کا سامان دکھائے۔

قادرِ قدیر عیب معذوری سے پاک اور بان سے زیادہ اپنے بندوں پر شفیق ہو اُسکے
 خزانہ قدرت میں کسی چیز کی کمی بھی مسمی نہیں جاتی ممکن ہو کہ دنیا میں وہ مصلحت اپنے بندہ
 کو کسی نعمت سے اُسی طرح محروم رکھے جیسا کہ شفیق مان بخیاں تندرستی بچوں کو پرہیز
 کرائی ہو لیکن عالم آخرت کی حالت دوسری ہو اور قیاس باور نہیں کرتا کہ اُس عالمِ حشر
 میں ہمارا پروردگار اپنا دامنِ شفقت گناہگاروں کے سر سے اٹھالے اور بندگان
 معترف بعبودیت کو اُس عذاب میں مبتلا کرے جسکی مہبت ابھی سے خاکساروں کے

دل ہمارا ہی ہے۔ اسی عقیدہ مغفرت کا نام حسن الظن ہے اور حدیث شریف میں اُسکے
دلنشین رکھنے کی سخت تاکید ہوئی ہے۔

حدیث

عن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل وفاتہ (ﷺ)
لایموتن احدکم الا وهو یحسن باللہ
الظن۔ (رواہ مسلم)

جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
تین دن قبل وفات کے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تم لوگوں میں ہرگز کوئی نہ مرا
مگر یہ کہ خدا کے ساتھ گمان نیک رکھتا ہو۔

سند حدیث

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ مائۃ
رحمۃ انزل منها رحمۃً واحدۃً
بین الجن والانس والہائمات
والہوام فیہا یتعاطفون وبہا
یتراحمون وبہا تعطف الوحش علی ولدها

ابو ہریرہ کی روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی سو چھتین ہیں جنہیں
ایک رحمت اُس نے درمیان جنوں آدمیوں
جانوروں اور کیڑوں کے نازل کی ہے جس کی بدولت
وہ سب ایک دوسرے سے محبت اور شفقت کرتے
ہیں اور اُس کی تحریک سے وحشی جانور اپنے بچوں کو

واختر الله تسعة وتسعين
 رحمةً يرحم بها عباده يوم
 القيامة۔ (رواہ مسلم)

پیار کرتے ہیں۔ اور ننانے رحمتیں خدا نے
 اٹھارہویں جنسے بروز قیامت اپنے بندوں
 کے ساتھ سلوک فرمائے گا۔

مادرانہ اشتقاق کا بیان قبل اسکے ہو چکا ہے رانہ شفقتوں سے ہر ذی شعور واقف ہے۔ نیزہ اولیٰ کے
 جو شرف و داد و ستون کے ولولہ اتحاد کی ہر ایک دور عالم میں ثنا خوانی ہو اکی اب کہا جاتا
 ہے کہ کلجگ کی خود غرضی نے ایسے محاسن کو دبایا ہے لیکن حق یہ ہے کہ اُسکی وسعت کا اندازہ
 اس میں بھی مشکل کیا جاتا ہے عاشقی اور معشوق کی حیرت انگیز داستانیں ہر قوم کی وایتوں
 میں کثرت موجود ہیں اور شک نہیں کہ ایسے تعلقات کا دریا اب تک بدستور قدیم لہریں
 لے رہا ہے اور جب تک دنیا کا پرلے نہو اُسکی شورش نیک یا بد قالب میں قائم رہے گی
 یہ سب شعبے اُسی ایک تہ شجر رحمت سے نکلے ہیں جنکو دست قدرت نے کرہ ارض پر
 لگایا ہے باقی ننانے حصے الحمد للہ کہ خزانہ الہی میں ایسے محفوظ ہیں کہ عرصہ محشر میں اپنا
 اثر دکھائیں پس یہ امید بے بنیاد نہیں ہے کہ اگر باب توحید کی جماعت میں جو محل نزول
 برکات ہیں ایک بھی چشمہ فیض باری کا پیا سا باقی نہ رہ جائے گا۔

ہم نے مباحث متعلقہ تقدیر میں لکھا ہے کہ خداوند عالم اپنے فضل سے بعضوں کی دستگیری
 کرتا ہے جسکی بدولت وہ لوگ ارتکاب معاصی سے بچ جاتے ہیں۔ دوسرے ایسی
 دستگیری سے کیون محرم ہیں اُسکا معقول جواب اُسی موقع میں دیا گیا ہے لیکن یہاں
 ایک اور نکتہ شرف بیان کیا جاتا ہے۔

ایک حصہ رحمت کے جلوے ہم لوگ دنیا میں دیکھ رہے ہیں نافرمانی سے جنت کے جو مخزون ہیں آخر انکا بھی عالم آخرت میں کچھ مصرف نکلنا چاہیے اور بظاہر اسی ضرورت سے دنیا میں بڑی جماعت بندگان گنہگار امید و ارمغفرت کردگار کی کھڑی ہو رہی ہو۔ اس نکتہ کو محض میرے خیال نے پیدا نہیں کیا بلکہ حدیث صحیح میں اُسکی طرف اشارہ صریح موجود ہے۔

حدیث

عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ قال حین
 حضرتہ الوفا لا کنت کتمت عنکم شیئا
 سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
 لو لا انکم تذنوبون لخلق اللہ خلقا یدنوبون
 یعفرو لهم۔ (رواہ مسلم)

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وقت اپنی
 وفات اٹھونے لگا کہ میں نے ایک بات رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے جسکو تم لوگوں سے
 چھپا رکھی تھی۔ میں نے حضرت سے سنا کہ فرماتے تھے اگر
 تم لوگ گناہ نہ کرو تو خدا کوئی ایسی مخلوق پیدا کرے
 جو ترک معاصی ہوں اور خدا انکے گناہوں کو بخشنے

حضرت ابو یوسف کو اس حدیث کی روایت میں یہ اندیشہ رہا کہ تنگ خیال آدمی باعتبار تعبیر اڑھائی
 معاصی پر دلیر ہو جائیں اور کچھ شک نہیں کہ ایسے زمانے میں جبکہ نفاذ احکام شرعی کی کوششیں
 ہو رہی تھیں شان رحمت کا ایسا اعلان خلاف مصالح عام تھا لیکن جب تعلیم شریعہ
 کی روشنی پھیل گئی اور طبیعتیں اُنکے عمل کی خوگر ہو گئیں اُسوقت بزرگوار صحابہ نے دنیا کو

اس طرح کی مسکن حدیثوں سے بیخبر رکھنا گوارا نہیں کیا۔

سند حدیث

عبادہ بن الصامت روایت ہے کہ کہا انھوں نے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے جسکو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو اور میں تمھاری جھلانی رہی ہو مگر میں نے تم کو گوئی وہ بات کہدی۔ ہاں ایک بات باقی ہے جسکو آج کہتا ہوں اور میری وقت اخیر ہے میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جو کوئی گواہی دے کہ سو اللہ کے کوئی نبی نہیں ہو اور بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں تو اللہ اس پر آتش و وزخ حرام کر دیگا۔	عن عبادة بن الصامت انه قال ما من حديث سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم لغيره خير الا وقد حدثتكموه الا حديثا واحدا وسوف احدثتكموه اليوم وقد أجبت بنفسه سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من شهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله حرم الله عليه النار۔ (رواہ مسلم)
---	---

حدیث

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اعتقاد پر لا الہ الا اللہ کے	عن عثمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله
---	--

دَخَلَ الْجَنَّةَ - (رواہ مسلم) | وفات کرے وہ داخل ہوگا جنت میں۔

حدیث

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معاذ اتدري ما حق الله على العباد قال الله ورسوله اعلم قال ان يعبد الله ولا يشرك به شيئاً فقال اتدري ما حقهم عليه اذا فعلوا ذلك قلت الله ورسوله اعلم قال ان لا يعبدوا غيري

معاذ بن جبل سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ تو جانتا ہے بندہ پر اس کا کیا حق ہے انھوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے حضور نے فرمایا کہ وہ حق ہے کہ اللہ کی پرستش کرے اور اس کے ساتھ کسی شریک کرے پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ بندوں کا کیا حق اللہ پر ہے جب وہ ایسا کریں۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے حضور نے فرمایا کہ وہ حق ہے کہ اللہ کو عذاب نہ کیے۔

حدیث

عن ابی ذر یحییٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال اتانی جبرئیل علیہ السلام فبشرنی انہ من مات

ابو ذر غفاری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ کو خوشخبری دی کہ جو شخص تمھاری

مِنْ اَمْتِكَ لَا يَشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا
 دَخَلَ الْجَنَّةَ قَلْتُ وَلَنْ زَنِيَ وَاَنْ
 سَرَقْتُ قَالِ وَاَنْ زَنِيَ وَاَنْ سَرَقْتُ -
 (رواہ سلم)

اِنْ حَدِيثُوْنَ كُوْصُلَا نُوْنَ كَا بَسْتِ بَرَّافِقَ صَحِيْحُ تَسْلِيْمٍ كَرَّاهِيْ اَوْ اُسْكِيْ مُسْلِمُ الْبَثُوْتِ كِتَابُوْنَ مِيْنَ
 اِيْسِيْ مَضْمُوْنُوْنَ كِيْ اَوْ رَحِيْثِيْنَ بَهِیْ رَوَايَتِ كِيْ كُنِيْ هِيْنَ لِيْكِنْ مُشْكَلُ يِهِيْ كِهِيْ اَنْهِيْنَ كِتَابُوْنَ
 مِيْنَ اِيْسِيْ حَدِيْثِيْنَ بَهِیْ مَرُوْیْ هِيْنَ جَنْ سِيْ مَعْلُوْمُ هُوْتَا هِيْ كِهِيْ مُرْتَكِبَانُ گَنَاهُ كُوْبَا دُشْ عَلِ
 تَنْدُو سَخْتِ عَذَابِيْ زَحْمَتِيْنَ اُٹْھَانِيْ پُرِيْگِيْ - اَوْ رِبْعُصُ حَدِيْثُوْنَ كَا يِهِيْ مَفْهُومُ يِهِيْ كِهِيْ اِيْكَ گَرُوْه
 اَرَبَابُ تَوْحِيْدِ كَا بَهِیْ هَنْجَمُ مِيْنَ ذَالَا اَوْ پَھِرُ كَا لَا جَا لَے كَا اِسْ تَعَارُضُ مِيْنَ جَوْظَرَا تَا هِيْ كَھِيْ
 رَا زِہِيْنَ جَنْكِيْ حَقِيْقَتِ كُو خَدَا لَے كَا رَسَا زِ كَرِيْمُ بَے نِيَا زِ خُوبُ جَا تَا هِيْ لِيْكِنْ دَقِيْقَةُ سَجْدِ عَالَمُوْنَ
 نَے مَفْهُومُ عَامُ مِيْنَ كَھِيْ قَيْدِيْنَ لَگَا ئِيْنَ مَعَانِيْ خَاصُ مِيْنَ چَنْدِ شَرْطِيْنَ بَرُھَا ئِيْنَ اِحْصَالِ
 اُنْ كَے خِيَالِ مِيْنَ صَالِحِيْنَ سَلَفِ كَا يِهِيْ عَقِيْدَةُ تَھَا -

عقیدہ

جَنْ بَنْدِ گَنْ مَکْلَفَتِ دُنْيَا مِيْنَ سَا تَھَا اَعْتِقَا وَ صَحِيْحُ كَے دَا مَانِ عَمَلِ كُو پَا کُ صَا فِ
 رَکْھَا وَه لَکَلَامُ حَضَبِيْ ہِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اَوْ رِیْہِيْ حَالَتِ اُنْ
 خُوشِ لَضِیْبُوْنَ كِيْ بَہِيْ ہِيْ جَنْھُوْنَ نَے قَبْلِ اَزْ مَرگِ تُوْبہِ نَصُوْحِ كَر كَے اِيْنِيْ عَقِیْدَا و عَمَلِ سَدِّقَا

کافروں اور مشرکوں کے حق میں خلود فی العذاب کے قطعی احکام صادر ہو چکے اسلئے اُنکی رہائی کی امیدیں منقطع ہیں۔ اب ایک فرقہ ارباب توحید کا باقی رہا جسکے ممبروں نے گناہ کیے اور قبل از مرگ توبہ بھی نہ کر سکے یہ لوگ ہر چند عذاب ابدی سے محفوظ ہیں لیکن بخصوص عذاب عارضی (نغوز بالمدنہ) اُنکی حالتیں مشتبه ہیں یعنی ممکن ہے کہ بتائید رحمت الہی سزا سے نلوہ بچ جائیں اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ کم و بیش (کما شاء) اپنے کیے کی سزائیں۔

یہ رے قرین قیاس پائی جاتی ہے اور اُسکی مدد سے وہ تقاض جو مابین الاحادیث نظر آتا ہے رفع ہو جاتا ہے اسلئے میں اُسی کو تسلیم کر کے عرض کرتا ہوں کہ یہ مشتبه الحال فرقہ صد ہا ضمنی گروہ کو اپنے حلقہ میں لے ہوئے ہے جنکی تفصیل دشوار اور موجب ملال خاطر ناظرین بھی ہے اسلئے میں عنان توجہ کو اسکی طرف سے پھیر کے کہتا ہوں کہ ممبران فرقہ موصد میں جن لوگوں کو بزمانہ عمر عمل بشرائع کی طرف رغبت اور کردار سزا سے نجات رہی ہو وہ اگر اعتقاد توحید کے ساتھ اپنی جانیں قابض الارواح کو سپرد کریں تو سودرجے میں نناٹے درجہ اُن کے لیے یہی امید ہے کہ پروردگار کی رحمت کاملہ اُن کی عارضی تعذیب بھی پس منکرے گی اور یہ لوگ صالحین امت کا قدم پکڑے چنستان جنت میں پہنچ جائیں گے۔ اس بیان کی تائید میں ضرورت ترتیب مقدمات استدلالی نہیں ہے کیونکہ چند اسناد جو ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں اُن پر غور کر کے ہر ذی شعور غالباً وہی نتیجہ اخذ کر گیا جسکو میں نے اخذ کیا ہے۔

سند

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال قال
 اللہ عزوجل انا عند ظن عبدی فی
 وانا معہ حیث یدکون والی اللہ افرح
 بتوبۃ عبدہ من احدکم یجد ضالۃ
 بالفلاۃ ومن تقرب الی
 شبرا تقرب الیہ ذرا عا
 ومن تقرب الی ذرا عا
 تقرب الیہ با عا واذا
 اقبل الی عیشۃ اقبلت الیہ
 اہرول۔

(رواہ مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ
 نے کہ میں ساتھ گمان لینے بندہ کے ہوں اور
 اُسکے پاس ہوں جہاں میری یاد کرے۔ اور
 یقیناً پروردگار اپنے بندہ کی توبہ سے زیادہ
 خوش ہوتا ہے نسبت اُس شخص کے جو تم میں سے
 اپنا کھویا ہوا جانور ویران زمین میں پائے اور
 جو شخص مجھ سے ایک باشت نزدیک ہو میں
 اس سے ایک ہاتھ نزدیک ہوں اور جو مجھ سے
 ایک ہاتھ نزدیک ہو میں اُس سے ایک باع
 (دونوں ہاتھ کا پھیلاؤ) نزدیک ہوں اور
 جب میری طرف جلتا ہے تو میں اُسکی طرف دوڑتا ہوں

دنیا کے ذی اختیار نیک آقا اپنے خطا کار خدام کے قصور و معاف کرتے ہیں لیکن اکثر
 ترش روئی کے ساتھ اور ملامت کے بعد۔ پروردگار رحم الراحمین ہے وہ معافی چاہنے والوں
 کو معاف ہی نہیں کرتا بلکہ اُنکی اس سعادت پر اظہار مسرت بھی فرماتا ہے کہ اُنھوں نے

آخر کار نغمائے الہی کی قدر کی اُسکے مواخذہ سے دُریے اور یہ بھروسہ کر کے کہ اُنکا مالک
 غافر الذنوب۔ مائر العیوب ہر اُسی کے آستانہ پر جا پہنچے اور اُسی کے دامنِ عطف کو
 عجز اور نیاز کے ہاتھوں سے تھام لیا۔

سند حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 اتاني آيت من عند ربّي فخيرتني
 بين ان يدخل نصف اُمتي
 الجنة وبين الشفاعة فاخترت
 الشفاعة وهي لمن مات لا يشرك
 بالله شيئاً۔ (رواه الترمذی)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کی
 طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا
 اور مجھ کو اختیار دیا کہ یا نصف امت میری جنت
 میں داخل ہو یا یہ کہ میں شفاعت کروں۔ میں نے
 شفاعت کو اختیار کیا اور وہ شخص کے لیے
 ہر جو وقت وفات اللہ کے ساتھ کسی پر کوشش کرے گا

حدیث

عن ابی سعید ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان من امتي من يشفع للناس والناس منهم من يشفع للقبيلة

روایت ہے ابی سعید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بعض آدمی بڑی جماعت کی اور بعض ایک قبیلہ کی اور بعض

و منهم من يشفع للعصبة ومنهم
 من يشفع للرجل حتى يدخلوا
 الجنة هذا حديث حسن۔
 (رواہ الترمذی)

جماعت قلیل کی شفاعت کریں گے اور بعض ایسے
 ہوں گے کہ ایک ہی آدمی کی شفاعت کریں گے
 تا آنکہ جن لوگوں کی شفاعت کی گئی وہ جنت میں
 داخل ہوں گے یہ حدیث حسن ہے۔

شفاعت کا اختیار دینا اور پھر اُس کا قبول فرمانا خدا ہی کی رحمت اور اُسی کی بندہ نوازی ہے
 حیلہ شفاعت کا یہ فائدہ ہے کہ شفاعت کرنے والوں کی عرصہ محشر میں عزت افزائی ہو اور
 اُسی ضمن میں بندگان گنہگار بھی شرف نجات سے بہرہ ور ہوں۔ ہمارے نبی بنی اہل
 اور ہم سب انھیں کے نام مبارک کے فدائی ہیں میرا تو یہی خیال ہے کہ ہمارے آقا کوئی
 دقیقہ کوشش کا اس خصوص میں اٹھانہ رکھیں گے کہ اُنکے سب خادم و امان دولت
 پکڑے ہوئے فضاے جنت میں داخل ہوں پھر دیگر بزرگان دین بھی اپنی طاقت کے
 موافق ہم گنہگاروں کی دستگیری میں مساعی جمیلہ کو کام میں لائیں گے اور انشاء اللہ
 ان کشتیبا نان امت کی حمایت میں ہم غریبوں کا بیڑا پار لگ جائے گا۔

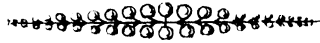
خدا یا بخت بنی ماطہ کہ بر قول میان کنی خاتمہ
 اگر دعوتی رد کنی رد قبول من و دست و امان آل رسول

خاتمۃ الکتاب

محمد عبد الغفور بن محمد کرام فاروقی متوطن محمد آباد گمنہ ضلع
 اعظم گڑھ یعنی مؤلف رسالہ ہذا ناظرین کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ میں ایسے
 خاندان میں پیدا ہوا اور پرورش و تعلیم پائی جو قدیم الایام سے پیر و مسلک امام کاہن
 ان تعلقات نے مجھ کو ایک مدت تک تقلید اُس شمع ہدایت کا پروانہ رکھا جس کا غور و
 خاندان والہ و شہید تھا لیکن بعض آزاد منش دوستوں کی صحبت نے خیالات میں
 ولولہ جستجو پیدا کیا اور میں صبر و سکوت کے ساتھ مدتوں عقائد اسلامی پر غامض نظر
 ڈالتا اور ان کے اصول و فروع کی جانچ عقل اور امتیاز کی روشنی میں کرتا رہا۔ خدا کا شکر ہے
 کہ میں نے اپنے موروثی مذہب کو اس کسوٹی پر بھی کامل العیار پایا اور اب میں تحقیقاً
 اُس دین متین کا معتقد ہوں جس کا اعتقاد کبھی بزرگوں کی دیکھا دیکھی ظاہر کرتا تھا۔
 کبھی کبھی مسلمان دوستوں کے مجمع میں بعض خیالات کے اظہار کا موقع ملا
 اور ان لوگوں نے مجھ کو مشورہ دیا کہ ایسے خیالات کا بشکل کتاب منضبط ہو جانا زیادہ
 نہیں تو یہ فائدہ ضرور دیکھتا ہے کہ خود اپنے گروہ کے کچھ ممبر جو اب تک تقلید اکلمہ توحید
 اور شہادت پڑھ رہے ہیں محقق مسلمان بن جائیں۔ میں نے انکی رائے کو قرین صواب

تسلیم کیا مگر دنیاوی تعلقات نے فرصت نہیں دی۔ بعد حصول پنشن کچھ فرصت ملی
اور خدا کا شکر ہو کہ **۳۲** سہ ہجری میں یہ رسلے تکمیل کو پہنچا اور بنام
مصباح الکلام فی طریق الاسلام موسوم کیا گیا۔ دوسرے فرقوں
کی دل آزاری محکوم کبھی پسند نہ تھی اس لیے میں اپنی سمجھ کے موافق کوئی فقرہ جس سے
سیروان ملت غیر کو رنج پہونچے یا ان کے معتقد علیہ بزرگوں کی توہین ہوتی ہو زبان قلم
پر نہیں لایا یا ہان اسلام کی تائید جہاں تک مقتضائے انصاف تھی ضرور کی ہے اور
اُس کے اصول کو معقول ثابت کیا ہے۔ مجھے منحصر نہیں ہر مذہب کے پیرو تقلید انہو تحقیقاً
اپنے مذہبی اصول کو ایسا ہی بیان کرتے ہیں مگر اُس بیان سے کوئی دانشمند نتیجہ
توہین مل دیگر اخذ نہیں کرتا اسی طرح میں بھی مستحق ہوں کہ اپنے عقیدوں کے اظہار
اور انگلی تائید میں معذور سمجھا جاؤں۔ میں نے جس غرض سے اس رسالہ کو تحریر کیا
اُسکو پہلے عرض کر چکا کاش کسی انصاف پسند کو میرے خیالات پسند آئیں تو میں
ملتی ہوں کہ مجکو دعاے خیر سے یاد کریں اور اگر ناپسند ہوں تو مجکو دائرہ بحث کا وسیع
کرنا منظور نہیں ہے باقی رہا مختصر جواب اُس کو پہلے ہی گزارش کیے دیتا ہوں لکھو
دینکھو ولی دینوں۔ اظہار خیالات میں دین حق کی تائید کی گئی ہے اور میں
حضرت کر دگار کی رحمت واسعہ سے امید دار ہوں کہ جو ضمت کی توفیق سے اُسکا
بندہ معترف بقصور بجالایا ہے اُسے خالقانہ بندہ نوازی کی تحریک قبول فرمائے اور
نجات اخروی کی سعادت سے مؤلف کو بہرہ مند کرے۔ آمین یا رب العالمین

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا قَائِلَ الْأَشْيَاءِ كُلِّهَا تَوْفِقًا مُسْلِمًا وَاجْتِنَانًا بِالصَّالِحِينَ وَادْخُلْنَا
الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ هـ



مزیل اغلاط مصباح الکلام فی طریق الاسلام

نمبر	ج	مصحف	نمبر	ج	مصحف	نمبر	ج
۵	۱۰	اس	ان	۲۷۸	۷	قرتہ	قرتہ
۶۱	۱	کیسا	کنا	۲۸۷	۱۰	راسی	راسی
۲۵	۳	مجورہ	مجوزہ	۳۰۱	۱۷	الحرف	الحرف
۴۱	۱۰	یا بلکہ	بلکہ	۳۳۷	۶	ایسا	ایسا
۴۲	۱۱	خدا سے	خدا سے	۳۵۹	۱۴	یدن	بدن
۴۶	۱	سے سے	سے سے	۳۶۲	۱۴	بار	بار
۵۳	۴	خوالی نہ	خوالی نہ	۳۷۷	۵	نکالا	مصرف نکالا
۵۶	۷	ہرگز	ہرگز	۳۸۳	۱۰	ورنکے	اور ان کے
۶۱	۱۴	ہین گے	ہین	۳۸۵	۱۳	لی	کی
۷۵	حاشیہ پر	صفا	صفات	۳۸۸	۱۱	لحجہ	لحجہ
۷۸	۱۳	واستکبار	واستکبار	۳۸۹	۱۱	اترمن	اترین
۸۶	۵	منتفر	منتفر	۳۹۲	۹	ہوا خواہان	خواہان
۹۰	۴	نایا	نایان	۳۹۳	۷	اگرچہ	اگر
۹۲	۱۷	تقفہ	تقفہ	۴۰۴	۶	رکھے	رکھے
۱۱۸	۵	بایں	بایں	۴۱۱	۶	کھون کا	کھون کا
۱۴۰	۸	کر سکے	کر سکین	۴۶۷	۷	خشیف	خشیف جاعت
۱۶۱	۷	کثیرہ	کثیرہ	۴۷۱	۹	العوش	العوش
۱۶۳	۱۵	عاملاً	عاملاً	۴۷۲	۶	قیام	قیام
۲۳۰	۱	تلبسون	تلبسون	۴۷۳	۲	پرواز	پرواز
۱۱	۱۰	یولیس	یولیس	۴۸۵	۸	یہ مفہوم	مفہوم
۲۶۵	۱۳	نہیں تھی	نہیں ہی تھی				

اعلام

اس کتاب کی رجسٹری حسب منشاء ایکٹ
۱۹۵۶ء عمل میں آئی ہے کوئی
صاحب بلا اجازت مؤلف مقصد چھاپنے
یا چھپوانے کا نہ فرمائیں

العبد

محمد عبدالغفور فاروقی ریٹائرڈ سب جج
متوطن محراباد گنہ ضلع غلامگڑھ

